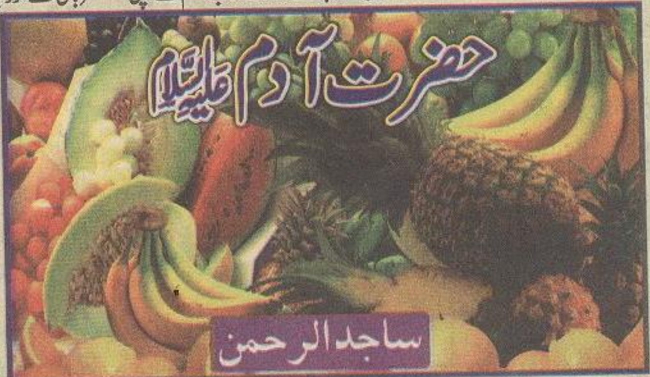
حضرت آدم علیہ السلام

ساجد الرحمن



قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (طٰہٰ:123)

ترجمہ: تم دونوں یہاں سے اکٹھے نیچے اتر جاؤ! تم میں سے بعض، بعض کا دشمن ہوگا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام نے منع کردہ پھل شیطان کے کہنے پر کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نافرمانی کی سرزنش کی اور جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا۔ اس آیت میں جن دونوں کا ذکر ہے وہ آدم اور شیطان ہیں یعنی یہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ قیامت تک ان کی دشمنی چلتی رہے گی۔ شیطان بنی آدم کو گمراہ کرکے جنت کے راستے سے بھٹکا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروا کر اپنی دشمنی پال رہا ہے۔ پیارے بچو! شیطان ہر وقت اس کوشش میں ہے کہ کس طرح انسانوں کو گمراہ کرنا ہے۔ اس کے لئے وہ نئی نئی تدبیریں کرتا ہے انسان کو ان کے برے اعمال بھی اچھے پیش کرکے دکھاتا ہے۔

پیارے بچو! بات چل رہی تھی حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کی۔ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام کو زمین پر علیحدہ علیحدہ جگہ پر اتار دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ''رحنا'' نامی مقام پر اتارا۔ حضرت حسن بصریؒ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو ہند میں، حضرت حوا علیہا السلام کو جدہ میں اتارا اور ابلیس کو بصرہ سے چند میل فاصلے پر اتارا۔ اس بارے میں محدثین میں اختلاف ہے مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ انہیں زمین پر علیحدہ علیحدہ جگہ پر اتارا۔

زمین پر اتارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے کچھ پھل عطا کئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو آپ کو ہر چیز بنانا سکھائی اور جنت کے کچھ پھل عطا فرمائے اور فرمایا: تمہارے یہ زمینی پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان میں تبدیلی آتی ہے (خراب بھی ہو جاتے ہیں) اور ان (جنت والوں) میں تبدیلی نہیں آتی۔ (مستدرک حاکم)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے گندم کے دانے بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں بو دیا۔ جب وہ اُگ آئے اور پک گئے تو آپ نے کاٹے اور بھس سے دانے الگ کئے۔ پھر انہیں پیسا، گوندھا اور اس کی روٹی پکائی، پھر کہیں جا کر کھائی، کھانا کھانے کیلئے انہیں بہت زیادہ محنت ومشقت کرنی پڑی جو کہ اس بات کی تصدیق تھی۔

''ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ وہ (شیطان) تمہیں جنت سے نکلوا دے پھر تمہیں سخت مشقت برداشت کرنی پڑے۔'' (طٰہٰ:117)

حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت سے نکالا گیا تو اسی وقت انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ انہیں جب اتنی مشقت کرنی پڑی تو مزید اپنی غلطی کا اعتراف کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ان الفاظ کے ساتھ اپنے گناہ کی معافی مانگنے لگے۔

''قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ''۔ (الاعراف:23)

ترجمہ: دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔

یہ الفاظ انہیں اللہ تعالیٰ ہی نے سکھلائے تھے۔ انہی الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ پیارے بچو! ہمیں بھی اس واقعے سے سبق ملتا ہے کہ جب ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بہت پسند ہے۔ توبہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جب بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اتنی خوشی ہوتی ہے جتنی خوشی اس بندے کو ہوتی ہے جو صحرا میں ہے اس کی سواری سامان سمیت غائب ہو جاتی ہے۔ اب وہ شدید پریشانی کے عالم میں اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ اچانک اس کی سواری سامان سمیت واپس آ جاتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کثیر اولاد عطا فرمائی جن میں دو بیٹے ہابیل اور قابیل بھی تھے۔ ان دونوں کا قصہ کافی مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو بڑھانے کے لئے بہن بھائیوں کی شادی جائز قرار دی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جڑواں بچوں کی پیدائش ہوئی۔ جن میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ دو اکٹھے پیدا ہونے والے بچوں کی آپس میں شادی نہیں ہوتی تھی۔ ایک جوڑے کے لڑکے کا نکاح دوسرے جوڑے کی لڑکی سے ہوتا۔ اب ہابیل کا نکاح قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن کے ساتھ ہونا تھا جو کہ خوش شکل تھی۔ قابیل کو یہ بات پسند نہ تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو حکم دیا کہ وہ ہابیل کو نکاح کرنے دے تو اس نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کو قربانی کا حکم دیا۔ ہابیل بھیڑ بکریاں پالتا تھا اس نے ایک موٹا تازہ جانور قربان کیا۔ قابیل نے اپنی کھیتی میں سے نکمی فصل کا ایک گٹھا قربانی کے طور پر پیش کیا۔ اس وقت یہ اصول تھا کہ جس کی قربانی قبول ہوتی تھی اس کی کٹی ہوئی قربانی کو آسمان سے آگ آتی اور کھا جاتی۔ اب ہابیل کی قربانی کو آسمان سے آگ آکر کھا گئی جس کا قابیل کو بہت دکھ ہوا۔ اس نے قابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دے دی۔ ایک رات ہابیل کو جانور چراتے ہوئے گھر واپس آنے میں دیر ہوگئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو اس کی خبر معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ اسے رستے میں ہابیل مل گیا۔ قابیل نے کہا: تیری قربانی قبول ہوئی، میری نہیں ہوئی تو ہابیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اور مزید کہا: اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا تو میں قتل کرنے کے لئے تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ یہ سن کر قابیل طیش میں آ گیا اور لوہے کی کوئی چیز مار کر ہابیل کو قتل کر دیا۔ یہ دنیا کا پہلا قتل تھا جو قابیل کے ہاتھوں ہوا۔ اس کے بعد جو بھی قتل ہوگا اس کا گناہ قابیل کو ضرور جائے گا کیونکہ پیارے نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق جو کوئی نیکی کا کام شروع کرتا ہے۔ اس کے بعد جو بھی اس کام کو کرے گا اس کا اجر شروع کرنے والے کو بھی ضرور ملے گا۔ جو کوئی برائی کا کام شروع کرتا ہے تو جو بھی اس کام کو کرے گا۔ اس کا گناہ برائی شروع کرنے والے کو ضرور ملے گا۔ اللہ رب العزت ہمیں نیکی کے کام کرنے اور برائی کے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرآن کہانی
”قصہ اصحاب الاخدود“

ایمان والوں کی آزمائش کا دن تھا‘ ان کی استقامت کا امتحان تھا کہ وہ ایک اللہ پر ایمان لائے ہیں جو زمین و آسمان کا مالک ہے‘ کیا وہ اپنے اس فیصلے پر قائم رہتے ہیں یا نہیں......؟ ان کو راہ مستقیم سے ہٹانے کے لئے کافر بادشاہ نے گہری خندقیں کھدوائیں جو آگ کے ایندھن سے بھر دی گئیں‘ کافر بادشاہ اور اسکے کارندے آگ کے کنارے بیٹھے تھے کہ جو لوگ اپنے ایمان لانے کے فیصلے پر قائم رہتے ہیں ان کے جلنے کا تماشا دیکھ سکیں۔

یہ گزشتہ کسی زمانے کی بات ہے کہ ایک بادشاہ نے جادوگر‘ کاہن رکھا ہوا تھا۔ جب وہ کاہن بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ مجھے ایک ذہین وفطین لڑکا دو‘ جسے میں علم سکھادوں تاکہ میرے مرنے کے بعد وہ لڑکا کام آسکے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک سمجھدار اور تیز طرار لڑکا تلاش کر کے اس کے سپرد کر دیا۔ اب لڑکا اس کاہن سے جادو کا علم سیکھنے کے لئے روز اس کے پاس آتا۔ اتفاق سے لڑکے کے راستے میں ایک راہب کا بھی مکان تھا۔ یہ لڑکے آتے جاتے اس کے پاس بھی بیٹھتا اور اسکی باتیں سنتا جو اس کو اچھی لگتیں۔ اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔

ایک دن یہ لڑکا جا رہا تھا کہ راستے میں ایک بہت بڑے خطرناک سانپ نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا اور لوگ ڈر کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ کسی میں سانپ کو مارنے کی ہمت نہ تھی۔ لڑکے نے سوچا آج اچھا موقع ہے یہ پتہ چلانے کا کہ جادوگر صحیح ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر پکڑا اور کہا ”اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ تیرے نزدیک جادوگر کے معاملے سے بہتر اور پسندیدہ ہے تو اس زہریلے سانپ کو مار دے تاکہ لوگوں کی آمد و رفت جاری ہو سکے“ اس نے یہ کہا اور پتھر مار دیا جس سے وہ سانپ مر گیا۔ اب اسکی خوشی کی انتہا نہ تھی‘ وہ فوراً راہب کے پاس گیا اور اس واقعہ کو بتانے لگا۔ راہب نے کہا ”بیٹے! اب تم فضل وکمال کو پہنچ چکے ہو‘ تمہاری آزمائش شروع ہونے والی ہے لیکن اس دورِ ابتلاء میں ثابت قدم رہنا اور میرا نام مت ظاہر کرنا“...... لڑکے نے وعدہ کیا اور چل دیا۔

یہ لڑکا مادر زاد اندھے‘ برص و دیگر بیماریوں کا علاج ایمان باللہ کی شرط پر بھی کیا کرتا تھا۔ اسی شرط پر اس نے بادشاہ کے ایک نابینا مصاحب کی آنکھیں بھی اللہ سے دعا کر کے صحیح کر دیں۔ جب بھی اس کے پاس کوئی مریض آتا یہ بھی کہتا کہ ایک اللہ پر ایمان لے آؤ وہ رب رحیم وشفیق شفاء عطا فرمائے گا۔

یوں کئی لوگ ایمان لے آئے اور ان کو لاعلاج بیماریوں سے اللہ نے شفاء دے دی۔ دن یونہی گزرتے رہے حتیٰ کہ لڑکے کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے۔ یہ خبر کافر بادشاہ کے پاس پہنچی تو وہ غصے سے پیچ وتاب کھانے لگا اور حکم دیا کہ لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پہ لے جا کر گرا دیا جائے۔ کارندے اس لڑکے کو لئے ایک بلند و بالا پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اس لڑکے نے اللہ سے نصرت کی دعا کی۔ پہاڑ میں لرزش پیدا ہوئی۔ بادشاہ کے کارندے مر گئے جبکہ لڑکے کو اللہ نے معجزانہ طور پر بچا لیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے سب سے طاقتور کارندوں کے سپرد کر کے کہا کہ ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کے بیچ میں لے جاؤ اور اس کو پھینک آؤ۔ خیال رہے کہ اس لڑکے کو کسی طریقے سے بھی بچ کر نہیں آنا چاہیے۔ اب بھی لڑکے نے نہایت خشوع وخضوع سے دعا کی اور کشتی الٹ گئی‘ بادشاہ کے سپاہی سب غرق ہو گئے جبکہ وہ صحیح و سالم لوٹ آیا۔ بادشاہ کے غصے کی انتہا نہیں تھی‘ اس کی تمام تدبیریں لڑکے کو ہلاک کرنے کی کارگر ثابت نہیں ہو رہی تھیں۔ آخر اس لڑکے نے بادشاہ کو کہا کہ اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کرو اور ”بسم اللہ رب الغلام“ کہہ کر مجھے تیر مارو میں مر جاؤں گا۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور لڑکے کو اللہ کا نام لے کر تیر مارا جس سے وہ مر گیا۔ بادشاہ ابھی خوش ہو رہا تھا کہ لڑکے سے اسکی جان چھوٹی مگر خوشی جلد ہی کافور ہو گئی جب سارا مجمع پکار اٹھا کہ ہم سب اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ چنانچہ خندقیں کھدوائی گئیں اور بادشاہ کے حکم سے اس میں زبردست آگ جلوائی گئی اور ایمان سے انحراف نہ کرنے کی صورت میں لوگوں کو اس میں پھینک دیا جاتا۔ قرآن مجید میں اس واقعے کا یوں نقشہ کھینچا گیا ہے۔

”قُتِلَ أَصۡحَابُ الۡأُخۡدُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُودِ ۝ إِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُودٌ ۝ وَهُمۡ عَلَىٰ مَا يَفۡعَلُونَ بِالۡمُؤۡمِنِينَ شُهُودٌ ۝ وَمَا نَقَمُوا مِنۡهُمۡ إِلَّا أَن يُؤۡمِنُوا بِاللَّهِ الۡعَزِيزِ الۡحَمِيدِ“ (سورہ البروج 4 تا 8 آیات)

”مارے گئے اس خندق والے۔ جو سرا سر آگ تھی بہت ایندھن والی۔ جب وہ اس کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ اس پر جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے، گواہ تھے۔ اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔

ایمان دار آتے رہے اور آگ کے حوالے ہوتے رہے مگر انہوں نے دوبارہ کفر میں لوٹنا پسند نہ کیا حتیٰ کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا وہ ذرا ٹھٹکی تو بچہ بول اٹھا: ”اماں صبر کرو ہم حق پر ہیں“ اس عورت نے فوراً بچے سمیت خود کو آگ کے سپرد کر دیا...... ایمان والے سرخرو ہو گئے‘ جانوں کی قربانی دے کر جبکہ کافر بادشاہ اور اسکے کارندے جنہوں نے خندقیں کھود کر ایک رب کو ماننے والوں کو ہلاک کیا دائمی عذاب‘ ہلاکت و بربادی کے مستحق قرار پائے“۔

(استفادہ‘ صحیح مسلم)

(ارم شائستہ بنت محمود احمد۔ قلعہ دیدار سنگھ)

بقیہ: انوکھی سیر

گروپ چڑھا۔ پھر ہمارے شیروانی والے حبیب بھائی جب بس میں چڑھ رہے تھے تو کنڈیکٹر اور ڈرائیور بھی ہنس پڑے‘ شاید کپڑوں کی میچنگ پہلی دفعہ دیکھ رہے تھے...... اسی طرح سفر بہت شاندار گزرا کیونکہ بس میں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی‘ سب کھڑے تھے اس لئے یہاں بھی خصوصی توجہ کا مرکز بنے رہے۔

آخرکار پیارے بچو! یہ سارے جب بس سٹاپ پہ اترے اور وہاں سے اپنے گھروں کو روانہ ہوا...... اگلے دن دوسرے گروپ کے سارے بھائیوں نے بالخصوص ”خوبصورت“ بھائی نے وہ منظر بتایا کہ جب انہوں نے گھر کی بیل بجائی اور ان کے والدین نے دروازہ کھولا...... تو سارے بہن بھائیوں کا کیا حال تھا؟...... یہ آپ خود سمجھ گئے ہوں گے!!

آپ ﷺ مسکرا دیئے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

ایک دن نبی ﷺ جنت کا ذکر فرما رہے تھے۔ایک دیہاتی بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:ایک آدمی جنت میں کہے گا:

''اے میرے رب!میں کاشت کاری کرنا چاہتا ہوں' اس سے کہا جائے گا' کیا اس جنت میں تجھے ہر چیز میسر نہیں؟ وہ عرض کرے گا:

ضرور سب چیزیں موجود ہیں لیکن میں کھیتی باڑی کو پسند کرتا ہوں۔اس کے بعد فوراً بیج ڈالا جائے گا اور لمحے بھر میں کھیتی پک کر تیار ہو جائے گی۔پھر صاف گندم کے پہاڑوں جیسے ڈھیر لگ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اے ابن آدم!تو کبھی سیر نہیں ہوتا۔

نبی ﷺ کا یہ ارشاد سن کر وہ دیہاتی کہنے لگا:

''یہ کام قریش یا انصار کریں گے۔وہی زراعت پیشہ ہیں ہم لوگ تو زراعت پیشہ نہیں۔'' دیہاتی کی یہ بات سن کر نبی ﷺ مسکرا دیے۔(صحیح بخاری)

شبانہ اسلم' پرویز اقبال۔مستوال

معلومات پاکستان

- پاکستان نے اپنا پہلا سفارت خانہ ایران میں کھولا تھا۔
- پاکستان کے پہلے موسمیاتی راکٹ کا نام رہبر اول ہے۔
- پاکستان کا پرچم سب سے پہلے غیر ملک فرانس میں لہرایا گیا تھا۔
- پاکستان کا سب سے بڑا چڑیا گھر لاہور میں ہے۔
- پاکستان کی اسٹیل ملز روس کے تعاون سے تیار ہوئی ہے۔
- پاکستان کا شہر ملتان طوفان نوح علیہ السلام کے وقت سے آباد ہے۔
- پاکستان بننے کے بعد انڈونیشیا کے صدر نے سب سے پہلے پاکستان کا دورہ کیا۔
- پاکستان اور چین کے وقت میں تین گھنٹے کا فرق ہے۔

آمنہ مدیحہ محمد یوسف کھوکھر۔چک اگو

بچوں کا جذبہ جہاد

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ایک آواز سنی کہ حضرت محمد ﷺ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر صرف بارہ سال تھی۔

آواز سن کر زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور تیزی کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں پھرتے اور دوڑتے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔جب نبی کریم ﷺ نے بارہ سالہ بچے زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھی تو نبی اکرم ﷺ نے پوچھا:کیا معاملہ ہے؟

زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ آپ ﷺ گرفتار کر لیے گئے ہیں؟رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تو تم کیا کرتے؟زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اپنی تلوار سے اس آدمی کو مارتا جس نے آپ ﷺ کو پکڑا ہوتا۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور ان کی تلوار کو دعا دی اور فرمایا واپس چلے جاؤ۔

پیارے بچو!یہ پہلی تلوار تھی جو اسلام میں اللہ کے راستے میں بارہ سالہ زبیر رضی اللہ عنہ نے اٹھائی۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دین کے غلبے کے لیے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ارقم معاذ بدر عثمان۔پتوکی

سائنسی معلومات

- ......انسانی جسم میں اوسطاً 47 میل لمبی رگیں ہوتی ہیں۔
- ......انسانی جسم میں اوسطاً 5 ملین بال موجود ہوتے ہیں۔
- ......انسانی آنکھ 50 میل دور جلنے والی موم بتی کا شعلہ دیکھ سکتی ہے۔
- ......انسانی آنکھ ایک کروڑ مختلف رنگوں اور سایوں کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔
- ......انسانی ناک 4000 خوشبوؤں میں تمیز کر سکتی ہے۔
- ......انسانی زبان 9000 ذائقوں میں تمیز کر سکتی ہے۔
- ......انسانی آنکھ ایک دن میں 20 ہزار بار جھپکتی ہے۔
- ......ہنسنے کے عمل کے دوران 400 اعصاب براہ راست حرکت کرتے ہیں۔
- ......24 گھنٹوں کے دوران خون 400 بار دونوں گردوں سے گزرتا ہے۔
- ......انسانی بال ایک دن میں 0.013 انچ بڑھتے ہیں۔
- ......انسانی بال ایک دن میں 80 سے 100 کی تعداد میں جھڑ جاتے ہیں۔
- ......بال نہ کٹوانے کی صورت میں 24 سے 36 انچ تک بال لمبے ہو جاتے ہیں۔
- ......نوزائیدہ بچہ اوسطاً 20 گھنٹے روزانہ سوتا ہے۔
- ......دل ایک دن میں اوسطاً ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے۔

قاریہ ام حبیبہ۔ڈیرہ چکوال

ماں کی قدر

بچو! ماں کی قدر کو جانو
اس کی عظمت کو پہچانو
ماں ہے پیار کا ایک سمندر
پیار ہے اس کی ڈانٹ کے اندر
لہجہ اس کا میٹھا
نرم ملائم ریشم جیسا
اس کو بتا دیں گر دکھ اپنا
کھو دیتی ہے یہ سکھ اپنا
راتوں کو پھر جاگتی ہے یہ
رب سے دعائیں مانگتی ہے یہ
یہ بھی کسی نے خوب کہا ہے
ماں کی دعا جنت کی ہوا
بچو یاد رکھو یہ بات
ہر پل ہر دن اور ہر رات
گھر ہے جنت میں گر لینا
ماں کو دکھ کبھی نہ دینا

حافظ راشد منیر تبسم۔پنڈی بھٹیاں

اللہ تعالیٰ کی جنتوں کے وارث

''جو لوگ ایمان لائے' ہجرت کی' اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا۔وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبے والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں' انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے' اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی ان کے لیے وہاں ہمیشہ والی نعمت ہے۔وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اللہ کے پاس یقیناً بہت بڑے ثواب ہیں۔'' (التوبہ:22,21,20)

عبدالوکیل عزیزی۔مرکز ابی ہریرہ چشتیاں

آلو بخارا

آلو بخارا بہت لذیذ پھل ہے۔ نہ صرف لذیذ بلکہ اپنے کئی طبی خصوصیات کی وجہ سے بے حد افادیت کا حامل ہے۔ اس کے درخت پاکستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آلو بخارے میں لحمیات (پروٹین) چکنائی، شکر، معدنیات مثلاً ایسڈ، سائٹرک ایسڈ، کیلشیم اور فاسفورس پایا جاتا ہے۔ پھل کے طور پر اسے تازہ حالت میں بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ خشک حالت میں اسے کھانوں کی لذت بڑھانے، چٹنی تیار کرنے کے علاوہ بطور دوا بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔

آلو بخارا پانچ عدد، سونف ایک چمچ، منقی مویز سات عدد (بڑی کشمش جس کے بیج نکال دیے گئے ہوں) ان سب اجزا کو رات ایک پیالی گرم پانی میں بھگو دیں اور صبح مل، چھان کر پی لیں۔ اگر سردی کا موسم ہو تو پانی نیم گرم کر لیں لیکن آلو بخارے کو بہت زیادہ پکانا نہیں چاہیے کیونکہ اس کے فوائد کم ہو جاتے ہیں۔



اگر اجابت زیادہ ہو رہی ہو تو اس نسخے میں سے مویز منقی نکال دیں۔ جگر کی کمزوری اور یرقان کی بعض قسموں میں بھی مفید ہے۔ یہ خیال رہے کہ جن لوگوں کو کھانسی یا نزلہ رہتا ہو یا ان کا حلق خراب رہتا ہو وہ اس نسخہ کو استعمال نہ کریں۔ اس طرح سخت سرد موسم میں بھی یہ نسخہ احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔

آلو بخارے سے شربت بھی تیار کیا جاتا ہے۔ شربت آسانی کے ساتھ گھر میں بنایا جا سکتا ہے۔ گو بازار میں بھی دستیاب ہے۔ خشک آلو بخارے: تیس عدد، املی: دو سو پچاس گرام، کھٹے میٹھے انار کا رس: دو سو پچاس ملی لیٹر، کینو یا مالٹے کا رس: دو سو پچاس ملی لیٹر اور چینی نصف کلو گرام لے لیں۔ پہلے آلو بخاروں اور املی کو ڈیڑھ لیٹر پانی میں ہلکی آنچ پر کچھ دیر پکا کر چولہے سے اتار لیں، پھر انہیں اچھی طرح مسل کر کپڑے میں چھان لیں۔ اب پھلوں کے رس اور چینی اس میں شامل کر کے ہلکی آنچ پر اس وقت تک پکائیں جب تک شربت کا قوام تیار ہو جائے۔

قوام تیار ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اس کا ایک قطرہ انگلی اور انگوٹھے کے درمیان رکھ کر انگلی اور انگوٹھے کو آہستہ آہستہ جدا کرنے کی کوشش کی جائے تو چپک پیدا ہوتی ہے اور تار سا بن جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قوام کا ایک قطرہ کسی کاغذ پر آہستگی سے ڈال دیں تو وہ موتی کی شکل میں رکھا رہتا ہے اور پھیلتا نہیں ہے۔

قوام تیار ہونے کے بعد چولہا بند کر دیں اور قوام کو ایک بار پھر کسی باریک کپڑے کی مدد سے چھان کر صاف اور خشک بوتلوں میں بھر لیں۔ ہم نے اوپر جن امراض کا ذکر کیا ہے، ان تمام امراض میں اس شربت کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔



مریض کو کھانے کے دو چمچے شربت پانی میں ملا کر صبح و شام پلائیں۔ بغیر پانی ملائے بھی دیا جا سکتا ہے۔ نہایت خوش ذائقہ ہوتا ہے اور امراض کو رخصت کرنے کی بھرپور تاثیر رکھتا ہے۔



گرمی کی کمی بیشی اور مٹی کی تاثیر کے سبب آلو بخارے کے رنگ اور جسامت میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس کا اصل نام تو آلو ہے لیکن بخارا شہر کی نسبت سے اسے آلو بخارا کہا جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا آلو بخارا فرانس میں اس سے چھوٹا بخارا میں اور درمیانے درجے کا پاکستان میں پیدا ہوتا ہے۔

اس کا مزاج سرد تر ہے، جوانوں، گرم طبیعت والوں کے لیے مفید ہے۔ جگر اور مثانہ کی حرارت اور خون کی تیزابیت دور کرنے کی بے مثال قدرتی غذا اور دوا ہے۔ دل کی گرمی، گھبراہٹ، دھڑکن اور شریانوں کے اردگرد کا کولسٹرول تحلیل کر کے خونی دباؤ کم کرنا اس کا خاص فعل ہے۔ اس لذیذ پھل میں پانی بیاسی فیصد، گوشت بنانے والے پروٹین 7%، نباتاتی گھی 25%، نشاستہ دار اجزاء 6,5%، معدنی نمک 4%، فولاد 75% فیصد کے علاوہ فاسفورس ہزار میں پندرہ اور چونا ہزار میں 45 حصے شامل ہوتا ہے۔ ایک پاؤ آلو بخارا کھانے سے ڈیڑھ سو حرارے، پانچ سو پچیس حیاتین الف (اے)، پچانوے حیاتین ب (بی) اور پچاس حیاتین ج (سی) حاصل ہو جاتے ہیں۔ معدہ اسے دو تین گھنٹے میں ہضم کر لیتا ہے۔

اسے کھانے سے جگر کا ورم اور تناؤ، معدہ کی جلن اور بھوک کی کمی، خون کا جوش اور پھوڑے پھنسیاں، آنتوں کی خشکی اور قبض بغیر کسی دوا کے دور ہو جاتی ہے۔

آلو بخارے کی چٹنی:

خوش مزہ لذیذ حراروں بھری چٹنی بنانے کے لیے دو کلو خشک آلو بخارا ایک دو دفعہ پانی سے دھو لیجیے۔ اس کے بعد چار کلو چینی میں دو کلو پانی ملا کر آگ پر چڑھائیں۔ ایک جوش آنے پر آلو بخارا دھویا ہوا ڈال دیں۔ کفگیر یا چمچے سے آہستہ آہستہ ہلاتے رہیں۔ جب چینی کی چاشنی کا قوام گاڑھا ہونے لگے تو ایک ایک کلو سیب اور کیلے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے ہوئے ایک پاؤ مغز بادام، ایک پاؤ مغز پستہ، ایک چھٹانک دانہ الائچی کلاں اور ایک بوتل سرکہ دیسی یا ولایتی ملا کر کوئلوں کی نرم آنچ پر دم پخت کریں۔ فرحت افزا اور خوش ذائقہ چٹنی تیار ہوگی۔ یہ چٹنی ایک عمدہ غذا ہونے کے ساتھ لحمیات، نباتاتی گھی، فرکٹوز، حیاتین الف، ب، ج، حرارے، فاسفورس، چونا اور فولاد سب کچھ ہمیں دینے کے ساتھ ذائقہ دار سالن کا بھی کام دیتی ہے۔

انتخاب
زینب جاوید، رمشاء یوسف، سمندری

فداک ابی وامی

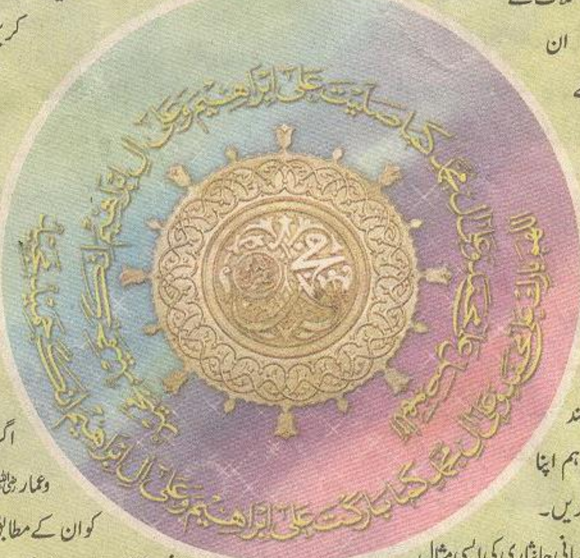
میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان

بچو! انبیاء کی صف میں جو مقام حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہوا ہے، انبیاء کے ساتھیوں کی صف میں وہی مقام حضور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوا۔ کیونکہ جب کبھی حضور ﷺ نے مالی قربانی مانگی، توانہوں نے تمام اثاثہ زندگی لا کر پیغمبر اسلام کے قدموں میں ڈھیر کردیا گیا۔ اگر محسن انسانیت نے جان کی قربانی مانگی تو ہزاروں گردنیں کٹنے کے لیے آگے بڑھیں۔ اگر ان سے کہا گیا کہ اللہ کے لیے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دو، تو بچوں کی طرف دوسری نگاہ بھی نہ ڈالی۔ یہ وہ اوصافِ حمیدہ اور فضائل حسنہ ہیں جو کہ ان اصحاب کو شرف امتیاز اور منفرد حیثیت دیتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کی، قربانیوں وفاداریوں اور جان نثاروں کے واقعات احاطہ تحریر میں لانا ہم جیسے طالب علموں کے بس میں نہیں، لیکن یہاں ہم پیغمبر اسلام سے چند جانثاروں کا تذکرہ کریں گے۔ جنھوں نے حرمت رسول ﷺ کے لیے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی، مقصد بیاں ان شر پسند گستاخوں کو خبردار کرنا ہے کہ جس پیغمبر کے بارے میں وہ جھوٹا پراپگنڈہ کر کے اپنی گھٹیا سوچ کا اظہار کر رہے ہیں، اس پیغمبر ﷺ کے جانثاروں کو بھی ایک نظر دیکھ لیں،

بلاشبہ ہم بھی ان اسلاف کے علمبردار ہیں ان ناپاک لوگوں کے ناپاک منصوبوں کا توڑ کرنا ہمارا فرض ہے تو آیئے! اصحاب رسل ﷺ کے چند واقعات پڑھ کر ہم اپنا جوش وجذبہ تازہ کریں۔

تاریخ انسانی جانثاری کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ ایک جانثار ایسے شخص کا ہم سفر بنتا ہے جس کی جان کے لوگ دشمن ہوگئے ہیں۔ پھر دوسرا ساتھی وفاداری کی انوکھی مثال پیش کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے خالی بستر پر سفید چادر تان کر سوجاتا ہے جبکہ گھر دشمنوں کے گھیرے میں ہے۔ میرے نبی ﷺ کے ایک اور جانثار صہیب رومی رضی اللہ عنہ اس قسم کی قربانیوں کے علمبردار ہیں، وہ ایک امیر وکبیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ان کا لباس روم سے تیار ہوکر آتا تھا۔ لوگ ان کو مکہ کا شہزادہ کہتے تھے، مگر جب اسلام کے نور سے منور ہوتے ہیں تو ان کے والدین بیوی اور بچوں کو چھین لیتے ہیں، مگر یہ محبت رسول ان چیزوں کو رسول اکرم ﷺ کی رفاقت پر قربان کر دیتے ہیں۔

ہجرت کے بعد جنگ بدر میں جانثاری اور وفاداری کی ایسی مثالیں قائم کیں جو کہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی کم تعداد اور بے سروسامانی کا بخوبی اندازہ تھا، مگر صحابہ رسولؐ ایک ہزار لشکر سے ٹکرا گئے۔ خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ نے پھانسی پر لٹکا کر نیزوں کی انیوں سے چھیدنا شروع کیا۔ چنانچہ ایک گستاخ آگے بڑھا اور کہا، اب تم چاہتے ہوگے کہ میری جگہ محمد ﷺ پر یہ زخم لگ جائیں، اس پر یہ جانثار تڑپ کر بولا، اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ میری زندگی کے جانے کے عوض حضور ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھے۔ ذرا غور کریں، میرے نبی ﷺ کے کیسے کیسے جانثار تھے، کیا آج ہم ان فدائیوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، بالکل نہیں، اگر ہم سیدنا بلال رضی اللہ عنہ وعمار رضی اللہ عنہ کو دیکھیں اور خود کو ان کے مطابق ڈھالیں تو کوئی شک نہیں کہ کفار آئندہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں کوئی اوچھی حرکت کریں۔



عمر فاروق ارشد ...... فورٹ عباس

پیارے نبی کریم ﷺ کا مزاح

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! مجھے سواری فراہم کردیجیے۔''

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہم تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔''

اس نے کہا:

''میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔''

☆...... سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں ایک مرتبہ خدمت نبوی میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''قریب ہوجاؤ اور کھاؤ۔''

چنانچہ میں کھجوریں کھانے لگا، مجھے آشوبِ چشم تھا اور میری ایک آنکھ سرخ تھی۔ آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

''کھجوریں کھا رہے ہو حالانکہ تمھاری آنکھ خراب ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''اللہ کے رسول! میں اس آنکھ کی طرف سے نہیں کھا رہا ہوں جس میں مرض لاحق ہے بلکہ دوسری جانب سے کھا رہا ہوں۔'' اللہ کے رسول ﷺ میری بات سن کر مسکرانے لگے۔

☆...... ایک بوڑھی عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردے۔''

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی۔''

بڑھیا یہ سن کر رنجیدہ ہوگئی اور روتے ہوئے واپس چلی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس خاتون کو خبر دو کہ وہ بوڑھی ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی (بلکہ جوان ہوکر داخل ہوگی)، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے ان (اہل جنت کی بیویوں) کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انھیں کنواریاں بنایا ہے، محبت والی اور ہم عمر ہیں۔

(بحوالہ: سنہرے اوراق)

فریحہ امان اللہ ...... سلانوالی

......السلام علیکم!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔امیر بابا کی پہلی بات بہت سبق آموز ہوتی ہے اور میں پورا رسالہ شوق سے پڑھتا ہوں۔آپ سے گزارش ہے کہ "منہ توڑ جواب" جیسی اور کہانیاں شائع کرتے رہیں۔ایسی کہانیوں کو پڑھنے سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

(عمر فاروق، محمد ذیشان ایوب۔مظفر گڑھ)

......السلام علیکم!



ایڈیٹر بھیا "روضۃ الاطفال" میں ایک سلسلہ "کیسے جاؤ کوشش میرے دوستو" تھا جو کہ اب روضہ سے خارج کردیا گیا ہے۔اس سلسلے میں ان لکھاریوں کے نام شائع ہوتے تھے جن کی تحریریں اور آرٹ وغیرہ قابل اشاعت نہیں ہوتی تھیں۔لیکن پھر بھی روضہ کے صفحات پر اپنا نام دیکھ کر ایک انجانی سی خوشی اور آئندہ کے لیے تحریک پیدا ہوتی تھی۔لہٰذا گزارش ہے کہ "کیسے جاؤ کوشش میرے دوستو" والا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے۔

(اقصیٰ مبین ورک۔پھلو کی کلاں)

☆......اچھی تجویز ہے ان شاء اللہ عمل کریں گے۔

......السلام علیکم!

جب کوئی چیز ہو ہی اتنی اچھی کہ اس کی اچھائی چھپائے نہ چھپے تو اسے اچھا ہی کہیں گے۔

اسی طرح جب روضۃ الاطفال ہے ہی اپنی مثال آپ تو اسے بے مثال ہی کہیں گے،لیکن کچھ بہن اور بھائیوں کو شکوہ ہے کہ ہم روضۃ الاطفال کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے "مکھن" لگاتے ہیں۔

محترم قارئین!ذرا خود سوچیے کہ مکھن تو آج کھانے کو نہیں ملتا،لگانے کو کہاں؟!!

لیکن پھر بھی اگر کسی عزیز کو شکوہ ہو تو ہم ان شاء اللہ دلائل کے ساتھ اپنے پیارے آنکھوں کے تارے،روضۃ الاطفال کی برتری ثابت کرنے کو تیار ہیں۔

اور جو کہتا ہے کہے، میں تو یہ کہتا ہوں روضہ!
کوئی تجھ سا ہو تو نام بھی تجھ سا رکھیں اس کا

(عبداللہ ورک۔پھلو کی کلاں)

......السلام علیکم!

آغاز سے روضۃ الاطفال کے شمارہ نمبر 95 تک بے شمار خوبصورت اور دلفگار یادیں وابستہ ہیں۔ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ میگزین میں سنٹرل پن نہیں تھی ایک بہن نے شکوہ کیا تھا کہ کیا ہم کوئی دھاگہ ساتھ رکھیں۔

سب ساتھی بہت اچھا لکھتے ہیں کہ آپ عام سی کوئی تحریر شائع ہی نہیں کرتے۔روضۃ الاطفال سے میرے سب گھر والوں کو انسیت ہے۔میری والدہ بھی صرف جرار،روضۃ الاطفال ہی کا پوچھتی ہیں۔بہر حال میں کہنا چاہوں گی کہ روضہ ایک بہترین میگزین ہے۔زیادہ سے زیادہ قارئین اس کو پڑھیں 'مزہ نہ آیا تو پھر کہنا.........

ارم کے لبوں سے بے ساختہ دعا نکلی
سدا مہکتا رہے یہ بچوں کا باغیچہ

(ارم شائستہ۔قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ)

......السلام علیکم!

روضۃ الاطفال واقعی بہت مفید رسالہ ہے۔شمارہ نمبر 95 ملا۔"محمد الیاس حامد" کی تحریر پڑھ کر دل خوش ہوگیا کہ ہم نے واقعی کفار عالم کے منہ پر منہ توڑ طمانچہ مارا۔اس کے علاوہ تحریر "باپ کا انصاف" بہت خوب رہی۔باقی تمام تحریریں دلچسپ تھیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس گلشن "روضہ" کو ڈھیروں ترقیاں عطا فرمائے۔آمین

(سید محمد عبداللہ، سید عبدالرحمٰن۔احمد پور شرقیہ)

......السلام علیکم!

غالب گمان ہے کہ تمام ٹیم مالک الملک کی خصوصی رحمتوں کے زیر سایہ ہوگی......روضہ کو پڑھتے پڑھتے اس میں لکھنے کی خواہش بھی ہوئی......لہٰذا ایک تحریر 'یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ......' ارسال کر رہی ہوں۔یہ ایک سچی کہانی ہے،آج کل کے معاشرے میں ایسی بات ایک انوکھی بات کی حیثیت رکھتی ہے مگر ایک اسلامی معاشرہ میں ایسی لازوال داستانیں بکھری ہوئی ہیں۔غالب گمان ہے کہ پسند آئے گی۔قارئین و ٹیم کو سلام۔

(قانتہ رحمان۔راولپنڈی)

☆......جی آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے،اپنی باری کا انتظار کریں۔

......السلام علیکم!

20 مئی کو روضہ نہ پاکر ہماری کیا حالت ہوئی اور بقیہ سات دن کیسے گزرے۔

نہ چھیڑ درد مندوں کو کہ نہ جانے دل سے کیا نکلے

27 تاریخ کو روضہ ملا۔واہ خوب،28 مئی کی خوبصورت یاد تازہ کرتے ہوئے ٹائٹل بہت زبردست لگا۔انصاف پسند باپ اور چیونٹی کی فریاد اچھی تحریریں تھیں۔مگر "منہ توڑ جواب" کہانی رسالے کے حسن کو چار چاند لگا رہی تھی۔جس کا لفظ لفظ حب الوطنی سے معمور اور حرف حرف عزم و ہمت کی داستان کو بیان کررہا تھا۔پڑھتے ہوئے خود کو بھی چاغی کے پہاڑوں میں محسوس کیا۔

Well Done Doctor Khan

رزلٹ ڈے کی تقریب اچھی لگی۔خدا کرے کہ پاکستان کا ہر سکول ایسا ہی اسلامی بن جائے۔صوبیہ طاہر کی تحریر تھی تو چھوٹی لیکن اتنی اچھی کہ میری ڈائری کے اوراق سجا گئی۔پرانے لکھاریوں کی آمد اچھی لگی اب باقی بھی ضد چھوڑ کر انٹری دے دیں۔

(اخت مزمل ثناء اللہ۔میاں چنوں)

گفتگو کیسے کریں؟

نبی کریم ﷺ نے گفتگو کے متعلق رہنمائی کی ہے۔لہٰذا گفتگو کرتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

❁......نبی ﷺ نے فرمایا:بات کرنے سے پہلے سلام کرو۔

❁......نبی ﷺ نے فرمایا:پاکیزہ بات صدقہ ہے۔(مسلم)

❁......نبی ﷺ نے فرمایا:تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا تیرے لیے صدقہ ہے۔(ترمذی)

❁......نبی ﷺ نے فرمایا:اے عائشہ رضی اللہ عنہا!نرمی اختیار کرو،اس لیے کہ نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے خوبصورت کردیتی ہے اور جس چیز سے نرمی کو اٹھا لیا جائے،اسے عیب ناک کردیتی ہے۔(مسلم)

رقیہ عبدالحق، جویریہ۔کنگن پور

مدینہ میں عربوں کے دو بڑے قبیلے آباد تھے۔خزرج اور اوس۔خزرج کی ایک شاخ کا نام بنوساعدہ تھا۔اس خاندان کا ایک نوجوان ابودجانہ سماک بن خرشہ انتا نڈر اور بے باک و دلیر تھا کہ مدینہ کے لوگ اس نوجوان پر فخر کیا کرتے تھے۔اس نوجوان کا شمار علاقے کے نامی گرامی بہادروں میں ہوتا تھا۔ابودجانہ بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا عقل مند بھی تھا۔رسول اکرم ﷺ ابھی مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف نہیں لائے تھے کہ ابودجانہ نے اپنے شہر کے بعض آدمیوں سے سنا کہ مکہ میں ایک قریشی محمد ﷺ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔وہ لوگوں سے کہتے ہیں اللہ کو ایک مانو اور اسی کی عبادت کرو۔بتوں کو پوجنا چھوڑ دو بُرے کاموں سے بچو اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔یہ دلکش باتیں ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے دل کو لگیں اور وہ فوراً اللہ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر غائبانہ ایمان لے آئے۔جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔اب انہیں روزانہ آنحضرت ﷺ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا تھا اور ہر وقت آپ ﷺ پر جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

ہجرت کے دوسرے سال رسول اکرم ﷺ بدر کی لڑائی کے لیے روانہ ہوئے تو نوجوان صحابی ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی تین سو تیرہ سربکف مجاہدین میں شامل تھا۔لڑائی شروع ہوئی تو یکا یک کافروں کا ایک نامی گرامی بہادر عاصم بن ابی عوف میدان کارِ زار میں نکلا اور تلوار لہراتے ہوئے چیخ کر بولا: ”آج میں محمد ﷺ کو مار ڈالوں گا یا خود جان دے دوں گا۔“

عاصم بڑا طاقتور اور اونچے قد کاٹھ کا مالک تھا۔اس کی للکار سن کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھی بے قرار ہو گئے۔حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر جوش آیا کہ انہوں نے اپنے سر کے گرد ایک سرخ رومال لپیٹ لیا اور دوڑ کر عاصم کے سامنے پہنچ گئے۔اگرچہ قد کاٹھ کے لحاظ سے عاصم سے ان کا کوئی مقابلہ نہ تھا لیکن ایمان باللہ کے جوش نے ان کے بازوؤں میں ایسی طاقت بھر دی کہ جاتے ہی عاصم کو تلوار کے ایک ہی وار سے مار ڈالا۔یہ دیکھ کر ایک کافر نے آپ پر حملہ کر دیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی جہنم واصل کر دیا۔پھر جب عام لڑائی شروع ہوئی تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے لڑتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھائے۔اُحد کی جنگ میں بھی حضرت ابودجانہ نے بڑے جوش سے حصہ لیا۔لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضور ﷺ نے ایک تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا:

”یہ تلوار کون لے گا؟“ سب لوگ بڑے شوق سے حضور ﷺ کی طرف دیکھنے لگے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں سے ہر ایک صحابی وہ تلوار لینا چاہتا ہے۔جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا حق کون ادا کرے گا؟ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا:

”یارسول اللہ ﷺ اس تلوار کا حق میں ادا کروں گا۔

حضور ﷺ نے وہ تلوار ان کو دے دی اور فرمایا ”اس تلوار سے کسی مسلمان کو نہ مارنا، کسی کافر سے نہ بھاگنا۔“

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جنگ کے لیے نکلتے تو سر کے گرد سرخ کپڑے کی ایک پٹی باندھ لیتے۔عادت کے مطابق انہوں نے سرخ پٹی لپیٹی اور میدان جنگ کی طرف چل پڑے۔وہ اتنے اکڑ کر چل رہے تھے کہ دشمن لرز اٹھا تھا۔اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ اکڑی چال اللہ کو پسند نہیں لیکن ایسے موقع پر کوئی حرج نہیں۔ابو دجانہ رضی اللہ عنہ لڑائی میں ایسے شریک ہوئے جیسے شیر اپنے شکار پر چھلانگ لگاتا ہے۔جو کافر ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔اسی طرح ابودجانہ رضی اللہ عنہ کافروں کو مارتے مارتے ان کی عورتوں کی سردار ہند بنت عتبہ(جو اس وقت تک ایمان نہیں لائی تھیں) کے قریب پہنچے۔حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تلوار ہند کی گردن پہ رکھ دی۔اس نے مدد کے لیے پکارا لیکن کوئی نہ آیا۔اس پر ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار اس کی گردن سے ہٹالی اور واپس آ گئے۔راستے میں زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

ابودجانہ رضی اللہ عنہ تونے اس عورت کو قتل کیوں نہ کیا؟ تو ابودجانہ رضی اللہ عنہ بولے: ”اس بات سے شرم آئی کہ محمد ﷺ کی تلوار سے عورت کو قتل کروں اور عورت بھی وہ جس کی مدد کے لیے پکارنے کے باوجود کوئی نہ پہنچا۔“

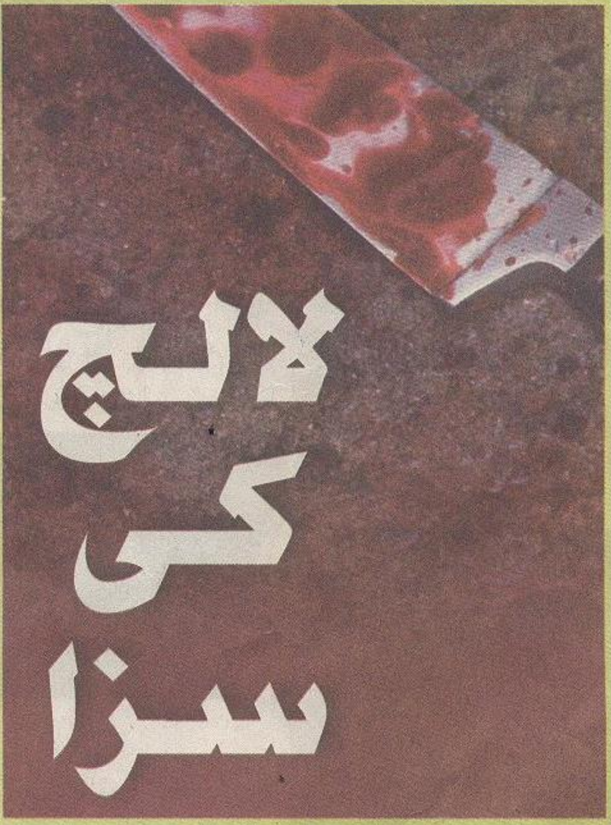
جب کافروں کے ایک گھڑ سوار دستے نے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور مسلمان اِدھر اُدھر بکھر گئے تو اس وقت حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کچھ دوسرے بہادروں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کو کافروں سے بچانے لگے۔جو کافر نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھتا ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس کا سر اڑا دیتے۔جب کافروں کی طرف سے کوئی تیر آتا تو ابودجانہ رضی اللہ عنہ اسے روکتے اور اپنی پشت آگے کر دیتے۔اس طرح ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی کمر تیروں سے چھلنی ہو گئی لیکن انہوں نے کوئی تیر حضور اکرم ﷺ کی طرف نہ آنے دیا۔جب کافر واپس چلے گئے تو ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو زخمی نہ ہوا ہو۔حضور ﷺ ان کی بہادری دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

اُحد کے بعد جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ کے یہ جانثار صحابی رضی اللہ عنہ سر ہتھیلی پر رکھ کر شریک ہوئے اور اپنی شجاعت کی دھاک بٹھادی۔

11 ہجری میں نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو سخت صدمہ ہوا لیکن انہوں نے حوصلہ نہیں ہارا اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا شوق بھی ذرا کم نہ ہوا۔جب خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی مشہور لڑائی پیش آئی تو حضور ﷺ کے صحابی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وفادار سپاہی ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے۔لڑائی میں پیچھے ہٹتا ہٹتا مسیلمہ اپنے باغ میں چلا گیا اور اس کی آڑ لے کر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کیے۔مسلمان اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے لیکن تیروں کی بارش انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتی تھی۔آخر کار ابودجانہ شیر کی طرح آگے بڑھے اور دیوار پھاند کر باغ کے اندر داخل ہو گئے۔اسی کشمکش میں آپ کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی لیکن ہمت نہ ہاری اور کافروں کو مارتے گراتے اندر پہنچ گئے۔اتنے میں براء بن مالک رضی اللہ عنہ بھی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے اور پھاٹک کھول دیا۔جو مجاہد باہر انتظار کر رہے تھے فوراً باغ کے اندر داخل ہو گئے اور مرتدوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اپنے زخمی پاؤں کے ساتھ بڑی مشکل سے لڑ رہے تھے کہ بہت سے دشمنوں نے گھیر لیا اور برچھیوں اور تلواروں سے ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو چھلنی کر دیا۔اس طرح اللہ کے دین کے اس جانباز سپاہی نے شہید ہو کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لی۔

(قاریہ ام حبیبہ۔ڈیرہ چکوال)

لالچ کی سزا



ایک تاجر تجارت کی غرض سے دوسرے شہر کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں طوفان بادل اور بارش نے آلیا۔ برف باری کی شدت سے سڑکیں بند ہو گئیں۔ اس شہر میں قریب قریب ہوٹل وغیرہ نہیں تھے کہ مسافر وہاں کا رخ کرتے۔ عموماً واقف کاروں یا رشتہ داروں کے ہاں قیام ہوتا یا کسی اجنبی کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا اور اس سے رات کے رہنے کے لیے کہا جاتا تو نہ صرف وہ اپنا دروازہ کھول دیتا بلکہ اسے کھانا بھی کھلا دیتا۔

اس تاجر نے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی۔ گھر والوں نے دروازہ کھولا اس نے بتایا کہ وہ مسافر ہے رات گزارنا چاہتا ہے گھر والوں نے اسے خوش آمدید کہا اور اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا۔ یہ چھوٹا سا گھر تھا اس میں میاں بیوی اور ان کا اکلوتا بیٹا رہتا تھا دو کمروں میں سے ایک میں ان کا بیٹا اور دوسرے میں والدین سو جاتے تھے۔ دن کے وقت یہی کمرے کھانے پینے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ گھر والوں نے مہمان کو بٹھایا کھانا پیش کیا پھر ان کے پاس بیٹھ کر گفتگو شروع کردی۔ تاجر نیک دل آدمی تھا۔ اس نے میزبانوں کو تفصیلاً اپنے حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اس کے پاس ایک خطیر رقم موجود ہے جسے وہ مال تجارت خریدنے کے لیے لایا ہے رات دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ یہ گفتگو میزبان کی بیوی بھی سن رہی تھی۔ جب سونے کا وقت ہوا تو ایک کمرے میں میاں بیوی سو گئے اور دوسرے کمرے میں ایک بستر پر مہمان اور دوسرے بستر پر بیٹے کو سلا دیا۔ بیوی نے اچانک خاوند کے کان میں سرگوشی کی آخر کب تک فقر وفاقہ کی زندگی گزارتے رہیں گے۔

ہمارا مہمان مالدار آدمی ہے اور ایک بڑی رقم اس کی جیب میں ہے، اگر ہم چاہیں تو راتوں رات امیر بن سکتے ہیں۔ مگر وہ کیسے؟ خاوند نے پوچھا!

اس وقت نادر موقع ہے جو شاید پھر کبھی نہ آئے ہم اس مہمان کو قتل کر کے لاش کو چھپا دیں۔ اس کا خاوند پہلے انکار کرتا رہا کہ مہمان کے ساتھ ایسا ظلم بڑی وحشیانہ حرکت ہے مگر اس کی بیوی اس کا حوصلہ بڑھاتی رہی اور شیطان بھی زور لگاتا رہا۔ پھر شوہر اس کے دلائل پر رضامند ہو گیا۔ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی، برف باری کا طوفان جاری تھا ادھر میاں بیوی خنجر تیز کر رہے تھے۔ بالآخر وہ خنجر لے کر کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں شدید اندھیرا تھا اس نے بستر ٹٹولا اور اندازے سے گردن تلاش کر کے خنجر چلا دیا۔ اس کی بیوی نے لاش اُٹھانے میں مدد کی دونوں میاں بیوی لاش کو دروازے تک لے گئے۔ اچانک بجلی چمکی اور یکا یک ان کی آنکھیں پتھرا گئیں، یہ لاش ان کے اکلوتے بیٹے کی تھی۔ میاں بیوی کے حلق سے دل ہلا دینے والی چیخیں نکلیں اور وہ دونوں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ چیخیں سن کر مہمان بھی جاگ اُٹھا۔ اس کے ہمسائے بھی بھاگے بھاگے آئے پولیس کو اطلاع ملی وہ فوراً پہنچ گئی۔ تھوڑی سی تفتیش کے بعد پولیس والے اصل حقائق تک پہنچ گئے۔ قصہ یہ ہوا کہ جب رات کو اس کا والد مہمان کو الوداع کر کے چلا گیا تو مہمان اور اس کا بیٹا کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اس دوران لڑکا مہمان کے بستر پر سو گیا۔ مہمان نے اسے جگانا مناسب نہ سمجھا اور خود لڑکے کے بستر پر سو گیا۔

ہمسایوں نے اگلے دن اس نوجوان کو دفن کر دیا اور اس کے ماں باپ جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ اسی طرح ان کو اپنے کیے کی سزا مل گئی یہ تو تھی ان کی دنیاوی سزا بارگاہ الٰہی میں ابدی زندگی کا کٹھن کا مرحلہ باقی ہے۔

تو پیارے بچو!

ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو بھی اپنی خوشی کے لیے دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی سزا دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی۔ ان کے لیے سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔

(میمونہ بنت محمد صادق۔ لیہ)



آج ہم اپنی گفتگو کو دو حصوں پر تقسیم کرتے ہوئے تحریر کے "مقاصد و عناصر" پر بات کریں گے۔

پہلا حصہ: تحریر کے مقاصد

تحریر لکھنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ مقصد کے بغیر لکھی گئی تحریر اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔

اس لیے تحریر لکھنے سے پہلے مقصد کا تعین کر لینا چاہیے۔ اس سے نہ صرف تحریر جاندار بن جاتی ہے بلکہ لکھاری کے خیالات وافکار پوری تاثیر کے ساتھ قارئین تک رسائی پاتے ہیں۔

ذیل میں چند سوال دیے جا رہے ہیں جن کے سہارے لکھاری اپنے مقصد کے تعین میں مدد لے سکتا ہے۔

☆ آپ کس مقصد کے لیے لکھنا چاہتے ہیں؟

☆ جن افراد یا معاشرہ کے لیے آپ تحریر لکھنے جا رہے ہیں، ان کی ذہنی استعداد اور نقطہ نظر کیا ہے؟

☆ آپ جس مقصد کا تعین کر چکے ہیں، کیا وہ واضح ہے اور دوسرے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں؟

☆ آپ جس مقصد کے لیے لکھ رہے ہیں، وہ قابلِ عمل یا قابلِ حصول ہے؟

ان سوالات کی مدد سے ایک نو آموز لکھاری تحریر کے مقاصد کا تعین از خود کر سکتا ہے۔ اس کی تھوڑی سی مدد ہم بھی کیے دیتے ہیں۔ غور سے سنیے!

تحریر کے تین مقاصد:

عام طور پر تحریر کے تین مقاصد بیان کیے جاتے ہیں:

1۔ معلومات فراہم کرنا

2۔ دعوت وتبلیغ

3۔ تفریح مہیا کرنا

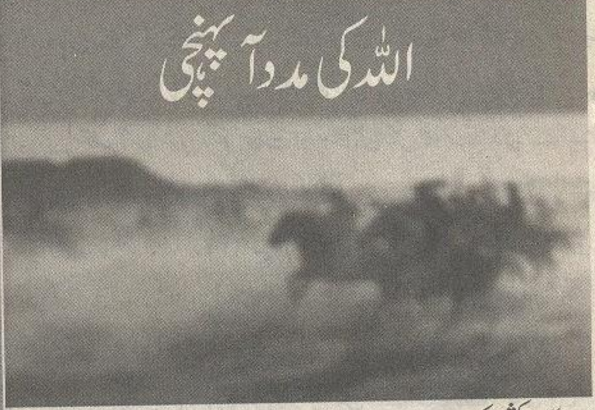
دراصل ان میں سے مقصد کا لفظ صرف پہلے دو پر پورا اترتا ہے۔ تیسری چیز خود مقصود نہیں ہوتی۔ پہلے دو مقاصد کی تکمیل اور حصول کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ تینوں کسی تحریر میں بیک وقت اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسے اعداد و شمار اور حقائق وواقعات پر مشتمل ایک مستند معلوماتی تحریر جس میں کہیں کہیں طنز و مزاح کی چاشنی بھی ہو، دعوت و ترغیب کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسی تحریر بیک وقت ان تینوں مقاصد کی حاصل ہوگی اور معیاری اور مقبول تحریر قرار پائے گی۔

بقیہ صفحہ نمبر 7 پر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کو عام کرو، صلح رحمی کرو اور کھانا کھلاؤ۔ رات کو قیام کرو، جب لوگ سوئے ہوں، جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔'' (ترمذی)

اللہ کی مدد آ پہنچی



آج کشمیر کی تازہ ترین صورتحال کیا ہے؟...... آج پاکستان کے حالات کیا ہیں؟...... ان حالات سے کون واقف نہیں ہے ...... آج کشمیر میں ہر نوجوان، بچے حتی کہ بہنیں اور مائیں بھی ہاتھوں میں پتھر لیے انڈین آرمی کا مقابلہ کرتی ہوئیں نظر آتی ہیں۔ پیارے بچو! آج تک آپ نے تلواروں کا مقابلہ تلواروں سے ہوتا ہوا سنا ہوگا، آج تک بندوقوں کے مقابلے میں بندوقیں چلتی ہوئی دیکھی ہوں گی، آج تک بم کے مقابلے میں بم برستا ہوا دیکھا ہوگا...... فضائیہ کے مقابلے میں میزائل چلتے ہوئے دیکھے ہوں گے لیکن سلام ہو ان کشمیریوں پر، جنھوں نے دس لاکھ اسلحے سے لیس انڈین آرمی کے مقابلے میں چھوٹے چھوٹے پتھر اٹھا لیے ہیں اور بہادری کی نئی داستانیں رقم کر رہے ہیں...... کشمیریوں کی کوششیں اور خون رنگ لا رہا ہے۔ اللہ کی مدد کے وعدے پورے ہوتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ تبھی تو آج بھارت کے اخبارات اور ٹی وی چینل چیخ چیخ کر دہائی دے رہے ہیں کہ بھارت کشمیر میں شکست کھا چکا ہے اور جناح کا دو قومی نظریہ فتح حاصل کر چکا ہے۔

حافظ محمد سعید کا پیغام ''2017ء کشمیر کے نام'' واقعی پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ۔ یہی وہ شیر ہے جس کی دھاڑ سن کر انڈیا دہل جاتا ہے۔ جلد ہی آزادی کے دن آئیں گے اور چمن میں بہار آئے گی!

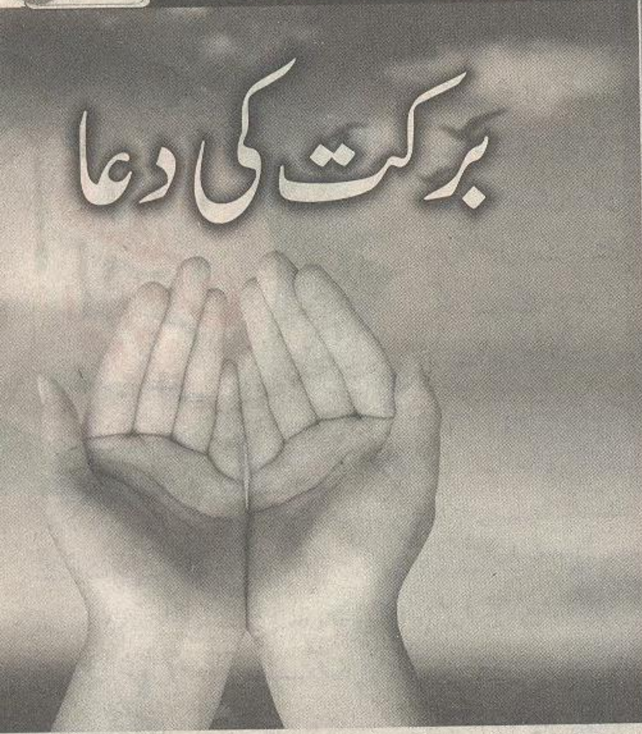
''بے شک جب اللہ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔''

میں سمجھتی ہوں کہ یہ اللہ کی کشمیریوں اور پاکستانیوں سے محبت کی دلیل ہے۔ عنقریب آسانیاں ہوں گی اور ظلم کے دن ختم ہو رہے ہیں۔ کشمیری ہر محاذ پر کامیابیاں سمیٹ رہے ہیں اور غزوہ ہند کی مبارک پیشین گوئی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے...... کشمیر غزوہ ہند کا دروازہ ہے اور کشمیری اس کے پہرے دار ہیں۔ پاکستانیوں کا بچہ بچہ کشمیری بہن بھائیوں کے ساتھ ہے۔

کیوں بچو! آپ بھی اس عہد کو نبھائیں گے نا؟ ان شاء اللہ۔

(اسماء بتول۔ گوجرانوالہ)

برکت کی دعا



سیدنا عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم رسول ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے۔ بھوک جب بہت شدید ہوگئی تو لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے کچھ سواریاں (اونٹ) ذبح کرنے کی اجازت چاہی اور کہا کہ اس سے اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں کی سلامتی دے گا۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ لوگوں کو حکم دیں کہ وہ اپنا بچا ہوا زادِ راہ ایک جگہ اکٹھا کریں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے برکت دعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کے نتیجے میں اس تھوڑے سے کھانے میں برکت دیں گے، نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو کھانا جمع کرنے کا حکم دے دیا تو لوگوں نے اپنا باقی ماندہ کھانا ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر قافلے والوں کو بلایا کہ اپنے برتن لے کر آؤ اور اس میں سے اپنے اپنے برتن بھر کر لے جاؤ۔ تو قافلے میں موجود کوئی بھی خالی نہ رہا اور کھانے کا ڈھیر بھی اسی طرح رہا۔ اس موقع پر رسول اکرم ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آ گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت مومنین کے لئے دوزخ سے آزادی کا مطالبہ کروں گا۔ [بحوالہ مسند احمد]

(عبدالرحمٰن امجد۔ کوئٹہ)

فلسطین لہو لہو

وہاں ہال میں ہم سب مسلمان بھائی بیٹھے تھے اور مسکرا کر ایک دوسرے کا استقبال کر رہے تھے جبکہ میں دوران سفر آنکھوں کے سامنے گزرے گئے مناظر کی وجہ سے انتہائی دہشت میں تھی۔ اتنے میں مجھے اپنی ماموں زاد بہن نظر آئیں اور میں ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ انہوں نے بنا کچھ کہے مجھے سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا...... ہم سب وہاں اجلاس کے لیے جمع تھے...... میں نے اپنا قدم ابھی آگے بڑھایا ہی تھا...... کہ اسرائیلی فوج آ گئی اور گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ سارے لوگ اپنی سیٹوں پر سر جھکا کر بیٹھ گئے...... مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا تو میں نے بھاگ کر ایک سیٹ کے نیچے پناہ لی...... وہ لوگ پہلی صف سے ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے آگے بڑھ رہے تھے۔ میں کانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی اور چیخ بھی نہیں پا رہی تھی کیونکہ وہاں چیخنے کے جواب میں گولی کھانا پڑتی...... یہ سلسلہ جاری تھا کہ اسرائیلی فوج میں سے کسی نے کہا کہ ہماری گولیاں غائب ہیں، اس پر ان کے کمانڈو نے ہوائی فائر کیا اور پورے ہال میں سناٹا چھا گیا...... اسی خوف میں میری نظر معصوم بچے پر پڑی جو اپنے ماں باپ کے درمیاں ان کی نقل کرتے ہوئے گردن جھکا کر بیٹھا تھا اور آنکھیں بند کیے ہوئے تھا...... نا جانے اس کو دیکھ کر میرے اندر کیسی دلیری پیدا ہوئی کہ میں خود اس کی سیٹ پر جا بیٹھی اور اس کو ٹانگوں پر بٹھا لیا...... جب اسرائیلی فوج کے پاس گولیاں ختم ہونے لگیں تو انہوں نے مسلمان بہنوں کو بالوں سے کھینچ کر لے کر جانا شروع کر دیا اور پھر یہ انسانیت کے نعرے لگانے والے چلے گئے۔

اس خوف میں میرے پاس پاکستان جانے کی امید تھی مگر فلسطینیوں کے پاس تو یہ نعمت بھی موجود نہ تھی اس کے باوجود انکے چہرے پر مسرت اور خوف سے خالی تھے۔ واپسی میں دوران سفر ہماری ٹیم کے تمام نئے لوگ بشمول میں نہایت خوف و ہیبت میں تھے جبکہ فلسطینیوں کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ اپنا خون دے کر اپنے اندر کے ایمان کو شعلہ زن کر چکے ہیں۔

اس سروے میں، جو میں نے ایک فلاحی تنظیم کے ہمراہ کیا تھا ہم نے اپنے تین عزیز کھوئے...... جن میں ہمارے افسر کی بہو بھی شامل تھیں......!

وہاں سے آ کر مجھے صرف یہ بات چبھتی تھی کہ کیوں اسرائیلیوں پر عذاب نہیں ٹوٹتا پھر خیال آیا کہ عذاب تو ہم پر ٹوٹنا چاہیے کہ جو ہم اپنے نرم بستروں اور بے مقصد آسائشوں، تفریحات اور مشاغل میں کھو کر خاموشی سے اپنے بھائیوں کو مرتا اور بہنوں کی عصمتوں کو لوٹتا دیکھ رہے ہیں...... نا ہمیں اپنے آزاد ملک کا شکر ہے اور نا ہی اپنے بھائیوں کا دکھ...... شاید ہم بھول گئے ہیں کہ اگر ہم نے اپنے ان بے بس اور مجبور بھائیوں کا ساتھ نہ دیا تو یہ وقت ہم پر بھی نہ آ جائے۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ باطل آگے بڑھتا چلا جائے ہمیں وہیں گھس کر ان کا منہ توڑنا ہو گا اس کارِ عمل میں بہت سے لوگ کوشاں ہیں اور کامرانیاں حاصل کر رہے ہیں بس بات اتنی ہے کہ اپنا حصہ کون ڈالتا ہے؟

(جویریہ ندیم)

مسکراہٹ کا پھول

9 ہجری کا ذکر ہے کہ ایک قافلہ شام سے مدینہ طیبہ آیا۔ انھوں نے آ کر خبر دی کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے ہی کر لی جائے تو بہتر ہو گا۔ اس بنا پر نبی ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا۔ اہل ایمان کے لیے بڑے امتحان کا وقت تھا۔ دور دراز کا سفر گرمی بھی پورے زوروں پر تھی۔ پھل پک چکے تھے اور یہ سایہ زمین میں بیٹھنے، پھل توڑنے اور سال بھر کے لیے جمع کرنے کے دن تھے۔ مگر رحمت عالم ﷺ کی قیادت میں تبوک روانہ ہوا۔ اس طویل سفر میں صحابہ کرام کے پاس سواریاں بہت کم تھیں۔ اٹھارہ لوگوں کو ایک اونٹ میسر تھا۔ خوراک کی قلت کی وجہ سے صحابہ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ پتے کھانے سے صحابہ کرام کے ہونٹ سوج گئے۔ آخر سفر کی مصیبتیں برداشت کرتا ہوا یہ لشکر تبوک پہنچ گیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے لیے ایک خیمہ لگوایا جو بہت چھوٹا تھا۔ ایک دن ایک جانثار حاضر خدمت ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آواز دی کہ اندر آ جاؤ۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر یہ خوش اخلاق صحابی بولے: اللہ کے رسول ﷺ کیا پورا اندر آ جاؤں؟ جانثار کا یہ جملہ سن کر آپ ﷺ بے ساختہ مسکرا دیے۔ (واضح رہے کہ صحابی کے اس جملہ میں خوش طبعی اس لیے تھی کہ خیمہ تو چھوٹا سا ہے اور آپ ﷺ مجھے اندر بلا رہے ہیں)

(ابوبکر حسن۔ ٹوبہ)



ہوشیار باش .... ہو جائیں تندرست ہونے کے لئے تیار .... اور کھول لیں اپنے دماغ کی ایک کھڑکی .... ایک ہی کھڑکی کھولیئے گا .... اگر آپ نے کھول دیں دونوں کھڑکیاں دماغ کی تو .... ہماری بات ایک کھڑکی سے داخل ہو کر دوسری کھڑکی سے نکل جائے گی جناب۔

پیارے بچو! ہمیں لگ گیا ہے پتا ہم م م م ...... ارے یہی کہ آپ کرتے ہیں افطاری دبا دبا کر...... بچارے معدے کو عذاب عظیم میں ڈال دیتے ہیں ...... اور پھر آپ بعد میں کہتے ہیں۔ ہائے امی جان! میرا پیٹ ...... اب امی کیا کریں .... ؟؟؟ کس نے کہا تھا اتنا زیادہ کھائیں ... بڑے مزے لے لے کر کرارے پکوڑے، مزیدار سموسے اور مصالحہ دار چیزیں کھا رہے تھے جناب ......! اب پیٹ آپ کو مزہ نا چکھائے تو بچارہ کیا کرے؟؟ اور افطاری پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے کسی کے ولیمہ میں آئے ہوں ....! اب اپنا منہ تو سیدھا کریں ....! سچی بات سے گھبرانا کیوں جی ...؟؟

بہر حال، ہمیں تو آپ کی صحت کا زیادہ خیال ہے۔ اگر آپ کریں گے ہماری باتوں پر عمل تو رہیں گے صحت مند۔ اگر آپ نے عمل نہ کیا ہماری باتوں پر تو ہماری بات بھی بڑی تیز ترین ہے یہ آپکے دماغ سے اس طرح پھسل جائے گی جس طرح ہاتھ سے آم کی گٹھلی پھسلتی ہے .... کیوں جی آئی سمجھ!!

پیارے ساتھیو! افطاری میں بس تھوڑی سی احتیاط برتیں یقیناً آپ صحت مند رہے گے۔ افطاری کے وقت معدہ مکمل خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو ایک دم بھرنا نقصان کا باعث بنتا ہے۔ کھجور یا کسی مشروب سے افطاری کریں۔ پانی ٹھہر ٹھہر کر اپنے پیٹ میں اُتاریں۔ گھی میں تلی ہوئی اور مصالحہ دار چیزوں سے اگر پرہیز نہیں کریں گے تو آپ پریشان ہوں گے...... اور آپ کی دوڑ ہی لگی رہے گی..... سمجھ گئے جناب! بار بار واش روم جانا بھی اچھا نہیں ہوتا .... ہلکی پھلکی افطاری کریں اور تقریباً آدھا گھنٹہ بعد کھانا تناول فرمائیں اس طرح آپ کا رمضان برکتوں اور رحمتوں کے سایہ میں گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو صحت مند بھی بنا دے گا۔

پیارے بچو! آج اہم بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں .... تو سنیں پھر غور سے۔

جولائی کا مہینہ گرمی برساتے برساتے اب تھک ہار کر اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جولائی کے آخر اور اگست میں لگا کر بارشیں ہوتی ہیں۔ پھر آپ بارشوں میں نہاتے بھی بڑے شوق سے ہیں .... یہ بارش بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، ساری گرمیوں کو بھلا دیتی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں کثرت سے بارشیں برستی ہیں اور پھر سیلاب بھی آتے ہیں اور پھر وہ تباہی لاتے ہیں اللہ ہمارے ملک کو سیلاب سے محفوظ رکھے، آمین۔

تو جناب! برسات کے موسم میں ہوا میں نمی بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جس سے کھانے پینے کی اشیاء خراب بہت جلد ہو جاتی ہیں اور انھیں پھپھوندی لگ جاتی ہے...... بیکری کی چیزیں مثلاً ڈبل روٹی، بند، رس اور دوسری اشیاء موسم برسات میں تو زبردست متاثر ہوتی ہیں۔ ان کو پھپھوندی لگ جاتی ہے جو کہ انتہائی مہلک چیز ہے۔ یہ نظام انہضام کو شدید متاثر کر کے قے اور اسہال کا باعث بنتی ہے ..... اس طرح کی چیزوں سے مکمل پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ موسم برسات میں زمین کا پانی بھی اکثر خراب ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے اندر دوسرا پانی مل جاتا ہے .... یہ بیماریوں کا باعث بن سکتا ہے لہٰذا برسات کے موسم میں پانی اُبال کر ٹھنڈا کر کے پینا چاہئے اس طرح آپ ہیضہ اور پیچس جیسی مہلک بیماریوں سے بچ جائیں گے .... ویسے بیماری اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے اور یہ گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔

ننھے ساتھیو! موسم برسات میں بارشیں اور گھٹن بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے سکی ملبوسات گھٹن کے وقت شدید اذیت ناک صورت حال پیدا کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ایسا لباس زیب تن کیا جائے جس میں پسینہ جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہو مثلاً سوتی کپڑے سے بنا ہوا ڈھیلا ڈھالا لباس بہت اچھا رہتا ہے اگر ایسا لباس پہنا جائے جو پسینے کو جذب نہ کرے تو اس سے گرمی دانے زیادہ نکلتے جو بعد میں "ہائے امی جی" کا باعث بنتے ہیں .... سمجھ گئے نا جناب! جب آپ کو تکلیف پہنچتی ہے تو آپ کے منہ سے "ہائے اللہ جی" یا "ہائے امی جی" کے الفاظ نکلتے ہیں...

آپ سرکہ کے نام سے تو واقف ہوں گے۔ سرکہ موسم برسات کی بیماریوں کا بہترین علاج ہے اگر سرکہ میں بھگوئے ہوئے پیاز استعمال کئے جائیں تو ہیضہ جیسی بیماری سے بچا جا سکتا ہے، سرکہ ٹھنڈک اور حرارت کا حسین امتزاج ہے، یہ فاسد اور غلیظ مادوں کو جسم سے نکالنے میں معاون اور طبیعت کو فرحت بخشتا ہے، جسم میں ادویات کے زہریلے اثرات کو ختم کرتا ہے، سرکہ خون کو صاف کرتا ہے اور پھوڑے پھنسیوں سے بچاتا ہے، یہ پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے اور غذا کو جلد ہضم کرتا ہے، سرکہ ہر قسم کی سوزش میں مفید اور جسم میں حرارت کی زیادتی کو ختم کر دیتا ہے، سرکہ کو کھانے میں ڈال کر استعمال کرنا چاہئے، موسم برسات میں غذا میں زیادہ احتیاط کرنی چاہئے۔ خصوصاً دہی بھلے، آلو، رائتا، اور آلو کا سالن دوسرے وقت کے لئے نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ یہ جلدی خراب ہو جاتے ہیں۔

ننھے منے ساتھیو! بارشوں کی کثرت سے زمین اکثر گیلی اور نم دار رہتی ہے اسی لئے اکثر دیواروں سے کرنٹ لگتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریں کسی جگہ سے اچھی طرح ڈھکی نہیں ہوتیں اور جب نمی ہو جاتی ہے تو پوری دیوار میں سے کرنٹ گزرنے لگتا ہے جو خطرے کا باعث ہے، لہٰذا برسات سے پہلے پہلے اس کی مرمت کروا لینی چاہئے۔

پیارے بچو! موسم برسات میں بجلی کی تاروں اور کھمبوں کے قریب ہرگز نہیں جانا چاہیے کیونکہ نمی کی وجہ سے ان میں کرنٹ بھی آسکتا ہے۔ دورانِ بارش بجلی کے کھمبوں اور تاروں سے دور رہنا چاہئے۔

موسم برسات میں زمین سے زہریلے کیڑے مکوڑے بھی باہر آ جاتے ہیں اسی لئے زمین پر لیٹنے سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ اکثر زہریلے جانوروں کے ڈسنے کے واقعات موسم برسات میں پیش آتے ہیں، زہریلے جانوروں سے بچنے کے لئے صبح شام کے اذکار کا خصوصی اہتمام کریں۔

پیارے بچو! برسات میں خوب نہائیں مگر احتیاط سے گلی محلوں میں نہانا نہیں چاہئے کیونکہ گلیوں میں گندہ پانی ہوتا ہے جو بیماریوں کا باعث بنتا ہے اس سے بچیں اور اپنا خیال رکھئے گا۔ اللہ حافظ

(علی ضرار)



ننھا طبیب

قارئین! کرلیں تیاری...... اوہ کہیں جانے کی نہیں! بلکہ خود تشریف کا ٹوکرا لا رہے ہیں طبیب صاحب...... مفت میں دیں گے مفید مشورے۔ ارے آپ ہمیں کوئی لوکل یا نیم حکیم نہ سمجھے گا بھئی......!!

ہم پیشہ ور طبیب ہیں...... آپ کہیں مفت مشوروں کا کوئی اور مطلب نہ لیجئے گا جناب! یہ صرف روضہ کے قارئین کے لیے ہی مخصوص ہیں، ورنہ ہم کچھ لیے بغیر واپس نہیں جانے دیتے...... اور ہاں، ہم بھی ٹامک ٹوئیاں بھی نہیں مارتے بلکہ سند کے ساتھ مشورہ دیتے ہیں۔ آزما کر دیکھ لیں......

لیں جی پیارے بچو! گرمیاں شروع ہوچکی ہیں، تیز دھوپ کا احساس اور اس کے ساتھ شدید پیاس کا احساس بھی ہونے لگ پڑا ہے۔ کچھ بچے تو بڑے شوق اور مزے مزے سے برف کے گولے کھاتے ہوں گے، آپ کو پتہ ہے یہ صحت کے لیے کتنا خطرناک ہوسکتا ہے؟؟؟ ہم بتاتے ہیں آپ کو......!! اس میں استعمال ہونے والے رنگ برنگ کے شربت انتہائی مضرِ صحت ہیں، جو نزلہ زکام، کھانسی اور گلے کی بہت سی بیماریاں پیدا کرتے ہیں کیونکہ اس کی تیاری میں استعمال ہونے والے (flaver) اور فوڈ کلر معیاری نہیں ہوتے۔ اہم بات کہ یہ گھروں میں ہی عموماً تیار کیا جاتا ہے اور صفائی کا خاص خیال بھی نہیں رکھا جاتا۔

میرے وطن کے پھول ستارو! اگر ہم آپ کی صحت کا خیال نہیں رکھیں گے تو ہمیں طبیب کون کہے گا پھر؟

جی ہم بتائیں گے گرمیوں میں صحت مند رہنے کے چند اصول:

لیموں ہمارے ملک میں عام پایا جاتا ہے۔ اس میں وٹامن C کی وافر مقدار ہوتی ہے۔ لیموں کی شکنجبین ہاضمہ بہتر کرتی ہے۔ جگر سے فاسد مادے خارج کرتی ہے اور جلد کو تروتازہ رکھتی ہے۔ لیموں کی شکنجبین گرمی کی شدت کو کم کرتی ہے اور بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت بڑھاتی ہے۔

بچو! گرمیوں میں تو جسم کو ضروری وٹامنز اور نمکیات کی وافر مقدار میں ضرورت ہوتی ہے نا۔ اس توانائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے روزانہ 1 عدد نارنجی اور 1 عدد انناس کا ٹکڑا بلینڈ کر کے پی لیں۔

کچھ بچوں کو تو گرمی دانے بھی تنگ کرتے ہوں گے۔ ان گرمی دانوں سے بچنے کے لیے ہفتہ میں دو مرتبہ۔ آپ 1 عدد چقندر، 1 عدد گاجر، 1 عدد سیب اور چند پودینے کے پتے بلینڈ کر کے پئیں۔ گرمی دانوں سے چھٹکارا مل جائے گا اور جسم سے فاسد مادے بھی خارج ہوجائیں گے۔

ارے جناب! اب تو مارکیٹ میں خربوزہ اور تربوز کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے۔ یہ پھل بھی کوئی عام نعمت نہیں، گرمیوں میں جسم کو پانی کی وافر مقدار میں ضرورت ہوتی ہے، تربوز جسم میں پانی کی مقدار برقرار رکھتا ہے اور بلڈ پریشر کو نارمل کرتا ہے۔ اس میں ایک خاص ''بیٹا کیروٹین'' پائی جاتی ہے جو آنکھوں کے کئی مسائل دور کرتی ہے اور انفیکشن سے حفاظت بھی دیتی ہے۔

پیارے بچو! آپ کو پتا ہے نا کہ اللہ تعالیٰ کو کمزور مومن سے طاقتور مومن زیادہ پسند ہے۔ تو پھر کیا ارادہ ہے جناب کا......!

لیں جی کیلا کھائیں۔ کیلا ایک صحت بخش پھل ہے اس میں قدرت نے بے پناہ غذائیت رکھی ہے۔ کیلا کھانے سے جسم توانا اور دماغ چست رہتا ہے۔ اس میں موجود آئرن کی وافر مقدار ''اینیمیا'' سے بچانے میں مدد کرتی ہے۔ کیلے میں پروٹین کی وہ قسم شامل ہے جو جسم کے موڈ پر اثر انداز ہوکر اسے اچھا کردیتی ہے اور دماغی سکون مہیا کرتی ہے۔ کیلا وزن میں اضافہ کرتا ہے دو سے زائد کیلے کھا کر روزانہ ایک گلاس نیم گرم دودھ پی لیا جائے تو وزن میں اچھا خاصہ اضافہ ہوجائے گا۔

ہمارے قارئین! انار سے تو واقف ہوں گے لیکن اس کے فوائد سے کم ہی آشنا ہوں گے۔ انار جنت کے پھلوں میں سے ایک ہے۔ اس کا استعمال خون کی پیدائش میں اضافہ کرتا ہے، دل کو طاقت دیتا ہے، انار یرقان میں (ہیپاٹائٹس) بھی مفید ہے۔ یہ قے اور متلی کو روکتا ہے۔ اس کے استعمال سے ذہنی بے چینی دور ہوتی ہے۔ ارے جناب ایک سوغات کے متعلق بتانا ہی بھول گیا...... وہ ہے یخنی صاحب۔ یہ بہت سی ادویات کی تیاری میں استعمال ہوتی ہے۔ روزانہ سو گرام یخنی کھانے سے جسم کو پورے دن کے استعمال کے لیے وٹامنز کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ یہ جلدی بیماریوں سے بچاتی ہے۔

ہمیں تو اپنے قارئین کا بہت زیادہ خیال ہے کہیں ہمارے قارئین تیز گرمی میں مرجھا نہ جائیں......

گرمیوں میں اوٹ پٹانگ چیزیں کھانے سے پرہیز کریں اور پھلوں کے جوس کا زیادہ استعمال کریں۔ کچھ قارئین تو صحت مند رہنے کے لیے کافی کھاتے ہیں لیکن اس کا اثر نظر نہیں آتا۔ یہ ''کھائے بکری کی طرح سوکھے لکڑی کی طرح'' والی بات ہوگئی۔

تو جناب! ایسا ہرگز نہیں کرنا۔ کم کھائیں صحت مند ہوجائیں۔ تو دیجیے گا ہمیں اجازت! اللہ حافظ

عرفان بشیر

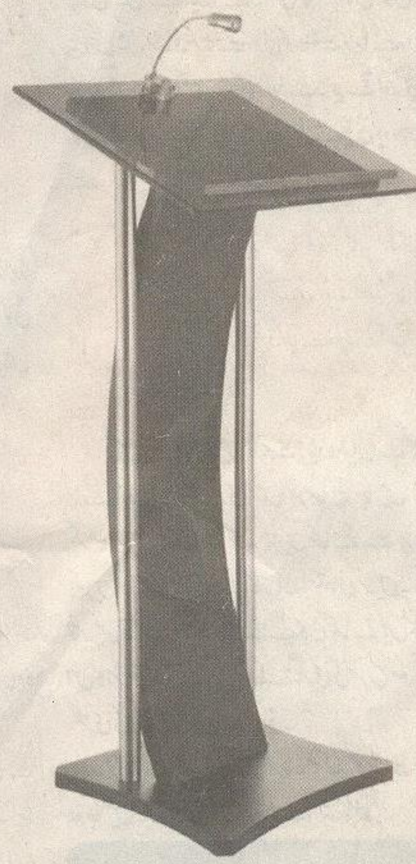
قسط نمبر-1

آئیے سیکھئے

اپنی بات کو مؤثر طریقے سے لوگوں کے سامنے پیش کرنا ''فن تقریر'' کہلاتا ہے۔ مقرر اس فن میں جتنا ماہر ہوگا، اتنی ہی اس کی بات سامعین پر اثر انداز ہوگی۔ یہ ایک وسیع فن ہے مگر سہولت کی خاطر ہم اسے مندرجہ ذیل اجزاء میں تقسیم کرتے ہیں۔

فن تقریر کے لوازمات:

عموماً فن تقریر کے مندرجہ ذیل لوازمات ہوتے ہیں۔



1-مقرر 2-تقریر
3-سامعین 4-صدر مجلس
5-جج صاحبان (مقابلے کی صورت میں)
(اگر تقریباتی موقع ہو تو)

اب ہم فن تقریر کے ہر لازمہ کے بارے میں مختصر معلومات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں تاکہ اس فن میں نئے آنے والوں کے لیے زادِ راہ بنے۔

1- مقرر:

جو شخص اپنی بات کو ایک مقررہ وقت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اسے مقرر کہتے ہیں۔ مقرر میں مندرجہ ذیل خوبیاں اور اوصاف ہونے چاہئیں۔

۱۔ شخصی وقار:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مقرر کو خوش اخلاق اور باوقار ہونا چاہئے۔ اسے بلند حوصلہ ہونا چاہئے تاکہ وہ کسی کے اعتراض کو برداشت کر سکے۔

۲۔ اعتماد:

مقرر کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ پر اعتماد کرے۔ کسی بھی شخصیت سے مرعوب نہ ہو۔ وہ اپنی بات کو پورے وثوق سے پیش کرے اور مجمع میں موجود کسی بڑی شخصیت سے ہچکچائے نہیں کیونکہ ہچکچاہٹ سے وہ صحیح تقریر نہیں کر سکے گا۔

۳۔ اندازِ بیان:

مقرر کا سامعین سے لسانی اور جسمانی رابطہ ہونا چاہئے۔ یعنی مقرر زبان وہ اختیار کرے جو سامعین کی اکثریت سمجھتی ہو اور جسمانی طور پر مقرر کو اپنے آپ کو مجمع کے اندر سمجھنا چاہئے اور بات کرتے ہوئے اس کی آنکھیں لوگوں سے دوچار رہیں۔ اس کے ہاتھوں اور جسم کی حرکات و سکنات اپنی گفتگو کے مطابق ہونی چاہئیں۔

۴۔ پوزیشن:

مقرر کو اسٹیج پر مناسب انداز میں کھڑا ہونا چاہئے۔ اپنی ٹانگوں کو اپنے ڈیل ڈول کے مطابق کھولنا چاہئے۔ تاکہ دیکھنے والوں کو مقرر کی شخصیت بھلی معلوم ہو۔ اس کے علاوہ مقرر کو یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ وہ نہ تو ڈائس پر جھک جائے اور نہ ہی اس سے بالکل جدا رہے بلکہ مناسب انداز میں ڈائس پر ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

۵۔ مطالعہ وتدبر:

مقرر کو اپنی تقریر اور اس کے موضوع سے مکمل واقفیت ہونی چاہئے۔ اسے تقریر سمجھ کر کرنی چاہئے اور موضوع سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔ وہ جس موضوع پر گفتگو کر رہا ہے، اس موضوع پر اس کا مطالعہ وسیع ہونا چاہئے۔ تاکہ اس موضوع پر اس کے ساتھ کوئی مزید گفتگو کرنا چاہے تو وہ اس کے لیے تیار ہو۔ مقرر وسیع ذخیرۂ الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال کا مالک ہونا چاہئے تاکہ ان کا استعمال وہ اپنی تقریر میں بروقت کر سکے۔ مقرر کو ادائیگی تلفظ پر عبور ہونا چاہئے۔ اسے اپنی تقریر میں پیش کیے جانے والے اشعار اور حوالہ جات سے پوری طرح واقف ہونا چاہئے۔ جہاں مناسب اشعار اور حوالہ جات تقریر کا حسن ہیں، وہاں ان سے کلی

ابوریحان محمد البیرونی

البیرونی مشرق کی تاریخ بلکہ دنیا کی تاریخ کا ایک روشن عنوان ہے۔ جو تقریباً ایک ہزار سال سے علم وفنون کے آسمان پر چمک رہا ہے اور جس نے سارے عالم کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے۔ وہ ایک عظیم انسان تھے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان جیسا عالم نہ ان کے اپنے زمانے میں اور نہ ان کے بعد پیدا ہوسکا۔ وہ بیک وقت فلسفہ، مابعدالطبیعات، مذہب، تاریخ، تقویم، تہذیب، آرٹ، لسانیت، انشاء، شاعری، ارضیات، ارض پیمائی، جغرافیہ، علم برن، علم الادویہ، معدنیات اور علم نجوم جیسے کتنے ہی علوم کے زبردست ماہر تھے۔

آپ کا نام محمد اور آپ کے والد کا نام احمد تھا۔ اس لیے آپ محمد بن احمد کہلائے۔ کنیت ابوریحان تھی جس صوبے میں آپ پیدا ہوئے اس کا نام خوارزم تھا۔ اس لیے وطن کی مناسبت سے الخوارزمی مشہور ہوئے۔ چونکہ آپ خاص شہر کے مضافات میں پیدا ہوئے تھے اس لیے البیرونی کہہ کر پکارے گئے۔ اس طرح آپ کا پورا نام "ابوریحان محمد بن احمد البیرونی الخوارزمی" تھا لیکن اتنے لمبے چوڑے نام میں شہرت صرف ابوریحان البیرونی کو حاصل ہوئی۔

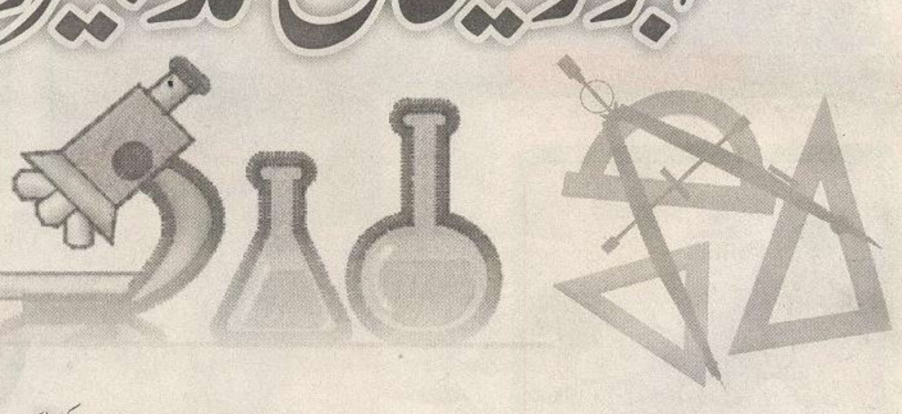
وسط ایشیاء کے روسی ترکستان میں ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا نام خیوا ہے۔ پرانے زمانے میں اسی کو خوارزم کہتے تھے۔ آپ ۳ ذی الحجہ ۳۶۲ھ مطابق ۹ ستمبر ۹۱۳ء کو جمعرات کے دن صبح کے وقت یہاں کے مضافات میں پیدا ہوئے۔

ابوریحان البیرونی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اس میں آتش پرستوں کا زور تھا۔ شہر شہر اور گاؤں گاؤں آتشکدے بنے ہوئے تھے۔ آگ کی پوجا کی تعلیمات عام تھیں۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ البتہ حکمران مسلمان تھے اور انہی کی بدولت مسلمان اقلیت بے خوف وخطر اپنے عقیدے پر قائم تھی۔

ابوریحان ایک غریب خاندان میں پیدا ہوئے تھے لیکن علم حاصل کرنے کا شوق آپ کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ آپ ایک نہایت صلح جو اور بہترین مسلمان تھے۔ آپ نے جو کتابیں لکھیں، وہ سب نہایت بڑی بڑی، علمی اور ٹھوس مضامین پر مشتمل ہیں، جن میں آپ کی جملہ کتب کی تعداد دوسو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔

شیخ ابوریحان محمد بن احمد البیرونی الخوارزمی ایک انتہائی پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی مثال اس پہاڑ جیسی تھی جس میں سے کئی دریا نکلتے ہوں اور سینکڑوں چشمے پھوٹتے ہوں۔

آپ نہایت خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ جسم گٹھا ہوا تھا۔ قد کچھ زیادہ نہ تھا۔ چہرے پر کافی بڑی اور گول داڑھی جو بالکل سفید تھی۔ لباس عموماً وہی استعمال کرتے جس کا عرب میں رواج تھا۔ یعنی عباقبا اور سر پر عمامہ۔



آپ کی تصانیف کے بارے میں مشہور مورخ یاقوت نے لکھا ہے کہ اس نے آپ کی کتابوں کی فہرست ساٹھ صفحات میں دیکھی ہے۔ البیروانی ہمیشہ تصنیف وتالیف میں مصروف رہتے۔ آپ کا ہاتھ قلم کو، آنکھ مطالعے کو اور دل غور وفکر کو صرف کھانے کے اوقات میں چھوڑتا تھا۔ آپ کی تصانیف ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ ہیں۔ آپ سال بھر میں صرف دو دن لکھنا پڑھنا چھوڑتے تھے۔ آپ نے ۷۷ سال سے زیادہ عمر پائی۔

(جویریہ اسحاق بنت ماسٹر محمد اسحاق۔ فورٹ عباس)

☆.....اگر اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ ہو تو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

☆.....خود کو چاند کی طرح بناؤ جو دوسروں کو روشنی دیتا ہے۔مگر داغ اپنے سینے تک ہی رکھتا ہے۔

☆.....کسی کا دل مت دکھاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے آنسو تمہارے لیے سزا بن جائیں۔

(عمارہ وحید۔سمندری)

پسندیدہ اشعار

حق بات کہنے سے مومن رُک نہیں سکتا
کٹ سکتا ہے سر خدارا مگر جھک نہیں سکتا

نادان ہیں جو رکھتے ہیں امید کسی پر
اک ذات خدا کے سوا کوئی کسی کا نہیں ہوتا

وقت سب کو ملتا ہے زندگی بدلنے کے لیے مگر
زندگی دوبارہ نہیں ملتی وقت بدلنے کے لیے

قرآن کی صدا ہے فرصت ملے تو پڑھنا مجھے ضرور
میں نایاب الجھنوں کے حل کی مکمل کتاب ہوں

(حافظ احتشام الحق۔جامعہ سلفیہ فیصل آباد)



اسلام میں سب سے پہلے

☆.....مدینہ منورہ پہنچ کر جو مسلمان مہاجرین کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر پھینکنے والے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....سب سے پہلے جن یہودیوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کی وہ بنو قینقاع تھے۔

☆.....سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ حمزہ میں جھنڈا استیار کیا تھا۔

☆.....سب سے پہلے جو لفظ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نازل ہوا وہ "اقراء" ہے۔

☆.....سب سے پہلے پھانسی پر چڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے پڑھی تھی۔

☆.....سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس غزوہ میں شرکت کی وہ غزوہ "ابواء" تھا۔

☆.....سب سے پہلے جس شخص کو لشکر کا امیر بنایا گیا وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....سب سے پہلے جس خاتون کو شہادت نصیب ہوئی وہ حضرت سمیعہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

☆.....سب سے پہلے جس چیز کو منسوخ کیا گیا وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

☆.....سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اہل بیت میں سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا۔

☆.....سب سے پہلے جس نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی وہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ تھے۔

☆.....قرآن حکیم کی سب سے پہلی نازل ہونے والی سورۃ "علق" ہے۔

☆.....دنیا کی سب سے پہلی مسجد، مسجد الحرام ہے۔

☆.....دنیا میں سب سے پہلے آنے والے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

(انتخاب: ابورضوان جاوید۔بدھلہ سنت ملتان)



دانت

دانت ہمارے کھانے کے نظام کا حصہ ہیں۔ خوراک چبانے کے لیے ہمیں دانتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو خوراک ہم کھاتے ہیں، نگلنے سے پہلے دانتوں کی مدد سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑتے ہیں۔

عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ منہ میں دانتوں کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے۔ پوری زندگی میں دانت دو مرتبہ اگتے ہیں، پہلی بار اگنے والے دانتوں کو دودھ کے دانت کہتے ہیں۔ جو چھ سال کی عمر سے جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کی جگہ دوبارہ اگنے والے دانت مستقل یا پکے دانت کہلاتے ہیں۔ دودھ کے دانتوں کی تعداد 20 ہوتی ہے جبکہ مستقل دانت 32 ہوتے ہیں۔

اگر ہم احتیاط برتیں تو یہ دانت ساری عمر قائم رہ سکتے ہیں۔ ہمارے دانت اینمل (Enamal) کی موٹی اور سخت تہ سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ دانتوں کی چار اقسام ہیں۔ جن کے نام Incisors (سامنے کے کاٹنے والے دانت) Canines (نوکیلے دانت) Premolars (چھوٹی داڑھیں) اور Molars (داڑھیں) ہیں۔ سامنے کے 12 دانت Premolars اور Molars ہوتے ہیں۔ یہ خوراک توڑنے اور پیستے ہیں تاکہ وہ آسانی سے ہضم ہو سکے۔ صحت مند مسوڑھے بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے صحت مند دانت۔ یہ دانتوں کو اپنی جگہ برقرار رکھتے ہیں۔

(سعدیہ محمدی۔ہارون آباد)

حمد باری تعالیٰ

اے خدا تو ہی ہے جس نے کرم کیا
عصیاں سے بھرے میرے دامن کو ختم کیا
سایہ فگن دامن رحمت ہے تیرا کل عالم پر
تیری بے پایاں رحمت کے سامنے یہ عرب وعجم کیا
اللہ کی دہلیز پہ سرخم کر کے اغیار سے رشتہ توڑا
دغائے شیطان کے عوض اللہ نے مجھ سے دور غم کیا
باطل کا نظام ازل سے اسلام کے سامنے نہ ٹھہر سکا
اسلام کے نظام کو تو نے جو نظم کیا
شاد ہیں جو ہم بھلا کر پیمان الست
درحقیقت ہم نے اپنی جان پر سب وشتم کیا
اے خدا تیرا وصاف سے کون مقابلہ کر سکے
اک کُن پر ہو گیا جس کا تو نے ختم کیا

(محمود الحسن قیصرانی۔ڈیرہ غازیخان)

گمنام کنواں

صحرا کی گرمی نے زمین کے فرش کو اس قدر تپا رکھا تھا کہ کوئی ننگا پاؤں نیچے رکھنے کی جرأت نہ کرتا۔ اس گرمی نے صحرا سے سبزے کے جینے کا حق بھی چھین رکھا ہے۔ صرف وہی تھوہر و کیکر کے درخت نظر آتے ہیں۔ جو پانی کے بنا لمبا عرصہ جی لیتے ہیں۔ جانوروں میں بھی وہی سخت جان اور اپنا وجود برقرار رکھ پاتے ہیں جو پانی نہ بھی ملے تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ جیسے اونٹ جو کہ جانوروں میں صبر کے پیکر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ گائے، بھیڑ بھی پائی جاتی ہے۔ ایک جانور جو ہمارے خطے میں شاید ہی کہیں اور ملتا ہو وہ اس صحرا کے حسن کو دوبالا کیے ہوئے ہیں۔ وہ ''مور'' مگر یہ بے چارہ بھی جنگل میں رہنے والا جب پانی نہ ملے تو گاؤں کا رخ کر لیتا ہے۔ سینکڑوں میل پہ پھیلا یہ علاقہ پانی کی دولت سے محروم ہے۔

قسمت اس صحرا کی کہ زمین کی تہہ میں موجود پانی بھی کڑوا ہے۔ جدھر تک نظر جائے ادھر تک پھیلے اس صحرا کے ریت کے ٹیلوں کے بیچ سڑک پہ ہماری گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد ہماری گاڑی پکی سڑک سے اتر کر کچی سڑک پر دوڑنے لگی۔ کچی سڑک کے بعد گاڑی ریت کی دلدل میں پھنستی پھساتی تنکوں سے بنی ہوئی جھونپڑیوں والے گوٹھ (گاؤں) کے قریب ہمیں اپنی منزل کا بتایا گیا۔

گوٹھ کے شروع میں پہلے ہی دو گاڑیاں موجود تھیں۔ ان دونوں گاڑیوں کے قریب لوگوں کا ایک بڑا ہجوم تھا۔ ایک عجیب سی اونچی لمبی گاڑی میں ڈاکٹر صاحب بیٹھے مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ ادویات بھی دے رہے تھے۔

دوسری گاڑی میں لوگوں کو کھانے کے راشن پیک تقسیم کیے جا رہے تھے۔ نماز کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ غربت کے مارے گوٹھ کے لوگوں کے گھر تنکوں اور جھاڑیوں کے ہیں مگر مسجد پکی اور شاندار ہے۔ مسجد میں پہنچے تو ایک مقامی بھائی وضو کے لیے پانی لایا۔ جب وضو شروع کیا، کلی کے لیے منہ میں پانی ڈالا تو تعجب و اضطراب نے انگڑائی لی کہ ہیں میٹھا پانی......!!

کیونکہ اس صحرا میں میٹھا پانی تو قسمت سے ہی ملتا ہے۔ نماز کے بعد اپنی اضطراب کو دور کرنے کے لیے وہاں بھائی سے پوچھا تو ایک صاحب نے مسکراتے چہرے کے ساتھ بتایا:

آج سے کچھ عرصہ پہلے لاہور کے کچھ مہمان اگلے علاقے میں جا رہے تھے۔ قسمت یہ کہ واپسی پہ ان کی گاڑی خراب ہوگئی۔ بڑے ہاتھ پاؤں مارے مگر اس صحرا میں مکینک کہاں۔ چاروں ناچار انہوں نے ہمارے گوٹھ میں رات بسر کرنے کو عافیت جانی۔

صحرا کی ریت شام کے وقت ٹھنڈک پیدا کر دیتی ہے۔ سارا دن گرمی کے مارے ان مہمانوں کو جلد ہی ٹھنڈی ہوا نے نیند کی آغوش میں جا پہنچایا۔ مہمان تو سو گئے مگر گوٹھ کے لوگ عجیب پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ پریشانی کیا تھی کہ بستی میں میٹھا پانی ختم ہو چکا ہے۔ یہاں لوگ سوچ رہے تھے کہ اتنی دور سے مہمان آئے ہیں ان کو ناشتہ کیسے کروائیں گے۔

سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ابھی میلوں دور واقع میٹھے پانی کے کنویں سے پانی لایا جائے۔ تاکہ صبح مہمانوں کی خدمت کی جائے۔

انہوں نے اپنے اونٹ کو ہانکا جس اونٹ پر پانی لینے جا رہے تھے۔ اس کے گلے میں گھنٹی تھی۔ اونٹ کے چلنے سے گھنٹی بجنے لگی۔ رات کو تو اس صحرا میں ذرا سی آواز بھی بڑی بڑی بلند ہو جاتی ہے۔

پانی لانے میں یہ لوگ ساری رات نہ سو سکے۔ مگر مہمانوں میں سے ایک بزرگ بھی اونٹ کی گھنٹی کی آواز سے اور لوگوں کی آواز سے سو نہ سکے۔ صبح فجر کے بعد جب سورج نے اپنا چہرہ دکھایا تو مہمان بزرگ نے پوچھا رات کیا ماجرا تھا؟

اب بستی والے نہیں چاہتے تھے کہ ہم اپنی مصیبت ان کے سامنے رکھیں۔ مگر مہمانوں کے اصرار پر بستی والوں نے سارا قصہ سنا ڈالا۔

آنے والے مہمانوں کو بستی والوں کی اس مصیبت کا بڑا افسوس ہوا۔ کچھ دیر کے بعد بزرگ مہمان نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی گوٹھ میں ایک کنواں کھدوا دیں تاکہ آپ کو پانی کی نعمت میسر آسکے۔

بستی والے کہنے لگے: بڑے صاحب! ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے یہاں پچاس کے لگ بھگ کنویں کھدوائے ہیں۔ مگر قسمت ہماری کہ کہیں سے میٹھا پانی نہیں نکلا۔ بس وہی میلوں دور ایک میٹھے پانی کا کنواں ہے، وہاں سے یہ پانچ سو خاندان جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں، وہی اسی کنویں سے بڑی مشقتوں کے ساتھ پانی لے کر آتے ہیں۔

مہمان بزرگ ان کی دردبھری کہانی سن کر اور پریشان ہو گئے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد بزرگ مہمان نے کہا کہ میرے ذہن میں ایک تجویز ہے کہ آپ لوگ سب مل کر ایک دن بستی کی مسجد میں نوافل ادا کریں اور اللہ سے دعا کریں۔ اللہ اس میٹھے پانی کی نعمت اس بستی میں عطا کر دے اور وہاں ایک اور بات یہ کہ کنویں کی کھدوائی پر جتنا خرچ آئے گا وہ میں ادا کروں گا۔

بستی میں موجود سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ مسلمانوں نے اپنی مسجد میں نوافل ادا کیے اور ہندوؤں نے اپنے آشرم میں جا کر پوجا کی۔

مسلمانوں نے اللہ کا نام لے کر کنواں کھدوانا شروع کیا۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی اور کنویں کا پانی میٹھا نکل آیا۔

جیسے ہی لوگوں کو پتہ چلا کہ پانی میٹھا نکل آیا تو بستی والوں نے خوشی کے مارے مٹھائیاں تقسیم کیں۔

کنواں تعمیر ہو گیا تو کنویں پہ سنگ تعمیر والی تختی لگانے کی باری آئی تو جس مہمان بزرگ نے اخراجات ادا کیے تھے 'ان کے نام پہ کنویں کا نام رکھنے لگے تو اس نیک بزرگ نے منع کر دیا اور پھر اس کنویں کا نام ''گمنام کنواں'' رکھ دیا گیا۔ اس گمنام کنویں کو مجھے بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ہم نے نزدیک جا کر اس میں جھانکا تو اتنا گہرا کنواں تھا' میں نے کبھی اپنی زندگی میں اتنا گہرا کنواں نہیں دیکھا۔ اس علاقے میں تقریباً دو سو تیں فٹ کے قریب گہرے کنویں ہوتے ہیں مگر علاقوں میں ساٹھ ستر فٹ گہرے کنویں ہوتے ہیں۔

پیارے بچو! یہ علاقہ پاکستان کے صوبہ سندھ میں ''تھرپارکر'' کا علاقہ ہے۔ یہ تو ایک ایک کنویں کی کہانی ہے۔ تھرپارکر کے سولہ لاکھ لوگ اسی طرح میٹھے پانی کو ترس رہے ہیں۔

ہمیں اس طرح کچھ اور علاقوں میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بہت سارے لوگ کڑوا پانی پیتے ہیں۔ تھرپارکر کی تحصیل چھاچھرو میں گئے۔ وہاں کی ایک گوٹھ ڈبر شاہ کے لوگ بتا رہے تھے' ہمارے پاس میٹھے پانی کی نعمت موجود نہیں۔

پیارے بچو! آپ کو پتہ چلا ہو گا۔ سینکڑوں بچے ان دنوں تھرپارکر میں بیمار ہو کر موت کی آغوش میں جا سوئے ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف نامناسب کڑوا پانی اور خوراک کی قلت ہے۔ بچوں میں ''ڈائریا'' اور دیگر موذی بیماریاں لگ گئی ہوئی ہیں جس وجہ سے موت ہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے۔

وہاں کتنے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے شاید ہسپتال تو دور کی بات کبھی شہر کا منہ نہیں دیکھا۔ تھرپارکر میں بیماری کی سب سے بڑی وجہ صرف اور صرف ''بھوک'' ہے۔ میں نے زندگی میں اتنے غریب لوگ نہیں دیکھے۔ اتنے دور دراز علاقوں میں نہ تو تعلیم کی سہولت اور نہ ہسپتال۔ بس جانوروں پہ ہی گزر بسر ہوتی ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو یہ لوگ زمین میں بیج ڈال دیتے ہیں تو کچھ تھوڑی بہت خوراک حاصل کر لیتے ہیں۔

تھرپارکر میں کثیر تعداد میں ہندو آباد ہیں۔ ہندوؤں میں رہتے ہوئے مسلمان بھی دین سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ یوں سمجھیں ان لوگوں کے پاس نہ دین ہے' نہ دنیا۔ مگر اللہ کے فضل اور احسان سے ''فلاح انسانیت فاؤنڈیشن'' تھرپارکر میں پندرہ سالوں سے کام کر رہی ہے اور ایک ہزار کے قریب واٹر پروجیکٹ مکمل کر چکی ہے۔ اس کے علاوہ ان دنوں بھی اللہ کے فضل سے سب سے زیادہ جس تنظیم نے لوگوں کو سب سے زیادہ ریلیف دیا وہ فلاح انسانیت فاؤنڈیشن ہے اور فلاح انسانیت کا یہ اعزاز ہے کہ یہ بلا امتیاز ہندو اور مسلم تمام لوگوں کی خدمت کر رہی ہے۔

ہماری تمام بچوں سے درخواست ہے کہ تھرپارکر کے بلکتے بچوں اور انسانیت کی خدمت میں پیش پیش فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کا بھرپور ساتھ دیں۔

تھرپارکر کے لوگوں کے احوال کو دیکھیں۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کی طرف نگاہ دوڑائیں تو یہ بھوک وافلاس بالکل تھوڑی نظر آتی ہے۔ نبی ﷺ کا وہ گھرانہ تھا۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں دو دو مہینے گزر جاتے آپ ﷺ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ کوئی ایسا غریب نہیں جس کے گھر میں دو ماہ تک کھانا نہ پکے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کو اتنی زیادہ بھوک لگتی تھی کہ آپ ﷺ کی آواز سے نکاہت سے ہم آپ ﷺ کی بھوک کی شدت کا اندازہ لگایا کرتے تھے۔ خندک کے موقع پر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھوک کی وجہ سے ایک ایک پتھر باندھا تھا مگر آپ ﷺ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔

مندرجہ بالا واقعات سے آپ ﷺ کو غریب پیش کرنا مقصود نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو وہ شخص تھے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں صبح کے وقت ایک لاکھ دینار آیا مگر شام تک ختم ہو چکا۔ گھر والوں نے روزہ رکھا تھا۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا لونڈی کو کہتی ہیں کہ افطاری کا سامان تیار کرو۔ لونڈی کہنے لگی گھر میں کچھ کھانے کو موجود نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صبح تو ایک لاکھ دینار آئے تھے۔ فرمایا: تو سب کے سب آپ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر غرباء میں تقسیم کر دیئے۔

اللہ اکبر! آپ ﷺ کی سخاوت کے ایسے ہزاروں واقعات سے تاریخ بھری پڑی تھی۔ آپ ﷺ کی سخاوت کا تو یہ حال تھا کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے یہ احد پہاڑ اگر سونے کا بن جائے تو تین دن سے زیادہ وقت نہ لگے تقسیم کر دوں اور پہاڑ آٹھ میل لمبا ہے۔ چوڑائی کا اندازہ خود کر لیں......!!

مندرجہ بالا کنویں کی کہانی میں کنواں تعمیر کروانے والے بھی فلاح انسانیت کے بزرگ تھے۔ جب کنویں کا افتتاح ہوا تو بستی کے لوگوں نے ایک پروگرام رکھنا جس میں فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے چیئرمین نے درس دیا۔ دور دور سے لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر پروگرام سننے کے لیے آئے اور ہندوؤں نے کہا ہم بھی آپ کے پروگرام میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو مسجد کے باہر ان کے لیے بھی انتظام کیا گیا تو ہندوؤں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

اللہ کی قسم! آج تھر کے ہندو فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے رضاکاروں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ جوڑ کر شکریہ ادا کرتے اور کہتے ہیں ''تمہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ہر مصیبت میں ہماری مدد کی'' یاد رہے 2011ء میں انہی علاقوں میں بڑا سیلاب آیا تھا۔ تب فلاح انسانیت کے لوگوں نے ایسے ہی خدمت کی تھی۔ جیسے اب کر رہے ہیں۔

آج اللہ کے فضل و کرم سے فلاح انسانیت فاؤنڈیشن نے نبوی ﷺ منہج کے مطابق لوگوں کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت بھی کھڑی کر رہی ہے۔

آیئے! فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر لوگوں کی دنیا و آخرت کو سنواریں اور اپنے رب کے ہاں سرخرو ٹھہریں۔

نبیل غنی۔ مسئول المحمدیہ روضہ سوسائٹی حیدرآباد



زیادہ خوشی کس بات کی؟

خیبر فتح ہو چکا تھا۔ دو بڑے بحری جہاز مہاجرین کو لے کر حبشہ مدینہ آئے۔ ان مہاجرین میں آپ ﷺ کے چچازاد بھائی جعفر ابن ابی طالب بھی شامل تھے۔ یہ مہاجرین مکہ والوں کے ظلم سے تنگ آ کر حبشہ چلے گئے تھے۔ جب یہ مہاجرین واپس آنے لگے تو وہاں کے بادشاہ نجاشی نے ان کو الوداع کیا، تو اس نے مہاجرین مسلمانوں کو نصیحت کی اور کہا کہ: اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے پہلے میرا اسلام کہنا نہ بھولنا۔

اس قافلے میں ایک چھوٹی سی بچی بھی موجود تھی۔ اس چھوٹی سی بچی نے اس بات کو یاد کر لیا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے پہلے نجاشی کا سلام کہوں گی۔ ادھر آپ ﷺ مدینہ کے باہر نکلے اور حبشہ سے آنے والے مسلمانوں کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ اس دن بہت خوش تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے' آج مجھ کو پتہ نہیں چل رہا کہ مجھ کو کس بات کی زیادہ خوشی ہے۔ خیبر فتح ہونے کی یا مہاجرین حبشہ کے آنے کی۔

ادھر چھوٹی بچی سلام کہنے والی بات نہیں بھولی تھی۔ اس چھوٹی بچی نے مسکراتے ہوئے سب سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کو نجاشی کا سلام پہنچا دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس چھوٹی بچی کو پیار کیا اور اس کی کنیت ام خالد رضی اللہ عنہا رکھ دی۔

یہ ننھی بچی کا نام امتہ بنت خالد تھا اور یہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔ ام خالد رضی اللہ عنہا نے اپنا بچپن حبشہ میں گزارا اور ہجرت کے وقت اپنے والد کے ساتھ تھیں۔

نبی کریم ﷺ اس بچی سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک بار کہیں سے کچھ کپڑے آئے۔ آپ ﷺ ان کپڑوں کو تقسیم کر رہے تھے۔ ان کپڑوں میں ایک خوبصورت کپڑا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کپڑے کو ہاتھ میں لے لیا اور کہا، کون اس کپڑے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ ہر کوئی سوچ رہا تھا کہ کون خوش نصیب ہے؟ کہ آپ ﷺ جس کو یہ کپڑا دیتے ہیں۔

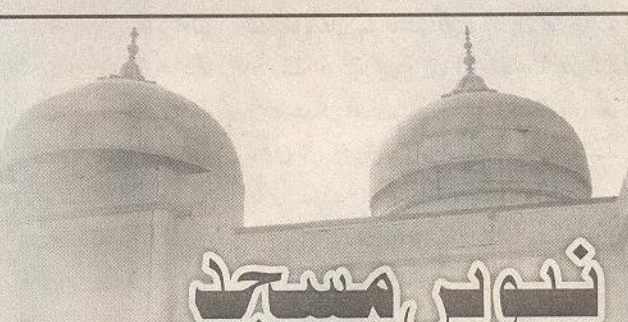
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوٹی بچی ام خالد رضی اللہ عنہا کو میرے پاس لے کر آؤ۔ ایک صحابی گئے اور ام خالد رضی اللہ عنہا کو لے کر آ گئے۔ آپ ﷺ نے یہ کپڑا خود اپنے ہاتھ سے بچی کو پہنایا اور ساتھ دعا دے رہے تھے۔ اے ام خالد! یہ کپڑا تجھ کو بہت اچھا لگ رہا ہے۔

چھوٹی بچی یہ تحفہ ملنے پر بہت خوش تھی۔ آپ ﷺ نے ام خالد رضی اللہ عنہا کو یہ دعا دی کہ یہ کپڑا بہت لمبے عرصے تک تم استعمال کرو اور لمبی عمر تک زندہ رہو۔

اللہ کے رسول ﷺ کی اس ننھی بچی ام خالد رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ دعا قبول ہوئی۔ انہوں نے لمبی عمر پائی اور تمام صحابیات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے آخر پر وفات پائی۔ (حوالہ: بخاری: ۵۸۴۵۔ ابی داؤد: ۴۰۲۸)

(ارسلان ناصر۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

نیویں مسجد



ننھے ساتھیو!

یقیناً مساجد مسلمانوں کے لیے اہم ترین مقامات ہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دیں گے۔ جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے...... مسجد امن و امان کی جگہ ہے۔

دنیائے اسلام میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں مساجد ایسی ہیں جو یادگار مشہور ترین اور فن تعمیر میں بے مثال ہیں...... مسجد الحرام...... مسجد نبوی ﷺ اور دیگر کئی مساجد کے توسیعی منصوبے اور فن تعمیر حیران کر دیتے ہیں......

آج ہم آپ کو لاہور میں واقع نیویں مسجد کے بارے میں بتاتے ہیں جو تقریباً 500 سال قدیم ہے...... یہ مسجد فن تعمیر کا قابل دید نمونہ ہے۔ اس مسجد کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ مسجد سطح زمین سے 30 فٹ گہرائی میں تعمیر کی گئی۔ مسجد کی عمارت' محراب و منبر' صحن' غسل خانے زمین کی سطح سے بہت نیچے واقع ہیں۔ مسجد میں پہنچنے کے لیے نمازی سیڑھیاں اتر کر نیچے جاتے ہیں۔ وضو کا بہترین نظام اور انتہائی گہرائی میں ہونے کے باوجود بھی نکاسی آب کا شاندار نظام قائم کیا گیا ہے اور یہ نظام پانچ سو سال سے اسی طرح کام کر رہا ہے۔ مسجد کا صحن 46 فٹ مربع ہے جس کے آگے ایوانِ مسجد کے اندر چوڑی چوڑی محرابیں ہیں' جن پر تین پیچ دار گنبد تعمیر کیے گئے ہیں۔ پانی کی نکاسی کے لیے جو دو غرقیاں بنائی گئی ہیں' وہ کنواں نما ہیں۔ چھوٹی غرقی 35 فٹ گہری اور بڑی تقریباً 40 فٹ گہری ہے۔

اس مسجد کو لودھی خاندان کے دورِ اقتدار میں جو (1448ء تا 1526ء) ہے، میں ایک امیر ترین شخص جس کا نام "ذوالفقار" تھا، نے تعمیر کروائی تھی۔ مسجد گہرائی میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک انوکھی حیثیت رکھتی ہے۔ 500 سالوں میں اس مسجد کی کئی بار تعمیر و مرمت ہوئی اور ماضی قریب میں اس کی مرمت 2005ء میں مکمل ہوئی۔ ساری مسجد کو خوب صورت ٹائلوں سے سجایا گیا ہے۔ یہ مسجد آج بھی مکمل آباد اور فن تعمیر کے خوب صورت نمونے اور ماضی کی یادیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

"اور بے شک مساجد اللہ کے لیے ہیں پس اللہ کے سوا کسی کو نہ پکاریں۔" (القرآن)

(انتخاب: جویریہ بتول۔ چکوال)

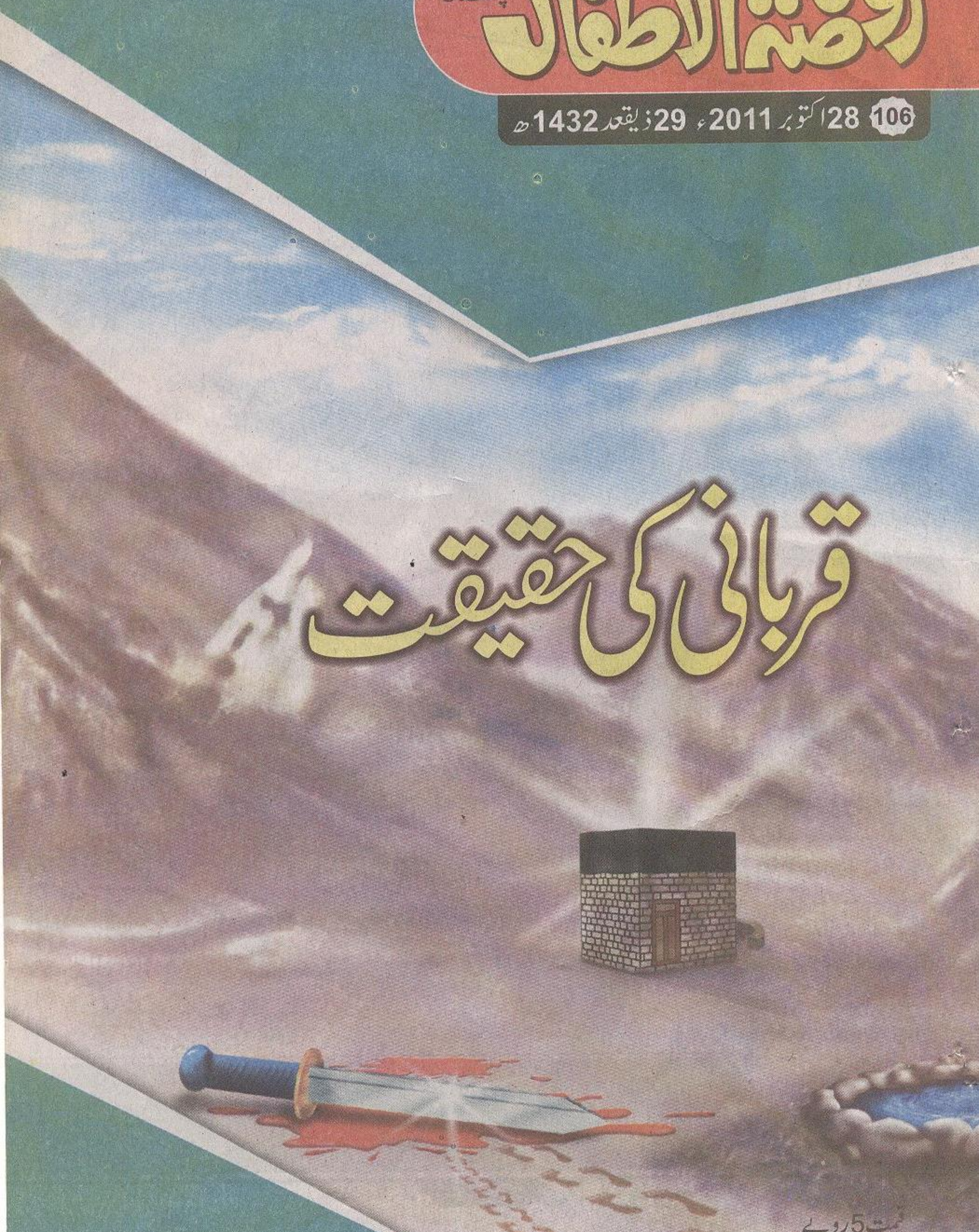
فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

106 | 28 اکتوبر 2011ء 29 ذیقعد 1432ھ



قیمت 5 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا حال چال ہیں؟ ویسے آپ کے خطوط کی تعداد سے تو لگتا ہے کہ آپ بالکل خیر و عافیت سے ہوں گے (کیونکہ بیمار بچے تو اتنے دھڑا دھڑ خطوط نہیں بھیج سکتے)۔ اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔ آمین

ویسے مجھے چند ایک باتوں کی سمجھ نہیں آتی...... آپ ذرا سمجھنے میں مدد تو کریں۔ ایک تو یہ کہ آپ میں سے اگر ہزاروں لوگوں نے کچھ نہ کچھ لکھ کر روضۃ الاطفال میں بھیجا ہو تو ہر بچے کی یہ خواہش ہوگی کہ میرا خط یا میری تحریر ضرور شائع ہو۔ اب آپ ہی بتائیں' ان کی یہ خواہش کیسے پوری کی جائے کیونکہ حالت یہ ہے کہ صرف ایک ''پزل گیم'' میں جن بچوں نے حصہ لیا ہے' ان کے نام لکھتے لکھتے ہمارے اور کمپوزر کے ہاتھ تھک گئے ہوں گے۔ اب صرف ایک سلسلے کی یہ حالت ہے تو باقی خطوط کتنے ہوں گے اس کا آپ خود اندازہ لگالیں......!!

دوسری بات یہ کہ آپ اپنے خطوط یا تحاریر شائع نہ ہونے پر غصہ ضرور کیا کریں مگر تھوڑا تھوڑا۔ اب یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ آپ ہمیں قیامت والے دن لائن حاضر کرنے کی دھمکیاں دیں۔ جیسا کہ ایک موصوف نے اس بار خط بھیجا تو شائع نہ کرنے پر اپنی سیاہی اور صفحات کا حساب مانگنا شروع کر دیا (ویسے ان کا خط اس دفعہ شائع ہو چکا ہے)۔ خیر ہماری ٹوکری اور آپ کا جھگڑا تو شاید آخر دم تک جاری رہتا ہے۔ اس لیے اس بحث کو یہیں تک محدود رکھتے ہیں۔ کیا خیال ہے......؟؟

سب سے اہم بات آپ سے یہ کرنی ہے کہ عید قربان بس آنے ہی والی ہے۔ آپ بھی یقیناً اس کی تیاریوں میں مگن ہوں گے۔ اس دوران اس بات کا ضرور خیال رکھئے گا کہ اس عید کا مقصد صرف جانوروں کی قربانیوں اور ان کے گوشت سے بنی نئی نئی ڈشز کو کھانا ہی نہیں بلکہ یہ عید ہمیں اسلام کے لیے قربانی کا درس دیتی ہے۔ یہ ہمیں سیرت ابراہیم ؑ و اسماعیل ؑ سے سبق حاصل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے پر ابھارتی ہے۔ جس طرح ابراہیم ؑ نے ہر مصیبت کو اللہ کے لیے جھیلا مگر اللہ کے دین کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اسی طرح ہمیں بھی لوگوں کی باتوں' ان کی ڈانٹ ڈپٹ حتّٰی کہ مار کو بھی برداشت کر لینا ہے مگر اسلام کے کسی عمل سے پیچھے نہیں ہٹنا۔ لوگوں تک اور اپنے گھر میں مسلسل اسلام کی دعوت پہنچانی ہے۔ چاہے آپ کی عمر کم ہے مگر آپ کے حوصلے اسماعیل ؑ کی طرح بلند ہونے چاہئیں۔ کل کو اللہ کا دین ہم سے کسی بھی قسم کی قربانی مانگتا ہے تو ہمیں اسماعیل ؑ کی طرح صبر کرنے والوں میں اپنا شمار کروانا ہے تاکہ کل کو ہم بھی انبیاء' صالحین اور شہداء کے ساتھ جنتوں میں قیام کر سکیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

ایڈیٹر روضۃ الاطفال

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے خراب چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔'' (البقرۃ: 267)

(اسامہ سلہری، فیصل آباد)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حلال کمائی سے ایک کھجور برابر بھی خیرات کی اور اللہ تک حلال کمائی کی خیرات پہنچتی ہے تو اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کر لیتا ہے اور خیرات کرنے والے کے لیے اسے اس طرح بڑھاتا رہتا ہے جیسے کوئی تم میں سے اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے' یہاں تک کہ وہ (خیرات) پہاڑ برابر ہو جاتی ہے۔'' (صحیح مسلم)

(علی سفیان سلہری۔ فیصل آباد)

ایڈیٹر
عبدالرحمٰن

خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

ہر پھول کی اپنی خوشبو اور مہک ہے لیکن جو گلاب ہے اس کا اپنا ہی امتیاز ہے۔ نبی تو سارے ہی اعلیٰ وارفع ہیں لیکن جو مرتبہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا ہے اس کا اپنا ہی مقام ہے۔ جس طرح ساری امتوں میں سے یہ امت افضل ہے' اسی طرح سب نبیوں میں سے ہمارے نبی ﷺ افضل ہیں۔

پیارے بچو! رسول اللہ ﷺ کو اللہ رب العزت نے تمام جہانوں کا نبی بنا کر' رحمت اللعالمین کا لقب دے کر بھیجا۔ انسانوں کے لیے' جنوں کے لیے' عورتوں کے لیے' مردوں کے لیے اور حتیٰ کہ جانوروں کے لیے بھی نبی ﷺ رحمت بن کر آئے اسی لیے جانور بھی اپنی شکایات لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا ایک پہلو بچوں کے لیے نبی بن کر آنا بھی ہے۔

ہم اپنی بات کا آغاز نبی اکرم ﷺ کے پیارے فرمان سے کرتے ہیں' اس کو آپ ﷺ کے پیارے صحابی جنہوں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کے فرائض سرانجام دیئے نے بیان کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہمارے چھوٹے (بچوں) پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی)

محبت کا ایک اور منظر ملاحظہ کیجیے۔ یہ منظر کشی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں۔ ابوداؤد کتاب الادب ہے۔ اقرع بن حابس (جو ایک عرب سردار تھا) اس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ننھے حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں۔ اقرع کہنے لگے: میرے دس بچے ہیں' میں نے ان میں سے کبھی کسی ایک کو بھی نہیں چوما۔ تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

صحیح مسلم کتاب الفضائل کے الفاظ ہیں کہ: ''اللہ نے تیرے دل سے محبت ورحمت نکال دی ہے تو میں (محمد ﷺ) کیا کر سکتا ہوں؟''

رسول اللہ ﷺ کی نرم دلی کے کیا کہنے۔ کسی بچے کو تکلیف میں دیکھتے تو اس کا دل بہلانے کی کوشش کرتے تاکہ بچہ اپنی تکلیف کو بھول جائے۔ ابوداؤد کتاب الادب میں ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے..... میرا ایک چھوٹا بھائی جس کی کنیت ''ابو عمیر'' تھی' اس نے ایک چڑیا رکھی ہوئی تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اچانک وہ چڑیا مرگئی۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو ابو عمیر کو غمناک دیکھا اس پر آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا ابو عمیر کو کیا ہوا؟

گھر والوں نے بتایا کہ اس کی سرخ رنگ کی چڑیا مرگئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ابو عمیر کو خوش کرنے کے لیے کہنے لگے: ''اے ابو عمیر! کیا کر گئی تیری چڑیا'' اس طرح

بچوں سے محبت

سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

راشد علی

رسول اللہ ﷺ دل لگی فرماتے۔

عزیز بچو! ہمارے پیارے نبی ﷺ ایک حکمران' ایک کمانڈر' ایک نبی ہونے کے ساتھ ساتھ شفقت کرنے والے رحم دل باپ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ جہاد کے لیے مدینے سے باہر سفر پر تشریف لے جاتے۔ واپسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ شہر سے باہر آتے اور آپ ﷺ کی طبیعت کے رجحان کو سامنے رکھتے ہوئے بچوں کو آگے کرتے.......!!

صحیح مسلم اور ابوداؤد کتاب الجہاد میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہم بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا جاتا' جس بچے کے ساتھ آپ ﷺ کا پہلے استقبال کیا جاتا' آپ ﷺ اسے اپنے آگے بٹھا لیتے۔ چنانچہ میرے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے (اپنی سواری) پر آگے بٹھا لیا۔ پھر حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو اسی طرح (تینوں ایک سواری پر) تھے۔

پیارے بچو! آج دنیا بھر میں جب کوئی سربراہ مملکت یا اہم شخصیت کا استقبال کیا جاتا ہے تو عموماً ایک یا زیادہ بچوں کے ہاتھوں میں گلدستے پکڑا کر استقبال کیا جاتا ہے۔ دنیا نے یہ انداز ہمارے پاک پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے سیکھا ہے۔

بچوں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ دوران نماز بھی اس کے مظاہرے دیکھنے کو ملتے۔ نسائی شریف میں ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں:

''حسب دستور ہم مسجد میں بیٹھے ظہر یا عصر کی نماز کے منتظر تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ امامہ ننھی سی بچی تھی' جسے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے کندھے پہ اٹھایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ مصلے پر کھڑے ہوگئے۔ بچی آپ ﷺ کے کندھے پر ہی تھی۔ آپ ﷺ جب رکوع میں جانے لگتے تو اسے نیچے بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو امامہ کو اٹھا لیتے۔ آپ ﷺ نے اسی طرح نماز مکمل کی اور دوران نماز آپ ﷺ ننھی امامہ کو اٹھاتے اور بٹھاتے رہے۔

یہ ہے رسول اللہ ﷺ کے انداز۔ جبکہ آج ہمارے مسلمان معاشرے میں بھی بعض اوقات بیٹیوں کا پیدا ہونا ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے محبت وشفقت کا اظہار کر کے دنیا کو ایک پیغام دیا کہ بچہ ہو یا بچی نبی کریم ﷺ کی محبت سے کوئی بھی محروم نہیں۔

پیارے بچو! آیئے! حضور اکرم ﷺ کی محبت کا ایک اور نظارہ آپ کو کرائیں۔ یہ نظارہ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد' کتاب الصلوۃ میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ابا جان حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ ہم لوگوں کو جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس دوران ننھے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آگئے۔ دونوں بچوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں اٹھکیلیاں کر رہے تھے' کبھی گرتے' کبھی اٹھتے (آپ ﷺ کی جانب جا رہے تھے)۔ نبی پاک ﷺ نے دیکھا تو منبر سے اتر پڑے۔ دونوں بچوں کو تھاما اور منبر پر لے گئے' وہاں دونوں کو آغوش میں لیا اور فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے:

''بلاشبہ تمہارے مال اور تمہارے بچے ایک آزمائش ہیں۔'' (الانفال: 28)

چنانچہ میں نے ان دونوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ خطبہ دینا شروع کر دیا۔

یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک محبت بھرا پہلو۔

آپ ﷺ کی ساری زندگی ہی ہمارے لیے نمونہ ہے۔

پیارے بچو! آؤ ہم اللہ سے دعا کریں کہ اللہ رب العزت ہمیں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین



بچپن اِن شہیداوں کا

ابو موسیٰ محمد اسحاق شہیدؒ

(راوی: ام ولید حیدر، ہمشیرہ شہید۔ ازقلم: اخت میر طلال فاروق۔ پنڈ شہیداں گوندلانوالہ)

یہی تھا میرا مدعا یہی تھی میری آرزو
کہ در پہ تیرے جب گروں یہ جسم ہو لہو لہو

ہم اپنی اسلامی تاریخ کے جھروکوں سے جھانکیں تو ہمیں اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں تابندہ ستاروں کی طرح روشن نظر آئیں گی جنہوں نے اللہ کی خاطر اوراس کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور جنتیوں کے وارث بنے۔ ان شاء اللہ۔

تاریخ اسلامی کا یہ قربانیوں کا چلتا ہوا سلسلہ آج کے دور کے نوجوان بھی دہرا رہے ہیں۔ میں جس شہید بھائی کا تذکرہ کرنے لگی ہوں، وہ بھی آج کے دور کا ایک عظیم مجاہد تھا۔

شہید بھائی کی ہمشیرہ بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے اوپر بڑا احسان تھا کہ ہمارا گھر شیطانی خرافات (ٹی وی، وی سی آر، وغیرہ) سے پاک تھا۔ وہ اس لیے کہ ہمارے والد محترم شروع سے ہی نماز روزہ کے پابند تھے۔ ابو موسیٰ شہید بھائی بچپن سے ہی دینی ماحول میں پلے بڑھے تھے۔ سلفی تربیت ہی کا اثر تھا کہ جب ان کی عمر تقریباً چھ سات سال تھی تو سخت سردی میں بھی ابو جان کے ساتھ نماز فجر مسجد میں ادا کرنے جاتے اور جب جمعہ کا دن ہوتا تو مسجد کی صفائی وغیرہ کا کام بھی انجام دیتے۔ پھر غسل کر کے نماز جمعہ (باقاعدگی سے) ادا کرتے۔ نماز کے اتنے پابند تھے کہ آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رات کو چاہے بارش برسی ہو اور صبح فجر کے وقت کافی سردی ہو مگر ابو موسیٰ بھائی نماز ادا کرنے مسجد میں ہی جاتے جبکہ امی جان کا اصرار ہوتا کہ گھر میں ہی نماز پڑھ لو مگر وہ کہتے لڑکوں کی (فرض) نماز گھر میں نہیں ہوتی۔

امی کہتی آپ ابھی چھوٹے ہو، چھوٹوں کی ہو جاتی ہے۔ مگر وہ بڑے خوبصورت انداز میں کہتے ''میں کوئی چھوٹا ہوں، اتنا بڑا ہوں''، تعلیم کا سلسلہ مقامی سکول سے ہی شروع کیا۔

بچپن سے ہی بہت ذہین تھے۔ قرآن کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ جاری تھی۔ بارشوں کے موسم میں اکثر فرمائش کرتے کہ گڑ والے چاول پکائیں۔ پھر ابو موسیٰ بھائی آم اور لیموں کے اچار کے ساتھ مزے سے نوش فرماتے اور ساتھ ساتھ کہتے ''امی جان! آج چاول کھانے کا بڑا مزہ آیا ہے۔''

رمضان میں روزے بڑے شوق سے رکھتے۔ ایک دفعہ رمضان میں میرے اور بھائی کے درمیان روزہ رکھنے کا مقابلہ ہوا۔ ہمارے دونوں کے روزے برابر برابر جا رہے تھے۔ اب بھائی ابو موسیٰ شہیدؒ نے سوچا کہ یہ تو روز روزہ رکھ لیتی ہے انہیں ایک شرارت سوجھی ایک دن امی سے کہا کہ اسے نہ اٹھائیں، امی جان نے نہ اٹھایا۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو میں نے اٹھ کر رونا شروع کر دیا (میری عمر اس وقت تقریباً دس سال اور بھائی کی گیارہ سال تھی) اس طرح وہ مجھ سے ایک روزہ آگے نکل گئے۔

میری اور بھائی ابو موسیٰ شہید کی ہر کام میں ضد ہوتی۔ ہر کام میں، میں آگے نکلنے کی کوشش کرتی مگر ہمیشہ وہی جیت جاتے۔ آج ان کی بیتی ہوئی ساری باتیں یاد آ رہی ہیں کہ واقعی وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔

سکول کے دور میں بھائی کہتے تھے کہ میں پائلٹ بنوں گا۔ انہیں پائلٹ بننے کا بہت شوق تھا۔ ابو موسیٰ شہیدؒ بھائی جذبۂ جہاد سے سرشار تھے۔ ہمارے والد محترم پاک آرمی میں تھے اور 1965ء اور 1971ء کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ابا جان جب فارغ ہوتے تو ہمیں جنگوں کے واقعات سناتے۔ ابو موسیٰ شہید جب ہندوؤں کی بزدلی کے واقعات سنتے تو کھلکھلا کر ہنستے۔

جب ابو موسیٰ بھائی نہم جماعت کے طالب علم تھے، اس وقت ہندوؤں نے کشمیر کے اندر چار سو سال سے بنی ہوئی بابری مسجد شہید کر دی۔ بھائی ابو موسیٰ کے کانوں میں بھی جب یہ آواز پہنچی کہ'' کافروں نے ہماری مسجد شہید کر دی ہے تو اس کے بدلے میں گوجرانوالہ کے شیرانوالہ باغ میں جو ہندوؤں کا مندر ہے، اس کو آج گرائیں گے۔ لہٰذا تمام مسلمان گوجرانوالہ پہنچ جائیں''، تو ابو موسیٰ بھائی بڑے ہی بے چین ہو کر اپنے گھر کی چھت پر چکر لگا رہے تھے۔ میں نے بھائی سے کہا کہ مسجدوں میں اعلانات ہو رہے ہیں۔ سب لوگ گوجرانوالہ جا رہے ہیں۔ آپ نے نہیں جانا، بھائی آپ بھی ضرور جائیے اور ان کا مندر گرا دیں تاکہ کافروں کو پتہ چل سکے کہ مسلمانوں کی مساجد کیسے شہید کرتے ہیں۔

تب بھائی ابو موسیٰ بڑے پُر عزم ہو کر بولے: میں گوجرانوالہ نہیں جاؤں گا۔ اب میں ان شاء اللہ وادی میں جا کر ان ہندوؤں کو کاٹوں گا جنہوں نے ہماری مسجد شہید کی ہے اور ہماری کشمیری ماؤں، بہنوں کے دوپٹے اتارے اور ان کی عزتیں تار تار کیں۔

بھائی کا وہ جذبہ قبول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بدلے کا موقع دیا۔ اللہ کے فضل سے تقریباً ساڑھے تین سال کا عرصہ وادی میں کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہندوؤں کو سبق سکھایا اور پھر ایسا مرحلہ بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں غازی ہونے کا موقع بھی دیا۔ کچھ عرصہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارا اور اس دوران ان کی شادی بھی ہوئی اور وہ ایک خوبصورت بچی کے باپ بن گئے۔ لوگ سوچتے تھے کہ اب وہ یہیں رہیں گے مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جلد ہی دوبارہ وادی کشمیر کے مرغزاروں میں ہندوؤں سے نبٹنے چلے گئے۔ 9 ماہ وادی میں گزارے، اس دوران ابو موسیٰ بھائی نے بڑے معرکے لڑے اور پھر ایک معرکے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کی موت سے نواز دیا۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام شہید بھائیوں کی شہادت قبول فرمائے۔ آمین

ختم کی اور آج جو یہ سرحدوں کو ختم کرنے کی باتیں کرتے ہیں، امن کی آشا کا راگ الاپ رہے ہیں، وہ سن لیں جب تک ہم قیام پاکستان کے بڈھے زندہ ہیں ان کا یہ خواب پورا نہ ہوگا۔ ان شاءاللہ

عمر فاروق ارشد۔ فورٹ عباس

ہندوؤں سے دو ہاتھ

قیام پاکستان کی ہر داستان ہندو کی مکاری سے شروع ہو کر ہندو کی مکاری پر ہی ختم ہوتی ہے۔۔۔۔۔ الحمدللہ! میرے دادا جی ایسی شخصیت ہیں جو کہ بانی پاکستان کے جلسوں میں شرکت کرتے تھے۔ اگرچہ وہ اس وقت نوعمر لڑکے تھے۔ تاہم جب ایک طویل جدوجہد کے بعد پاکستان حاصل ہوا تو ہجرت کے وہ دردناک واقعات انہیں بخوبی یاد ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ جب پاکستان بننے کا اعلان ہوا تو سارے گھر میں ایک بے قراری سی پھیل گئی۔ وطن ملنے کی خوشی بھی اپنا گھر چھوڑنے کا غم بھی تھا۔

ہمارے گاؤں میں ہندوؤں کی بھی خاصی تعداد آباد تھی۔ گاؤں کے مسلمانوں کا اجلاس ہوا تو ہندو بھی آ گئے۔ انہوں نے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور کہا کہ آپ یہاں ہی رہیں۔۔۔۔۔ ہم بھائی بھائی ہیں۔ مسلمانوں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور گاؤں نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

میرے دادا جی کہتے ہیں کہ شاید 25 اگست یا کوئی اور تاریخ تھی۔ جب گاؤں میں ماردھاڑ کی آوازیں آنے لگیں۔۔۔۔۔ ابھی ہم اپنے والد صاحب کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کر کے آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ ہندوؤں نے حملہ کر دیا ہے۔ اسی وقت ایک لڑکا دوڑتا ہوا آیا اور کہا' بھائی جان' جلدی سے گاؤں کی پچھلی طرف آ جائیں' قافلہ تیار ہے؟ ابو نے مجھے اٹھایا' چھوٹی بہنوں کو امی نے اٹھالیا' حالانکہ میں اچھا خاصا بڑا تھا۔ پھر بھی والد صاحب نے مجھے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔۔۔۔۔ پچھلی طرف نمبردار کافی لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے اور ساتھ ہی ان کا ہندو ملازم رام چند بھی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ بولے' دیکھ لو بھائیو! رام چند نے نمک حلال کر دیا۔ اس کے بعد قافلہ تیزی سے روانہ ہو گیا۔ رام چند راہنمائی کر رہا تھا۔ اس نے حملے کی پیشگی اطلاع دی تھی۔ رشید پہلوان بھی ساتھ تھا۔ اس کے ساتھ ہندوؤں کو بہت بیر تھا۔ نمبردار نے بتایا کہ گاؤں میں ہندو رشید کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

رشید نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا نمبردار صاحب آپ مجھے زبردستی لے آئے' ورنہ میں ان کو چھٹی کا دودھ یاد دلاتا۔ رشید کے ہاتھوں میں نے بہت سے ہندوؤں کو مار کھاتے کئی مرتبہ دیکھا تھا۔ رام چند نے گھور کر رشید کو دیکھا۔۔۔۔۔ اسی لمحے جب ہم ایک ٹیلہ عبور کر کے نشیب میں اترے تو' رام رام اور ست سری اکال کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ میں نے دیکھا کہ رام چند نے نمبردار کی طرف چھلانگ لگائی اور انہیں دبوچتا ہوا ایک طرف لڑھک گیا۔ نمبردار کی بس اتنی آواز مجھے سنائی دی' رام چند' نمک حرام' ذلیل انسان' ہندوؤں نے لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ رشید نے عورتوں اور بچوں کو مردوں کے عقب میں کر دیا۔۔۔۔۔ ایک بلوائی کا برچھا اس کے ہاتھ میں لگا تو پھر اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے۔ رشید کے پاس ہتھیار دیکھ کر قافلے کے مردوں کے حوصلے بڑھ گئے۔

ساتھیو! رشید کا ذکر کرتے ہوئے داداجی کے لہجے میں جو مٹھاس اور پیار تھا وہ بیان سے باہر ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا' مجھے رشید کا سرخ چہرہ آج بھی اچھی طرح یاد ہے۔ بیٹا! اس نے ہندوؤں کی لاشیں بچھا دیں۔۔۔۔۔ جو ہندو گرتا مسلمان اس کا ہتھیار اٹھاتے اور لڑائی میں شامل ہوتے جاتے۔۔۔۔۔ جو مارنے آئے تھے وہ مر رہے تھے۔ اس سے زیادہ کی بزدل ہندوؤں میں تاب نہ تھی جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ داداجی کہتے ہیں کہ اس سے آگے کا سفر ہمارا بخیر و عافیت گزرا لیکن دوسرے مسلمانوں کے لٹے پھٹے قافلے' ادھڑے جسم' لاشوں کے ڈھیروں پر سے گزر کر ہی آنا پڑا۔ اپنی دھرتی پر قدم رکھتے ہی سجدے میں گر پڑے۔

ساتھیو! داداجی نے اپنی لاٹھی کو لہراتے ہوئے اپنی بات

آزادی کی خاطر

1- دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے' ان میں بیشتر تعداد بچوں اور عورتوں کی تھی۔

2- ایک کروڑ مسلمانوں کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور وہ پناہ لینے کے لیے پاکستان میں ہجرت کر کے آ گئے۔ یہ سارے پنجاب اور سندھ میں پہنچے۔

3- 90 ہزار مسلمان عورتوں کو اغوا کر کے ان پر مجرمانہ حملے کیے گئے۔

4- بہار' مدراس اور بمبئی سے 10 لاکھ مسلمانوں کو زبردستی ان کے گھروں سے نکالا گیا۔

5- کپورتھلہ کی غیر مسلم ریاست میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بہت زیادہ تھا۔ یہ ریاست کی کل آبادی میں 68 فیصد تھے۔ ان کے قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ آج اگر آپ کپورتھلہ جائیں تو آپ کو وہاں ایک بھی مسلمان نظر نہیں آئے گا۔

6- پٹیالہ' فریدکوٹ' جند' نابھہ اور شملہ کی پہاڑیوں کی ریاستوں سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔

7- صرف پٹیالہ میں 25 ہزار مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا۔

8- بمبئی' سی پی' یوپی' بہار' مدراس اور ریاست میسور میں بھی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔

9- دہلی تو مسلمانوں کی موت کا گھر بن گیا۔

لاتعداد تاریخی مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور انہیں مندروں میں تبدیل کر دیا گیا۔

یہ ان دلخراش واقعات کی ایک جھلک ہے جو آزادی کی خاطر امت مسلمہ نے برداشت کیے۔ اب یہ سوچنا ہمارا کام ہے کہ کیا ان قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والے ملک کو ہم نے مستقبل کے لیے ناقابل تسخیر بنا لیا ہے یا نہیں اور یہ کہ جن مقاصد کے لیے ہم نے یہ قربانیاں دی تھیں' وہ کس حد تک حاصل کیے گئے ہیں۔

محسنہ' لاہور

یومِ آزادی اور 27 رمضان

دن' سال' مہینے' لمحے سب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ جیسے انسان' حیوان' فرشتے' جن' پرند اور چرند سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ شہد کی مکھی بھی اسی کی تخلیق اور بھنور ابھی اسی کا پیدا کردہ لیکن ان تخلیقات کے مدارج مختلف ہیں۔ اسی طرح دنوں اور مہینوں کے درجات میں بھی فرق ہے۔

ہمارا پیارا وطن 27 رمضان المبارک کو ہی معرض وجود میں آیا۔

یہ کوئی فرضی تاریخ نہیں اور نہ آپ اسے کوئی اتفاقی حادثہ کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کی تخلیق کی تحریک کا آغاز کیا تو قوم مسلم کا ایک ہی نعرہ تھا ''پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ'' پھر امت مسلمہ خواب غفلت سے بیدار ہوئی' انگڑائی لی اور لا الہ الا اللہ کے لیے یعنی پاکستان کے لیے کٹ مرنے پہ تیار ہوگئی۔ اس جذبہ کو آپ انیسویں صدی کا ایک معجزہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ صرف دس سال میں تحریک آزادی گلی گلی' کوچہ کوچہ' قریہ قریہ یوں پھیلی کہ ہندوستان کا کونہ کونہ ''لے کے رہیں گے پاکستان' بن کے رہے گا پاکستان' پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ'' کی دھوم پڑ گئی۔

اس کلمہ کی گونج میں کاروبار قربان کیے۔ اپنا مال' جان' عزت وآبرو سب کچھ قربان کر دیا۔ ان میں کود نے نہائے بچے بوڑھے' مائیں' بہنیں' بیٹیاں ان طوفانوں میں ڈبو دیے۔ ننھے معصوم نیزوں کی انیوں پر چڑھا دیے۔ ہندو مہاشے ماؤں کی گودوں سے بچے چھینتے اور برچھی کی نوک پر چڑھا دیتے۔ بچے کی چیخ ابھرتی اور ماں پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگا دیتی۔

اف میرے اللہ! کتنا دردناک منظر ہوگا؟ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت (پاکستان) معرض وجود میں آئی۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ یہ دن 17 اکتوبر کو یکم جنوری کو 22 مارچ کو 4 اپریل کو کسی بھی دن لا سکتا تھا لیکن جس دن یوم آزادی کا سورج طلوع ہوا' پاکستان کی تخلیق کا اعلان ہوا تو وہ رمضان المبارک کی 27 تاریخ تھی اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ کیا خوبصورت' پاکیزہ تقدس میں نہائی ہوئی تھی۔ لیلۃ القدر کی پاکیزگی سے دھلی صبح نمودار ہوئی۔ مسلمان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھنے والے اس پر کٹ مرنے والے' پاکستان کی خاطر سب کچھ قربان کرنے والے' ایک صدی سے عید محکوماں کی عید منانے والے جھوم اٹھے اللہ اکبر کے نعروں سے گونج پڑ گئی۔ کیا آپ اس کو ایک اتفاقی امر کہہ دیں گے۔

برصغیر کی پوری امت مسلمہ اور عالم اسلام کے مسلمانوں کی نگاہوں کا محور ہندوستانی جس دن پہلے پاکستان بنا۔ وہ پہلا دن ہی کتنا حسین' کتنا پاکیزہ' کتنا پیارا' کتنی بڑی عید تھی۔ یقیناً روح ایمان لذت ایمان سے سرشار ہوگئی ہوگی۔ لوگ ہندوستان کے بت کدے سے ہجرت کر کے پاکستان سفر ہجرت کرنے لگے۔ اس سفر ہجرت میں جو دنیائے اسلام کی سب سے بڑی ہجرت تھی۔ کیا کچھ نہ دیکھا ہوگا' کیا کچھ نہ برداشت کیا ہوگا۔ وہ واقعات جن کی آنکھوں کے سامنے گزرے' ان میں ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں' ان سے وہ داستان ہجراں' وہ داستان مجبوراں' وہ داستان بے کساں پوچھو۔

تڑپتے' سسکتے' بلکتے لوگوں کی چیخوں کو سننے کے لیے اپنے کانوں سے غفلتوں اور دوریوں کے پردے ہٹا کر سن لو۔ چیخیں نہ نکل جائیں تو ہمارا گریبان حاضر ہے۔

ہماری نئی نسل جس طرح 14 اگست کو شتر بے مہار ہو کر پوری ملت اسلامیہ کے لیے وبال جان بن جاتی ہے' ایسا نہ ہوتا یقیناً ایسا نہ ہوتا۔ بگڑے ہوئے نوجوان اپنی بہنوں کے سروں سے دوپٹے نہ اتارتے۔ موٹر سائیکلوں کے سائیلنسر نکال کر نیندیں حرام نہ کرتے۔ ایک پہیے پر موٹر سائیکل چلاتے ہوئے ایک ہی دن میں ایک شہر سے نو نو جنازے نہ اٹھتے اور یوں موت کی آغوش میں نہ جاتے۔ امت مسلمہ! اٹھو ہوش میں آؤ! اگر مزید ہلاکتوں سے بچنا چاہتے ہو' مزید ذلتوں سے بچنے کی آرزو ہے تو پہلے دن کی رکھی ہوئی ٹیڑھی اینٹ رکھنے پر ندامت ہو۔ تو اس اینٹ کو اکھاڑ پھینکو۔

آؤ! پیچھے لوٹ چلیں۔ پھر اس طرح 27 رمضان المبارک کے مقدس لمحات کو اپنا یوم آزادی قرار دے لو۔ سجدوں سے پیشانیاں آباد کر لیں۔ اپنے بچوں کو بتائیں کہ عید آزاداں اور عید محکوماں میں کیا فرق ہے اور آزاد ہو کر غیروں کی غلامی کا پٹہ پہن کر جینا کیسا ہے اور محمد ﷺ کی غلامی کا ہار پہن کر جینا کیسا ہے۔ ایک طرف پاکیزگی ہے' تقدس ہے' معصومیت ہے' دوسری طرف شیطانیت ہے' ابلیسیت ہے۔ دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو۔

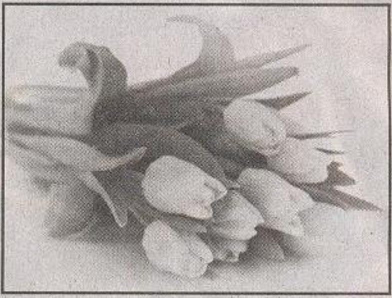
قاریہ ام حبیبہ۔ ڈیرہ راجگان چکوال

مسلمان بچوں کا قتل

دہلی میں ہندوؤں نے 30 اگست کو یوم شہداء منانے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے "جے بھارت" کے نام سے ہزار ہا پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کیے ان کا مضمون یہ تھا۔

''30 اگست 1947ء کو مت بھولیں۔ یہ ہمارے شہداء کا دن ہے۔ اس دن کی ابتداء مسلمان بچوں اور عورتوں کے قتل سے شروع کی جائے۔ مسلمانوں کے گھروں پر زبردستی قبضہ کر لو۔ مسلمان محلوں کو آگ لگا دو' مگر اتنا خیال رہے کہ آگ ہندو یا سکھوں کے محلوں تک نہ پھیلنے پائے۔''

اشفاق مجاہد۔ موڑ ایمن آباد



سچ

☆ سچائی سے قلبی آزادی ملتی ہے۔

☆ دنیا میں جو چیز سب سے کم ہے وہ سچائی اور امانت ہے اور جو سب سے زیادہ ہے وہ جھوٹ اور خیانت ہے۔

☆ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق وفجو ہے اور فسق وفجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔

☆ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ اور سچ تمام برائیوں کا علاج ہے۔

☆ جب انسان صادق ہو تو نیک کام کرنے سے پہلے ہی اس میں لذت پاتا ہے۔

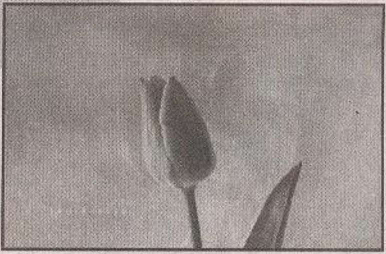
☆ ہمیشہ سچ بولو تاکہ تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

(سائرہ اعجاز۔ گاؤں لالے کے تحصیل پسرور)

پھول بکھیرے خوشبو

☆ کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں وقت ضائع مت کرو بلکہ اس کی خوبیوں کو اپنانے کی کوشش کرو۔

☆ خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے لیکن سیرت قبر تک جاتی ہے۔



☆ جب جسم موت کے لیے ہی ہے تو راہِ حق میں شہید ہونا سب سے بہتر ہے۔

☆ اس دن پر آنسو بہاؤ جو تم نے بغیر نیکی کے گزار دیا۔

☆ گناہ اتنا کرو جتنا تم میں عذاب سہنے کی طاقت ہے۔

☆ زبان کے خنجر سے کسی کو زخمی مت کرو۔

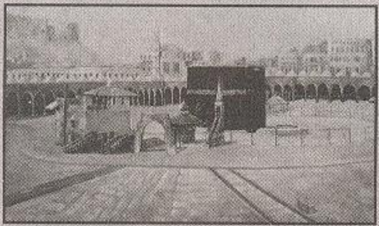
☆ قلم، قدم اور قسم زندگی میں ہمیشہ سوچ سمجھ کر اٹھانا۔

(ملک محمد لقمان۔ چک 153/GB ٹوبہ)

شجر سایہ دار

اے استاد عظیم ہے تو باوقار ہے تو
جہالتوں کی دھوپ میں شجر سایہ دار ہے تو
کیسے بیاں ہو تیری یہ عظمتیں نرالی
ظلمت کے دور میں اک رنگین بہار ہے تو
تیرا درجہ بلند ہے قرآن و حدیث میں
فرمان خدا ہے لوگوں واسطے صاحب کردار ہے تو
خود اس کی تصدیق میرے نبی ﷺ برحق نے
معلم ہوں تمہارے لیے ذی وقار ہے تو

(خوشنود کوثر)



فضیلت حج

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کسی حج کرنے والے سے تمہاری ملاقات ہو تو اس کے اپنے گھر جانے سے پہلے اس کو سلام کرو اور مصافحہ کرو اور اس سے مغفرت کی دعا کے لیے کہو۔ کیونکہ وہ اس حال میں ہے کہ اس کے گناہوں کی مغفرت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس لیے اس کی دعا کے قبول ہونے کی خاص توقع ہے۔

(فاطمہ بنیامین۔ 202 مراد ڈاہرنوالہ)

پسندیدہ شعر

مقصد انسان اپنی زندگی کا بھول گیا
محمد ﷺ کی سنت کا فرمان بھول گیا
اغیار کی تہذیبیں سب اپنائے ہوئے ہیں
اپنے اسلام کا طریقہ ذیشان بھول گیا
بد نصیبی طفیل اس کی کہاں تک بیان کروں
یہ بے چارہ خود ہی اپنی پہچان بھول گیا

(حفصہ۔ پاکپتن)



سنہرے اقوال

☆ ہمت ہارنا، ناکامی کی طرف پہلا قدم ہے۔

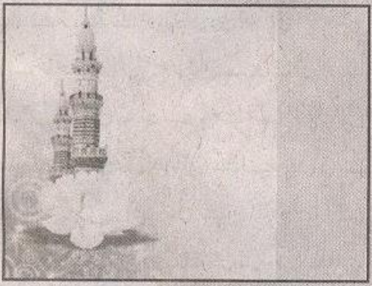
☆ مصافحہ کیا کرو، مصافحہ دل کی دشمنی کو روکتا ہے۔

☆ احسان کا بدلہ ادا نہ کر سکو تو زبان سے شکریہ ضرور ادا کرو۔

☆ بزدل جان بچانے اور بہادر جان لڑانے کو پسند کرتا ہے۔

☆ مصائب میں مبتلا شخص ہی کھوٹے اور کھرے درست پہچان کر سکتا ہے۔

(عبدالرحمن۔ 202 مراد ڈاہرنوالہ)



صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ

1- بدر کے معرکے میں 14 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔
2- احد کے میدان میں 70 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔
3- غزوہ حنین میں 19 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔
4- حدیبیہ کے مقام پر 7 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔
5- خندق کی جنگ میں 4 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔
6- خیبر کے معرکے میں 16 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔
7- آپ ﷺ کی زندگی میں 256 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔
8- خلافت راشدہ کے دور میں 27000 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ دنیا کا اعلیٰ ترین دور ہے۔ جو تقریباً 110 ہجری کو آخری صحابی رسول ﷺ ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کی وفات پر ختم ہوا۔

(عابد صدیق۔ چشتیاں)

قربانی کی حقیقت

اس بے آب وگیاہ وادی میں وہ دونوں نفوس اکیلے تھے۔ جہاں تک نگاہ جاتی کوئی ذی روح نظر نہ آتا۔ دائیں بائیں کی پہاڑیوں پر بھی زندگی کے کوئی آثار موجود نہ تھے۔

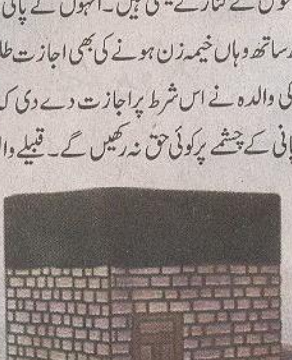
چھوٹے سے دودھ پیتے بچے اور اس کی والدہ کے پاس خوراک کے نام پر کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا مشکیزہ تھا۔ مگر وہ بھی آخر کتنے دن تک کام آتا......!! دن ایک ایک کر کے گزرتے گئے اور کچھ ہی دن بعد پانی ختم ہوگیا۔ ماں کے ساتھ ساتھ اس معصوم جان کے ہونٹ بھی سوکھنے لگے۔ حلق پیاس کی شدت کے باعث خشک ہوگیا۔ ماں سے یہ حالت دیکھی نہ گئی اور ماؤں سے اپنے بچوں کی بے چینی بھلا دیکھی بھی کب جاتی ہے......!! وہ فوراً اٹھیں اور قریب موجود پہاڑی پر چڑھنے لگیں۔ پہاڑی کے اوپر پہنچیں تو پوری وادی میں نظر دوڑائی کہ شاید کوئی انسان نظر آجائے یا کم از کم پانی کے کچھ آثار ہی مل جائیں۔ مگر وہاں نہ کوئی انسان نظر آیا اور نہ ہی پانی۔ وہاں سے واپس اتریں مگر بچے کی بے چینی کا سوچ کر اگلی پہاڑی پر چڑھ دوڑیں۔ وہاں بھی کچھ نہ مل سکا تو دوبارہ پہلی پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ یوں پہلی سے دوسری اور دوسری سے پہلی پہاڑی پر سات چکر لگائے لیکن کچھ حاصل نہ ہوسکا۔

ساتویں چکر میں جب دوسری پہاڑی پر پہنچیں تو اچانک انہیں کوئی آواز سنائی دی۔ غور سے سنا تو آواز دوبارہ آئی مگر کوئی نظر نہ آیا۔ مگر آواز اتنی واضح تھی کہ اسے جھٹلایا نہ جاسکتا تھا۔ فوراً بولیں ”(جو کوئی بھی ہے مگر) تو نے آواز سنادی ہے اگر تو مدد کرسکتا ہے (تو ہماری مدد کر)۔“

اس پکار کے چند لمحے بعد اچانک انہیں ایک فرشتہ نظر آیا جو ان کے بیٹے کے قریب ہی موجود تھا۔ اس فرشتے نے کچھ ایسا کیا کہ زمین سے پانی کا ایک چشمہ سا ابل پڑا۔ انہوں نے فوراً اس چشمے کو حوض کی شکل دینا شروع کی اور پانی چلو میں بھر بھر کر مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ یوں وہ پانی بہنے کی بجائے ایک حوض کی شکل اختیار کر گیا۔ انہوں نے خود بھی سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے بیٹے کی پیاس کو بھی ختم کیا۔

دن گزرتے گئے اور کچھ عرصے بعد ایک قافلے کا وہاں سے گزر ہوا۔ بنوجرہم کا وہ قافلہ یا خاندان کداء کی طرف سے آیا اور اس وادی کے نشیبی علاقے میں ٹھہرا۔ انہوں نے خود سے کچھ ہی فاصلے پر ایک بلند ٹیلے کے اوپر ایک پرندے کو اڑتے دیکھا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ پرندہ تو پانی کے اوپر پرواز کرتا ہے اور پانی یہاں کیسے آگیا......؟؟

کیونکہ کچھ عرصہ پہلے جب وہ یہاں سے گزرے تھے تو یہ پرندہ انہیں نظر نہ آیا تھا اور نہ ہی پانی کے کہیں آثار دکھائی دیئے تھے۔ انہوں نے اپنے دو آدمی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے بھیجے۔ وہ آدمی ٹیلے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خاتون اپنے بچے سمیت پانی کے ایک حوض کے کنارے بیٹھی ہیں۔ انہوں نے پانی لینے کے ساتھ ساتھ وہاں خیمہ زن ہونے کی بھی اجازت طلب کی۔ بچے کی والدہ نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ وہ لوگ اس پانی کے چشمے پر کوئی حق نہ رکھیں گے۔ قبیلے والوں نے یہ شرط قبول کر لی اور اس طرح وہاں پر کئی خاندان رہنے لگے۔



پیارے بچو! یہ واقعہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کئی طرح کی آزمائشوں سے گزارا۔ ان میں سے ایک آزمائش یہ تھی کہ وہ اپنے بیٹے اور اس کی والدہ کو مکہ کی وادی میں چھوڑ آئیں، جہاں پانی تھا اور نہ ہی خوراک کا کوئی بندوبست۔ پھر اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش بھی تب ہوئی تھی جب ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے۔ جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 برس تھی۔ اس بڑھاپے میں تو اولاد کی قدر وقیمت بہت ہی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ رب العزت نے بھی ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کے لیے یہی وقت چنا۔ انہیں حکم ہوا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو مکہ میں چھوڑ آئیں۔ آپ علیہ السلام نے کمال اطاعت کا ثبوت دیتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ قرآن مجید میں یہ بات ان الفاظ میں مذکور ہے کہ:

”اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں، آپ کے عزت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار! تاکہ یہ نماز پڑھیں، سو آپ لوگوں کے دلوں کو ایسا کردیں کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو پھلوں سے رزق دیں تاکہ (آپ کا) شکر کریں۔“ (ابراہیم:13/74)

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہ قربانی اور دعا قبول کی اور اسماعیل علیہ السلام کے قریب ہی زمزم کا چشمہ جاری کردیا جس کی بدولت وہاں کی آبادی بڑھتی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طرح طرح کی نعمتوں سے

نوازا۔ جب اسماعیل علیہ السلام تھوڑے بڑے ہوئے اور اپنے والد محترم کا ہاتھ بٹانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر ایسی آزمائش ڈالی جس میں کامیاب ہونا کسی پیغمبر کی ہی خاصیت ہو سکتی تھی۔ اللہ رب العزت نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بڑھاپے کے سہارے جناب اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیں۔ انہیں خواب میں یہ حکم دیا گیا۔ نبی کا خواب چونکہ وحی کی ہی ایک صورت ہوتا ہے' اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے فوراً اس حکم پر عملدرآمد کی ٹھان لی۔ آپ علیہ السلام اپنے بیٹے کے پاس پہنچے اور اسے اپنے خواب سے آگاہ کیا۔ اسماعیل علیہ السلام نے ایک لمحے کے لیے بھی اللہ کے اس حکم سے نافرمانی کا نہ سوچا اور اپنے والد محترم سے کہنے لگے: ''ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے وہی کیجیے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔''

ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور انہیں ذبح کرنے کے لیے چل پڑے۔ باپ کے بھی علم میں ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے جا رہے ہیں اور بیٹا بھی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ وہ ذبح ہونے کے لیے جا رہا ہے۔ مگر کیا جذبۂ اطاعت ہے کہ دونوں اپنے رب کی فرمانبرداری میں چلتے جا رہے ہیں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں چھری چلا دی۔ اللہ رب العزت کو اپنے خلیل کی یہ ادا اتنی پیاری لگی کہ اللہ نے نہ صرف جنت کا ایک مینڈھا اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پہنچا دیا بلکہ قیامت تک ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت کو زندہ رکھا۔ ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی اس اطاعت گزاری نے انہیں اپنے رب کے اور زیادہ قریب کر دیا۔

آج بھی ہم جب قربانی کرتے ہیں تو اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی وہی قربانی ہے جو انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے دی۔ ہمارے لیے اس واقعہ میں کئی طرح کے اسباق پوشیدہ ہیں۔ سب سے بنیادی بات جو سیرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے اخذ کی جا سکتی ہے وہ اللہ رب العزت پر توکل ہے۔ جب کسی شخص کو اپنے رب پر کامل بھروسہ ہو تو اللہ رب العزت اسے ضائع نہیں کرتے۔ جب لوگ ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے ایک بہت بڑے الاؤ میں پھینکنے والے تھے تو تب بھی آپ کو اپنے رب پر مکمل اعتماد تھا۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

صحیح بخاری میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دعا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پڑھی جب انہیں آگ میں پھینکا گیا اور حضرت محمد ﷺ نے اس وقت پڑھی جب آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

''وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمہارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

(ال عمران:173)

اسی طرح دوسری اہم بات جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ رب العزت کی حد سے زیادہ فرمانبرداری کرنے والے اشخاص تھے۔ کسی بھی معاملے میں کتنی ہی بڑی قربانی دینے کا حکم ہو جائے' وہ کبھی پیچھے نہ ہٹتے۔ یہی چیز ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ' سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ' آل یاسر رضی اللہ عنہ کی زندگیاں ایسی ہی قربانیوں سے بھری پڑی ہیں۔ جو ہمیں بھی سبق دیتی ہیں کہ ہم زندگی کے کسی بھی موڑ پر ہر مشکل کو سہہ لیں مگر اسلام کے کسی عمل سے دستبردار نہ ہوں۔ مگر ہمارا ایمان شاید ابھی بہت ہی کمزور ہے۔ تبھی تو ہم اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کے لیے کبھی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں تو کبھی ذرا سی آزمائش آنے پر اللہ سے گلے شکوے شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام و صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہمیں یہی سبق دیتی نظر آتی ہیں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر اسلام کو ہمیشہ مضبوطی سے تھاما جائے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. (حم السجدہ:30)

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔''

اللہ ہمیں بھی ہمیشہ اسلام کے ہر عمل پر استقامت عطا کرے۔ آمین

(عبدالرحمٰن)

انداز حکمرانی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ...... وہ شخصیت ...... جنہیں تاریخ ثانی عمرؓ کے نام سے پہچانتی ہے۔ جنہوں نے اپنے کردار سے خلفۂ راشدین کی سیرت کو زندہ کیا......!

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ 26ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ فاروق اعظمؓ کی پوتی تھیں۔ آپؒ کی خلافت کے بعد کی زندگی عدل وانصاف اور صحابہؓ کی سی سیرت سے بھری پڑی ہے...... انہوں نے اپنے آپ کو ایک پکا' سچا مسلم حکمران ثابت کیا۔ آیئے! ان کے دورِ خلافت کے کچھ واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت تھا۔ مالِ فے (جو مسلمانوں کو کسی حملے میں بغیر لڑے مل جائے) سے وہ بالکل فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ ان کا وظیفہ بس اتنا ہی تھا جتنا ایک عام آدمی کے لیے بیت المال سے نکالا جاتا۔ وہ اپنی سابقہ زندگی والی ٹھاٹھ باٹھ کو خیر باد کہہ چکے تھے۔

ایک دن ابی زکریا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے۔

''امیر المومنین میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں''

''جی فرمایئے!'' عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے ہر گورنر کو تین تین سو دینار وظیفہ دیتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے......؟''

''میرا مقصد یہ ہے کہ اس دولت سے وہ خوشحال ہو جائیں اور انہیں خیانت کرنے کا خیال ہی نہ آئے'' عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا۔

''آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فوراً جواب دیا:

''میری تمام پرورش مالِ غنیمت سے ہوئی ہے' اس مال سے میں نے بہت کچھ کھالیا' اب میں دوبارہ مالِ غنیمت کو استعمال نہیں کروں گا۔'' یہ سن کر ابی زکریا خاموش ہو گئے اور مزید کچھ نہ کہہ سکے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک غلام تھا جو سخت سردی کے دنوں میں آپؒ کو گرم پانی لاکر دیتا اور وہ اس سے وضو کرتے۔ ایک دن انہوں نے اس غلام سے پوچھ لیا کہ ''تم یہ پانی کہاں سے گرم کر کے لاتے ہو؟''

غلام نے جواب دیا کہ ''میں یہ پانی مسلمانوں کے باورچی خانے کے آتش دان سے گرم کرتا ہوں۔''

انہوں نے کہا: ''تم میرے اعمال برباد کرواؤ گے۔'' اب جاؤ اور دیکھو کہ ایک لوٹا پانی کو گرم کرنے کے لیے کتنے ایندھن کی ضرورت پڑتی ہے؟ پھر ان تمام دنوں کا حساب کر کے اتنا ایندھن باورچی خانے میں جمع کروا دو۔''

ایک دفعہ سخت سردیوں کا موسم تھا' آپؒ نے غسل کے لیے غلام کو پانی لانے کا کہا! غلام پانی گرم کر کے لایا: آپ نے پوچھا!'' کہاں سے گرم کرلائے؟''

غلام نے جواب دیا: ''باورچی خانے سے۔''

آپؒ نے حکم دیا کہ ''پانی اٹھالو'' اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا ارادہ فرمایا۔

ایک شخص نے عرض کیا: ''امیر المومنین میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں' اپنی ذات پر رحم کیجیے' اگر باورچی خانے کا گرم شدہ پانی اپنے لیے جائز نہیں سمجھتے تو اس کی قیمت لگا کر بیت المال میں داخل کروا دیجیے۔'' آپؒ کو یہ تجویز پسند آئی چنانچہ آپؒ نے ایسا ہی کیا۔

خاندان بنی امیہ میں مسلمہ بن عبدالملک سب سے زیادہ مالدار اور کھانے پینے میں فضول خرچ تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کھانے پینے میں فضول خرچی کا قصہ پہنچا تو ایک دن ان سے فرمایا کہ کل صبح سویرے آپ کے پاس آئیں' گھر میں فرمایا کہ آج مسور کی دال کا ثرید بنایا جائے' اس کے علاوہ عمدہ قسم کا سالن تیار کیا جائے۔ مسلمہ صبح سویرے گئے اور دن چڑھے تک آپ کے پاس رہے' بھوک لگی تو اٹھ کر جانے لگے' حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو روک لیا اور فرمایا:

''ذرا تشریف رکھیے۔'' بیٹھے بیٹھے دوپہر ہوگئی' وہ پھر اٹھنے لگے تو فرمایا: ''ذرا تشریف رکھیے۔'' جب حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ اب یہ بھوک سے بے تاب ہو رہے ہیں تو کھانا منگوایا' مسور کی دال کا ثرید پیش کیا گیا۔ مسلمہ دیکھتے ہی اس پر جھپٹ پڑے اور یوں کھانے لگے جیسے کوئی بھوک سے مرا جاتا ہو' جب پیٹ بھرنے میں کچھ کسر باقی نہ رہی تو حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کھانا اٹھوا دیا اور عمدہ لذیذ اور بہترین کھانا طلب فرمایا۔ جب کھانا لایا گیا تو مسلمہ سے فرمایا:

''تناول فرمایئے'' کہنے لگے: ''میں سیر ہو چکا ہوں' اب اور گنجائش نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جب مسور کی دال کا ثرید بھی کافی ہو سکتا ہے تو کھانے میں فضول خرچی کرنے اور جہنم میں گھسنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد انہیں نصیحت کرنا اور ادب سکھانا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمہ نے اپنی پہلی حالت کی اصلاح کر لی۔

آپؒ کی زندگی کے یہ واقعات ہمارے حکمرانوں کے لئے بہت بڑا نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی ان جیسا انصاف کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(مدثر نوید)

فلسطینی بچہ

اک بچہ گم صم بیٹھا ہے
کسی سوچ میں الجھا لگتا ہے
شاید اس نے اپنے گھر کو
جلتے اور گرتے دیکھا ہے
اور اپنے باپ کے ماتھے پر
پھولوں کو کھلتے دیکھا ہے
بھائی کے خون کے دریا کو
مٹی میں ملتے دیکھا ہے
اور اپنی ماں کی چیخوں کو
شعلوں میں اٹھتے دیکھا ہے
یہ بچہ گم صم بیٹھا ہے
کچھ سہما سہما لگتا ہے
اس بچے کی معصوم نظر
جانے کس کی کھوج میں ہے
وہ سخت پتھریلی مٹی پر
بیٹھا ہے اور کچھ نیند میں ہے
اور نیند میں اس کو لگتا ہے
وہ اپنی ماں کی گود میں ہے

جویریہ سیف، بہاولپور

ذوشہادتین

ایک دفعہ
ایک بدوی شخص گھوڑی فروخت کرنے جارہا تھا۔ رستے میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ بزرگ نے گھوڑی خریدنے کی خواہش کی۔ بدوی اور بزرگ کا سودا ہوگیا۔ گھوڑی خریدنے والا رقم لینے آیا۔ بدوی آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اتنے میں کچھ اور لوگوں نے بھی گھوڑی کے بھاؤ لگانے شروع کردیے۔ پہلے سے زیادہ رقم ملنے کی وجہ سے بدوی کے دل میں لالچ پیدا ہوگیا۔ لالچ کے نشے نے بدوی کے لب ولہجے کو ہی تبدیل کردیا۔ بدوی نے بزرگ سے کہا کہ اگر آپ نے گھوڑی خریدنی ہے تو بات کریں ورنہ خوامخواہ میں میرا وقت ضائع نہ کریں۔ بلکہ آپ یہ سمجھیں کہ میں نے گھوڑی فروخت کردی ہے۔ بزرگ نے بڑے ہی شائستہ انداز میں کہا:

کیا میں نے آپ سے گھوڑی خریدی نہیں ہے۔

بدوی نے جواب دیا: اللہ کی قسم! آپ کو میں نے فروخت ہی نہیں کی۔

بزرگ نے کہا: کہ میں نے تجھ سے خریدی ہے۔

بزرگ اور بدوی کی یہ باتیں سن کر اور بھی مسلمان وہاں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ بدوی شخص یہ بات ماننے پر بالکل تیار نہ تھا کہ اس نے بزرگ کو گھوڑی فروخت کی ہے۔ اب بدوی نے نہایت عیاری سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی گواہ لاؤ جو یہ کہے کہ میں نے تم کو گھوڑی فروخت کی ہے۔ سارے لوگ بزرگ کی طرف دیکھنے لگے کیونکہ جب باہم سودا ہوا تو کوئی تیسرا شخص موجود ہی نہ تھا۔ ہجوم میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اے بدوی کہ تم نے اس بزرگ کو گھوڑی فروخت کی ہے۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں کہ گواہی دینے والا شخص اور وہ معزز بزرگ کون تھے؟

وہ معزز بزرگ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اور گواہی دینے والا آپ ﷺ کا صحابی خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

خزیمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو حالانکہ تم اس وقت موجود نہ تھے۔ خزیمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ جب ہم آسمان کی اطلاع سے آپ ﷺ کی صداقت کا اعتراف کرتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جو آپ ﷺ فرماتے ہیں ہم اس کی تصدیق نہ کریں۔ یہ بات سن کر سب مسلمان حیران رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا آج سے تمہاری گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے۔

خزیمہ رضی اللہ عنہ اور قرآن

دو گواہیوں والے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا قرآن سے بڑا گہرا رشتہ تھا۔ انہوں نے قرآن کا بیشتر حصہ اسی لہجے میں یاد کیا تھا جس لہجے میں رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن پاک کو جمع کرنے کا کام شروع ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا ہوا تھا کہ اس وقت کسی بھی فرد سے قرآن کا کوئی حصہ وصول نہیں کیا جائے گا جب تک دو گواہ گواہی نہ دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کافی حد تک اس فریضے کو سرانجام دیا۔ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کو جمع کرنے کا کام جاری رہا۔ انہوں نے بھی یہ اعلان کیا ہوا تھا کہ دو گواہوں کے بغیر قرآن کا کوئی حصہ، کوئی آیت قابل قبول نہیں ہوگی۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ ایک دن تشریف لائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ میں نے یہ دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن میں دو آیتیں نہیں لکھوائیں۔

فرمایا: کون سی؟

آپ رضی اللہ عنہ نے وہ آیتیں بتائیں۔

آیتیں سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس دفعہ دو گواہیاں طلب نہیں فرمائیں۔ اسی کی وجہ یہی تھی کہ آپ ﷺ نے ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ دو گواہیوں والے کا نام سے مشہور و معروف تھے ہر کوئی انہیں "ذوشہادتین" (یعنی دو گواہیوں والا) کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ انتہائی بہادر، حوصلہ مند اور ماہر تیرانداز تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر، احد اور دیگر کئی جنگوں میں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ فتح مکہ کے موقع پر بھی جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا تو اس وقت بھی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

(فیصل امین)

روضہ کوئز پروگرام

1- قرآن مجید میں کل کتنے فرشتوں کے نام آئے ہیں؟
2- جہنم کے نگران فرشتے کا کیا نام ہے؟
3- حضور اکرم ﷺ کے کون سے چچا کا ذکر قرآن مجید میں ہے؟
4- کس صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو پورا قرآن مجید زبانی سنایا تھا؟
5- قرآن پاک کے سب سے پہلے حافظ کون تھے؟
6- قرآن پاک کی کس سورت میں ہاتھی کا ذکر ہے؟
7- حواری رسول ﷺ کون تھے؟
8- آخری وحی کے کاتب کون تھے؟
9- قرآن کے کس پارے میں ساری سورتیں مدنی ہیں؟
10- کس صحابی رضی اللہ عنہ نے مکہ میں سب سے پہلے اونچی آواز میں کفار کو قرآن کی تلاوت سنائی؟

نوٹ
جوابات بھیجنے کی آخری تاریخ 5 نومبر ہے۔

اہم اعلان

الحمد یہ روضہ سوسائٹی کے زیراہتمام تحریری مقابلہ

سب سے بہتر تحریر بھیجنے والے بچے کی تحریر روضۃ الاطفال میں شائع کی جائے گی اور اسے انعام بھی دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

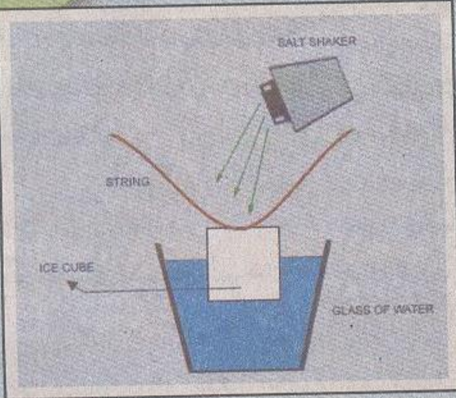
موضوع: میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

بذریعہ قرعہ اندازی پزل گیم کے انعام یافتگان

1- ابوبکر رفیق۔ بہاولنگر
2- حارث شیخ۔ کورنگی کراچی
3- عادل یوسف۔ گوجرانوالہ



ایک تجربہ: برف اور دھاگے کا







اگر آپ کو پانی سے بھرے گلاس میں تیرتا برف کا ٹکڑا بغیر اپنی انگلی بھگوئے ایک دھاگے کی مدد سے پانی سے باہر نکالنے کے لیے کہا جائے تو آپ ضرور چکرا جائیں گے۔ لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

آیئے، آپ کو بتائیں، یہ کیسے ہوتا ہے؟

پہلے یہ سامان مہیا کریں

12 سے 15 سینٹی میٹر لمبا دھاگے کا ایک ٹکڑا...... پانی سے بھرا ایک گلاس...... آئس کیوب یا برف کی ایک ڈلی..... تھوڑا سا نمک۔

اب شروع کریں

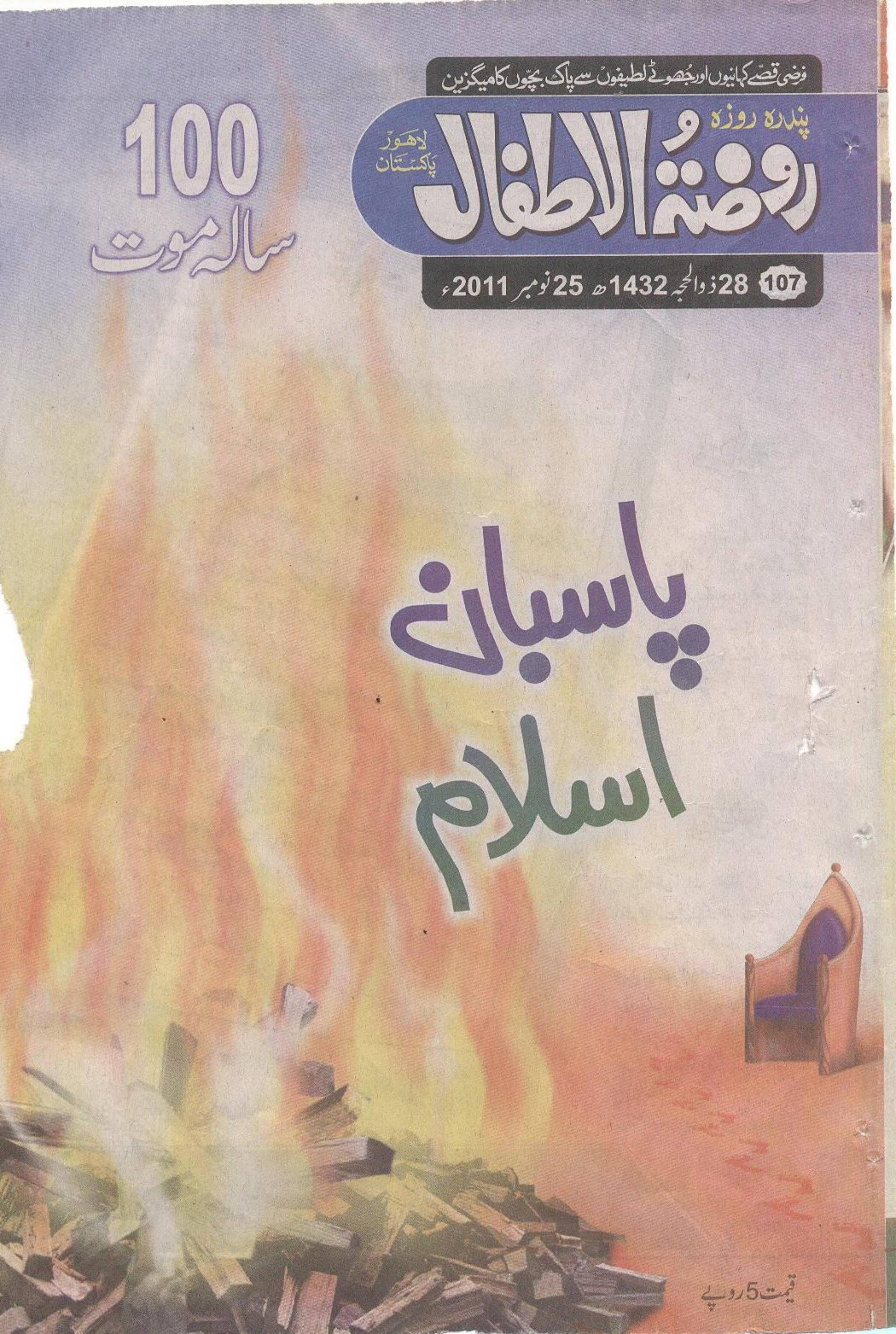
پانی میں تیرتی برف کی ڈلی کے اوپری حصے پر اپنے دھاگے کے ٹکڑے کا ایک حصہ رکھ دیں اور پھر اس کے اوپر چٹکی کی مدد سے تھوڑا سا نمک چھڑکیں۔

کچھ دیر بعد آہستہ سے دھاگے کو اوپر اٹھالیں۔ برف کا ٹکڑا دھاگے کے ساتھ چپکا ہوا پانی سے باہر نکل آئے گا۔

یہ کیسے ہوا......؟؟

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ پانی زیرو سینٹی گریڈ پر جم جاتا ہے اور اگر اس پانی میں نمک ملا دیا جائے تو اس کا نقطہ انجماد اور بھی نیچے چلا جاتا ہے۔ جب آپ برف پر نمک چھڑکتے ہیں تو نقطہ انجماد نیچے گرنے کے باعث برف تیزی سے پگھلنے لگتی ہے اور اس حصے میں جہاں آپ نے نمک چھڑکا تھا، ایک ننھا سا پانی کا تالاب جیسا بن جاتا ہے، جس میں آپ کے دھاگے کا سرا پوری طرح ڈوب جاتا ہے۔ اب جیسے جیسے برف پگھلنے لگتی ہے، آپ کے اس تالاب کے پانی کے بڑھنے سے نمک کا گھول اور پتلا (Dilute) ہوتا جاتا ہے۔ جس سے اس کا نقطہ انجماد واپس اوپر اٹھنے لگتا ہے اور ایک حالت ایسی آتی ہے کہ دھاگے کو جکڑ کر وہ پوری طرح برف میں تبدیل ہو جاتا ہے اور آپ دھاگے کو اس کے ساتھ ہی اوپر اٹھا سکتے ہیں۔ یہ بات سمجھنا شاید مشکل ہے لیکن کرنا بہت آسان ہے، آزما کر دیکھیے۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان
107
28 ذوالحجہ 1432ھ 25 نومبر 2011ء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بالکل خیروعافیت سے ہوں گے اور اپنی پڑھائی پر بہت زیادہ توجہ دے رہے ہوں گے۔ اللہ آپ کو دین ودنیا کی کامیابی عطا کریں۔ آمین

آج آپ کو ایک واقعہ سنا کر ایک بات سمجھانے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ (اجازت ہے......؟)

واقعہ کچھ یوں ہے کہ مامون الرشید جب چھوٹا سا بچہ تھا تو اسے پڑھانے کے لیے دو استاد مقرر کیے گئے۔ ایک کسائی نحوی اور دوسرے یزیدی تھے جو قرآن پڑھانے کے لیے مقرر تھے۔ ایک دن جب یزیدی پڑھانے کے لیے پہنچے تو مامون ابھی گھر کے اندر ہی تھے۔ خادموں نے موقع مناسب سمجھا اور شکایت کردی کہ مامون ہمیں خوب ڈانٹتے اور بعض اوقات مارتے بھی ہیں۔ جب مامون پڑھنے کے لیے پہنچا تو یزیدی نے چھ سات بید اسے مارے۔ اسی دوران وزیر السلطنت جعفر بن یحییٰ برکل وہاں آگئے۔ مامون نے آنسو صاف کیے اور فرش پر بیٹھ گئے۔ جعفر بن یحییٰ مکی آئے تو کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ جب چلے گئے تو یزیدی نے مامون سے پوچھا: میری شکایت تو نہیں کی؟ مامون فوراً بولا: اللہ مجھے معاف کرے! میں کیوں آپ کی شکایت لگاتا......؟ کیا میں نہیں جانتا کہ میری تربیت کے لیے یہ مار کس قدر فائدہ مند ہے۔

پیارے بچو! اس واقعہ کو سامنے رکھیں اور اساتذہ کے ساتھ اپنے رویے کا جائزہ لیں۔ ہمیں یقیناً بہت سی کمیوں کوتاہیوں ...تہ لگے گا۔ اخبارات میں اکثر جب یہ خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ استاد کے سزا دینے پر اس کے خلاف شکایت کی گئی ...ولیس اسے پکڑ کر لے گئی تو بہت عجیب محسوس ہوتا ہے۔ یہ بات بھی سچ ہے کہ بعض اوقات اساتذہ حد سے زیادہ سختی ...جاتے ہیں مگر پھر بھی ان کا احترام کرنا بہت ضروری ہے۔ والدین کو اس حوالے سے خصوصی توجہ کرنی چاہیے کہ وہ بچے کی شکایت پر فوری ردعمل کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ اس کی تربیت اس انداز سے کریں جس سے وہ اساتذہ کا مقام پہچان سکے۔ وہ قومیں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں جو اپنے اساتذہ کو عزت نہیں دیتیں۔ اسی سوچ کا نتیجہ ہے کہ بڑے ہو کر طلباء سرعام اساتذہ کی بے عزتی کرتے بلکہ بعض اوقات تو ان پر تشدد کرتے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر ہم چھوٹے بچوں کی ذہن سازی کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو ہماری اگلی نسلیں یقیناً اس غلطی سے بچ جائیں گی۔

اللہ ہمیں اپنے اساتذہ کی عزت کرنے اور انہیں ہماری تربیت کرنے کی توفیق دے۔ آمین

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

"اور وہ لوگ جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔"

(سورۃ النحل 21,20)

حدیثِ نبوی ﷺ

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ کے نیک اور خدا ترس بندے وہ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی عبادتیں رد نہ ہوجائیں، یہی لوگ تیزی سے نیکی کی طرف بڑھنے والے ہیں۔"

(سالم معتصم احسان باجوہ۔ ڈیرہ باجوہ ایمن آباد)

ایڈیٹر
عبدالرحمن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

کائنات کی تخلیق

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات

اور ان سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور اللہ کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اس نے (کائنات) کی ہر چیز سپرد لوح قلم کی۔ (صحیح بخاری)

حدیث بالا سے کائنات کی ابتدا کے کچھ امور ثابت ہوتے ہیں جن کی وضاحت سے بات زیادہ سمجھ آسکتی ہے۔

عرش

عرش کے لفظی معنی ''تخت'' کے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

''رحمٰن عرش پر جلوہ افروز ہوا۔'' (طہٰ:5)

لوح محفوظ

لوح محفوظ کے لغوی معنی محفوظ تختی کے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کو الکتاب، ام الکتاب، کتاب، کتاب حفیظ وغیرہ کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

''ہر چھوٹی بڑی چیز ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔'' (یونس:61)

قلم

قلم سے مراد وہی قلم ہے جو قضاء قدر کا قلم ہے۔ قرآن میں ''القلم'' کے نام سے ایک سورت بھی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اندازے اور تخمینے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دیئے گئے تھے۔'' جدید سائنس میں اس خودکار قلم کی بہترین مثال 'ٹیلی پرنٹر' اور 'ٹیلی ٹائپ رائٹر' ہے، اسے خودکار ٹائپ رائٹر بھی کہتے ہیں۔

زمین

عرش وکرسی کے بعد سب سے مقدس کرہ ''زمین'' ہے۔ زمین کو عربی زبان میں ارض کہتے ہیں۔ جدید سائنس کی رو سے اس کی شکل گول بیضہ نما ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ ''کیا کافروں نے نہیں دیکھا آسمان اور زمین پہلے ملے جلے تھے پھر ہم نے ان کو الگ الگ کیا۔'' (الانبیاء:30)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''زمین وآسمان کی پیدائش کے وقت سب سے پہلے پانی پر ایک سفید جھاگ نمودار ہوئی پھر اس پر زمین بچھتی چلی گئی۔'' (تفسیر جلالین)

قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کی تخلیق کا کام صرف دو دن کی مختصر مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ زمین صرف ایک نہیں بلکہ اس کی تعداد آسمانوں جتنی ہے۔ جیسے فرمایا: ''اللہ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان اور زمین بھی اتنی ہی۔'' (طلاق:12)

پہاڑ

''اور اسی اللہ نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور اسی نے اس میں فائدہ کی چیزیں رکھ دیں اور اسی نے اس میں سب سامان معیشت مقرر کیا۔ صرف چار دن میں۔'' (حم السجدہ:10)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے دو دن میں زمین کی پیدائش پھر دو دن میں پہاڑ گاڑھے، زمین پر پہاڑ کیوں بنائے اس بارے میں قرآن میں ہے ''اور (ہم نے) پہاڑوں کو میخیں بنایا۔'' (الانبیاء:7)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ سب سے پہلا پہاڑ جو زمین پر نصب کیا گیا وہ جبل ابوقبیس ہے یہ مکہ میں بیت اللہ کے بالکل قریب ہے۔

آسمان

آسمان عربی لفظ ''سماء'' کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اس کے معنی بلندی اور چھت کے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

''پس اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے۔'' (حم السجدہ:12)

ایک روایت میں ہے کہ ہر دو آسمان اور دو زمین کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اور پہلے آسمان کو اللہ تعالیٰ نے تاروں سے سجا دیا جیسے فرمایا ''اور بے شک ہم نے آسمان میں بروج (تارے) بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔'' (الحجر:6)

چھ دن

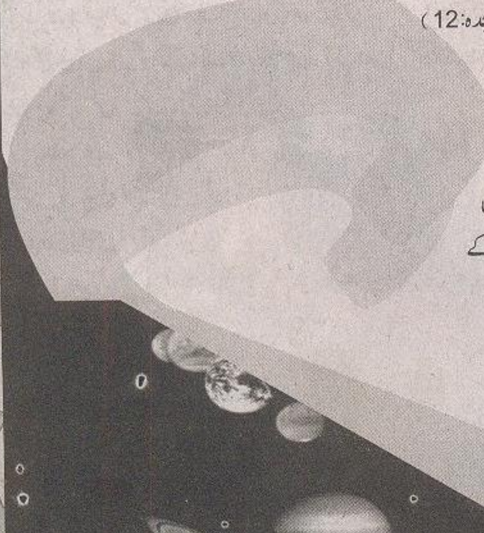
''یقیناً تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا پھر وہ اپنے عرش سلطنت پر جلوہ افروز ہوا'' (اعراف:54)

مگر یہاں چھ دن سے مراد وہ چھ دن نہیں جن کا تعلق موجودہ سورج کے طلوع وغروب سے ہے بلکہ یہاں چھ زمانے مراد ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے ایک زمانہ ہزار سال پر مشتمل ہو جیسے قرآن میں ہے:

''بے شک ہمارا ایک دن تمہارے رب کے ہاں ایک ہزار سال برابر ہوتا ہے۔'' (حج:47)

ایک اہم بات پر توجہ کیجیے۔ زمین وآسمان کو چھ دن میں بنانے کی ایک خاص حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کام میں اطمینان اور سکون کو پسند فرماتے ہیں اور اسی بات کا حکم اپنے بندوں کو دیتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اطمینان سے کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے جبکہ جلد بازی سے کام کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ جہاں تک قدرت خداوندی کا تعلق ہے تو وہ جو چاہے اور جب چاہے ایک دم سے سب کچھ پیدا کر سکتا ہے۔ جیسے ''جب وہ کسی کام کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو بس اس کے لیے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ''کن'' (ہو جا) تو وہ ہو جاتی ہے۔ (یٰس:82)

(ناہید مقصود۔ گوجرانوالہ)



100 سالہ موت

وہ سوسال بعد اپنی بستی میں آئے تھے۔ حیرانی اور پریشانی کے عالم میں لوگوں کو دیکھ رہے تھے کہ کوئی ان کا عزیز' کوئی جاننے والا نظر نہیں آ رہا' اب تو وہ اپنے گھر کو بھی بھول چکے تھے۔ جس کسی کو وہ اپنا نام بتاتے کوئی ان کا یقین نہ کرتا اور انھیں پہچاننے سے انکار کردیتا۔ وہ پریشانی کے عالم میں اپنے گھر کو تلاش کررہے تھے۔ آخر کار وہ اپنے گھر کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگئے۔ گھر میں داخل ہوئے تو ایک بوڑھی عورت آنکھوں سے نابینا' پاؤں سے معذور بیٹھی تھی۔ انھوں نے اپنا تعارف کروایا کہ ''میں اس گھر کا مالک ہوں۔'' بوڑھی عورت یہ سن کر بڑی حیران ہوئی اور کہنے لگی کہ اس گھر کا مالک تو سوسال سے لاپتہ ہے۔ مدتوں سے ان کا کسی نے نام نہیں لیا۔ لوگ ان کو بھول چکے ہیں۔ میں آپ کا کیسے یقین کرسکتی ہوں کہ آپ اس گھر کے مالک ہیں؟ اس شخص نے دوبارہ یقین دلایا کہ میں اس گھر کا مالک اور اللہ کا نبی عزیر علیہ السلام ہوں۔

بوڑھی عورت سوچوں کے سمندر میں گم گھر کے مالک کو پہچاننے کی کوشش کررہی تھی۔ آخر کار اسے مالک کی ایک خاص بات یاد آئی کہ اس کی دعا سے بیماروں کو شفا ہوجاتی تھی۔ اب بڑھیا اس شخص کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی کہ اگر واقعی ہی آپ اس گھر کے مالک عزیر علیہ السلام ہیں تو آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے آنکھوں کی بینائی عطا فرمائے تاکہ میں آپ کو دیکھ سکوں اور میری معذور ٹانگوں کو بھی درست کردے۔ آپ علیہ السلام نے اللہ سے دعا فرمائی تو اللہ نے اس بوڑھی عورت کی آنکھوں اور ٹانگوں کو درست فرما دیا۔ جب بوڑھی عورت کی آنکھوں کی بینائی واپس آئی تو اس نے فوراً کہا کہ:

''میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اس گھر کے مالک اور اللہ کے نبی عزیر علیہ السلام ہیں۔''

اب بڑھیا عزیر علیہ السلام کو اس مجلس میں لے کرگئی جہاں پر عزیز علیہ السلام کے عزیز واقارب موجود تھے۔ مجلس میں عزیر علیہ السلام کا ایک بیٹا اور باقی ان کے کچھ پوتے موجود تھے۔ بڑھیا نے جاتے ہی مجلس میں پکار کر کہا کہ عزیر علیہ السلام آگئے ہیں۔ لیکن کسی نے بھی اس کی بات پر یقین نہ کیا۔ اس نے مزید یقین دلاتے ہوئے کہا کہ میں عزیر علیہ السلام کی فلاں لونڈی ہوں۔ میری آنکھوں اور ٹانگوں کو اللہ نے ان کی دعا سے صحت یاب کیا ہے مگر مجلس کا کوئی فرد بھی اس کی بات پر اعتبار کرنے کو تیار نہ تھا کیونکہ پورے سوسال بعد عزیر علیہ السلام اپنی بستی میں آئے تھے۔ جب کسی کو بھی بڑھیا کی باتوں پر یقین نہ آیا تو عزیر علیہ السلام نے بتایا کہ وہ ایک سوسال تک کہاں رہے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ ایک دن جب میں گھر سے گدھے پر سوار ہوکر اپنے کھیتوں کی دیکھ بھال کے لیے گیا تھا۔ واپسی پر میرا ایک کھنڈر اور ویران جگہ سے گزر ہوا۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے میں ایک کھنڈر نما مکان کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گیا۔ مجھے کچھ بھوک محسوس ہوئی' میں نے اپنا توشہ دان نکالا اور اس میں سے انگور' انجیر اور روٹی نکالی۔ انگوروں کو نچوڑا' اس کا پانی نکال کر پیالے میں ڈالا اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے پیالے میں ڈال دیئے تاکہ نرم ہوجائیں تو پھر کھالوں گا اور خود میں نے کچھ دیر ستانے کے لیے اپنی ٹانگوں کو پھیلا دیا۔ میری نظر چھت پر پڑی۔ دیکھا کہ چھت تو قائم ہے مگر نیچے زندگی گزارنے والوں کی صرف بوسیدہ ہڈیاں موجود ہیں۔ تب میرے ذہن میں ایک خیال کہ ''ان کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو کیسے زندہ کرے گا؟''

میرا یہ خیال تعجب کی بنا پر تھا نہ کہ شک کی بنا پر۔ تھوڑی دیر بعد عزرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے میری روح قبض کرلی۔ پتہ نہیں میں کتنے سالوں تک فوت شدہ حالت میں رہا؟ اس عرصے میں بنی اسرائیل کے ساتھ نہ جانے کیسے کیسے واقعات پیش آئے ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندہ کرنے کے لیے سب سے پہلے میرا دل اور آنکھیں پیدا کیں تاکہ سب کچھ دیکھ کر سمجھ سکوں کہ اللہ مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اس کے بعد آہستہ آہستہ ہڈیوں کے اوپر گوشت آ گیا اور پھر جسم میں روح ڈال دی گئی اور میں سارا کچھ دیکھ اور سمجھ رہا تھا۔ جب میرا سارا جسم مکمل ہوگیا تو ایک فرشتے نے پوچھا: کَمْ لَبِثْتَ۔ [البقرہ: 259]

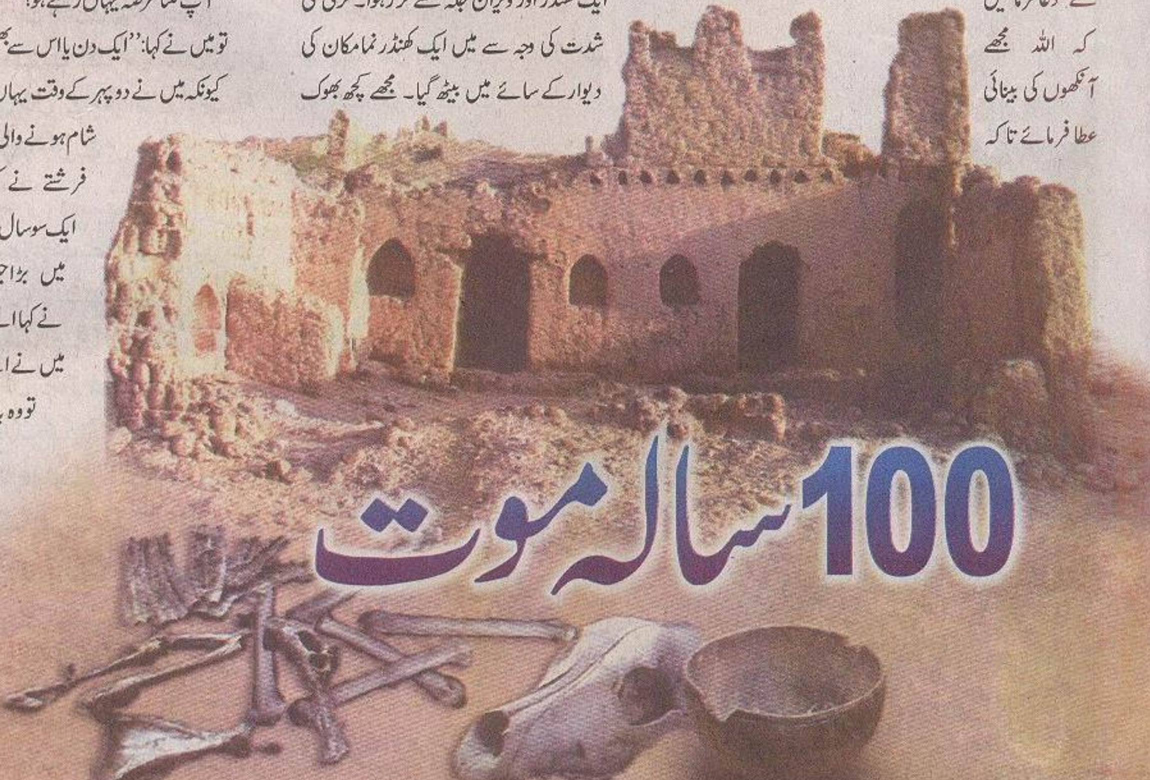
''آپ کتنا عرصہ یہاں رہے ہو؟''

تو میں نے کہا: ''ایک دن یا اس سے بھی کم۔''

کیونکہ میں نے دوپہر کے وقت یہاں آرام کیا تھا' اب شام ہونے والی ہے۔

فرشتے نے کہا: ''آپ یہاں ایک سوسال رہے ہو۔''

میں بڑا حیران ہوا۔ فرشتے نے کہا اپنے کھانے کو دیکھیے میں نے اپنے کھانے کو دیکھا تو وہ بالکل تروتازہ تھا۔ پیالے



میں انگور کا رس اور اس میں موجود روٹی خشک ہی تھی' نرم نہیں ہوئی تھی۔ باقی انگور اور انجیر بھی بالکل اصل حالت میں موجود تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

پھر فرشتے نے کہا: (وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ)

''اپنے گدھے کی طرف دیکھیے'' [البقرہ: 259]

میں نے دیکھا کہ گدھے کی صرف بوسیدہ ہڈیاں موجود ہیں۔فرشتے نے ہڈیوں کو آواز دی تو وہ ہر طرف سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

فرشتے نے عزیر علیہ السلام کے سامنے ہڈیوں کو ان کے صحیح مقام پر جوڑا۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے ہڈیوں پر گوشت پیدا ہوا اور ان میں رگیں اور پٹھے بھی پیدا ہو گئے پھر جلد اور بال بھی پیدا ہو گئے۔ پھر فرشتے نے اس میں پھونک ماری تو گدھا کان اٹھا کر بولنے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآن میں اس طرح بیان کیا ہے:

''اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو! ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بناتے ہیں اور تو دیکھ ہم ہڈیوں کو کس طرح جوڑتے ہیں؟ پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں؟'' (البقرہ: 259)

جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو آپ علیہ السلام کہنے لگے:

''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (البقرہ: 259)

حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنی قوم کو سارا واقعہ سنایا مگر انہیں پھر بھی یقین نہ آیا کہ آپ واقعی اللہ کے نبی عزیر علیہ السلام ہیں۔

کچھ دیر بعد آپ کا بیٹا کہنے لگا کہ اباجان کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک تل تھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے کندھوں سے کپڑا اٹھایا تو تل کا نشان موجود تھا مگر پھر بھی آپ کی قوم نے اطمینان کے لیے ایک اور بات کہی کہ عزیر علیہ السلام ہماری قوم میں وہ واحد شخص تھے جن کو تورات زبانی یاد تھی۔ آپ کو یاد ہے تو ہمیں لکھ کر دیں کیونکہ بخت نصر نے تورات کا نسخہ جلا دیا تھا۔ اب بنی اسرائیل کے پاس تورات کا کوئی نسخہ موجود نہ تھا۔

حضرت عزیر علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر اس جگہ پہنچے جہاں پر آپ علیہ السلام کے والد نے بخت نصر کے زمانے میں تورات کا ایک نسخہ ایک محفوظ جگہ چھپا دیا تھا۔ اس بات کا علم صرف آپ علیہ السلام کو ہی تھا۔ جب وہ نسخہ وہاں سے نکالا گیا تو اس کے ورق بوسیدہ اور الفاظ مٹ چکے تھے۔

حضرت عزیر علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لوگ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ اللہ کے حکم سے آپ علیہ السلام کو فوراً تورات یاد ہو گئی اس کے بعد آپ علیہ السلام نے تورات مکمل طور پر لکھوا دی۔

اس کے بعد آپ کی قوم بنی اسرائیل کو مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے نبی عزیر علیہ السلام ہیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام جب پہلی دفعہ فوت ہوئے تھے تو آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ پھر جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تو آپ کی حالت وہی جوانی والی تھی۔ جب آپ علیہ السلام اپنے بیٹوں کے درمیان بیٹھے ہوتے تو آپ جوان لگتے اور آپ کے بیٹے بوڑھے نظر آتے۔

پیارے بچو! عزیر علیہ السلام کے اس واقعہ میں ہمارے لیے ایک اہم سبق پوشیدہ ہے۔ اس کا تعلق عقیدے سے بھی ہے اور اعمال سے بھی۔ عقیدے سے اس لیے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا ہر مسلمان کو پختہ یقین ہونا چاہیے۔ جبکہ اعمال سے اس لحاظ سے تعلق ہے کہ ہم سب چاہتے تو ہیں کہ نیک اعمال کریں مگر کر نہیں پاتے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں مرنے کے بعد جی اٹھنے کا تصور تو ہے مگر پختہ یقین نہیں ہے۔ جب ہمارے دلوں میں اس بات کا ڈر ہوگا کہ مرنے کے بعد ہم نے دوبارہ اٹھ کر اپنے رب کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر پائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت پر پختہ ایمان نصیب فرمائے۔ آمین (استفادہ: قصص الانبیاء)

(فیصل امین)

ماں

یہ سہ حرفی لفظ بڑی محبت اور عزت واحترام کا حامل ہے۔ ''ماں'' کہتے ہی ذہن میں ایثار وخلوص' بے لوث محبت اور سراپا خیر وبرکت کا ایک پیکر ابھرتا ہے۔'' جیسے ہی زبان سے ''ماں'' کا لفظ ادا ہوتا ہے' کہنے والے میں اپنی نیاز مندی اور کمتری کا احساس جنم لیتا ہے اور سننے والے کے دل میں جذبہ رحم' شفقت ومحبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔

ماں' باپ' بہن' بھائی' دوست واحباب اگر سب کی محبت کا موازنہ نہ کیا جائے تو ماں کی محبت وایثار کا پلہ یقیناً بھاری نکلے گا۔

ایک بار کسی شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے تعلق کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیری ماں'' اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تیری ماں'' اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تیری ماں'' اس نے عرض کیا پھر کون آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تیرا باپ'' تیرا قریبی عزیز' تیرا قریبی عزیز' تیرا قریبی عزیز۔ (بخاری: 5971)

یقیناً والدین خصوصاً ماں کی خدمت جنت کی بیش بہا نعمتوں کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ لیکن اگر ان واضح ہدایات کے باوجود بھی کوئی انسان والدین بالخصوص ماں کا نافرمان ہو تو یہ بھی یاد رہے کہ ماں کی خدمت کے صلہ میں جنت کا ملنا تصویر کا ایک رخ ہے اور نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے دوچار ہونا دوسرا رخ۔

اگر کسی کو ماں کی عظمت اور قدر ومنزلت کا اندازہ کرنا ہے تو وہ سورہ بنی اسرائیل کی آیات میں ماں کی بزرگی وعظمت کا جائزہ لے۔

ارشاد الٰہی ہے:

''تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو انہیں جھڑک کر جواب نہ دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحمت کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔'' (بنی اسرائیل: 24)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ بچپن میں وفات پا گئی تھیں۔ کنیز ام ایمن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں بن کر خدمت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں دیکھتے تو امی کہہ کر پکارتے اور فرماتے کہ یہ میرے گھرانے کا حصہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کے بعد ام ایمن رضی اللہ عنہا میری والدہ ہیں۔ ایک بار حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی رہے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے پانی پلایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی لائے اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو پلایا۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھا دی۔

ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ مسکرانا' اظہار خوشی اور نفرت' بچہ سب کچھ اپنی ماں کے دامن تربیت سے حاصل کر سکتا ہے۔ اگر اسے ماں کا یہ احسان بھول جائے تو کتنی بڑی ناانصافی ہوگی۔ کتنے دن اس نے گن گن کر گزارے' کتنی دعائیں اس نے مانگی ہیں۔ ماں کا احسان اگر عمر بھر کی خدمت کے صلے میں ادا ہو سکے تو یہ سستا سودا ہے۔

(آمنہ مدیحہ محمد یوسف۔ چک اگو)



اقوال زریں

☆ اگر بولنا چاہتے ہو تو اچھا بولو۔
☆ کرنا چاہتے ہو تو نیک کام کرو۔
☆ مرنا چاہتے ہو تو شہادت کی موت مرو۔
☆ لینا چاہتے ہو تو بزرگوں کی دعائیں لو۔
☆ مانگنا چاہتے ہو تو رب سے مانگو۔
☆ دینا چاہتے ہو تو رب کی راہ میں دو۔
☆ بچنا چاہتے ہو تو مظلوم کی بددعا سے بچو۔
☆ رونا چاہتے ہو تو اللہ کے خوف سے رولو۔
☆ عزت چاہتے ہو تو بڑوں کی عزت کرو۔

(عبدالاحد۔ فیصل آباد)

دلچسپ معلومات

☆ ایک رات کی نیند میں انسان ساڑھے چھ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔
☆ انسانی جسم میں ساڑھے تین کروڑ مسام ہوتے ہیں جن سے پسینہ خارج ہوتا ہے۔
☆ جنوبی افریقہ میں ایک مکڑی پائی جاتی ہے جو پرندوں کا شکار کرتی ہے۔
☆ چیل سورج کی طرف ایک گھنٹے تک دیکھ سکتی ہے۔
☆ چین میں ایک ایسا پھول ہے جس کا رنگ رات میں سفید اور سورج نکلتے ہی سرخ ہو جاتا ہے۔

(عائشہ صدیقہ۔ آر۔ اے بازار لاہور کینٹ)

پاکستان کی معلومات

☆ پاکستان کا پہلا مصنوعی سیارہ فروری 1989ء میں تیار کیا گیا۔
☆ پاکستان کا غوری 1500 کلومیٹر تک مار کر سکتا ہے۔
☆ دنیا میں ایٹمی طاقت کے لحاظ سے پاکستان ساتویں نمبر پر ہے۔
☆ ایٹمی دھماکوں کے لیے کابینہ کی دفاعی کمیٹی کا اجلاس 3 مئی 1998ء میں ہوا۔
☆ پاکستان کا نظریہ زندگی اسلام ہے۔
☆ پاکستان میں ہیرے، جواہرات منگورہ سوات سے نکالے جاتے ہیں۔
☆ پاکستان کا جدید ترین ٹینک الخالد ہے۔
☆ پاکستان میں فوجی تمغوں کی تعداد 12 ہے۔

(حمیرا ادریس۔ سکھر)



صدقہ

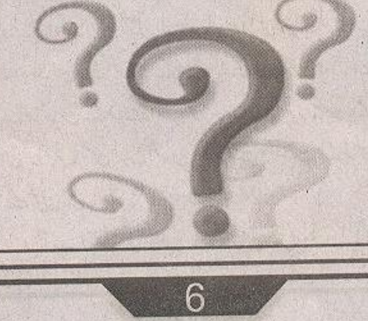
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔ تو دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دے تو یہ صدقہ ہے۔ کسی آدمی کو سواری پر سوار کرائے یا اس کے سامان لدوانے میں مدد دینا بھی صدقہ ہے۔ کلمہ طیبہ صدقہ ہے۔ نماز کے لیے جو قدم بھی تو اٹھاتا ہے وہ صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

(بنت محمد حنیف ضیاء۔ جڑانوالہ)

تین سوالات......ایک جواب

ایک بزرگ سے کسی کافر نے کہا کہ اگر آپ میرے تین سوالوں کا جواب دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ بزرگ نے کہا پوچھو: تو اس نے کہا کہ میرے سوالات یہ ہیں۔

پہلا سوال: جب اللہ نظر نہیں آتا تو اسے تسلیم کیوں



کیا جاتا ہے؟

دوسرا سوال: جب شیطان آگ سے بنا ہے تو دوزخ کی آگ اس پر کیسے اثر انداز ہوگی؟

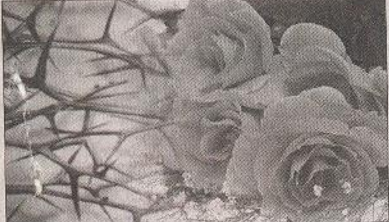
تیسرا سوال: جب ہر کام خدا کی مرضی سے ہوتا ہے تو انسان کو ذمہ دار کیوں ٹھہرایا جاتا ہے؟ یعنی جزا اور سزا کیسی؟

بزرگ نے یہ سن کر مٹی کا ڈھیلا اٹھایا اور اس شخص کو دے مارا اور کہا یہ تیرے تینوں سوالوں کا جواب ہے جس پر وہ کافر بھڑک اٹھا اور بولا کہ آپ نے یہ کیوں کیا جس سے مجھے درد محسوس ہوا؟

بزرگ نے کہا! میں نے مٹی کا ڈھیلا تجھے مارا، تجھے درد محسوس ہوا لیکن درد نظر نہیں آتا (اس لیے درد کی بات نہ کر) دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ انسان مٹی کا بنا ہے تو مٹی کے ڈھیلے نے اس پر جس طرح اثر کیا، اسی طرح دوزخ کی آگ بھی شیطان پر اثر کرے گی۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب میں نے ڈھیلا اللہ کے حکم سے مارا ہے تو اس کا ذمہ دار میں کیسے ہوں؟

(صوبیہ طاہرہ۔ تارا گڑھ قصور)



سچ اور جھوٹ کا ''پہاڑہ''

سچ کا پہاڑہ	جھوٹ کا پہاڑہ
سچ اکم سچ	جھوٹ اکم جھوٹ
سچ دونی اطمینان	جھوٹ دونی مبالغہ
سچ تیا ایمان	جھوٹ تیا بہانہ
سچ چوکے احسان	جھوٹ چوکے دھوکہ
سچ پنجے مہربان	جھوٹ پنجے سفید جھوٹ
سچ چھکے حلال	جھوٹ چھکے غیبت
سچ ستے جمال وکمال	جھوٹ ستے تہمت
سچ اٹھے نیک اعمال	جھوٹ اٹھے بغاوت
سچ نہم استقام واستقلال	جھوٹ نہم منافقت
سچ دہائی جہاد وقتال	جھوٹ دہائی کفر وضلالت

(صباء آسیہ سلطانہ۔ کراچی)



بڑے لوگ بڑی باتیں

☆...... ظلم کی رات چاہے کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو سحر ضرور ہوتی ہے۔

☆...... کسی پر کیچڑ اچھالنے سے اپنے ہاتھ بھی گندے ہوتے ہیں۔

☆...... دوست کو نصیحت تنہائی میں کرنی چاہیے۔

☆...... برے لوگ سانپ کی مانند ہوتے ہیں جو دودھ پی کر بھی ڈس لیتا ہے۔

☆...... بے وقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔

☆...... دنیا کے آدھے غم صرف اس لیے ہیں کہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔

☆...... انسان کی اصل خوبصورتی اس کی اچھی سیرت میں ہے۔

☆...... مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی نیکی ہے۔

☆...... اس شمع کی طرح رہو جو خود جل کر دوسروں کو روشنی دیتی ہے۔

☆...... انسان کے بہترین خیر خواہ اس کے والدین ہوتے ہیں۔

☆...... دشمن کو کبھی بھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔

(محمد عثمان اشرف۔ رائے ونڈ)

التجا

میری آنکھیں سمندر ہیں
سمندر کو تو بہنے دو
نہ لاشے اب اٹھانے دو
مجھے کچھ ڈھونڈ لینے دو
کہ شاید سانس چلتی ہو
مجھے بھیا کے سینے سے ذرا محسوس کرنے دو
ابھی تو نہ نہیں جکڑو
وہ میرا لاڈلا گبھرو
مجھے بس لال کو اپنے
اِک بوسہ دینے دو
میرا ہر زخم تازہ ہے
میرے آگے جنازہ ہے
میرے بھائی، میرے ابو، میرے بچے
مجھے کچھ دیر تکنے دو
مجھے معلوم ہے یہ جا چکے ہیں پر
مجھے رستے کو تکنے دو
میرا ہر لفظ لپٹا ہے غموں کی اوڑھنی لے کر
مجھے تا عمر اپنی اوڑھنی میں گم ہی رہنے دو
میرے لب واہوئے ہیں اب
انہیں کچھ لفظ کہنے دو
میری آنکھیں سمندر ہیں
سمندر کو تو بہنے دو

(حفصہ داؤد۔ چونیاں)



دعا

یا رب دل مسلم کو اسلام کی الفت دے
پھر جذب محبت دے پھر جوش اخوت دے
چھائی ہے گھٹا غم کی اسلام کے گلشن پر
خورشید کی کرنوں سے اس باغ کو طلعت دے
طوفانِ حوادث میں اسلام کا بیڑا ہے
مظلوم مسلماں کو پھر ہمت و قوت دے
ترسی ہوئی آنکھوں کو کچھ شانِ کرم دکھلا
بچھڑے ہوئے بندوں کو الفت کی حلاوت دے
مومن کا جگر تڑپا اسلام کی الفت میں
بے دین مسلماں کو پھر دین کی غیرت دے
ایثار کی ہمت دے محتاج و تونگر کو
پھر شوق دے خدمت کا پھر ذوق شہادت دے
کاشانۂ مسلم ہے گم جہل و ضلالت میں
ویرانۂ عالم کو اسلام سے زینت دے
دیکھی ہے مصیبت ہی ہم جب سے ہوئے پیدا
آرام دکھا اب تو کچھ لذت و راحت دے
ویرانی مسلم کا چرچا ہے زمانے میں
ایماں کے محافظ کو ایمان کی طاقت دے

(ام حمزہ۔ مرکز طیبہ مریدکے)

چغل خور نے منہ کی کھائی

ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حاتم طائی اور اوس بن حارثہ کے درمیان بڑی پکی اور خوشگوار دوستی تھی۔ دو دوستوں کے مابین جس لطف وکرم، اخوت اور بھائی چارے کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ ان دونوں دوستوں میں موجود تھا۔

نعمان نامی ایک شخص نے اپنے دوستوں سے کہا: میں ضرور بالضرور حاتم طائی اور اوس بن حارثہ کی اس دوستی میں رخنہ ڈال دوں گا۔ چنانچہ پہلے وہ اوس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے کہا: حاتم طائی تو اس زعم میں بتلا ہے کہ وہ خود کو آپ سے افضل سمجھ بیٹھا ہے۔

اوس بن حارثہ نے جواب دیا: ''اگر میں حاتم کی فضیلت تسلیم نہ کروں تو میری رات لعنت وملامت میں بسر ہو۔ اس نے سچ کہا۔ بلاشبہ وہ مجھ سے افضل ہے۔ اگر میں، میرا بچہ اور میری بیوی حاتم پر قربان ہو جائیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔

پھر نعمان وہاں سے حاتم طائی کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کچھ کہا جو اوس بن حارثہ سے کہا تھا۔

حاتم طائی نے جواب دیا: اوس بن حارثہ اپنی بات میں سو فیصد سچا ہے۔ بھلا میں اوس کے درجے کو کب پہنچ سکتا ہوں؟ اس کے دس لڑکوں میں سب سے ادنیٰ حیثیت والا بھی مجھ سے افضل ہے۔ نعمان نے جب دونوں کی باتیں سن لیں تو پکار اٹھا: ''میں نے تم دونوں سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ عربوں کے فخر کے لیے تم دونوں کافی ہو۔'' (بحوالہ: سنہرے حروف)

(انتخاب: اخت مزمل ثناء اللہ۔ میاں چنوں)



پاسبانِ اسلام

صنعاء کے میدان میں لکڑیاں جمع کرنے کا کام جاری تھا۔اسود عنسی کے کارندے مسلسل اس کام میں مصروف تھے اور ہر طرف سے لکڑیاں اکٹھی کر کے انہیں میدان میں پہنچایا جا رہا تھا۔جب وہ ڈھیر بہت بڑا ہو گیا تو اسود عنسی نے آگ جلانے کا حکم دیا۔چند ہی لمحوں بعد آگ کی تپش اتنی بڑھ گئی کہ کافی فاصلے پر موجود لوگوں کے ہجوم نے بھی اس کو محسوس کیا۔جب آگ کا الاؤ خوب بلند ہو گیا تو اسود عنسی نے اس نوجوان کو لانے کا حکم دیا جس کے لیے یہ آگ جلائی گئی تھی۔کچھ ہی دیر بعد اس کے کارندوں نے نوجوان کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔اسود نے اسے ایک موقع دینے کی خاطر پھر پوچھا:

کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟

''ہاں!میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔یقیناً وہی سب سے معتبر اور آخری نبی ہیں۔''نوجوان نے جواب دیا۔

یہ جواب اسود کو اچھا نہ لگا،اس نے پھر پوچھا:

''کیا تم یہ شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟''

جواب ملا:''میرے کانوں میں بہرا پن ہے،میں تیری یہ بات نہیں سن سکتا۔''

اسود غصے سے بولا:''میں تمہیں آگ میں پھینک دوں گا۔''



نوجوان پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔وہ بڑے اطمینان سے بولا:''اگر تو ایسا کرے گا تو یہ میرے لیے زیادہ بہتر ہے۔اس طرح میں دنیا کی آگ میں تو جلایا جاؤں گا جس کا ایندھن لکڑیاں ہیں مگر جہنم کی آگ سے بچ جاؤں گا جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔''

میں تمہیں ایک آخری موقع دیتا ہوں،سوچ سمجھ کر جواب دو۔کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

نوجوان نے پھر وہی جواب دیا:''میرے کانوں میں بہرا پن ہے،میں تیری یہ بات نہیں سن سکتا۔''

اسود عنسی نے جب دیکھا کہ یہ نوجوان اس کی بات نہیں مانے گا تو اس نے نوجوان کو آگ میں جلانے کا فیصلہ کر لیا۔وہ اسے جلانے کا حکم دینے ہی والا تھا کہ اس کا ایک قریبی ساتھی فوراً اس کے پاس آیا اور بولا:

آپ جانتے ہیں کہ اس نوجوان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اگر اللہ نے اسے آگ میں جلنے سے بچا لیا اور آگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی تو آپ کے ماننے والے سب لوگ دوبارہ اسلام لے آئیں گے۔آپ اس طرح کیوں نہیں کرتے کہ اسے معاف کر کے علاقہ بدر کر دیجیے۔اس سے آپ کی رحم دلی بھی ثابت ہو گی اور یہ نوجوان بھی یہاں سے چلا جائے گا۔اسود عنسی کو یہ تجویز بڑی پسند آئی۔اس نے فوراً اس نوجوان کی جان بخشی کا اعلان کیا اور انہیں علاقہ بدر کر دیا۔

☆......☆......☆......☆......☆

رسول اللہ ﷺ جب حج ادا کر کے واپس آئے تو آپ ﷺ کی بیماری بڑھنا شروع ہو گئی۔جب یہ خبر دوسرے علاقوں میں پہنچی کہ آپ ﷺ بیمار ہیں اور صحت یابی کی کوئی امید نہیں تو بہت سے لوگ اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔کچھ بدنصیب ایسے بھی تھے جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔انہی میں سے ایک اسود عنسی بھی تھا۔اس نے یمن میں اللہ کا رسول ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا اور آہستہ آہستہ اس کے ماننے والے بڑھتے گئے۔وہ شروع سے ہی شر پسند طبیعت کا مالک تھا۔اسلام لانے سے پہلے وہ کہانت اور جادوگری میں مہارت رکھتا تھا۔وہ چرب زبان تھا اور لوگوں کو ساتھ ملانا خوب جانتا تھا۔

اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد اپنے قبیلے بنی مذحج کو ساتھ ملایا اور اردگرد کے علاقے فتح کرنے شروع کر دیے۔سب سے پہلے اس نے صنعاء پر قبضہ کیا اور پھر آگے بڑھتا گیا۔ایک وقت آیا کہ وہ حضر موت سے طائف اور بحرین سے عدن تک کے تمام علاقوں پر قابض ہو گیا۔لوگوں کو ساتھ ملانے کے لیے اس نے اپنے شیطانی دماغ کا استعمال کیا۔وہ اپنے کارندوں کو جاسوسی کے لیے لوگوں میں پھیلا دیتا۔اس کے جاسوس لوگوں سے ان کے راز اگلوا لیتے اور پھر انہیں اسود عنسی کے پاس تمام مسائل کے حل کے لیے جانے کا مشورہ دیتے۔جب کوئی شخص اسود عنسی کے پاس پہنچتا تو اس کے بارے میں ساری معلومات پہلے ہی اسود عنسی کے پاس پہنچ جاتی۔یوں اُسے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا خوب موقع ملتا رہا۔

جب اسود عنسی کی جھوٹ پر مبنی دعوت دور دور تک پھیل گئی اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس کے ساتھ مل گئی تو اس نے اسلام پر قائم لوگوں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔اس کا سب سے پہلا شکار وہی نوجوان تھا جسے اس نے آگ میں جلانے کا ارادہ کیا مگر ایک مشیر کے مشورے پر اسے علاقہ بدر کر دیا۔

☆......☆......☆......☆......☆

وہ نوجوان صنعاء سے نکل کر مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ان کی خواہش تھی کہ نبی ﷺ سے ملاقات ہو جائے۔مگر ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ نبی ﷺ کے فوت ہونے کی اطلاع مل گئی۔یہ خبر سننا تھی کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنا شروع ہو گئے۔مدینہ پہنچ کر وہ نوجوان سب سے پہلے مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوئے۔مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔حضرت عمر ؓ بھی وہیں پر موجود تھے۔نوجوان نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر ؓ ان کے پاس آ گئے اور تعارف شروع کر دیا۔جب پتہ چلا کہ یہ اجنبی نوجوان یمن سے آیا ہے تو بے تابی سے پوچھا:

ہمارے اس ساتھی کا کیا حال ہے،جس کے لیے اللہ کے دشمن نے آگ دہکائی تھی مگر اللہ نے اسے بچا لیا؟

وہ اللہ کے فضل سے بالکل خیریت سے ہے۔نوجوان نے جواب دیا۔آپ ؓ کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے رہے

اور پھر پوچھا کہ سچ بتاؤ کیا تم وہی تو نہیں؟

جی میں وہی ہوں۔ نوجوان نے انکساری سے جواب دیا۔

آپ ؓ نے جواب سنتے ہی اسے اگلے لگایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

پھر بولے: کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ نے اپنے اور تمہارے دشمن (اسود عنسی) کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ جب سے یمن چھوڑا ہے، تب سے وہاں کے حالات سے بے خبر ہوں۔ نوجوان نے کہا۔

حضرت عمر ؓ نے اسے خوشخبری سناتے ہوئے کہا: ''اللہ نے اسے ایک مومن بندے کے ہاتھوں قتل کروا دیا، اس کی حکومت ختم کردی اور اس کے ماننے والوں کو دوبارہ اسلام کی نعمت سے نواز دیا۔''

یہ سن کر اس نوجوان نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کی زندگی میں ہی اس جھوٹے نبی کا خاتمہ ہوگیا۔

اس کے بعد حضرت عمر ؓ اس نوجوان کو ساتھ لیے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس پہنچے اور اس کا تعارف کروایا۔ نوجوان نے انہیں خلیفۃ المسلمین کہہ کر مخاطب کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ بھی اسلام کے اس محافظ سے مل کر بہت خوش ہوئے جس نے حضرت ابراہیم ؑ کی طرح اپنے آپ کو آگ میں جلانا پسند کرلیا مگر اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

پیارے بچو! حضرت ابراہیم ؑ کی سیرت پر عمل کرنے والے یہ شخص عبداللہ بن ثوب ؒ تھے جو اپنی کنیت ابومسلم خولانی سے مشہور ہوئے۔ آپ ؒ نے اپنے کردار سے یہ بات ثابت کردی کہ اسلام کی حفاظت کے لیے جان قربان کردینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مدینے آکر آپ ؒ کچھ عرصہ مسجد نبوی سے ہی وابستہ رہے۔ یہاں آپ ؒ نے ابوعبیدہ ابن الجراح، ابوذر غفاری، عبادہ بن صامت، معاذ بن جبل اور عوف بن مالک اشجعی ؓ جیسے صحابہ کرام سے دین کے متعلق بہت کچھ سیکھا۔ پھر وہ ملک شام روانہ ہوئے اور وہاں قیام کیا۔ شام جانے کا مقصد یہ تھا کہ یہاں سے روم کے خلاف ہونے والی جنگ میں آسانی سے شرکت کی جاسکتی تھی۔ یہ اسلام کی آخری سرحد تھی اور ابومسلم خولانیؒ اسلام کی حفاظت کی خاطر سرحدوں پر رہ کر اجر عظیم کا مستحق بننے کی خواہش رکھتے تھے۔

آپ ؒ جتنی دیر زندہ رہے 'لوگوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ مسلم خلفاء بھی اگر کسی معاملے میں سستی کا شکار ہوتے تو آپ ؒ اس معاملے میں ان کی اصلاح کی کوشش کرتے۔ امیر معاویہ کے دور میں ایک دن آپؒ انہیں ملنے گئے تو دیکھا کہ چند لوگ ان کی تعریف میں مبالغے سے کام لے رہے ہیں اور انہیں مبالغہ آمیز القابات سے پکار رہے ہیں۔ آپ ؒ نے یہ منظر دیکھا تو فوراً بلند آواز سے امیر معاویہ ؓ کو یہ کہہ کر سلام کیا:

''السلام علیکم یا اجیر المومنین''

(اے مومنوں کے ملازم! السلام علیکم)

لوگوں نے انہیں اس بات سے روکا کہ وہ امیر المومنین کہہ کر پکاریں مگر آپ ؒ نے دوبارہ اس انداز میں سلام کیا۔ لوگوں نے پھر روکا مگر آپ ؒ نے اب پہلے سے زیادہ بلند آواز میں سلام کیا۔ امیر معاویہ ؓ تک ان کی آواز پہنچی اور وہ آپ ؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ لوگوں نے انہیں پھر ٹوکنا چاہا مگر اب کی بار امیر معاویہ ؓ متوجہ ہو چکے تھے' اس لیے لوگوں کو روک دیا اور کہا:

''ابو مسلم ؒ جو کہتے ہیں کہنے دو وہ اس بات کو زیادہ جانتے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔''

پھر امیر معاویہ ؓ نے آپ ؒ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے ابومسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور رعایا کی طرف سے جزائے خیر دے۔ ہم تو آپ کے متعلق یہی جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ اور عوام الناس کے خیرخواہ ہیں۔



ابومسلم خولانی ؒ نے 62 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی زندگی ہمارے لیے بہت سے اسباق لیے ہوئے ہے۔ آپ ؒ وہ عظیم شخص تھے جنہوں نے حضرت ابراہیم ؑ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی خاطر زندہ جلایا جانا قبول کرلیا مگر اسلام سے اپنے رشتے کو کمزور نہ ہونے دیا۔ اسی طرح اپنے خلفاء کی چھوٹی سے چھوٹی خامی کو بھی آپ ؒ نے نظرانداز کرنا مناسب نہ جانا اور کبھی محفل میں اور کبھی تنہائی میں ان کی اصلاح کردی۔

آج بھی اسی جذبے کو اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ معاشرے میں اصلاح کا عمل جاری رہے اور دین کی سربلندی کا کام ہوتا رہے۔

اللہ ہمیں صحابہ کرام ؓ اور تابعین ؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیں۔ آمین

(عبدالرحمٰن)

خطاطی کا شاہکار

شام کا وقت تھا۔ایک قافلہ دھیرے دھیرے بصرہ میں داخل ہورہا تھا۔یوں محسوس ہوتا تھا کہ اہل قافلہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔قافلے میں سے ایک پروقار شخص نے وہاں کھڑے لوگوں سے سرائے ابوصالح کا پتہ پوچھا۔ایک شخص آگے بڑھا اور امیر قافلہ کو اس کا پتہ بتادیا۔امیر قافلہ نے اس کا شکریہ ادا کیا' سب سرائے ابوصالح پہنچے اور سامان وغیرہ اتارنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔مغرب کی اذان کی آواز سننے کے بعد قافلے کے سب لوگ وضو کرنے لگے اور باجماعت نماز ادا کی گئی۔اگلے دن اہل قافلہ جب اٹھے اور انہوں نے صبح کی نماز ادا کی تو امیر قافلہ نے ایک نوجوان کو بلوایا اور اس سے یوں مخاطب ہوا:

''خالد بیٹا! ہم نے تمہیں وعدے کے مطابق بصرہ پہنچا دیا ہے۔اب یہاں جس مقصد کے لیے آئے ہو اس کے لیے آج سے ہی کوشش شروع کردو۔اللہ نہ کرے تمہارا یہاں کام نہ بن سکے تو ہم دس روز کے بعد واپس لوٹیں گے۔تم ہمارے ساتھ واپس جاسکتے ہو اور اگر کام بن جائے تو ہمیں آگاہ کرنا۔خالد نے ادب سے امیر قافلہ کو سلام کیا' پورے ادب واحترام سے اٹھا اور سرائے سے باہر نکل گیا۔

یہ نوجوان خالد بن ابی الہیاج تھے جو بچپن کے ابتدائی دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام رہے اور ان سے خطاطی سیکھتے رہے۔یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی اور ان کا خطاطی کی تربیت کا کام ادھورہ رہ گیا۔مگر انہوں نے مشق جاری رکھی اور اب جوان ہوتے ہی انہوں نے اس فن کی تکمیل کا عزم کیا۔وہ جانتے تھے کہ ابوالاسود دوئلی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ ہیں۔لہٰذا انہوں نے ابوالاسود سے تکمیل خط کا عزم

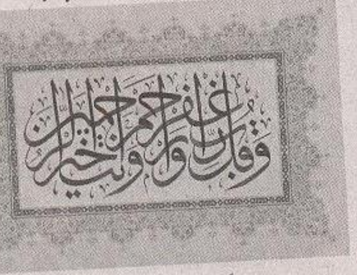


کیا مگر کوفہ میں انہیں معلوم ہوا کہ ابوالاسود بصرہ میں ہیں تو وہ اس قافلہ کے ساتھ بصرہ چلے آئے اور انہوں نے لوگوں سے ابوالاسود کے بارے میں دریافت کیا۔چونکہ اس وقت تک ابوالاسود کافی مشہور ہوگئے تھے لہٰذا خالد بن ابی الہیاج کو ان کے پاس پہنچنے میں کوئی زیادہ مشکل نہ ہوئی۔جلد ہی وہ ابوالاسود کے گھر کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔

ابوالاسود کے دروازے پر اہل علم وفن کا کافی رش رہتا تھا۔خالد ایک طرف ادب واحترام کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔رفتہ رفتہ ہجوم بڑھتا گیا۔دوپہر ہوئی پھر شام ہوئی لیکن لوگوں کا ہجوم تھا کہ کم نہیں ہورہا تھا۔ابوالاسود نے گھر کے ایک حصے کو بطور مسجد بنالیا تھا۔لہٰذا نماز باجماعت وہیں ادا کر لی جاتی اور باہر کھڑے باری کے منتظر قریبی مسجد میں نماز ادا کرلیتے تھے۔جیسے ہی اندھیرا بڑھا گھر میں موجود تمام افراد اچانک باہر نکل آئے اور اعلان کردیا کہ ابوالاسود اب آرام کریں گے۔چنانچہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے۔خالد کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا مگر اس نے تہیہ کرلیا کہ وہ ابوالاسود سے ملاقات کیے



بغیر وہاں سے نہیں جائے گا۔خالد بدستور وہاں کھڑا رہا۔پہریدار اس کے قریب آئے اور سوال کیا کہ وہ کیوں کھڑا ہے؟ خالد نے جواب دیا کہ وہ کوفہ سے آیا ہے اور ابوالاسود سے ملاقات کیے بغیر واپس نہیں جائے گا۔پہریدار نے جواب دیا کہ ابوالاسود کی مصروفیت تمہارے سامنے ہے۔اب وہ تھک کر آرام کے لیے جاچکے ہیں۔خالد کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔پہریدار یہ دیکھ کر اسے دلاسہ دینے لگا اور اس نے خالد کو پیش کش کی کہ وہ ابوالاسود کے مہمان خانے میں آرام کرے اور صبح نماز کے فوراً بعد ان سے ملاقات کرے۔ڈوبتے کو تنکے کا سہارا.....چنانچہ خالد کو امید کی کرن نظر آئی۔صبح کی نماز میں ابوالاسود کی مسجد میں پہلی صف میں خالد موجود تھا۔ابوالاسود تشریف لائے' امامت کرائی' بعدازاں وہ اپنے خاص کمرے میں چلے گئے۔چنانچہ پہریداروں نے اسے اشارہ کیا اور اس سے پہلے کہ اور لوگ ان کی خدمت میں پہنچتے خالد ابوالاسود کے سامنے دوزانو بیٹھا تھا۔ابوالاسود نے خالد کو مسکرا کر دیکھا اور پوچھا کہ ''نوجوان کہاں سے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟'' خالد نے



آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ ایک قلم ابوالاسود کو پیش کیا۔قلم دیکھ کر ابوالاسود نے ٹیک چھوڑ دی اور فوراً سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ان کی مسکراہٹ غائب ہوگئی اور تیزی سے پوچھا کہ ''یہ قلم تم نے کہاں سے لیا؟'' خالد نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا:

''یہ میرے استاد محترم علی رضی اللہ عنہ کی یادگار ہے۔'' ابوالاسود نے غور سے خالد کو دیکھا اور پکار اٹھے ''تم خالد تو نہیں ہو؟''

''ہاں میں خالد ہوں'' خالد نے جواب دیا۔پہریدار اور دوسرے لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران تھے۔ابوالاسود کھڑے ہوگئے اور خالد کو اپنے سینے سے لگالیا اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ خالد کو تمام دن انتظار کرنا پڑا تو معذرت کرنے لگے اور پہریداروں کے حسن سلوک پر انہوں نے پہریداروں کو شاباش دی۔ابوالاسود خالد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر باہر نکل آئے اور لوگوں پر نگاہ ڈال کر کہنے لگے ''حیران نہ ہوں ہم دونوں ایک ہی مکتب کے طالب علم ہیں''

''یہ کیسے؟ آپ بوڑھے ہیں اور یہ بالکل نوجوان......''

ابوالاسود ان کی حیرانی دیکھ کر کہنے لگے کہ جن دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تحصیل علم حاصل کررہا تھا' خالد بالکل بچہ تھا اور ابھی اس نے خطاطی کی مشق شروع کی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے' یہ کہتے ہوئے ابوالاسود کی آنکھیں بھر آئیں۔

اب باری باری سب لوگ خالد سے گلے مل رہے تھے۔ابوالاسود نے خالد کے لیے اپنے گھر میں ہی رہائش کا انتظام کردیا اور اگلے دن ہی خالد کی تربیت کا سلسلہ شروع

سیدنا ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

سیدنا انس ؓ بتلاتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہمیں رسول اکرم ﷺ سے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہمیں یہ بات پسند تھی کہ کوئی ہوشیار دیہاتی آئے اور آپ ﷺ سے دینی امور پوچھے اور ہم سنیں۔

مسجد نبوی میں صحابہ کرام ؓ کی مجلس لگی ہے آنحضرت ﷺ بھی اس جگہ تشریف فرما ہیں کہ یکا یک ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا پھر پوچھنے لگا (بھائیو!)

تم میں محمد (ﷺ) کون ہیں؟ ہم نے کہا: یہ سفید رنگ والے (خوبصورت) بزرگ ہیں جو ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔

تب وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! آپ نے فرمایا:

''کہو! میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔''

وہ بولا میں آپ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ (پوچھنا بھی سختی سے اور گزارش ہے ناراض نہ ہونے کی)

آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں ناراض ہوتا جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔''

(اللہ...... اللہ ...... یہ ہیں سرور کائنات کتنے نرم اور شفیق، قارئین کرام ذرا غور کیجیے اگر کوئی ہم سے کچھ پوچھے اور وہ بھی تلخ لہجے میں تو ہم جواب دینے کی بھی زحمت نہ کریں)

تب اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور پہلے لوگوں کے رب تبارک وتعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' پھر اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ کو اللہ نے رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللھم نعم'' جی ہاں

پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللھم نعم''

تب وہ شخص کہنے لگا کہ جو پیغام آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنے قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے بھیجا ہوا (صورت حال کی تحقیق کے لیے آیا ہوں)۔

میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے (اور) میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ (صحیح بخاری)

عائشہ کوکب...... چیچہ وطنی

آؤ محفل سجائیں

آج ہمارے ادارے کے نوٹس بورڈ پر یہ تحریر آویزاں تھی۔ مرکز یرموک چوکی کے سنبلوں کے گھنے درختوں کی پر سکون چھاؤں میں بیٹھا محو خیال و گمان تھا کہ اچانک مین گیٹ کی طرف ایک قد آور، مضبوط اعضا اور گھنگریالے بالوں والا نوجوان آتے ہوئے دکھائی دیا اور اکیلا نہیں بلکہ ایک تحفہ بے مثال بھی ساتھ لایا کہ جس کا نام تھا ''ننھے مجاہد''

یہ نوجوان راشد اسحاق شہید ؒ تھے۔

یہ رسالہ واقعی دل کو بھا گیا۔ دیکھتے ہی مسرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی میرے چہرے کی کھوئی ہوئی رعنائیاں اور روشنائیاں بحال ہونے لگیں۔ فرط جذبات میں چہرہ خوشی سے تملا اٹھا...... کیونکہ یہ رسالہ فیورٹ رسالہ تھا...... ورنہ ہر اخبار و جرائد اور میگزین پر بدمزگی اور بدذوقی کا مظاہرہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہو ہی جاتا۔

یہ تھی میری اور اس رسالے کی پہلی ملاقات، بخارا کا ستارا، کمپیوٹر کی کہانی آج بھی ایسے یاد ہیں جیسے کل کی بات ہو۔

روضۃ الاطفال کے تمام شمارے ہماری فائلوں میں محفوظ ہیں۔ جو میں خود حاصل نہ کر سکا وہ چکوال سے ایک مہربان کے گھر سے تحفۃً منگوا لیے۔

شروع شروع میں صرف قارئین کی صف میں شامل رہا۔ روضۃ الاطفال کے شمارہ نمبر 18 سے پہلے باقاعدہ اور بعد میں باقاعدہ جب مجھے لکھنے کا جنون ہوتا تو ردی کی ٹوکری بڑے آرام اور طنزیہ انداز میں منہ چڑانے کی کوشش کرتی رہی۔ بار ہا ناکامی کا ہار پہنتا رہا۔ کئی بار دل ڈگمگا گیا، ناکامی کی وجہ سے لکھتے وقت ہاتھ کپکپاتے رہتے لیکن یہ شعر بھی میرے دل و دماغ میں تازہ رہا۔

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

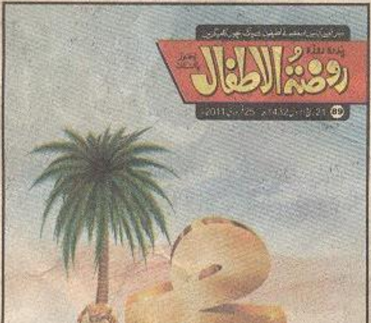
ابھی بھی میں اپنے آپ کو مضمون نگاری کے فن سے کوسوں ناواقف سمجھتا ہوں لیکن کچھ نہ لکھنے سے کچھ لکھنا بہتر ہے۔

آج سے کچھ عرصہ قبل لکھاریوں میں ٹھنڈی میٹھی، مزیدار اور تلخ انداز میں نوک جھونک، تنقید طنز و مزاح اور قلمی جنگیں بھی ہوئیں۔ جو سچ پوچھو (غالباً میرے اندازے کے مطابق) ان کی آپس میں اور روضہ کے ساتھ محبتیں اور زیادہ بڑھیں تھیں۔

یہ ایک چھوٹا سا قافلہ، جھوٹے اور من گھڑت جھنڈوں کو پاؤں تلے روندتے، صحیح اور سچے واقعات کو اجاگر کرتے اپنی زندگی کے کئی سال گزار چکا ہے۔ کچھ ساتھ چلتے تو تھک گئے، کچھ مجبوریوں کی نذر ہو گئے کوئی اللہ کو پسند آ گئے اور کچھ ذمہ داریوں کے بوجھ کی چکیوں میں پس کر رہ گئے۔

نئے نویلے لکھاریوں کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید، جی آیاں نوں کہتے ہیں۔ چونیاں، سعودی عرب، شام کوٹ، ملتان، لاہور اور گوندلانوالہ سے بہت لوگوں نے دلچسپی لی تھی لیکن آج کل ان کی تحریریں، مراسلے اور خطوط وغیرہ نظر نہیں آ رہے۔

حبیب الرحمٰن قصوری......



لازوال دولت



پیارے بچو! جیسے ہی انسانیت کا آغاز ہوا ساتھ ہی علم کا آغاز ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

''ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے ناموں کی تعلیم دی۔''

یعنی علم کا آغاز سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ ہوا اور آہستہ آہستہ پروان چڑھتا گیا۔ بہت سے اہل علم پیدا ہوئے اور علم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''علم انبیاء کی میراث ہے یہ گمشدہ دولت جہاں سے ملے لو۔''

جنگ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے بدلے میں کہا کہ وہ دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اور نبی ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی میں بھی انھیں پڑھنے کی تلقین کی گئی۔ فرمایا:

''پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھ تیرے رب بہت مہربان ہے۔ جس نے انسان کو قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا۔''

اس سے بھی تعلیم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ بے شک علم ایک لازوال دولت ہے۔ جسے زوال نہیں آ سکتا، جسے کوئی چرا نہیں سکتا۔ اس دولت کو جتنا خرچ کیا جائے یہ اتنی ہی بڑھتی ہے۔

جب تک مسلمانوں نے علم کو تھامے رکھا کامیابیاں حاصل کیں، علم کا مقصد انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔ ہمارے پاس جتنا بھی علم ہے ہمیں اس کو آگے پہنچانا چاہیے۔ کیونکہ اس کو جتنا خرچ کیا جائے یہ اتنا ہی بڑھتا ہے۔ اگر ہمارے اسلاف کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف علم حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی بلکہ انھیں پھیلانے کے لیے بھی جدوجہد کی۔ بہت سے مسلمان سائنسدانوں نے سائنس کے میدان میں کارنامے سرانجام دیے۔ انھوں نے ایسی کتابیں تالیف کیں، جنھیں اہل یورپ اپنی یونیورسٹیوں میں بطور نصاب پڑھاتے رہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے۔ ہمیں دنیاوی علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دینی علم حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دینی تعلیم پر زور دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم کو اپنائے رکھا۔ انھوں نے ایسے کارنامے انجام دیے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ لیکن جیسے ہی انھوں نے قرآن کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا۔ ناکامیاں ان کا مقدر بنیں برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کی یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ دین سے دور ہو گئے تعلیم حاصل کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

یہ دنیاوی علم جسے ہم فن کہتے ہیں، آج اس کا مقصد صرف پیسہ کمانا رہ گیا ہے۔ تعلیم کا مقصد تو انسان کو شعور وآگہی سے آشنا کرنا ہے۔ لیکن آج تعلیم کا مقصد صرف پیسہ کمانا رہ گیا ہے۔ آج پڑھے لکھے آفیسر کو قرآن درست طریقے سے پڑھنا نہیں آتا۔ آج ہم ڈاکٹر، پروفیسر وانجینئر تو بن گئے لیکن ہمیں یہ پتا نہیں کہ ہمارے پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کیا اصول ضابطے بتائے۔ اس فن نے ہمیں فضاؤں میں اڑنا تو سکھا دیا، زمین کا سینہ چیر کر نیچے چھپے معدنیات کو تلاش کر لیا، لیکن اس رب کو بھول گئے، جس نے ہمیں عقل عطا فرمائی۔ جس کی مدد سے ہم نے ایسی ایجادات کیں۔ علم کا معنی پہچاننا ہوتا ہے۔ لیکن آج ہم اچھے برے میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔''

آج ہماری اس تعلیم نے ہمیں نئی نئی ایجادات کرنا تو سکھا دیں۔ لیکن ہمارے پاس اتنا ٹائم نہیں رہا کہ ہم قرآن کا مطالعہ کر لیں۔ جس میں پوری زندگی گزارنے کے اصول بتائے ہوئے ہیں، جس میں کائنات کے ذرے ذرے کو تسخیر کرنے اور غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

ٹھیک ہے کہ دنیاوی تعلیم کے بغیر ہم دنیا کے کسی میدان میں ترقی نہیں کر سکتے۔ لیکن دینی تعلیم کے بغیر ہم آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آج والدین بچوں کو سکول اور کالجوں میں تو بھیج دیتے ہیں اور بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ ہمارا بچہ پروفیسر بن رہا ہے۔ ڈاکٹر بن رہا ہے لیکن بچے کو حافظ قرآن نہیں بناتے، شاید کہ انھیں پتا ہی نہیں کہ حافظ قرآن کے والدین کو جنت میں تاج پہنایا جائے گا آج ہماری تعلیم کا مقصد صرف پیسہ کمانا رہ گیا ہے لیکن تعلیم کا مقصد تو اچھے برے میں تمیز کرنا، شعور وآگہی حاصل کرنا ہے۔

ہم اچھے برے میں تمیز اسی وقت کر سکتے ہیں، ہمارے اندر شعور وآگہی اسی صورت میں آ سکتی ہے جب ہمارے پاس دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم بھی ہو گا۔ اور ہم مسلمان کہلوانے کے حق دار بھی تب ہی ہوں گے جب ہمیں اپنے مذہب کی تعلیمات کا علم ہو گا اور اس پر ہمارا عمل ہو گا۔ ہم دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو بھی سیکھیں گے۔ قائد اعظم رحمہ اللہ جب یورپ میں تعلیم حاصل کرنے گئے تو انھوں نے اس یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ جس کے مشہور رہنماؤں کی لسٹ میں سب سے اوپر محمد ﷺ کا نام تھا۔ لیکن آج اس پوری انسانیت کے قائد حضرت محمد ﷺ کے خاکے بنائے جا رہے ہیں۔ لیکن ہم خاموش ہیں۔ کیا ہماری تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ وہ قائد جس نے ہمیں زندگی گزارنے کے اصول و ضوابط بتائے آج اس کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے۔ قرآن کے خلاف طرح طرح کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ لیکن ہم خاموش ان کافروں سے دوستی کے چکر میں ہیں۔ کیا آج ہماری تعلیم کا مقصد صرف یہی رہ گیا ہے؟ آج کی تعلیم نے ہمیں روشن خیال بنا دیا اور آج ہم ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ اسی دشمنی وعناد کی جنگ میں ہم اپنے پیدا کرنے والے رب کو بھول گئے۔ آج تعلیم تو عام ہو گئی لیکن عمل نہیں رہا، آج ہم تعلیم یافتہ تو کہلاتے ہیں۔ لیکن ہمیں تعلیم کا مقصد یاد نہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بندوبست بھی کریں۔ اپنے سکولوں، کالجوں اور گھروں میں قرآن کی تعلیم کا اہتمام کریں اور ایک ڈاکٹر کہلوانے کے ساتھ ساتھ ایک حافظ قرآن کہلانے پر فخر کریں۔ تاکہ یہ ملک جو اسلام کے لیے قائم ہوا۔ صحیح معنوں میں اسلام کا گہوارہ بن جائے اور ہمارے بزرگوں کی قربانیاں رائیگاں نہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین ودنیا کا مفید علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عمارہ شفیع وسائرہ، اقراء اقلیمہ ...... الدعوۃ سائنس کالج پتوکی

جہاد، قرآن وسنت کی روشنی میں

بچو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاد کے متعلق احکام واضح طور پر اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں بیان فرمادیے ہیں۔ جہاد سب مردوں پر فرض ہے۔ جہاد ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ جہاد کی فضیلت قرآن مجید میں جگہ جگہ موجود ہے۔ اللہ نے جن لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہے وہ یوں ہیں:

۱۔ شیطانی طاقتوں سے لڑو:

جو لوگ ایمان لائے وہ تو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو بیشک شیطان کی تدبیر بہت کمزور ہے۔ (سورۃ النساء)

۲۔ اللہ کے راستے میں لڑتے رہو:

اور اللہ کی راہ میں جہاد وقتال کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔ (سورۃ البقرۃ)

۳۔ کفار اور مشرکین کے خلاف گوریلا جہادی کارروائیوں کا حکم:

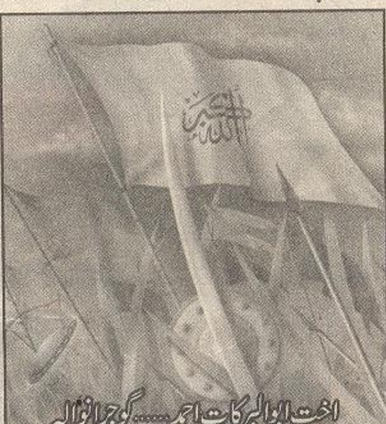
پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انھیں پکڑ کر گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے بیٹھ جاؤ، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کر لیں تو انھیں چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ التوبۃ)

۴۔ کافروں سے دوستی نہ کرنا:

یہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح کافر وہ خود ہیں تم بھی ان کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر سب یکساں ہو جاؤ پس جب تک یہ اسلام کی خاطر ہجرت نہ کریں۔ ان میں سے کسی کو حقیقی دوست نہ بناؤ پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو انھیں پکڑو اور قتل کرو، جہاں بھی یہ ہاتھ لگ جائیں خبردار! ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ سمجھ لینا۔ (سورۃ النساء)

۵۔ معاہدے کو توڑنے والوں سے لڑو:



اخت ابوالبرکات احمد...... گوجرانوالہ

اللہ کریم فرماتے ہیں، تم ایسی قوم سے کیوں نہیں لڑتے کہ جنھوں نے اپنے معاہدے کو توڑ ڈالا۔ (سورۃ التوبۃ)

جس طرح انڈیا کے پلید ہندوؤں نے آج تک درجنوں معاہدے کر کے خود ہی ان کو توڑ ڈالا اور ان کی دھجیاں اڑائیں۔

۶۔ کفار سے اپنے مقبوضہ علاقے چھڑانے کے لیے جنگ کا حکم:

اور انھیں جہاں پاؤ قتل کرو اور جس طرح سے انھوں نے تمھیں نکالا تم بھی انھیں وہاں سے نکال کر باہر پھینکو اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی برا ہے اور مسجد حرام کے نزدیک جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم بھی نہ لڑو مگر جب وہ یہاں لڑنے سے نہ رکیں تو تم بھی انھیں بے تکلف مارو کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ (سورۃ البقرہ)

اس آیت میں کفار کے ہاتھوں مسلمانوں کے مقبوضہ علاقے کے لیے جنگ کرنے کا حکم ہے، جیسے مسلمانوں کا خطہ کشمیر ہندو مشرکوں کے غاصبانہ قبضے میں ہے۔

۷۔ جہاد کب تک کرنا ہے:

جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے کی توفیق دے۔ آمین!

فرامین رسول مقبول ﷺ

❀ تاجدار مدینہ ﷺ نے ایک شخص کو امیر لشکر بنا کر کسی مہم پر بھیجا وہ جب امامت کرتے تو ہر نماز کی آخری رکعت میں سورۃ اخلاص ضرور پڑھتے۔ جب یہ لشکر واپس آیا تو اس میں شریک کچھ لوگوں نے اس کا ذکر حضور اکرم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کی وجہ انھی سے پوچھو۔''

جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا:

''اس سورت میں اللہ کی صفات کا بیان ہے، اس لیے مجھے اس سے محبت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے زیادہ سے زیادہ پڑھوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو بتا دو کہ اس کائنات کا مالک بھی انھیں محبوب رکھتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رہبر اعظم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ کون ہے''

میں نے کہا یہ وہی ہے جن کی نمازوں کے چرچے ہیں یعنی ساری ساری رات عبادت میں مشغول رہتی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم پر اتنی ہی عبادت واجب ہے جسے تم ہمیشہ ادا کر سکو۔ اللہ کی قسم! تم ہی تھک ہار کر رہ جاتے ہو مگر اللہ کبھی عاجز نہیں ہوتا۔ اللہ کو وہی دین پسند ہے، جس پر عمل کرنے والا ہمیشہ قائم رہ سکے۔'' (بخاری ومسلم)

❀ ہادیٔ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے کسی دوسرے بھائی کی بالشت بھر زمین بھی ناجائز طور پر ہتھیا لی تو اللہ تعالیٰ زمین کے ساتوں پرتوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈلوائیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

❀ محبوب خدا ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ باہر سے شور کی آوازیں سنائی دیں۔ ایک شخص نے اپنے قرض میں سہولت اور کمی کے لیے کہہ رہا تھا، مگر دوسرا قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ حجرہ مبارک سے نکلے اور باہر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''یہ اللہ کی قسم! کھانے والا کون ہے جو خیر وبھلائی کا کام کرنا نہیں چاہتا؟ قرض خواہ نے کہا: ''میں ہوں حضور اور یہ میرا بھائی ہے جو کچھ یہ چاہتا ہے اب میں اس کے لیے تیار ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

راضیہ نزہت...... عارف والا

گنا

ساتھیو! عنوان دیکھ کر آپ حیران ضرور ہوئے ہوں گے کہ، ارے بھئی یہ کیا؟ آج گنا روضۃ الاطفال کے صفحات پر براجمان ہیں، جی ہاں! ان کا شمار اگر چہ پھلوں وغیرہ میں قطعاً نہیں ہوتا لیکن اللہ نے اس میں جو طبی فائدے بھر دیے، اس کے پیش نظر ہمارا فرض بنتا ہے کہ گنے جی کو بھی اپنے درمیان بٹھائیں، کچھ اس کی سنیں اور کچھ اپنی سنائیں، جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گنے میں ایسے جوہر رکھے ہیں کہ اس کی افادیت کئی ایک پھلوں اور پھولوں سے بھی کئی گنا زیادہ ہے۔ گنے کے فوائد پر حکیم اور اہل فن نے اب تک تحقیقی نظر نہیں ڈالی، معلوم ہوتا ہے کہ گنے کے بارے میں اس پر ہی اکتفا کر لیا گیا ہے کہ اس سے گڑ، چینی اور شکر بنتی ہے یا زیادہ سے زیادہ سرکہ بن جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گنے کے فوائد پر جب نظر ڈالی جائے تو بڑی حیرت انگیز راہیں کھلتی ہیں، ایسے حضرات جو جنون میں مبتلا ہوں یا جن کی نیند اڑ گئی ہو یا جو ہر وقت طرح طرح کی پریشانیوں میں گھر کر ذہنی توازن سے ہاتھ دھو بیٹھے ہوں یا سخت خشکی کا شکار ہوں، ایسے لوگوں کے لیے گنے کا استعمال بہت مفید ہے، گنے کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ موٹاپا لاتا ہے، چنانچہ میرے بہت سے دبلے پتلے ساتھی گنے کا رس نوش فرمایا کریں۔ گنے سے گلے کی خشکی کو بہت فائدہ ہوتا ہے اس لیے خشک کھانسی میں گنے کا استعمال حکیموں کا معمول ہے۔ نکسیر کے لیے بھی گنا سود مند ہے، خاص طور پر نکسیر کے وقت اس کا پانی ناک میں ڈالنے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔ خونی قے میں بھی گنے کا رس فوری اثر کرتا ہے، اس سے معدے کو سکون ہو کر قے رک جاتی ہے، گنا آواز کو بحال کرتا ہے۔ بعض حکیموں نے لکھا ہے کہ یہ قوت گویائی پیدا کرتا ہے۔ سوزاک کے مرض میں گنے کا فائدہ صندل کے فائدے سے کم نہیں، گنا بواسیر میں بھی مفید ہے۔ حکیموں کا تجربہ ہے کہ گنے کے رس میں انار کا رس ملا کر پلانے سے بواسیر میں افاقہ ہوتا ہے۔



عمر فاروق ارشد..... فورٹ عباس


فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان
18 ذوالقعدہ جمعۃ المبارک، 11 اگست 2017
جلد نمبر 17
شمارہ نمبر 16/250
صفحات 16
قیمت 6
2017
کشمیر کے نام
جب پاکستان بنا
ادھورا ہے وطن میرا
کشمیر کے بنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پاکستان وجود میں آئے ستر سال مکمل ہو چکے ہیں۔ بڑی محنتوں اور کاوشوں کے بعد ملک پاکستان ہمیں ملا تھا، لاکھوں قربانیاں دی تھیں، ہمارے بزرگوں نے اپنی جانیں پیش کر کے یہ آزاد ملک حاصل کیا تھا، ہمارے پیارے قائد محمد علی جناح رحمہ اللہ نے اپنے پختہ ارادے اور عزم کے ساتھ تقسیم ہند کا مشکل ترین کام کر دکھایا۔

پیارے بچو! اب اس چمن کی آبیاری ہمارے ہاتھوں میں ہے ہم نے اپنے پیارے وطن کو مضبوط و مستحکم بنانا ہے۔ اپنا جائزہ لینا ہے کہ کہیں میں خود جانے انجانے میں اپنے وطن کو نقصان تو نہیں پہنچا رہا؟ کیا میں اپنے وطن کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھتا ہوں؟ کیا میں اپنے پیارے وطن کے قوانین کی پاسداری کرتا ہوں؟ کبھی میں نے ٹریفک سگنل کی خلاف ورزی تو نہیں کی؟ کیا کبھی میں نے اپنے ہم وطنوں کو آپس میں لڑتے دیکھا تو چھڑوایا یا ان کو لڑنے کیلئے اور نقصان کرنے کیلئے چھوڑ دیا؟ یہ سب وہ سوالات ہیں جنکا جواب ہم خود سے لیکر اپنی اور معاشرے کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اور اپنے پیارے چمن کی رکھوالی میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

14 اگست یوم آزادی آنے والا ہے اس دن کی نسبت سے خود بھی اور اپنے دوستوں کو بھی آگاہ کریں اور بتائیں کہ کس طرح ہم اپنے بزرگوں کی قربانیوں کی لاج رکھتے ہوئے اپنے وطن کو مضبوط و مستحکم بنا سکتے ہیں۔

پاکستان زندہ باد...... پاک فوج پائندہ باد

والسلام

آپ کے اپنے بھیا جی
ایڈیٹر

نگران راشد علی، مدیر اعلیٰ جنید الرحمن، مدیر احمد طیب | شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سگھیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

PO BOX# 102, GPO, LAHORE

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن مبلغ 250 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینجر 0322-4336456

rozatulatfaal.pak@gmail.com

0311-6397264

rozatulatfaal.pak

جواں مردی کے ایسے جوہر تھے جس نے آپ کو بہادر صحابہ کی فہرست میں شامل کردیا۔ تیراندازی میں بے حد ماہر تھے اور بہت اچھا نشانہ لیتے تھے آپ تیر اندازی میں نامور صحابہ میں شامل تھے۔ میدان جنگ میں شجاعت اور دلیری کے ایسے جوہر دکھاتے کہ دشمن دہل جاتے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد

ماں باپ قربان

ابوعمر۔ لاہور

انہوں نے اپنی ساری زندگی جہاد میں گزار دی۔ احد کا میدان سجا تو آپ بھی مجاہدین صف شکن میں شامل تھے۔ معرکہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اچانک جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ اس دوران نبی اکرم ﷺ کفار کے درمیان تھے، نبی ﷺ کے جانثار نے یہ منظر دیکھا تو نبی ﷺ کے دفاع کے لیے مشرکین کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

آپ نبی ﷺ کے پاس پہنچ کر سامنے کھڑے ہوگئے اور کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں''، آپ کی حفاظت کے لیے میں حاضر ہوں۔ جس کسی طرف سے کوئی وار آپ ﷺ پر کرنے آتا آپ دلیری سے اس کا مقابلہ کرتے اور آپ ﷺ کو بچاتے۔ غزوہ احد میں ان کے ہاتھوں دو یا تین کمانیں ٹوٹیں۔ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں اونگھ کے دوران میرے ہاتھ سے کئی بار تلوار گری، تلوار گرتی میں پکڑ لیتا، پھر زمین پر گرتی تو میں پکڑ لیتا۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰى طَآىٕفَةً مِّنْكُمْ

''پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا جو ایک اونگھ تھی جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی۔''

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پر اونگھ کا آنا اللہ کی طرف سے تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ معرکہ یقین کامل کے ساتھ لڑ رہے تھے، آپ دشمن سے بے خوف تھے، تیر و تلوار کی پرزور آواز میں بھی پرسکون تھے، اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل تھا کہ کوئی پریشانی تھی نہ دشمن کا خوف۔ دوران معرکہ آپ کی بہادری، اطمینان قلب، مصائب پر صبر، دشمن کے خلاف ثابت قدمی قابل دید تھی۔

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے، اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ آپ اپنی محبت کا اظہار نبی اکرم ﷺ سے اس طرح کرتے تھے کہ ''یارسول اللہ ﷺ! میری جان آپ پر قربان، میرہ چہرہ آپ کے چہرے کی ڈھال ہے۔''

تاریخ میں آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی سنہرے حروف میں لکھا ہے، آپ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ آپ کے کھجوروں کے باغات تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (آل عمران:92)

''تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کروگے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو اور تم جو چیز بھی خرچ کروگے تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔''

اس حکم کے نازل ہوتے ہیں آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے باغات میں سے سب سے زیادہ پسند بیرحاء نخلستان ہے، میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''ٹھہرو! یہ بڑا نفع بخش مال ہے۔ جو تم نے کہا میں نے سن لیا، تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔'' ابوطلحہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں ایسا ہی کروں گا اور پھر آپ نے بیرحاء نخلستان باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے کسی باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اس دوران وہاں ایک خوب صورت سرخ اور سیاہ رنگ کی چڑیا اڑتی ہوئی آئی، آپ اس چڑیا کی طرف متوجہ ہوگئے، چڑیا کبھی ادھر جاتی تو کبھی ادھر۔ وہ باغ کے گھنے جھنڈ میں سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کررہی تھی۔ آپ کو یہ منظر خوبصورت لگا، تھوڑی دیر تک آپ کو یاد آیا کہ میں حالت نماز میں تھا، آپ بقیہ نماز مکمل کرنے لگے لیکن آپ بھول گئے تھے کہ میں نے نماز کا کتنا حصہ مکمل کیا ہے؟ آپ کو نماز بھول جانے والی بات ناگوار گزری اور اس پر انہوں نے کافی افسوس کیا اور کہنے لگے کہ ''میرے مال نے مجھے فتنے میں مبتلا کردیا ہے۔'' اس لیے آپ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! میں اپنا یہ باغ صدقہ کرتا ہوں آپ اسے جہاں چاہیں صرف کریں۔'' اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس قدر متقی تھے۔ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتیں فرمائے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوں۔

پیارے بچو! آپ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سیرت پڑھی تو آپ نے کیا سیکھا؟ ان کی نبی ﷺ سے محبت کا حال کیا تھا؟ اور بھی آپ کو ان کی زندگی سے کیا سیکھنے کو کیا ملتا ہے؟ یقیناً صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں ہمارے لیے سیکھنے کے لیے نمونے ہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ صحابہ کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ ہمیں علم ہو کہ ہمارے اسلاف کس طرح اسلام پر کاربند تھے اور آج ہمارا حال کیا ہے؟

اللہ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔

دولت مندی مال کی بہتات سے نہیں لیکن دولت مندی تو دل کی دولت مندی ہے۔ (بخاری و مسلم)

کامیاب کون؟



راشد علی | مسئول المحمدیہ سٹوڈنٹس پاکستان

سخت محنت کر کے امتحانات دیے، طویل انتظار کے بعد رزلٹ آیا بہت سے بچے امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد پھولے نہیں سما رہے ہوں گے اور بہت سے بچے اچھا رزلٹ نہ آنے کی وجہ سے پریشان ہو رہے ہوں گے اور کامیاب ہونے کی دوبارہ کوشش کر رہے ہوں گے۔ جو بچے امتحانات میں پاس ہوئے ہیں ان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اپنی کامیابی پر عاجزی وانکساری اختیار کرتے ہوئے خود کو اگلے امتحانات کے لیے تیار کرنا چاہیے جس میں سب سے بڑا امتحان قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر دینا ہے اور رزلٹ حاصل کرنا ہے، دنیا میں کامیاب ہونا اصل خوشی نہیں ہے بلکہ اصل خوشی تو یہ ہے کہ ہم آخرت کے امتحان میں کامیاب ہو جائیں، دنیا کی جو کامیابی ہے یہ عارضی ہے اور ختم ہو جائے گی اور جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہو گیا اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی خوشی اور کامیابی ہے اور جو آخرت میں کامیاب ہو گیا وہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور عام لوگوں کو اپنا رزلٹ دکھاتا پھرے گا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں، جہنم کی آگ سے بچ گیا ہوں اور جنت کا داخلہ مجھے مل گیا ہے۔ جیسا کہ دنیا میں جو کامیاب ہو جاتا ہے وہ اپنا رزلٹ کبھی رشتہ داروں کو بتاتا ہے، کبھی اپنے دوستوں کو دکھاتا ہے اور خوشی سے پھولا نہیں سما رہا ہوتا۔ اصل کامیابی وہی ہے جس بندے کو قیامت کے دن اچھا رزلٹ مل گیا اور وہ جہنم سے بچ گیا۔

دنیا کی کامیابی اچھی بات ہے...... اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابیوں سے نوازے اور آپ کو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب کرے۔

دوسری بات یہ کہ جو بچے فیل ہو گئے ہیں ان کو پریشان یا مایوس نہیں ہونا چاہیے، یقیناً اللہ تعالیٰ اگر کوئی مشکل دیتے ہیں تو اس کے ساتھ آسانی بھی عطا فرماتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے نا:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. (سورہ الانشراح 5)

"یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے"

دنیا کے اندر بہت سے بڑے بڑے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے بہت ساری ناکامیاں دیکھیں لیکن جب انھوں نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل محنت کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب کیا اور وہ واقعتاً دنیا کے اندر دنیا کے لحاظ سے سرخرو ہو گئے، اگر اس دفعہ آپ کو ناکامی ملی ہے تو اگلی دفعہ کامیابی مل سکتی ہے، یہاں کونسا چانس ختم ہو گیا ہے بلکہ موقع تو آپ کے پاس بار بار موجود ہے بندہ ان مواقع کو دوبارہ استعمال کر سکتا ہے۔ اس بات پہ مایوس ہونا اور پریشان ہونا کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے اس ڈر سے اپنے آپ کو نقصان پہنچانا اور خودکشی کر لینا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھنا، تعلیم کو چھوڑ دینا یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ مایوسی تو گناہ ہے، اگر ہم دیکھیں تو شاید بڑی بڑی بیماریاں اتنا نقصان نہیں پہنچاتیں جتنا مایوسی اور پریشانی اور احساس کمتری انسان کو ذہنی مریض بنا دیتی ہیں اور کئی لڑکے چھوٹی عمر میں ہی اپنی پریشانی کو ختم کرنے کے لیے نشہ کرنے لگ جاتے ہیں جوان کے کردار کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے اور وہ قیمتی جان جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے اس سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس لیے مایوس اور پریشان نہیں ہونا، ان شاء اللہ ہر ناکامی کے بعد کامیابی ہے۔ دنیا میں یہ تو نہیں ہے کہ اگر ایک دفعہ ناکام ہوا تو ہمیشہ کے لیے ناکامی ہے بلکہ بندہ بار بار کوشش کرے کبھی تو کامیاب ہو جائے گا۔ یہاں اس بادشاہ کا تذکرہ کرتے چلیں جو جنگوں میں شکست کھا کھا کر مایوس ہو کر ایک غار میں جا کر چھپ گیا وہاں بیٹھے بیٹھے اس نے ایک چیونٹی کو دیکھا جو اوپر چڑھنے کی کوشش کرتی ہے پھر گر جاتی، پھر وہ چڑھنے کی کوشش کرتی ہے اور گر جاتی ہے اسی طرح ننانوے بار کوشش کرنے کے بعد سوویں دفعہ وہ چڑھ گئی اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئی۔ بادشاہ نے اس چیونٹی کے بار بار کوشش کرنے کے بعد کامیابی کو دیکھا تو اس چیونٹی سے سبق حاصل کر کے وہ واپس اپنے دربار میں پہنچا دوبارہ کوشش کی۔

اس چیز کو سامنے رکھ کر ہمیں چلنا چاہیے کیونکہ جب ہم پریشانی اور مایوسی سے باہر ہوں گے اور کھلے ذہن کے ساتھ باتوں کو سوچیں گے تو اللہ تعالیٰ پھر اسباب بھی پیدا کر دے گا کیونکہ کامیابی اور ناکامی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان تو کوشش ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى. (النجم 39)

"انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے"

اگر ہم کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ یقینی طور پر ہمیں کامیاب و کامران کرے گا۔

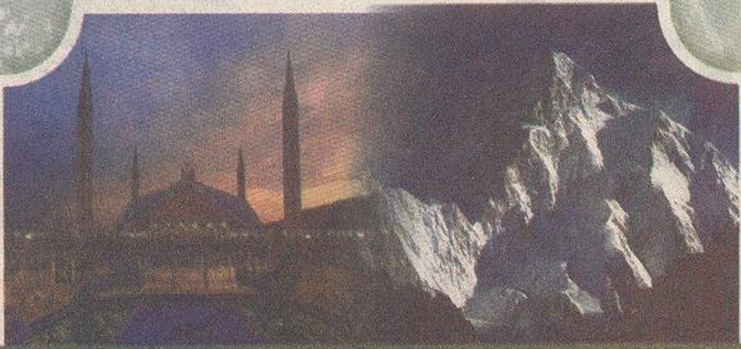
بقیہ: صفحہ نمبر 16 پر

ہمارا سوہنا پاکستان

محل وقوع

پاکستان کا کل

رقبہ 796096 مربع کلومیٹر ہے۔ پاکستان کے مشرق میں بھارت، شمال مشرق میں چین، شمال مغرب میں افغانستان، جنوب مغرب میں ایران اور جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔ رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ بلوچستان، دوسرے پر پنجاب، تیسرے پر سندھ اور چوتھے پر سرحد ہے۔ آبادی کے لحاظ سے پنجاب پہلے نمبر پر۔ دوسرے نمبر پر سندھ، تیسرے نمبر پر صوبہ سرحد اور چوتھے نمبر پر صوبہ



بلوچستان ہے۔

قبائلی علاقہ وفاقی حکومت کے تحت ہے۔

معلومات عجیبہ:

اسلام آباد میں واقع فیصل مسجد، کراچی میں مسجد طوبیٰ، لاہور کی بادشاہی مسجد، مسجد شہداء اور رحیم یار خان میں مسجد بھونگ کا شمار دنیا کی خوبصورت مساجد میں ہوتا ہے۔ انسانوں کے ہاتھوں بویا ہوا دنیا کا سب سے بڑا جنگل چھانگا مانگا پاکستان میں ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا قلعہ رانی کوٹ صوبہ سندھ پاکستان میں ہے، دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان میں ہے اس کی لمبائی 40 ہزار میل ہے۔ جسے اب پاکستان کا ازلی دشمن بھارت پاکستانی دریاؤں پر ڈیم بنا کر پانی بند کر کے واٹر بم گرا کر اسے برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا لمبا بیراج ''سکھر بیراج'' پاکستان میں ہے یہ دریائے سندھ پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً ایک میل ہے۔

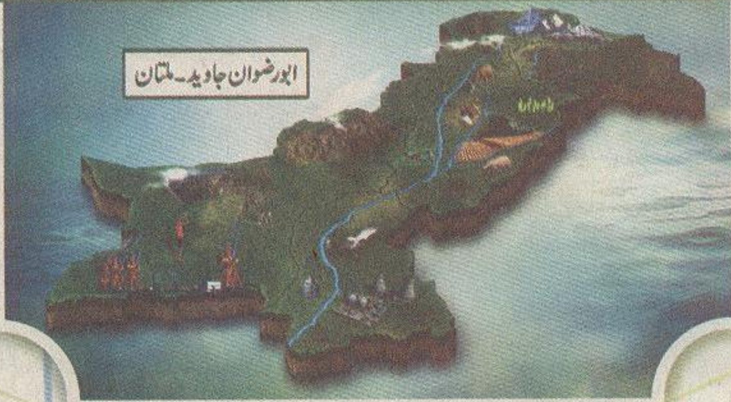
دنیا کا سب سے بڑا ڈیم ''تربیلا ڈیم'' پاکستان میں ہے۔ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی ''کے ٹو'' سکردو (شمالی علاقہ جات) پاکستان میں اور اس کی بلندی 78250 فٹ ہے۔

دنیا کی سب بڑی نمک کی کان کھیوڑہ میانوالی میں واقع ہے۔

(بحوالہ دلچسپ لطیفے)

قومی ترانہ:

پاکستان کا قومی ترانہ ملک کے مشہور شاعر جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری نے لکھا ہے۔ قومی ترانہ 13 اگست 1954ء کو پہلی بار ریڈیو پاکستان سے نشر کیا گیا۔ قومی ترانے میں کل 50 الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قومی ترانے کے تینوں بند صرف ''پ'' سے شروع ہوتے ہیں۔



قومی ترانے کی دھن احمد جی چھاگلا، عبدالکریم چھاگلا نے مرتب کی۔ قومی ترانہ مخمس (صنف شاعری) میں لکھا ہوا ہے۔ پاکستان کا قومی ترانہ پڑھنے میں ایک منٹ 20 سیکنڈ صرف ہوتے ہیں۔

تقسیم ہند سے قبل ''اسرار الحق مجاز'' نے پاکستان کے لیے قومی ترانہ لکھا تھا۔ قومی ترانہ لکھنے سے پہلے اس کی دھن (موسیقی) مرتب کی گئی۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کا قومی ترانہ مرتب کرنے کے لیے نگرانی میں 9 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

معصوم روشنی

وہ ایک عرب ملک کا رہنے والا تھا۔ کوئی خاص مقصد حیات نہ تھا۔ اللہ کے ساتھ تعلق کم ہی تھا۔ کتنی ہی مدت گزری اس نے مسجد تک جانا گوارا نہ کیا تھا، نہ اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔ وہ برے ساتھیوں کے ہمراہ شام سے فجر تک بے کار کاموں میں مشغول رہتا اور بیوی کو گھر میں اکیلے چھوڑے رکھتا۔

ایک مرتبہ وہ بے کار کاموں میں رات گزارنے کے بعد صبح تین بجے گھر واپس آیا۔ دیکھا تو اس کی بیوی اور چھوٹی بچی دونوں گہری نیند سو رہے تھے نینداس سے کوسوں دور تھی وہ انہیں بستر پر چھوڑ کر دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا اور اخلاق سے گری ہوئی فلمیں دیکھنے لگا۔ فلمیں تو ہوتی ہی اخلاق سے گری ہوئی۔ ان میں ہر بات قرآن وسنت کے خلاف ہوتی ہے۔ فحاشی کے مناظر سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور اسلام میں فلمیں دیکھنا جائز نہیں۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور پانچ سالہ بیٹی باپ کے سامنے تھی۔ بیٹی نے باپ کی طرف انتہائی تعجب کے ساتھ حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا اور بولی:

بابا! آپ کے لیے یہ نہایت معیوب بات ہے۔ آپ کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

یہ جملہ بچی نے تین دفعہ دہرایا اور پھر دروازہ بند کر کے واپس چلی گئی۔

باپ پر بچی کی بات بجلی بن کر گری اور وہ سخت شرمندہ اور پریشان ہو کر اٹھا، ویڈیو کو بند کیا اور حیران و پریشان ہو کر بیٹھ گیا۔ بچی کا جملہ اس کے دماغ میں بار بار گردش کر رہا تھا۔ پھر وہ کمرے سے نکلا دیکھا تو بچی بستر پر جا چکی تھی۔ چند ہی منٹ گزرے تھے کہ قریبی مسجد سے موذن کی اذان اس کے کانوں سے ٹکرائی جو ڈراونی رات کی خاموشی کو توڑ رہی تھی۔

وہ جلدی جلدی وضو سے فارغ ہو کر مسجد پہنچا سجدے میں پہنچ کر پیشانی زمین پر رکھی ہوئی تھی کہ بلا سبب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ پڑا اور وہ سسکیاں لے کر رونے لگا۔

اس آہ وزاری نے اس کو احساس دلا دیا کہ اب اس کے ایمان کی تازگی کا وقت آن پہنچا ہے اب اس کی زندگی کی کایا پلٹ چکی تھی!!!

فجر کی نماز ختم ہوگئی، وہ تھوڑی دیر مسجد میں ہی بیٹھا رہا، پھر اپنے گھر کو واپس ہوا اور سوئے بغیر صبح سویرے اپنی ڈیوٹی کے لئے نکل گیا۔ جب آفس پہنچا تو اس کا منیجر تعجب میں پڑ گیا کہ آخر ماجرا کیا ہے کہ آخری وقت میں پہنچنے والا شخص آج صبح سویرے ہی ڈیوٹی پر پہنچ گیا ہے!

منیجر نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے گزشتہ رات کے حادثے سے آگاہ کیا۔ منیجر نے کہا: تم اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ایسی معصوم سی نیک بچی سے نوازا ہے جس نے تمہیں ملک الموت کے آنے سے پہلے پہلے غفلت کی نیند سے بیدار کر دیا ہے۔

ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد وہ گھر واپس ہوا تا کہ کچھ آرام کر لے وہ اس دوران میں اپنی چھوٹی بچی کے دیدار کا از حد مشتاق تھا جو اس کی ہدایت اور اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنی تھی۔

وہ گھر کے اندر داخل ہوا تو اس کی بیوی نے زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے اس کا استقبال کیا اس نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ بیوی نے چیختے ہوئے کہا تمہاری پیاری اور لاڈلی بیٹی وفات پا گئی ہے۔

اس اندوہناک خبر کے صدمے نے باپ کے اوسان خطا کر دیے وہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکا چنانچہ وہ بچی کی وفات کے غم میں بیوی کے ساتھ رونے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب قدرے اطمینان ہوا تو اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی آزمائش ہے۔

اس نے بچی کو غسل دے کر کفن پہنا دیا، پھر نماز جنازہ پڑھ کر اسے قبرستان میں دفن کرنے لگے تو اس کے دوست نے کہا:

تیرے علاوہ کسی اور کے لیے قبر میں اترنا مناسب نہیں۔ چنانچہ باپ نے بیٹی کو اٹھایا اور اسے قبر میں رکھا۔ اس دوران میں اس کی آنکھیں اشکبار تھیں اور اس کی زبان گویا تھی:

میں اپنی بیٹی کو نہیں بلکہ اس روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس نے میری زندگی کی اندھیری رات کو اجالے سے بدل دیا۔

میں اس روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس کی شعاعوں نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی اور مجھے فسق وفجور کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وعمل کی منور دنیا میں لے آئی۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اس دنیا میں اپنے والدین کے لیے ایسی بہتر روشنی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حافظہ مریم خالد۔ سیالکوٹ

اور ان پر جو مصیبت آئے صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے ہیں۔ (الحج:35)

دعا کی برکت

جیسے ہی گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں ہم نے زوروشور سے چھٹیوں کا ہوم ورک کرنا شروع کر دیا تاکہ جلد از جلد کام ختم کر کے ماموں کی طرف رہنے جائیں۔ ایک دن ایسا بھی آیا کہ ہم ماموں کی طرف چلے گئے۔ خوب گرمی پڑ رہی تھی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمارے جانے کے دوسرے دن ہی خوب بارش ہوئی۔ موسم کے ٹھنڈا ہونے سے ہم نے خوب لطف اٹھایا۔ ٹھنڈے موسم میں ہم چھت پر بیٹھے تھے کہ ایک بھڑ جسے ہم پنجابی زبان میں پونڈ کہتے ہیں آ گیا جو کبھی ادھر اڑتا کبھی ادھر۔ سارے ڈر رہے تھے کہ کہیں یہ بھڑ ہمیں کاٹ نہ لے۔ کیونکہ بھڑ کے کاٹنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے...... اب قسمت کی بات دیکھیں کہ وہ بھڑ میرے پاؤں پر آ بیٹھا اور اتنے زور سے کاٹا کہ پاؤں پر ایک باریک سا سوراخ ہو گیا اور کاٹی ہوئی جگہ پر سوجن ہونے لگی لیکن یہ کیا...... آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ مجھے ذرا برابر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں بھی بہت حیران ہوئی پھر اچانک ہی مجھے یاد آیا کہ میں نے صبح اذکار کیے تھے جن میں موجود یہ دعا پڑھی تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جس شام کو یہ دعا تین بار پڑھ لی اسے صبح تک اچانک کوئی مصیبت نہیں آئے گی اور جس نے صبح کے وقت یہ دعا تین بار پڑھ لی اسے شام تک اچانک کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کرنے والے ابان بن عثمان کو فالج ہو گیا تو ان سے حدیث سننے والا تعجب سے ان کو دیکھنے لگا (کہ پھر یہ فالج کیوں ہو گیا؟) تو انہوں نے کہا: کیا ہوا؟ مجھے کیا دیکھتے ہو؟ اللہ کی قسم میں نے عثمان پر جھوٹ نہیں بولا اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا لیکن جس دن مجھے فالج ہوا میں اس دن غصے میں تھا اور یہ کلمات پڑھنا بھول گیا۔ (سنن ابی داوٗد)

جی ہاں! یہ سب دعا کی برکت سے تھا کہ مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں صبح و شام کے اذکار تو پہلے بھی کرتی تھی لیکن اس واقعہ کے بعد مزید پختگی آ گئی۔ اس کہانی سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ اگر خلوص کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعاؤں کو پڑھیں تو اللہ خود حفاظت فرماتے ہیں۔ آخر میں اس کے متعلق ہی ایک اور حدیث پڑھتے جائیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بڑی تکلیف ہوئی اس بچھو سے جس نے مجھے رات کو کاٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو شام کو کہہ لیتا: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. تو وہ تجھے ضرور نہ ڈستا۔ (صحیح مسلم)

اسماء عبدالغفور۔ گوجرانوالہ

چڑیا کا گھونسلہ اور اسلم

صہیب اعظم۔ ملاں پور

اسلم کو پرندوں کے گھونسلے خراب کرنے اور ان کے بچوں کو گھونسلوں سے اٹھالانے میں بہت مزہ آتا تھا۔ وہ یہ کام کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ اسلم کے والدین اسے یہ سب کچھ کرنے سے منع کرتے تھے مگر اسلم ان کی باتوں کو سنی ان سنی کر دیتا۔ ایک دن اسلم نے ایک چڑیا کے بچوں کو ان کے گھونسلے سے اٹھالیا۔ چڑیا اپنے بچوں کے لیے کھانے کی تلاش میں گئی ہوئی تھی۔ جب چڑیا واپس آئی تو اپنے بچے گھونسلے میں نہ پا کر بہت پریشان ہوگئی اور انہیں ادھر ادھر تلاش کرنے لگی۔ آخر کار وہ تھک ہار کر گھونسلے میں بیٹھ گئی۔ ادھر اسلم نے چڑیا کے بچوں کو پنجرے میں بند کر دیا اور انہیں دانا، پانی بھی نہیں دیا اور وہ ننھی سی جانیں بھوکی، پیاسی اداسی کے عالم میں بیٹھی رہیں۔ اسلم کی امی نے جب چڑیا کے بچوں کا یہ حال دیکھا تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے بچوں کو دانہ اور پانی دیا۔ مگر انہوں نے یہ سوچ لیا کہ اسلم کی یہ حرکت ناقابل معافی ہے۔ دوسری طرف اسلم بچوں کو بند کر کے آرام کے لیے چلا گیا۔ اس نے ایک خواب دیکھا جس نے اسلم کو ہلا کر رکھ دیا اس نے دیکھا کہ تمام پرندے انسانوں سے بہت بڑے ہو گئے ہیں اور ان پرندوں میں سے ایک نے اسلم کو اپنے تیز اور نوکیلے پنجوں میں جکڑ لیا ہے۔ اس پرندے نے اسلم کو پنجرے میں بند کیا پھر اس پر ٹھنڈا پانی پھینکا اس کو کھانے کے لیے کچھ نہ دیا۔ ڈر کے مارے اسلم کی آنکھ کھل گئی اس نے فوراً چڑیا کے بچوں کو پنجرے سے باہر نکال کر ان کے گھونسلے میں رکھ دیا۔ چڑیا ابھی تک وہاں اداسی کے عالم میں بیٹھی تھی۔ چڑیا اپنے بچوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اس دن کے بعد اسلم نے کبھی کسی پرندے کو تنگ نہیں کیا۔ اسلم کے والدین اس میں آنے والی تبدیلی سے خوش تھے اور آئندہ سے کسی بھی جانور کو تنگ نہ کرنے کی نصیحت کی۔

جب پاکستان بنا

جنید الرحمٰن

تایا جی اُٹھ جائیں۔ ابو جان آپکو بُلا رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں جلدی آجائیں وقت بہت کم ہے۔ اچھا اچھا میں آرہا ہوں تایا جی یہ کہہ کر جلدی سے اُٹھے اور اپنے کپڑے سیدھے کر کے جوتا پہن کر گھر سے باہر نکل گئے ۔میں اِسی انتظار میں رہتا تھا کہ تایا جی کب گھر سے باہر نکلیں تو میں اور میرا کزن جو ان کا بیٹا تھا ہم کھیتوں کو کراس کر کے دور نہر کے قریب درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ جہاں جا کر ہم کھیلیں کودیں۔ وہاں پھلوں کے درخت تھے جہاں سے ہم پھل اُتار اُتار کر کھاتے اور نہر میں نہا کر واپس آتے ۔وہ جگہ بہت خوبصورت تھی لیکن ایک ہندو کی تھی۔ اس نے اپنا ایک ڈیرہ بنایا ہوا تھا جہاں سے وہ کم ہی باہر نکلتا تھا۔ اس لیے ہم اس کے کھیتوں میں چلے جاتے تھے۔ آج پھر ہم اسی جگہ چلے گئے۔ وقت گزرتا گیا کھیلتے شرارتیں کرتے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب پاکستان بننے کی باتیں ہوتی تھیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ ان دنوں سکھوں اور ہندوؤں نے اس طرف جہاں ہم کھیلتے تھے مسلمانوں کا آنا جانا بند کیا ہوا تھا مگر ہم اس بات سے بے خبر وہاں چلے گئے کھیلتے کھیلتے میرے کزن جس کا نام ضمیر تھا، اس نے کہا آؤ آج نہر کا پل کراس کر کے دوسری طرف جاتے ہیں۔ میں نے اسے منع کیا لیکن وہ مسلسل اس بات پر زور دیتا رہا کہ جانا ہے۔ خیر میں بھی مان گیا ۔ہم دوسری طرف پہنچے تو کھیتوں سے ہوتے ہوئے ہم اس ڈیرے کے قریب پہنچ گئے۔ چونکہ ہمارے پورے علاقے میں بڑی باتیں مشہور تھیں کہ بہت عجیب جگہ ہے فلاں ہے فلاں ہے۔

ہمارے اندر بہت تجسس تھا کہ آج ہم اسے دیکھیں گے اندر اندر خوشی بھی ہو رہی تھی کہ دوستوں کو جا کر بتائیں گے کہ ہم وہ ڈیرہ دیکھ کر آئے ہیں ڈیرے کی بیرونی دیوار کے ساتھ آم کا درخت تھا۔ ہم اس درخت پر چڑھ کر اندر کا ماحول دیکھنے لگ گئے اندر کا ماحول ہمارے لیے حیران کن تھا۔ ہر طرف نیزے، بھالے، تیر، خنجر اور اس طرح کا سامان پڑا ہوا تھا۔ دیوار کے بالکل اندرونی طرف تین سے چار لوگ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی ٹانگیں نظر آرہی تھیں اور آوازیں آرہی تھیں۔ جیسے ہی ہم نے غور سے ان کی باتیں سُنی تو جیسے ہمارے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ ان میں بیٹھا ایک بندہ کہہ رہا تھا کہ فلاں تاریخ کو اس گاؤں کے لوگوں نے اپنے گاؤں کو چھوڑ کر نہر کے پیچھے کھیتوں کے راستے پاکستان جانا ہے تو دو دستے جن کے پاس مکمل اسلحہ ہو گا وہ ان پر کھیتوں سے نکلتے ہی حملہ کریں گے۔ شروع میں حملہ نہیں کرنا کیونکہ کھیتوں کے آخر میں سب قافلے جمع ہو جائیں گے اور وہاں سے پاکستان قریب ہے اس لیے وہ وہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں گے۔ سردار نے اپنے ایک سکھ جوان کو پکارتے ہوئے کہا اوئے بشیر سُن کوئی مسلمان بچ کے نہ جائے ان کا سارا سامان لے آنا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو جان سے مار دینا ۔آگے سے سکھ نے کہا سردار جی "تسی پریشان نہ ہوو میں ایسا کم کرانگا کہ مسلماناں دیاں آن والیاں نسلاں وی یاد رکھن گیاں"۔ ہم یہ ساری باتیں سن کر بہت خوفزدہ ہوگئے۔ اب ہمیں درخت سے اترتے ہوئے بھی ڈر لگ رہا تھا۔ میرا کزن تو رونے لگ گیا ۔میں نے اسے چپ کروایا کہ تمہارا شور سن کر وہ ہمیں پکڑ لیں گے اور جاسوس سمجھ کر مار ڈالیں گے۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے ملازم آیا اس نے آواز دی کہ سردار جی روٹی لگ گئی ہے۔ وہ سارے اٹھ کر کھانا کھانے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ہماری جان میں جان آئی ہم فوری درخت سے نیچے اترے اور گھر کی طرف دوڑ لگا دی۔ اللہ نے ہمیں اُن کی نظروں سے بچا لیا۔ گھر پہنچتے ہی فوری پوچھا تایا جی کدھر ہیں۔ تو امی نے کہا وہ کھانے کیلئے آنے والے ہیں ہم نے ان کا انتظار کیا جیسے ہی وہ پہنچے ہم نے ڈرتے ڈرتے ساری روداد سنا دی۔ انہوں نے جیسے ہی ہماری بات سنی، تو مجھے گہری نظروں سے دیکھا کندھے پہ ہلکی سی تھپکی دی اور آدھا کھانا چھوڑ کر ہی باہر چلے گئے۔ رات کافی دیر سے وہ گھر پہنچے اتنی دیر میں میری بات پورے گھر میں پھیل چکی تھی۔ اس قدر پریشانی تھی کہ کوئی کسی کو نہیں بلا رہا تھا نہ کوئی خاص باتیں ہو رہی تھیں۔ ابو نے اور تایا جی نے اگلی رات کو ہی سارے گھر والوں کو تیاری کا حکم دے دیا کہ اپنا ضروری سامان پکڑو اور ہجرت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جبکہ ویسے ابھی ہماری ہجرت میں 10 سے 15 دن باقی تھے۔

شاید تایا ابو نے میٹنگ کر کے وقت اور راستہ تبدیل کروا لیا تھا۔ اگلا دن امی جان اور تائی جان روتی رہیں۔ کیونکہ وہ سارا گھر اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ ہمارے گاؤں کا سب سے خوبصورت گھر شمار ہوتا تھا۔ امی کا دل بار بار بھر آتا اور وہ رونا شروع کر دیتیں۔ ہم ابو جان حوصلہ دیتے کہ ان شاء اللہ ہمیں پاکستان میں اس سے بھی اچھا گھر دے گا.....

اب ترتیب یہ بنی کہ خواتین اور بچوں کا سارا قافلہ ابو جان کے ذمے لگا اس میں ہمارے علاقے کے کچھ نوجوان بھی تھے جو اس قافلے کو بارڈر تک

پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔ جبکہ تایا ابو جن کا پورے علاقے میں اسرورسوخ تھا اور وہ ہجرت کرنے والوں کی ترتیب لگا رہے تھے انہوں نے بعد میں آنا تھا۔

جب تایا ابو نے کہا کہ میں بعد میں آؤں گا تو تائی امی اور ان کی بیٹیاں رونے لگ گئیں کہ بعد میں پتہ نہیں آپ آسکتے ہیں یا نہیں۔ بہت عجیب ماحول تھا۔ پھر ہم نے ابو جان کے ساتھ رات کے پچھلے پہر اپنا پیارا گھر چھوڑ کر نکل آئے۔ تایا ابو تھوڑا آگے تک ہمارے ساتھ آئے اور ہمیں رخصت کر کے چلے گئے......

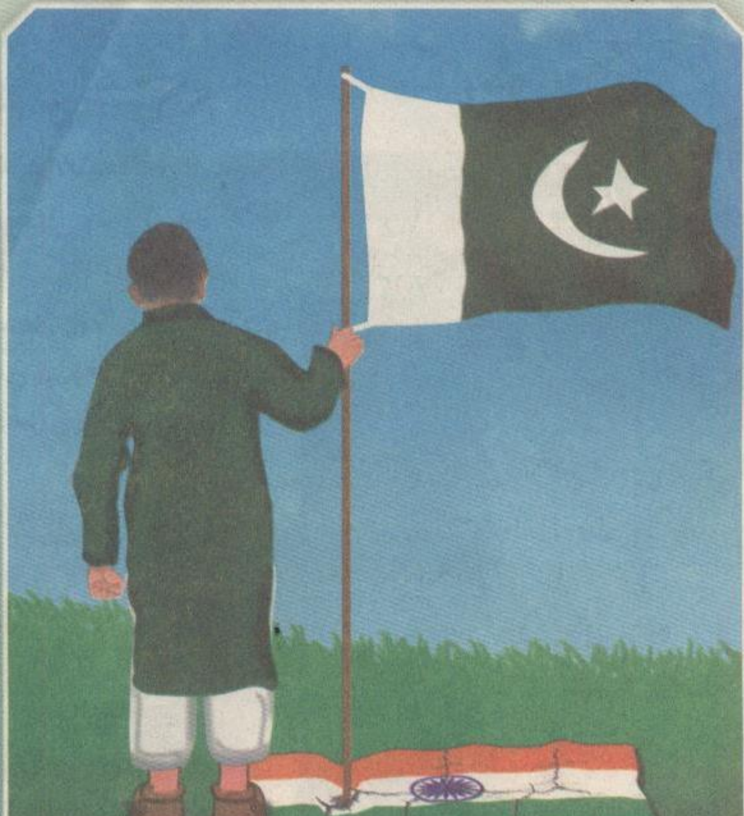
اللہ کے فضل سے ساری رات اور دن کا کچھ سفر کرنے بعد ہم سب لوگ بحفاظت پاکستان میں داخل ہو چکے تھے...... ابو نے پاکستان داخل ہوتے ہی سجدہ کیا اور مٹی کو بوسہ دیا۔ پھر سب خاندان والوں کو متوجہ کر کے کہا کہ آج اس سرزمین پر صحیح سلامت پہنچنے میں ان بچوں کا کردار ہے اگر یہ وہ منصوبہ نہ سنتے تو ہم شاید ادھر آج نہ ہوتے......

اب منصوبہ کے مطابق تایا ابو اور ان کے ساتھ کچھ دوسرے خاندان کے لوگوں نے تین دن بعد آنا تھا۔ مگر چار دن گزر گئے ان کا کوئی اتا پتا نہ چلا۔ تائی امی اور ان کی بیٹیاں رونے لگ گئیں۔ ہماری خوشی اب آہستہ آہستہ کافور ہو رہی تھی کیونکہ تایا ابو نے اپنے بڑے بیٹے کو بھی اپنے ساتھ رکھا تھا اس لیے تائی امی زیادہ پریشان تھیں۔

وقت گزرتا گیا...... بہت سے ہجرت کے قافلے آتے، تائی امی اور ابو جان ہر ایک میں دیکھتے۔ بہت ساری لاشیں آتیں۔ کٹے ہوئے جسم آتے، ظالم سکھ بہت بے دردی کے ساتھ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو شہید کر رہے تھے۔

اب یہ وقت تھا تائی جان ساری ساری رات جاگ کر گزارتیں۔ بالآخر 15 دن بعد ہمیں ایک دن پتہ چلا کہ ایک قافلہ آرہا ہے، تائی جان بھی اس قافلے کو دیکھنے وہاں پہنچ گئیں۔ قافلے کے سب سے آگے تائی جان کا سب سے بڑا بیٹا تھا جسے تائی جان دیکھتے ہی لپٹ گئیں اور فوراً تایا ابو کا پوچھا۔ جس کے جواب میں میرا کزن رو پڑا۔ اس کو روتے دیکھ کر ہم سمجھ گئے کہ...... اب تایا ابو زندہ نہیں رہے۔

ابھی تک ہمارے علاقے سے جتنے بھی قافلے آرہے تھے ان قافلوں کی ساری ترتیب تایا ابو ہی لگایا کرتے تھے وہ تمام لوگوں میں بہت مقبول تھے۔ پھر کزن نے بتایا کہ تایا ابو گھر کے سارے زیورات ایک دیگچے میں رکھ کر خشک دریا کے راستے ہجرت کے ایک بڑے قافلے کی قیادت کرتے ہوئے آرہے تھے۔ قافلے کی تعداد بہت بڑی تھی۔ اچانک اس دریا میں پانی چھوڑ دیا گیا تو تایا ابو سمیت سارا قافلہ دریا کی خونی لہروں کی نذر ہو گیا اور تایا ابو ہزاروں لوگوں کو ہجرت کرواتے ہوئے اللہ کے راستے میں اپنی جان قربان کر گئے۔



14 اگست ہمیں ان ماؤں کی یاد دلاتا ہے جن کے سارے بیٹے اور جوان بیٹیاں اس راستے میں شہید ہوئے۔ اور یہ ہمیں ان بوڑھوں کی یاد دلاتا ہے جن کی سفید داڑھیاں نوچی گئیں۔ ان بہنوں کی یاد دلاتا ہے جن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ان ماؤں بہنوں اور بزرگوں نے تکمیل پاکستان کی خاطر اس قدر قربانیاں دیں۔ آج بھی پاکستان کشمیر کے بغیر نامکمل ہے۔ ان شاء اللہ ہم اپنی شہ رگ کشمیر کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ کشمیر کو ان ظالموں اور غاصبوں کے چنگل سے آزاد کروائیں گے۔ ایسی ایک نہیں ہزاروں قربانیوں کی داستانیں موجود ہیں۔ جن کے بعد ہمیں پاکستان ملا اور وہی قربانیاں آج کشمیری بھی پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کی خاطر دے رہے ہیں۔ اپنے کشمیری بہن بھائیوں ماؤں اور بزرگوں کے ساتھ کھڑے ہیں اور مقبوضہ کشمیر کو آزاد کروا کر دم لیں گے۔

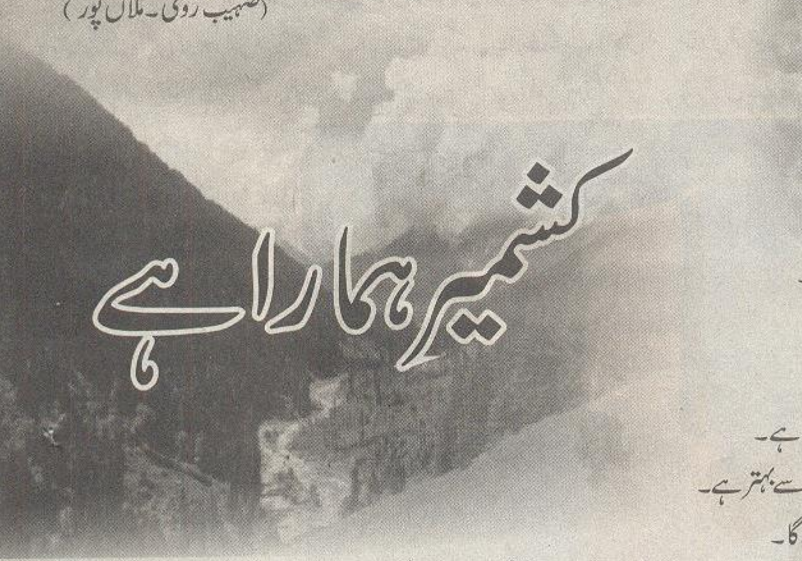
اس 14 اگست پر ہم عزم کرتے ہیں کہ یہ پاکستان جو اتنی قربانیوں کے بعد لیا گیا اس کو اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔ ان شاء اللہ

رسول اللہ ﷺ نے عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔ (الجامع الصحیح 6915)

- اگر مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت کافی ہے۔
- اگر وعظ چاہتے ہو تو موت کافی ہے۔

(صہیب رومی۔ ملاں پور)





قیمتی باتیں

☆......زندگی برف کی مانند ہے جو لحہ بہ لحہ پگھل رہی ہے۔

☆......زندگی ایک امتحان ہے۔

☆......زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا کام ہے۔

☆......زندگی ایک درخت ہے جس کا پھل آخرت میں ملتا ہے۔

☆......شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی صد (سو) سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

☆......زندگی ایک آگ کا شعلہ ہے جو جلدی ہی بجھ جائے گا۔

(احسان مجاہد۔ ملانپور)

کشمیر ہمارا ہے

کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
اے کافرو! ہٹ جاؤ کشمیر ہمارا ہے
اسلام پہ کٹ مرنا یہ شان ہماری ہے
بڑھ کر ؛ نہ کبھی ہٹنا یہ آن ہماری ہے
اسلام کے لیے حاضر جان ہماری ہے
مذہب پہ فدا ہونا یہ کام ہمارا ہے
کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
اب تو کفر کے ظلم کو بڑھنے نہیں دیں گے ہم
اسلام کے سورج کو ڈھلنے نہیں دیں گے ہم
کفار کی فوجوں کو چڑھنے نہیں دیں گے ہم
ہم مرد مجاہد ہیں یہ کام ہمارا ہے
کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
آزادی کی دولت کو ہر گز نہیں چھوڑیں گے
ہم خون کا ہر قطرہ وادی میں نچوڑیں گے
ہم خون شہیداں کا بدلہ بھی یہی لیں گے
اے کافرو! سن لو یہ پیغام ہمارا ہے
کشمیر کے گلشن میں کیا کام تمہارا ہے
اے کافرو! ہٹ جاؤ کشمیر ہمارا ہے

(رافعہ عبدالحق، رابعہ عبدالحق کمبوہ، ماریہ اسلم، کنگن پور)



باتوں سے خوشبو آئے

☆......انسان تب سمجھ دار نہیں ہوتا جب وہ بڑی بڑی باتیں بولنے لگے بلکہ تب ہوتا ہے جب وہ چھوٹی چھوٹی بات سمجھنے لگے۔

☆......غلطی مان لینے سے انسان کا ذہنی بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

☆......بے کار مت بیٹھے رہا کرو اس سے زندگی کی مشکلات بڑھتی ہیں۔

☆......مصیبتوں سے مت گھبراؤ کیونکہ ستارے اندھیرے میں چمکتے ہیں۔

(محمد سبحان مجاہد۔ ملانپور)

انمول نصیحتیں

- اگر دوست چاہتے ہو تو اللہ رب العزت کافی ہیں۔
- اگر ساتھیوں کی تمنا ہے تو منکر نکیر کافی ہیں۔
- اگر عبرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا کافی ہے۔
- اگر ہمدرد چاہتے ہو تو قرآن پاک کافی ہے۔

بوڑھی ماں کا پیغام

عرفان ارقم

کچھ عرصہ قید میں گزارنے کے بعد اصغر کسی طرح بھارت کی ایک جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ وہ بھاگتے بھاگتے پاکستانی سرحد کے قریب پہنچ گیا۔ ابھی چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہی تھا کہ کھیتوں میں کام کرتے دو سکھوں نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ لیا۔ وہ اصغر کو اپنے گھر لے گئے اور یہ کہہ کر ایک کمرے میں بند کر کے چلے گئے کہ صبح تمہیں پولیس کے حوالے کریں گے۔

اصغر کافی پریشان تھا اور اپنی قسمت پر افسوس کر رہا تھا کہ وہ بڑی مشکل سے جیل سے فرار ہوا تھا اور پھر پکڑا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر بیٹھا اور کھڑکی کی طرف لپکا...... یہ کھڑکی گھر کے صحن کی طرف کھلتی تھی......اب وہ کھڑکی سے گھر کے صحن کا نظارہ کرنے بیٹھ گیا اور کافی دیر صحن میں موجود درختوں کے جھکتے سائے دیکھتا رہا......اس دوران دونوں سکھوں میں سے اسے کوئی بھی گھر میں نظر نہ آیا مگر ایک بوڑھی ماں کھڑکی کی طرف آتی دکھائی دی......آتے ہی اصغر سے پوچھنے لگی: ”بیٹا تم کون ہو اور یہ تمہیں کہاں سے پکڑ کر لائے ہیں؟“

اصغر بولا: ”ماں جی! میں پاکستانی ہوں اور کچھ بھارتی لوگوں کے ساتھ مل کر نشہ آور چیزوں کا چھوٹا موٹا لین دین کا کام کرتا ہوں جس کے باعث میں پکڑا گیا اور آج ہی جیل سے فرار ہو کر پاکستان کی طرف واپس بھاگ رہا تھا مگر ان سکھوں کے ہتھے چڑھ گیا......“

بوڑھی ماں نے جیسے ہی اصغر کی بات سنی تو فوراً اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر تھوڑا ٹھہر کر بولی:

”بیٹا تم یہ غلط کام کیوں کرتے ہو؟ کیا ایسے کاموں کے لیے حاصل کیا تھا پاکستان؟“ اور پھر بوڑی ماں رونے لگی۔

اصغر نے جھجکتے ہوئے پوچھا:

”ماں جی! آپ ایسے کیوں پوچھ رہی ہیں؟“

بوڑھی ماں ذرا غصے میں بولی:

”کیا ہم نے لاکھوں جانوں کی قربانی اس لیے دی تھی کہ تم لوگ چند دنیاوی سہولتوں کی خاطر ایسے غلط کام کرنے لگ جاؤ؟“

اصغر بوڑھی ماں کی طرف مسلسل حیرانگی سے دیکھ رہا تھا کہ یہ کون ہے؟، ایسی باتیں کیوں کر رہی ہے؟ اور یہ بھارتی ہو کر کون سی قربانیوں کی بات کر رہی ہے......کئی طرح کے سوالات اصغر کے دماغ میں چل رہے تھے۔ پھر وہ بولا:

”ماں جی! میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے یہ اچھا کام نہیں کیا مگر آپ کے لہجے میں بے حد اپنائیت محسوس کر کے میں پریشان ہو گیا ہوں۔ آخر آپ کو مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو رہی ہے؟“

اصغر کی بات سن کر بوڑھی ماں چند لمحوں کے لیے خاموش رہی اور پھر بولی:

”میں بھارت کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئی تھی۔ اس گاؤں کی اکثریت ہندوؤں اور سکھوں پر مشتمل تھی۔ صرف پندرہ بیس گھرانے مسلمان تھے۔ 1947ء کی تقسیم ہند کے وقت میری عمر سترہ برس تھی جبکہ میرا چھوٹا بھائی دس سال کا تھا۔ قیام پاکستان کے اعلان کے بعد مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ایک آزاد وطن میں سانس لینے کی تڑپ پیدا ہوگئی...... مسلمانوں نے گلی محلوں میں نعرے لگانا شروع کر دیے: پاکستان کا مطلب کیا......لا الہ الا اللہ......بن کے رہے گا پاکستان......!

مگر ہندو اور سکھ مسلمانوں کی آزادی اور ان کے خون کے درپے ہو گئے ہر طرف دنگا فساد سنائی دینے لگا......ان حالات میں میرے والد نے گاؤں سے پاکستان کی طرف ہجرت کا فیصلہ کیا......مگر عین ہماری روانگی کے وقت ہندو اور سکھ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور تمام مسلمان مردوں کو شہید کر دیا اور نوجوان لڑکیوں سے انتہا درجے کی بدسلوکی کی......میری طرف بھی چند سکھ آئے۔ میرا چھوٹا بھائی دوڑ کر میرے آگے آ کر کھڑا ہو گیا اور میری حفاظت کے لیے سینہ تان کر سکھوں کے سامنے جم گیا......مگر ان ظالموں نے تلوار کا ایک ہی وار کر کے میرے بھائی کی گردن جسم سے الگ کر دی......پھر میرے ساتھ بھی باقی نوجوان لڑکیوں والا سلوک کیا گیا......پھر سوہن سنگھ نے مجھے اپنے گھر ڈال لیا اور مجھ سے زبردستی شادی کر لی......پھر اس کے مرنے کے بعد اس کے چھوٹے بھائی مہندر سنگھ نے مجھ سے شادی کر لی۔“

یہ سب بتا کر وہ بوڑھی ماں اپنی آنکھوں کے آنسو صاف کرنے لگ گئی......

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

بقیہ ہمارا سوہنا پاکستان

قومی ترانہ منظور کرنے والی کمیٹی نے 722 ترانے رد کرنے کے بعد ابو الاثر حفیظ جالندھری کے لکھے ہوئے قومی ترانے کو منظور کیا تھا۔ قومی ترانے میں تین زبانیں، اردو، عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

قومی ترانے میں کل پندرہ مصرعے ہیں۔ قومی ترانہ 1954 کو لکھا گیا اور اس کی دھن 1949ء میں مرتب کی گئی۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری کے مجموعہ کلام "چراغ سحر" میں قومی ترانہ کے الفاظ درج ہیں۔ قومی ترانہ پہلی بار حفیظ جالندھری کی آواز میں نشر ہوا تھا۔ پہلی مرتبہ قومی ترانہ شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کی آمد پر بجایا گیا تھا۔ پاکستان کے قومی ترانے میں لفظ "زمین" صرف اردو کا ہے باقی سب عربی یا فارسی کے ہیں۔ قومی ترانہ قوموں کی عظمتوں کا نشان ہوتا ہے۔

قومی پرچم

پاکستان کا قومی پرچم لیاقت علی خان نے اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کی۔ پاکستان کے قومی پرچم کا 75 فیصد حصہ سبز رنگ کا ہے اور 25 فیصد حصہ سفید چاند اور پانچ کونوں والا ستارہ بنا ہوا ہے۔ سفید حصہ دنیا کو امن اور آشتی کا پیغام دیتا ہے۔ قومی پرچم لہرانے کی پہلی تقریب کراچی میں مولانا بشیر احمد عثمانی کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

پاکستان کے قومی پرچم کی سٹینڈرڈ لمبائی 4 فٹ اور چوڑائی 3 فٹ ہے۔ ہر پرچم کا سبز حصہ مسلمانوں کی اکثریت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ سفید عمودی پٹی اقلیت کو ظاہر کرتی ہے۔ پرچم پر چاند اور ستارہ اللہ کی وحدانیت اور امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے۔

پرچم ہلال استقلال کا ڈیزائن اقبال احمد خان نے بنایا۔ قومی پرچم مذہبی اور قومی تہواروں، آزادی پاکستان، یوم جمہوریہ اور یوم ولادت قائداعظم کے قومی دن کے مواقع پر لہرایا جاتا ہے۔ پاکستانی پرچم پر چاند کا رخ آسمان کی طرف ہے۔ قومی پرچم پر چاند کا رخ دائیں طرف ہے جبکہ چاند اور تارہ 45 ڈگری پر ہیں۔

ڈھاکہ میں قومی پرچم لہرانے کی پہلی تقریب مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہاتھوں سرانجام پائی۔ پاکستان کا پرچم بیرونی ممالک میں سب سے پہلے فرانس میں لہرایا گیا۔ پاکستان کا پرچم الطاف حسین اور اقبال حسین نے بنایا تھا۔ یہ دونوں آپس میں بھائی تھے۔

بقیہ بوڑھی ماں

اصغر نے پوچھا: "ماں جی! تو آپ بعد میں پاکستان چلی جاتیں؟"

ماں جی بولیں: "میں اس لیے وہاں نہیں گئی کہ وہاں پاکستان تو ہے مگر کوئی پاکستانی نہیں۔ کوئی پٹھان ہے تو کوئی بلوچی، کوئی پنجابی ہے تو کوئی سندھی۔ اگر تم کبھی میرے پاکستان میں پہنچو تو وہاں کے لوگوں کو بتانا کہ یہ پاک دھرتی ہے، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والے وطن کی عزت اور قدر کرو۔"

پھر کچھ دیر بعد وہ دوبارہ آئی اور اصغر کو چارہ کاٹنے والی درانتی پکڑاتے ہوئے بولی کہ کمرے کی پچھلی دیوار کچی مٹی سے بنی ہے...... تم رات کو اس میں سوراخ کر کے پاکستان کی طرف بھاگ جانا...... "اللہ تمہاری حفاظت کرے۔" کہہ کر چلی گئی...... اصغر رات کو وہاں سے فرار ہو گیا اور اس نے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لی اور پاکستان کی قدر اس کے دل میں پیوست ہو گئی...... یہاں تک کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ہونے والا واقعہ بتاتا اور بوڑھی ماں کا پیغام ہر پاکستانی تک پہنچانے کی کوشش کرتا۔

اصغر کی ملاقات بوڑھی ماں سے 1973ء میں انوپ پور میں ہوئی جو پاکستانی سرحد کے علاقے فورٹ عباس کے ساتھ واقع ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا، آپ نے نجران کی بنی ہوئی چادر اوڑھ رکھی تھی، چادر کا حاشیہ بناوٹ میں موٹا تھا۔ اچانک گاؤں سے آنے والے ایک دیہاتی سے سامنا ہوا، اس نے چادر کو زور سے کھینچا، اتنا زور سے کھینچا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گلے جا لگے۔ زور

جفا کا جواب مسکراہٹ

سے کھینچنے کی وجہ سے چادر پھٹ گئی، اس کا حاشیہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں رہ گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر چادر کا نشان پڑ گیا۔ میں نے اس نشان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اب وہ دیہاتی کہنے لگا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کا وہ مال جو تمہارے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی کی طرف دیکھا اور اس کے اس طرز عمل پر غصہ کرنے کی بجائے ہنسنے لگے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا کرنے کا حکم دیا۔"

(مسلم، کتاب الزکوۃ باب 1 العولقۃ...... 1087)

قارئین کرام! یہ تھے مہربان و مشفق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی رعایا کا خیال رکھنے والے دعا کیا کرو کہ حکمران ملے تو متکبر اور لالچی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ملے۔

بحوالہ: سیرت کے سچے موتی (ماریہ اسلم، رقیہ عبدالحق، رابعہ عبدالحق)

غلطی کا احساس

شہریار نے ورزش شروع کی تو جم کے ماسٹر نے اسے مشورہ دیا کہ بیٹا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم مضبوط ہو اور لوگ آپ کی طرف دیکھ کر آپ جیسا بننا چاہیں تو جم آنے سے پہلے پھل کھایا کرو اور دودھ زیادہ پیا کرو اور کافی لمبی اشیاء کی فہرست شہریار کو بتاتے ہوئے ہدایت کی اور پھل کھانے پر دوبارہ زور دیا کہ روزانہ کی بنیاد پر پھل کھانے ہیں خاص طور پر کیلے اور سیب۔

شہریار روزانہ شام کے وقت جم جانے سے پہلے پھل والی دکان پر جاتا اور وہاں سے اپنا مطلوبہ سامان لے کر شاپر ہاتھ میں پکڑ کر کھاتا رہتا ساتھ ساتھ پیدل چلتا اور فروٹ کے چھلکے بڑے غرور کے ساتھ جسم کو دیکھتے ہوئے سڑک پر پھینکتا۔ لقمان بھی اسی جم میں جایا کرتا تھا۔ لقمان روزانہ کی بنیاد پر دیکھتا کہ شہریار فروٹ کھا کر اس کے چھلکے سڑک پر پھینکتا ہے اور وہ روزانہ اس کے پھینکے ہوئے چھلکوں کو اٹھا کر کوڑے دان میں پھینکتا اور جم جا کر شہریار کو سمجھاتا کہ بھائی جان ایسے کوئی سڑک پر گر جائے گا تو اس کو نقصان ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ پھل کے چھلکے سڑک پر نہ پھینکا کریں۔ شہریار گھور کر لقمان کی طرف دیکھتا اور منہ چڑا دیتا۔ ایک دن لقمان نے دیکھا کہ سڑک پر بزرگ شہریار کے پھینکے ہوئے چھلکے سے پھسل کر گرے ہیں تو لقمان نے فوراً آگے بڑھتے ہوئے ان کو سہارا دیا اور ان کو سڑک کراس کروائی اور چھلکے پکڑ کر کوڑے دان میں پھینک دیئے۔ لقمان نے آج بھی جا کر شہریار کو سمجھایا بجھایا کہ بھائی آج ایک بزرگ آپ کے پھینکے ہوئے چھلکے سے پھسل گئے تھے۔ لہٰذا آپ ایسا نہ کیا کریں۔ کبھی آپ بھی یا آپ کا دوست یار شتہ دار بھی گر سکتا ہے لیکن مجال ہے کہ شہریار کے کانوں میں کوئی اچھی بات اترتی۔ اس نے لقمان کی طرف گھور کر دیکھا اور لقمان کو غصے سے بولا:

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں مجھے سمجھانے کی اور اس کو اپنے مضبوط بازو دکھاتے ہوئے منہ چڑا دیا"

پھر ایک دن شہریار جم میں تھا کہ اس کو فون آیا اس نے فون اٹھایا تو آگے سے شہریار کے ابو روتے ہوئے بولے: بیٹا آپ کا چھوٹا بھائی سڑک پر پھسلنے سے گر پڑا ہے اور اب ہم اس کو ہسپتال لے کر جا رہے ہیں آپ بھی جلدی سے ہسپتال پہنچ جاؤ۔

وہ جم سے ہسپتال پہنچنے تک اپنی حرکت پر سوچتا رہا جب وہ ہسپتال میں پہنچا تو اس وقت اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ اس نے جا کر بھائی کی تیمارداری کی اور وہیں بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ اس طرح کا کوئی کام نہیں کرے گا۔ جب وہ اگلے دن جم پہنچا تو اس نے سب سے پہلے لقمان سے معافی مانگی اور اس کو اپنے بھائی کے بارے میں بتایا اور فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ اس طرح کی کوئی غلطی نہیں کرے گا۔ تب لقمان بھی خوش ہوا کہ شہریار سدھر گیا ہے اور پھر دونوں دوست بن گئے، دونوں اکٹھے جم آنے جانے لگے اور راستے میں اگر کوئی پتھر یا چھلکا پڑا دیکھتے تو فوراً دونوں کی کوشش ہوتی کہ وہ پہلے اس کو ایک طرف کر دے اور کسی کو نقصان سے بچا دے اور اجر بھی حاصل کرے۔

پیارے بچو! ہم بھی بعض اوقات ایسے غلط کام کر جاتے ہیں ہم نے آئندہ عہد کرنا ہے کہ راستے میں چھلکے یا کوئی پتھر یا کوئی بھی ایسی چیز جس سے مسافروں کو نقصان ہو سکتا ہے نہیں پھینکنی اور ہاں صرف یہی نہیں بلکہ جو پھینکے گا اس کو بھی بہت اچھے طریقے سے سمجھانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کام کرنا کہ اگر راستے میں ہمیں کوئی ایسی چیز نظر آئے تو ہم نے اس کو راستے سے ہٹانا بھی ہے۔

پیارے بچو! یقیناً یہ بہت چھوٹا کام ہے لیکن اس کے فوائد بھی ہیں پہلا فائدہ قرآن مجید میں ہے کہ

"جس کسی نے ایک انسان کی جان بچائی تو گویا اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔" (سورۃ المائدہ:32)

اور دوسرا نبی ﷺ نے فرمایا ایمان کے ستر سے زائد درجات ہیں اور سب سے چھوٹا درجہ یہ کہ راستے میں سے پتھر یا کسی نقصان دہ چیز کو ہٹا دیا جائے۔

ہم یہ کام کر کے کسی کو فائدہ بھی دے سکتے ہیں اور اجر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چھوٹی نیکیوں کی توفیق دے۔ آمین

محمد فیصل

بقیہ کامیاب کون؟

ہمیں اپنا ہدف طے کرنا چاہیے کہ میں زندگی میں کرنا کیا چاہتا ہوں؟ دنیا میں میں کہاں تک پہنچنا چاہتا ہوں، بہت سے ایسے ناکام ہونے والے طلبا ہیں جن کے پاس یہ ہدف بھی نہیں ہوتا کہ ہمیں زندگی میں کرنا کیا ہے؟ آگے بڑھ کر پہنچنا کہاں ہے؟ بالکل اس سے ناواقف ہوتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب سوچ چھوٹی ہوتی ہے پھر بندہ آگے نہیں بڑھ سکتا لیکن جب بندہ بڑا سوچتا ہے تو اللہ بندے کے گمان کے قریب ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتے ہیں۔

جو ہمارے بھائی ناکام ہوئے ہیں ان کو پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ بڑی سوچ اور نئے عزم کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے، ساتھ ساتھ اس بات پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ یہ ناکامی ہمیشہ کی ناکامی نہیں ہے۔ لیکن آخرت میں ناکام نہیں ہونا جو وہاں ناکام ہو گیا وہ ہمیشہ کی ناکامی کا داغ اپنے اوپر لگا کر جہنم کی آگ میں جلے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں جہنم سے بچا کر جنت کا داخلہ نصیب فرما دیں۔ (آمین)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

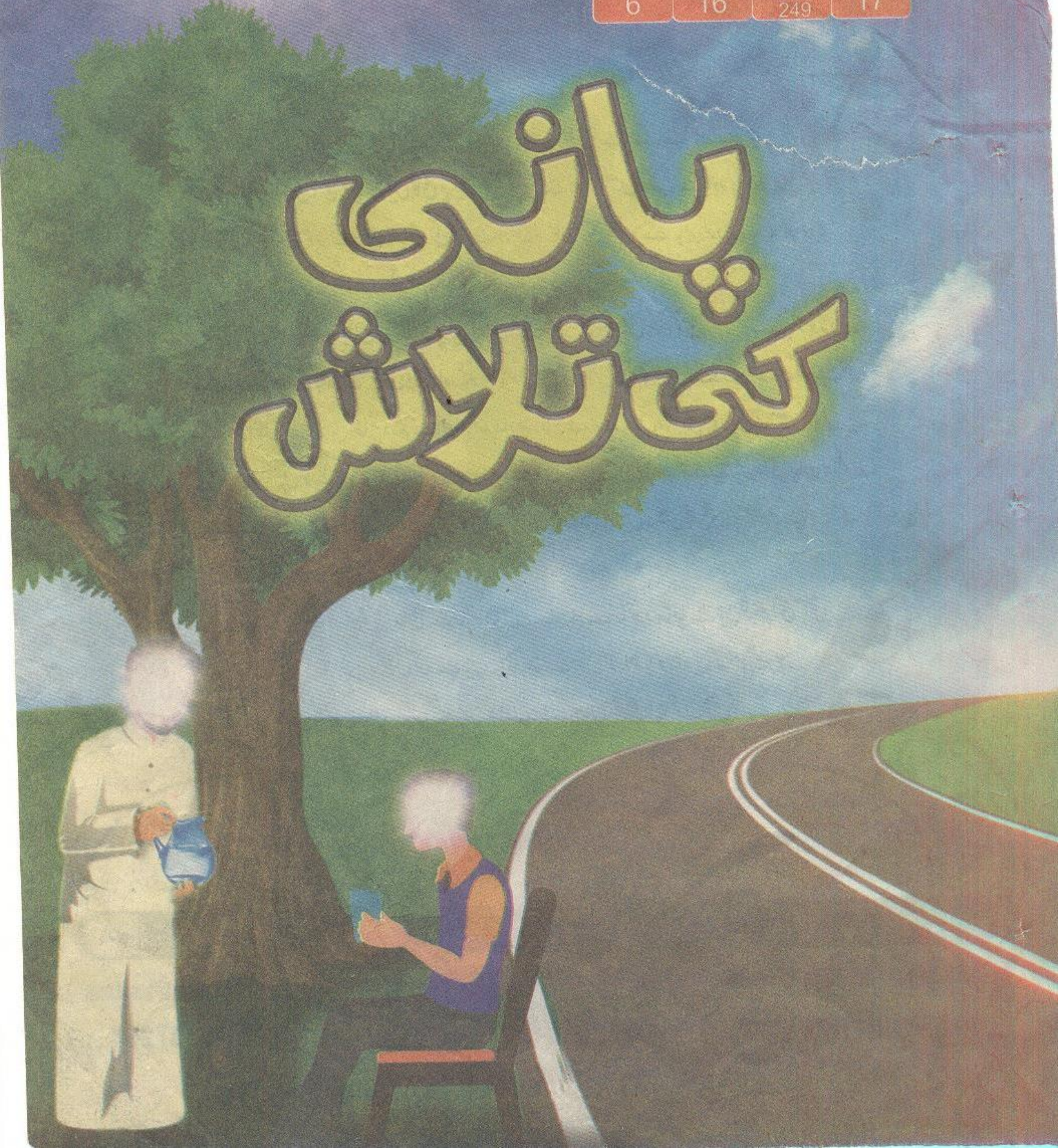
پنکھوڑ پاکستان

3 ذوالقعدہ جمعۃ المبارک 28 جولائی 2017

قیمت	صفحات	شمارہ نمبر	جلد نمبر
6	16	15 249	17



پانی کی تلاش



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خبردار ہوشیار بھیاجی ننھے ننھے بچوں کی محفل میں آنے کے لیے ہورہے ہیں تیار...... لیکن آج بھیاجی ہیں کافی پریشان...... سیدھے ہوکر بیٹھیں، سب بچے اور بڑے بھائی جان...... آج غور سے سنو بھیاجی کی بات اور لگاؤ کان...... محفل سے باہر کردیں گے جو ہوگا نافرمان...... اب جاری کرنے لگے ہیں بھیاجی اپنا فرمان......!!

پیارے بچو! آج ہم پریشان اس بات پر ہیں کہ ہمارے پیارے کشمیر میں ہندو فوج ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہی ہے۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے کشمیری بھائی اور چھوٹی چھوٹی کشمیری بہنیں ظالم فوجیوں کے ڈر کی وجہ سے گھر سے نکل کر سکول بھی نہیں جاسکتے...... ظالم درندے اُن پر اندھا دھند فائرنگ کرتے ہیں، معصوم بچوں کی آنکھیں نکال لیتے ہیں، ان کی زبانیں کاٹ دیتے ہیں، ان بچوں کے سامنے ان کے ابو جان کو شہید کردیتے ہیں، امی جان کو اغواء کر کے لے جاتے ہیں اور بڑے بھائی جان کو تشدد اور ظلم کا نشانہ بناتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ معصوم بچے ہر وقت یہی بات کرتے ہیں ''کشمیر بنے گا پاکستان''

پیارے بچو! اگر وہ کشمیر کو پاکستان کے ساتھ شامل کر کے ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو ہم اتنی سستی اور بے رخی کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہیں۔ اٹھ کھڑے ہوں اور انڈیا کو بتادیں کہ ہم کشمیریوں کے ساتھ ہیں اور جہاں کشمیریوں کا خون بہا ہے وہاں ہم بھی اپنا خون پیش کرنے کو تیار ہیں۔

والسلام

آپ کے اپنے بھیاجی

ایڈیٹر

نگران راشد علی، مدیر اعلیٰ جنید الرحمٰن، مدیر احمد طیب | شیخ ایوب نے دارالاندلس پرنٹنگ پریس سگھیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

PO BOX# 102, GPO, LAHORE

rozatulatfaal.pak

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن مبلغ 250 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر (عرفان ارقم) 0322-4336456

rozatulatfaal.pak@gmail.com

0311-6397264

یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے، جو پرہیزگار، غنی، چھپا ہوا ہو۔ (مسلم 2965)



عبدالحمید صادق
ملتان

بوڑھا ضامن

خلیفہ خلافت کی کرسی پر براجمان تھا۔ دربار میں لوگ جمع تھے۔ ہر کوئی خلیفہ کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کر رہا تھا۔ خلیفہ لوگوں کے مسائل حل کرنے میں مصروف تھا کہ اچانک دربار میں دو نوجوان حاضر ہوتے ہیں اور دربار میں بیٹھے ایک شخص کے پاس آکر کھڑے ہو کر خلیفہ سے مخاطب ہو کر اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں اے وقت کے خلیفہ! یہ ہے وہ شخص جس نے ہمارے والد محترم کو قتل کیا ہے۔

دربار میں سناٹا چھا گیا...... سب لوگ ان دو نوجوانوں کی جانب دیکھنے لگے کہ یہ کیا بات کر رہے ہیں۔ خلیفہ نے حیرت سے پوچھا! کیا اس آدمی نے تمہارے والد کو قتل کیا ہے؟ جی ہاں اے خلیفہ! اس شخص نے ہمارے والد کو قتل کیا ہے، لہٰذا ہمیں انصاف دیا جائے۔

خلیفہ اس شخص سے مخاطب ہوتے ہوئے، کیا تو نے ان نوجوانوں کے والد کو قتل کیا ہے؟ جی ہاں! ان کے والد مجھ سے قتل ہو گئے ہیں، اس آدمی نے جواب دیا۔ تو نے اس آدمی کو کیوں قتل کیا؟ خلیفہ نے سوال کیا۔

اس نے جواب دیا خلیفۂ وقت واقعہ اس طرح ہے کہ وہ آدمی اپنے اونٹوں سمیت میری فصل میں داخل ہو گیا اور اونٹ میری فصل کا نقصان کر رہے تھے۔ میں نے اس آدمی کو روکا کہ اپنے اونٹوں کو نکال لو لیکن اس آدمی نے نہ نکالے جس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے غصے میں ایک پتھر اسے مارا اور وہ پتھر اس آدمی کے سر میں لگا جس کی وجہ سے وہ آدمی فوت ہو گیا۔

یہ سن کر خلیفہ وقت نے فیصلہ سنایا کہ قتل کا بدلہ قتل ہے اور اب تمہیں اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور خلیفہ کے یہ الفاظ دربار میں گونج رہے تھے۔ خلیفہ وقت بار بار ان دونوجوانوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں کہہ رہا تھا کہ آپ اس آدمی کو معاف کر دیں لیکن وہ نوجوان معاف کرنے کے لیے بالکل رضامند نہ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمارے والد کے قتل کے بدلے اس آدمی کو قتل کیا جائے۔ اس آدمی نے جب اپنے بارے میں یہ فیصلہ سنا کہ اب مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ تو خلیفہ وقت سے درخواست کرنے لگا کہ میرے بیوی بچے کھلے صحرا میں بے یارومددگار بیٹھے ہیں۔ لہٰذا مجھے تین دن کی مہلت دیجیے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو بتا آؤں کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔

یہ بات سنتے ہی خلیفہ نے کہا کہ اپنی ضمانت دو اور چلے جاؤ۔ بھرے دربار میں اس آدمی کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں سے ہے؟ اس لیے کوئی شخص بھی اس مجرم کے لیے ضمانت دینے کو تیار نہ تھا اور تیار ہوتا بھی کیسے؟

یہ ضمانت کوئی دو مرلہ زمین کے ٹکڑے کی نہیں اور نہ ہی چند ہزار درہم کی تھی۔ بلکہ یہ ضمانت تو ایک جان کی تھی کہ اگر وہ شخص واپس نہ آیا تو ضامن کی گردن تن سے جدا ہو جائے گی۔ مجمع کے اس سناٹے کو توڑتے ہوئے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میں اس آدمی کی ضمانت دیتا ہوں۔ خلیفۂ وقت اس بوڑھے ضامن سے پوچھنے لگا کہ کیا آپ اس شخص کو جانتے ہو؟ اس بوڑھے آدمی نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔ تو پھر کیوں اس شخص کی ضمانت دے رہے ہو؟ اگر یہ نہ آیا تو مجھے تیری جدائی دیکھنا پڑے گی۔ خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ وہ بوڑھا آدمی کہنے لگا کہ مجھے اس شخص سے امید ہے کہ یہ ان شاء اللہ واپس آئے گا اور وعدہ وفا کرے گا۔

اس شخص کی ضمانت قبول کر کے تین دن کی رخصت دے کر بھیج دیا جاتا ہے۔ شہر کے سب لوگ بوڑھے ضامن کے انجام کے بارے میں بہت پریشان تھے کہ اگر مجرم نہ آیا تو اس بوڑھے شخص کی گردن جلاد کی تلوار سے اڑا دی جائے گی۔

پیارے بچو! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ بوڑھا شخص کون ہوگا جو مجرم کو جانتا بھی نہیں لیکن اس کے لیے ضمانت دے رہا ہے اور اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کر رہا جبکہ پورا شہر اس کے انجام کے بارے میں پریشان ہے...... اور ساتھ میں یہ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ وہ خلیفہ کون تھا جو اتنا عادل تھا کہ جس نے فیصلہ سناتے وقت یہ نہ سوچا کہ یہ مجرم کس خاندان سے ہے، کہیں یہ کسی سردار کا بیٹا تو نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کسی بڑے قبیلے کا آدمی ہو...... بس اس خلیفہ کو صرف اس بات پر یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو فیصلہ کر دیا ہے، اگر میں بھی انہیں کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا تو ہی میری خلافت کا حق ادا ہوگا، ورنہ قیامت کے دن میں بھی پکڑا جاؤں گا۔

چلیں بچو! آپ کو بتا دیتے ہیں کہ وہ خلیفہ نبی کریم ﷺ کے قریبی ساتھی اور خلیفۂ ثانی، بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرنے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے اور وہ بوڑھا ضامن سب سے پہلے ایمان لانے والے جید صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے صرف یہ سوچ کر ضمانت دی تھی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ایک مسلمان ضمانت مانگ رہا ہے اور بھرے مجمع میں سے کوئی بھی اپنے مسلمان بھائی کی ضمانت دینے کو تیار نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

امتحان

احسان اللہ
سرگودھا

پیارے بچو! آج آپ پڑھیں گے تین لوگوں کا واقعہ جن کا اللہ رب العزت نے امتحان لیا اور اس قسم کا امتحان اللہ ہمارا بھی لیتا ہے یا لے سکتا ہے تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ آیئے! واقعہ سے سمجھتے ہیں۔

پرانے وقتوں کی بات ہے، ایک جگہ تین لوگ رہا کرتے تھے۔ ان تینوں میں سے ایک کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا۔ دوسرا اندھا تھا اور تیسرا گنجا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینا چاہا۔ لہٰذا اللہ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ سب سے پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا دل کرتا ہے کہ میرا رنگ اچھا ہوجائے اور میری چمڑی بھی کیونکہ لوگ مجھ سے دور بھاگتے ہیں (میری بیماری کی وجہ سے)۔

تو فرشتے نے اس کی بات سن کر اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور چمڑی بھی اچھی ہوگئی۔ اب فرشتے نے اس سے اگلا سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ تم کس طرح کا مال پسند کروگے؟ اس نے کہا کہ اونٹ۔ اب فرشتے نے اسے ایک حاملہ اونٹنی دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھنے لگا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے۔ اس نے کہا عمدہ بال اور یہ جو گنجا پن ہے، یہ مجھ سے دور ہوجائے کیونکہ لوگ اس وجہ سے مجھ سے دور بھاگتے ہیں تو فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے سر پر عمدہ بال آگئے۔ اب فرشتے نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم کس طرح کا مال پسند کروگے؟

اس نے جواب میں کہا کہ گائے.... تو فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔

پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس دے دی۔ فرشتے نے اس سے سوال کیا کہ تم کس طرح کا مال پسند کروگے؟ تو اس نے کہا کہ بکریاں۔ فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری دے دی۔

وقت گزرتا گیا۔ فرشتے نے ان لوگوں کو جو جانور دیے تھے، ان سے بچے پیدا ہوئے۔ حتیٰ کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ گنجے کی گائے سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ اب کافی وقت گزر چکا تھا۔

اب فرشتہ اپنی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین وفقیر آدمی ہوں۔ سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہوچکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں لیکن میں تم سے اسی اللہ کے نام پر مانگتا ہوں جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا ہے۔ میں تم سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کرسکوں۔

اس آدمی نے فرشتے سے کہا میرے ذمہ اور بہت سے حقوق ہیں۔ یعنی اس نے اونٹ دینے سے انکار کردیا۔ فرشتہ اس سے کہنے لگا کہ غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے اور دور بھاگتے تھے۔ تم ایک فقیر اور محتاج تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں یہ ساری چیزیں عطا کیں۔ اس نے کہا یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت میں لوٹا دے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے اس سے بھی یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا۔ اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں۔ سفر کا تمام سامان ختم ہوچکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بینائی واپس دے دی، ایک بکری مانگتا ہوں۔ جس سے میں اپنے سفر کی ضروریات پوری کرسکوں۔

اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔ اللہ کی قسم جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ۔ میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے، وہ صرف میری اپنی محنت کا نتیجہ ہے تو ایسے شخص میں تکبر پیدا ہوجاتا ہے اور اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تمام نعمتیں اللہ کی عطا کردہ سمجھیں اور ان پر اپنے رب کا شکر ادا کریں اور انہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے ہرگز نہ کترائیں۔

جو شخص اس حال میں فوت ہوگیا کہ نہ وہ لڑا اور نہ کبھی لڑنے کے بارے میں اپنے دل میں پروگرام بنایا وہ منافقت کی ایک شاخ پر فوت ہوا۔ (مسلم 1910)

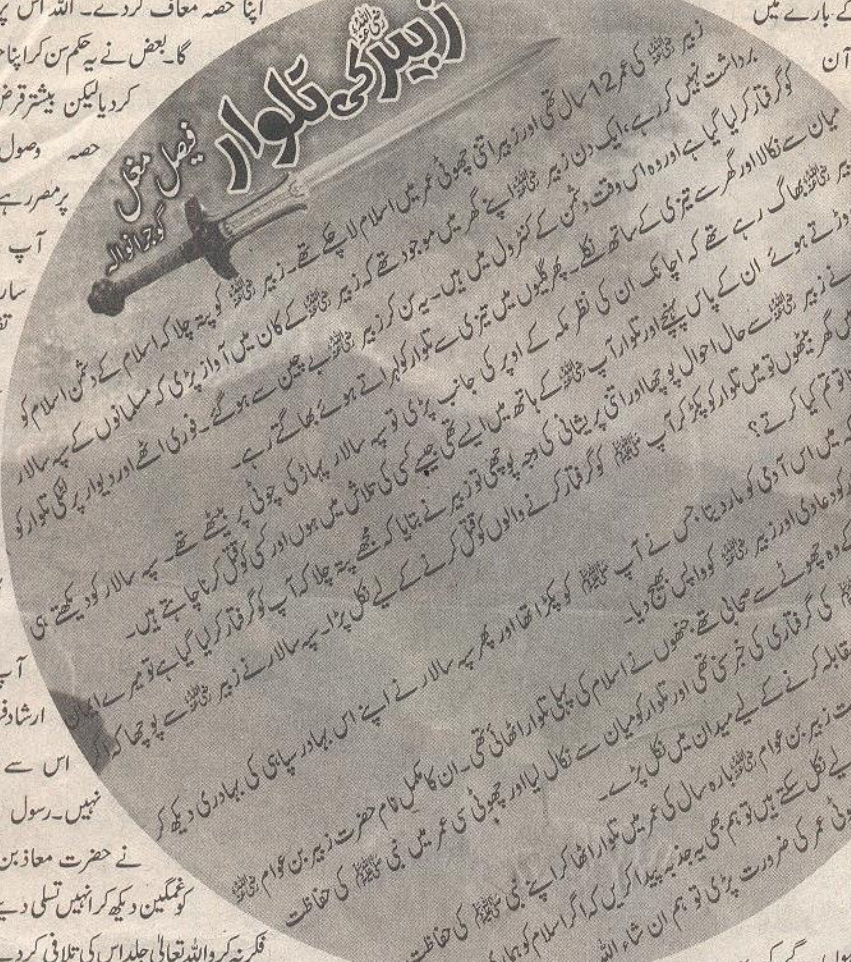
حضرت معاذ بن جبل ؓ

محمد بن ہاشم سرگودھا

پیارے بچو! آج ہم ان صحابی ؓ کے بارے میں آپ کے ساتھ محو گفتگو ہوں گے جو قرآن وحدیث کے ماہر فقہی مسائل پر گہری نظر رکھنے والے جنھوں نے سفیر اسلام حضرت مصعب بن عمیر ؓ کی تبلیغ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جنھوں نے ہم عمر ساتھیوں سے مل کر مدینہ منورہ میں بت شکنی کی تحریک مزید شروع کی۔ جن کو آپ ﷺ نے یمن کے ایک صوبے کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جسے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تنہا پوری ایک جماعت قرار دیا تھا۔

پیارے بچو! آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ یہ صحابی ؓ کون تھے؟ ان صحابی کا نام حضرت معاذ بن جبل ؓ تھا۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ نے اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور پھر مکہ پہنچ کر رسول اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ رسول اقدس ﷺ کو حضرت معاذ بن جبل ؓ کے ساتھ بہت پیار تھا۔ آپ ﷺ انہیں بعض اوقات اپنے ساتھ سواری پر پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ بڑے فراخ دل سخی اور فیاض تھے۔ دوست واحباب ،عزیز واقارب اور محتاج ومساکین پر خوب خرچ کیا کرتے تھے۔



ایک مرتبہ آپ ؓ پر ایسا وقت آیا کہ قرض بہت زیادہ ہوگیا۔ قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو حضرت معاذ بن جبل ؓ گھر میں چھپ گئے۔ قرض لینے والے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ معاذ ؓ ہمارا قرض ادا نہیں کر رہے۔ رسول اقدس ﷺ نے پیغام بھیج کر حضرت معاذ بن جبل ؓ کو بلایا۔ قرض خواہوں نے ترش رویہ اختیار کرتے ہوئے شدت سے مطالبہ کیا کہ ہمارا حساب ابھی بے باک کیا جائے۔

رسول اقدس ﷺ نے اس نازک صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاذ بن جبل ؓ کی جائیداد قرض خواہوں میں تقسیم کردی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: جو اپنا حصہ معاف کردے۔ اللہ اس پر رحم کرے گا۔ بعض نے یہ حکم سن کر اپنا حصہ معاف کردیا لیکن بیشتر قرض خواہ اپنا حصہ وصول کرنے پر مصر رہے۔ آپ ﷺ نے ساری جائیداد تقسیم کرنے کے بعد جائزہ لیا تو ابھی چند قرض خواہ باقی تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو غمگین دیکھ کر انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ جلد اس کی تلافی کردے گا۔

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن کا حاکم بنا دیا گیا اور وہاں تجارت کرنے کی تلقین بھی کی گئی جس سے ان کے حالات دنوں میں بدل گئے اور اللہ تعالیٰ نے خوشحالی عطا کردی اور حضرت عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا کہ جو دینی مسائل کی تعلیم کا ارادہ رکھتا ہو وہ معاذ ؓ کے پاس جائے۔

آیئے! عالم وفاضل جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبل ؓ کی حیات طیبہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔

دو جماعتیں آگ سے محفوظ ہیں۔ ایک جو ہند سے جہاد کرے گی اور دوسری جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔ (نسائی:3177)

سلام کے طریقے اور اہمیت



پیارے بچو! محبت اور خلوص کو ظاہر کرنے کا ایک بہترین انداز سلام ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب میں سلام کے طرح طرح کے طریقے استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض لوگ چھوتے ہیں، بعض ہاتھ جوڑتے ہیں اور کہیں رکوع کی حالت اختیار کی جاتی ہے۔

اسلام جس طرح اپنی سادگی اور فطری انداز میں دوسرے تمام مذاہب سے نمایاں ہے۔ اسی طرح وہ سلام کرنے میں بھی الگ حیثیت کا مالک ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب تمہاری اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو اسے ''السلام علیکم'' کہو۔ اس سے تمہیں دس نیکیاں ملیں گی۔ اگر رحمۃ اللہ کا اضافہ کرو تو بیس اور اگر ساتھ وبرکاتہ کا اضافہ بھی کرلو تو تیس نیکیاں ملیں گی۔ سلام کرنے میں پہل کرنی چاہیے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ کا طریقہ تھا کہ راستہ میں آتے جاتے لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ اگر آپ ﷺ کو بچے کھیلتے ہوئے ملتے تو آپ ﷺ انہیں بھی سلام کرتے اور جب گھر تشریف لاتے تو گھر والوں کو سلام کرتے۔ گویا ہر ملنے والے پر سلام بھیج کر اس کی سلامتی کی دعا کرتے تھے۔

فطری طور پر اس سلامتی کی دعا سے دبے ہوئے نیکی کے جذبات بیدار ہوجاتے ہیں اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ پر فرمایا کہ: ''اللہ کی قسم تم اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتے جب تک مومن نہ بن جاؤ اور جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگ جاؤ اور کیا میں تمہیں وہ طریقہ نہ بتاؤں جس سے تمہاری آپس میں محبت بڑھے۔ وہ ہے آپس میں سلام کو عام کرو۔'' (صحیح مسلم)

یعنی آپس میں سلام کرنا ہمارا جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔ آپس میں بات چیت کرنے سے پہلے ہمارا دین ضروری سمجھتا ہے کہ ایک دوسرے پر سلامتی بھیجی جائے۔ لہٰذا ہمیں ''السلام علیکم'' کا صحیح مطلب جان کر اسے ادا کرنا چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بات چیت کے درمیان تلخی اور سختی نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس انسان کے لیے ہم ابھی سلامتی کی دعا کر رہے ہیں۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دل کو دکھ پہنچائیں۔

دو مسلمانوں کے درمیان سلام کا درست طریقہ وہی ہے جو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔ بعض لوگ سلام کے جواب میں صرف ہاتھ اٹھاتے یا سر ہلا دیتے ہیں۔ غالباً اس سے وہ اپنے مرتبے کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اسلامی مساوات کے خلاف ہے۔

بچو! جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ یوں تو رسول اللہ ﷺ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ابتدا کرنے کی کوشش فرماتے۔ پھر بھی کسے پہلے سلام کرنا چاہیے، اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ سوار پیدل چلنے والے کو یا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ ایسے ہی چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے اور جب زیادہ لوگ بیٹھے ہوں تو اونچی آواز سے سب کو سلام کردینا کافی ہے۔

مصافحہ کرنا یعنی ہاتھ ملانا محبت کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ مصافحہ کرنے میں سختی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس میں طاقت کے ظاہر کرنے کا خیال درست نہیں۔ اسلامی طریقہ یہ ہے کہ دو مصافحہ کرنے والے اپنی ہتھیلیوں کو ایسے ملائیں کہ دلوں سے نفرت ختم ہو اور خلوص کا دور دورہ ہو۔

بچو! اسلام کا صرف یہی مطلب نہیں کہ ہم ملنے والے کی سلامتی چاہتے ہیں، بلکہ ہم اس سے متعلق ہر چیز کے لیے برکت اور خیر کی دعا مانگتے ہیں۔ اسی طرح سلام کا جواب دینے والا بھی ''وعلیکم السلام'' کہہ کر سلام کرنے والے کی متعلقہ چیزوں کی بہتری چاہتا ہے۔ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دینا چاہیے۔ یعنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ کرکے جواب دینا بہتر ہے۔

تو پیارے بچو! ہمیں اپنے دوستوں، بہن بھائیوں، امی، ابو اساتذہ اور باقی لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرنی ہے۔ تاکہ ہماری آپس میں محبت بڑھے۔ اگر ایسے ہی ہم سلام کے ذریعے ایک دوسرے کی بھلائی چاہیں گے تو پھر یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ ہم آپس میں لڑیں جھگڑیں اور ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں نفرت رکھیں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

جزاك الله خيراً

پانی کی تلاش

یار اب کتنا اور آگے جانا ہے؟ مجھ سے اب اور نہیں چلا جا رہا۔ سعد اپنی پوری قوت جمع کر کے نحیف سی آواز سے بولا اور راستے میں پڑے ایک پتھر پہ بیٹھ گیا، بس مجھے آگے نہیں جانا، تم لوگ یہیں پانی لا دو تو ٹھیک ہے، ورنہ میں یہیں پڑا پڑا مر جاؤں گا، آگے نہیں جاؤں گا۔

سعد کے باقی چار دوست بھی اسی حالت سے دوچار تھے، پچھلے چار گھنٹوں سے وہ پیدل سفر کر رہے تھے۔ شدید گرمی تھی اور پیاس بھی جو بن پر تھی۔ قسمت سے انہیں کہیں بھی پانی نہیں ملا تھا۔ کافی پیچھے انہیں ایک شخص ملا تھا جس نے بتایا تھا کہ یہاں سے تین، چار کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دوکان ہے، جہاں سے پانی اور کھانے پینے کی کوئی نہ کوئی چیز مل ہی جائے گی۔

اب سارے اس دوکان کی طرف ہی بڑھ رہے تھے کہ راستے میں ہی سعد ہمت ہار بیٹھا تھا۔ اب سبھی سعد کو حوصلہ دینے لگے کہ دیکھو یار ہم بھی تو تمہارے ساتھ ہیں۔ بھوک اور پیاس ہمیں بھی لگی ہوئی ہے۔ دیکھو ہم سب اگر ہمت سے کام لیں گے تو پہنچ ہی جائیں گے لیکن سعد اپنی بات پر قائم تھا کہ تم جاؤ میں یہیں بیٹھا ہوں۔ اب کی بار مسعود آگے بڑھا اور اس نے سعد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

دیکھو سعد تم میرے اچھے اور پرانے دوست ہو، میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں اور تمہاری ہر مشکل میں تمہارے کام آنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ دیکھو اب اگر ہم پر مشکل وقت آیا ہے تو تم سب کے لیے مزید مشکل کھڑی نہ کرو اور اٹھو ہمارے ساتھ چلو۔ وہ دیکھو بس تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ ہم ابھی پہنچ جائیں گے اور وہاں سے پانی پئیں گے اور بسکٹ وغیرہ بھی خرید لیں گے۔ مسعود اپنی بات مکمل کر کے سعد کی طرف دیکھنے لگا لیکن سعد تو ایسے بیٹھا تھا جیسے اُس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

اب سبھی پریشان ہو گئے کہ اب کیا کریں؟ یہ تو کسی کی بات بھی نہیں مان رہا۔ سعد ان کا اچھا دوست تھا، اُس کو اس مشکل وقت میں اکیلا چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتے تھے۔ بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا اور سب نے مل کر سعد کو زبردستی اٹھا لیا اور آگے کو چل پڑے۔ اب سعد زور زور سے اپنی ٹانگیں اور بازو چلا رہا تھا اور چیخ رہا تھا کہ وہ سب اُسے چھوڑ دیں لیکن اس کی یہ کوشش ناکام رہی اور ان چاروں نے سعد کو مضبوطی سے پکڑے رکھا، اب سعد نے بھی ہمت ہار دی اور پکارا چلو مجھے چھوڑ دو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

چلتے چلتے انہیں دور سے ایک دوکان نظر آئی۔ اُسے دیکھتے ہی سب میں جیسے ایک دفعہ جان سی آ گئی ہو۔ سب کے قدم یک دم تیز ہو گئے اور دوکان کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے، جیسے جیسے وہ دکان کی طرف بڑھ رہے تھے، ان کی پیاس میں شدت سے اضافہ ہو رہا تھا۔ اب وہ دوکان کے قریب پہنچ چکے تھے لیکن یہ کیا دوکان تو بند تھی اور قریب قریب کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب تو سب کی ہمت جواب دے گئی اور سبھی نڈھال سے ہو کر دکان کے سائے میں کسی غیبی مدد کے انتظار میں بیٹھ گئے اور آنکھیں بند کر کے دعائیں کرنے لگے۔

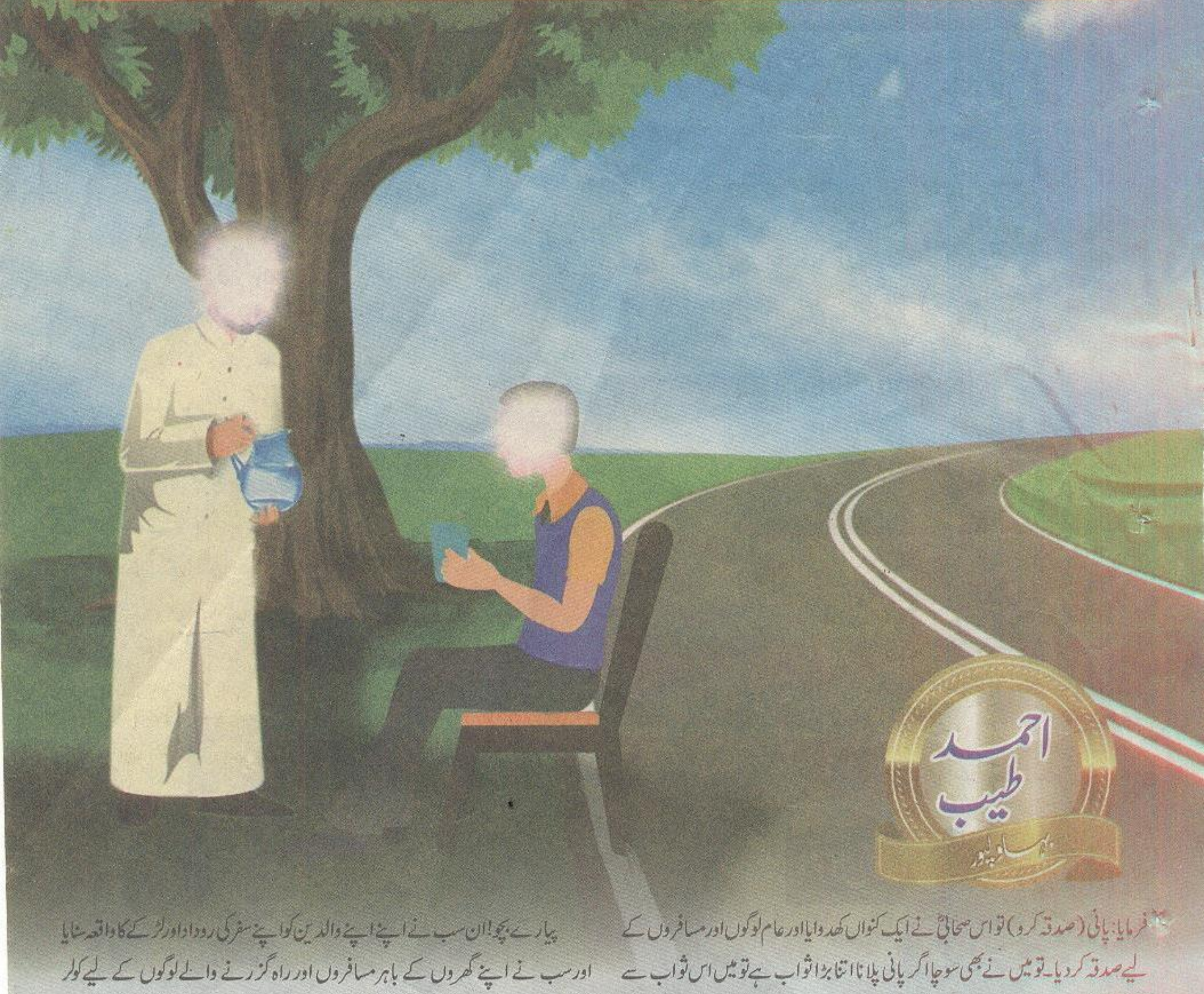
ابھی چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ دکان کے پیچھے سے ایک چودہ پندرہ سال کا لڑکا نمودار ہوا اور ان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور ان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں، اتنی گرم دھوپ اور سخت گرمی میں؟

ابھی اس نے اپنی بات مکمل ہی کی تھی کہ سعد بولا چھوٹے بھائی ہمیں پانی چاہیے تھا اور کسی نے اس دوکان کا بتایا تھا لیکن یہ دوکان بند ہے۔ اگر تمہارے پاس پانی ہے تو اللہ کے لیے ہمیں پلا دو۔ ہم تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

وہ لڑکا فوراً ہی ٹھنڈا پانی لے آیا اور سب کو پلانے لگا۔ جب سب نے پیٹ بھر کر پانی پی لیا تو مسعود نے اس لڑکے سے پوچھا چھوٹے بھائی تمہارا گھر کہاں ہے؟ یہاں نزدیک تو کوئی گھر نظر نہیں آ رہا۔ لڑکا بولا پیارے بھائی میرا گھر یہاں سے کافی دور ہے لیکن میں یہاں نیکیاں کمانے آتا ہوں۔

اس کی یہ بات سن کر وہ پانچوں حیران ہو گئے کہ اتنی دور یہ کون سی نیکی کمانے آتا ہے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا "کون سی نیکی؟" لڑکا پہلے تو کافی ہچکچایا لیکن ان سب کے اصرار پر یہ کہنے لگا:

اس دوکان کا مالک شہر سے آتا ہے۔ یہاں تھوڑے سے لوگ رہتے ہیں۔ وہ ایک دو دن میں اپنا سارا سامان خرید لیتے ہیں پھر یہ دوکان بند رہتی ہے لیکن یہاں سے گزرنے والے مسافر اس دوکان کی طرف کچھ کھانے پینے کی نیت سے آتے ہیں مگر اس کو بند دیکھ کر کافی پریشان ہوتے ہیں اور بھوکے پیاسے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ لوگوں کو پانی پلانا بہت بڑا ثواب کا کام ہے اور میں نے ایک دفعہ سنا تھا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہو گئی، اس نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا میری والدہ فوت ہو گئی ہیں، میں ان کی طرف سے کون سا صدقہ کروں جو افضل ہو گا، تو نبی اکرم ﷺ نے اُسے



فرمایا: پانی (صدقہ کرو) تو اس صحابیؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور عام لوگوں اور مسافروں کے لیے صدقہ کر دیا۔ تو میں نے بھی سوچا اگر پانی پلانا اتنا بڑا ثواب ہے تو میں اس ثواب سے پیچھے کیوں رہوں؟

اب میں روزانہ یہاں دور سے پانی بھر کر لاتا ہوں اور سارا دن مسافروں کا انتظار کرتا ہوں۔ جب بھی کوئی مسافر مجھے ملتا ہے، میں اس کو پانی پلاتا ہوں اور اگر ہو سکے تو اپنے ساتھ کھانا بھی کھلاتا ہوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر جہنم کی آگ حرام کر دیں اور میں اُس بھیانک آگ سے بچ سکوں۔

وہ لڑکا بولے جا رہا تھا اور وہ سب اس کی باتیں غور سے سن رہے تھے اور اس کے نیکی کے جذبے کو سراہ رہے تھے۔

وہ لڑکا دوبارہ کہنے لگا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اجر کے لحاظ سے پانی پلانے سے بڑھ کر کوئی صدقہ نہیں۔ (بیہقی) بس اس نیکی کے حصول کی تڑپ نے مجھے اس کام پہ لگا دیا ہے اور میں معمول کے ساتھ خوشی خوشی یہ کام سرانجام دے رہا ہوں۔

لڑکے کی اس تڑپ کو دیکھتے ہوئے ان پانچوں نے یہ عزم کیا کہ ہم تمہارے اس کام کو اپنے علاقے میں جا کر بھی جاری رکھیں گے۔ یہ عزم کر کے وہ سارے وہاں سے لڑکے کا شکریہ ادا کر کے اپنے گھروں کو چل دیے۔

پیارے بچو! ان سب نے اپنے اپنے والدین کو اپنے سفر کی روداد اور لڑکے کا واقعہ سنایا اور سب نے اپنے گھروں کے باہر مسافروں اور راہ گزرنے والے لوگوں کے لیے کولر رکھوائے اور اس لڑکے کے اچھے عمل کو آگے بڑھایا۔ ثواب کے حق دار خود بھی ٹھہرے اور وہ لڑکا بھی۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم لوگوں کی خدمت کریں جو ضرورت مند ہیں، ان کی ضرورتیں پوری کریں جو پیاسے ہیں، ان کو پانی پلائیں۔ صرف انسانوں کو ہی نہیں بلکہ جانوروں کو پانی پلانے کا بھی بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔ ایک آدمی پیاس کی وجہ سے کنویں میں پانی پینے کے لیے اترا۔ جب پانی پی کر واپس باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کو چاٹ رہا ہے۔ آدمی نے جب دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ مجھے جیسے پیاس لگی تھی ، اس کو بھی لگی ہوگی، وہ یہ سوچ کر فوراً نیچے اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر کتے کو پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل بہت پسند آیا اور اللہ نے اس کے اس عمل کے بدلے میں اس کے تمام گناہ معاف فرما دیے۔

تو پیارے بچو! نیکی کے کسی بھی کام کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے۔ قطرہ قطرہ کر کے ہی دریا بنتا ہے۔ خود نیکی کریں اور دوسروں کو بھی ترغیب دلائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس تم یہ ضرور دیکھو کہ کس کے ساتھ دوستی کر رہے ہو۔ (ابوداؤد 4833)

سکول جاری ہے

دانتوں کو صاف کر کے پانی سے پھر نہا کر
پوری نماز پڑھ کے سجدے میں سر جھکا کر
پہنے سفید کپڑے بال اپنے خود بنا کر
پی دودھ کی پیالی تازہ پراٹھا کھا کر
پنسل، ربڑ، کتابیں بستے میں رکھ رکھا کر
پڑھنے کی جستجو سے امید کو سجا کر
منی سی بہن مروہ کو انگلی لگا کر
جانے کی گھر سے باہر ماں کو دعا سنا کر
خوشیوں بھری ادا سے دھیمے سے مسکرا کر
سب کو سلام کر کے ننھے قدم اٹھا کر
یہ ننھی منی معدیہ پڑھنے کی دُھن میں آ کر
ابو کی سائیکل پر بیٹھی ہے جم جما کر
سکول جا رہی ہے دھیمے سے مسکرا کر

(ماریہ۔ قصور)

بوجھو تو جانیں

① گرمیوں میں وہ رات کو آئے
بھیں بھیں کر کے راگ سنائے

② پہاڑ کے اوپر ایک پہاڑ
اس کے اندر ایک غار
جو بھی اس کے اندر جائے
دھول بن کر باہر آئے

③ کاٹا جائے تو خون نہ ہو
سامنے آئیں تو ہو جائیں دو

④ منہ میں آئے خود شکار
منہ کو کھولے بیٹھا ہے لوہار
سب کی کھال اتارے وہ
سب کی گردن توڑے وہ

⑤ بستی بستی، گاؤں گاؤں، بھیجو روز جہاں بھی چاہو
خوشی ہو، غم ہو سب کو خبر پہنچاتا ہوں

نیلے پیلے رنگ برنگے سب ہی کپڑے پہنتا ہوں میں
چھوٹا سا ایک ٹکڑا ہوں پر یوں بڑا میں قیمتی سوچو

نہ رے بابا، نہ رے بابا
نام ہے میرا ''ناری'' بابا
مجھ میں اک ''الف'' لگاؤ
پھر اس کو الٹا پڑھتے جاؤ

جوابات:

① مچھر ② شمع ③ [illegible] ④ [illegible] ⑤ [illegible] ⑥ [illegible]

(اُسامہ، حنظلہ ہاشم، سرگودھا)

نماز کی دیکھ بھال

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی نمازوں کی ٹھیک طور سے دیکھ بھال کرے گا وہ نمازیں اس کے لیے قیامت کے دن روشنی اور دلیل بنیں گی اور باعث نجات ہوں گی اور جو اپنی نمازوں کی دیکھ بھال نہیں کرے گا تو ایسی نماز اس کے لیے نہ تو روشنی بنیں گی اور نہ دلیل بنیں گی اور نہ نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

(عبداللہ ادریس۔ خانیوال)

اقوال زریں

☆......چند لمحوں کی خوشی کے لیے کسی کے لبوں سے ہنسی نہ چھینو۔
☆......اس شخص سے بچو جو تمہیں تمہاری حیثیت سے بالاتر کہے۔
☆......اس وقت سے بچو جب والدین اولاد کی بددعا کے لیے منہ کھولتے ہیں۔
☆......سب سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے کی نظر میں چھوٹا ہو۔
☆......خواہشات کی پیروی دراصل راہ راست سے بھٹکنے کی علامت ہے۔
☆......ہم سچا دوست تلاش کرتے ہیں لیکن خود سچا بننے کی کوشش نہیں کرتے۔
☆......بہترین یادداشت وہ ہے جس میں انسان اپنی نیکیاں اور دوسروں کی زیادتیاں بھول جائے۔
☆......بعض اچھے انسان بھی غصے کی حالت میں احمق لگتے ہیں۔
☆......جوش ایک ایسا ہتھیار ہے جس کی پہلی ضرب خود کو لگتی ہے۔
☆......انسان جتنی محنت خامی چھپانے میں کرتا ہے، اتنی دیر میں خامی دور بھی کی جا سکتی ہے۔
☆......ہر چیز کی ایک نشانی ہوتی ہے، ایمان کی نشانی نماز ہے۔

(مجیب الرحمٰن، خانیوال)

منافق کی تین نشانیاں ہیں ① جھوٹ بولنا ② وعدہ خلافی کرنا ③ امانت میں خیانت کرنا۔ (بخاری:33)

ننھا سائنسدان

محمد بن شفیق، قصور



کیلا چھل جائے اپنے آپ

سامان

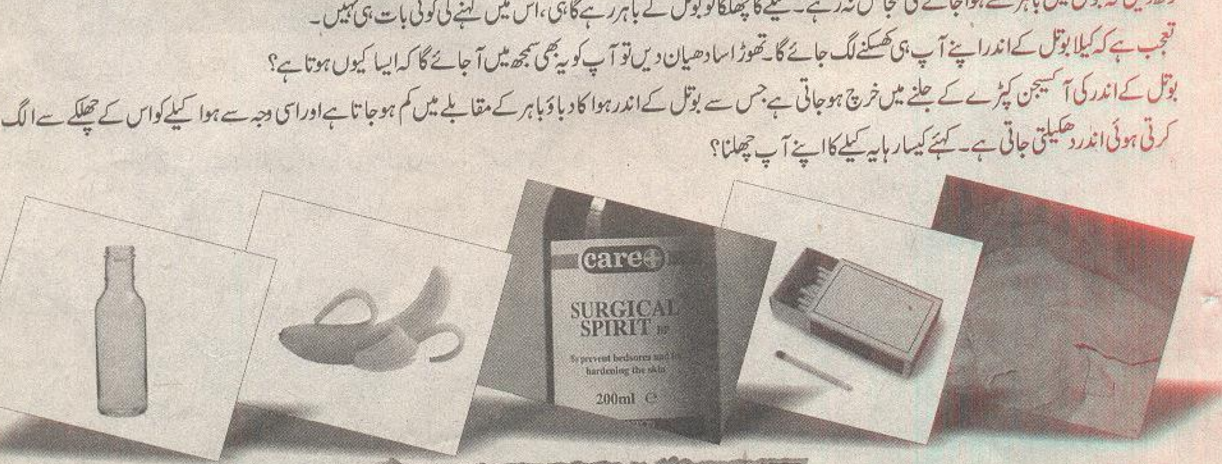
- اچھا پکا ہوا ایک کیلا
- بوتل جس کا منہ تقریباً کیلے کے اندرونی حصے کے برابر ہو
- دیا سلائی
- تھوڑی سی سپرٹ اور کپڑے کا ٹکڑا

سننے میں کتنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ کیلا اپنے آپ چھل جائے گا لیکن سائنس تو ہے ہی، ایسی ہی سوجھ بوجھ کا نام جو کرشمے کر کے دکھاتی رہتی ہے۔

کپڑے کے ٹکڑے کو سپرٹ میں بھگو کر بوتل کے اندر ڈال دیں اور اوپر سے ڈالیں ایک جلتی دیا سلائی کی تیلی۔ اب فوراً کیلے کا تھوڑا سا حصہ چھیل کر گودے کو بوتل کے منہ پر اس طرح رکھ دیں کہ بوتل میں باہر سے ہوا جانے کی گنجائش نہ رہے۔ کیلے کا چھلکا تو بوتل کے باہر رہے گا ہی، اس میں کہنے کی کوئی بات ہی نہیں۔

تعجب ہے کہ کیلا بوتل کے اندر اپنے آپ ہی کھسکنے لگ جائے گا۔ تھوڑا سا دھیان دیں تو آپ کو یہ بھی سمجھ میں آ جائے گا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

بوتل کے اندر کی آکسیجن کپڑے کے جلنے میں خرچ ہو جاتی ہے جس سے بوتل کے اندر ہوا کا دباؤ باہر کے مقابلے میں کم ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے ہوا کیلے کو اس کے چھلکے سے الگ کرتی ہوئی اندر دھکیلتی جاتی ہے۔ کہئے کیسا رہا یہ کیلے کا اپنے آپ چھلنا؟



ہو گئے۔ اب اگلے دن ہمیں ایک خوبصورت مقام پر جا کر پہاڑوں میں کوکنگ کرنی تھی۔ صبح ہوئی تو سب بچوں کو ناشتہ کروا کر کوکنگ کے لیے روانہ کیا گیا۔ کوکنگ کے مقام پر پہنچے تو اتنی خوبصورت جگہ کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ خوبصورت ہرے بھرے گھاس سے مزین میدان پہاڑوں سے بہتے ہوئے ٹھنڈے پانی کے چشموں کو دیکھ کر ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم دنیا کی جنت میں آ چکے ہیں۔ شاید بچوں نے اس طرح کی خوبصورت جگہ پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

بہر حال وہاں ہر گروپ نے علیحدہ علیحدہ کوکنگ کی کسی نے سینڈوچ بنائے تو کسی نے ہاف فرائی انڈہ اور بریڈ ایک گروپ نے تو حد ہی کر دی۔ انہوں نے بریڈ اور انڈے کو مکس کر کے اچھی طرح فرائی کیا اور پھر جو کچھ بنایا اس کو مزے مزے سے کھایا۔ کوکنگ میں مزے کی بات یہ تھی کہ بارش کی وجہ سے لکڑیاں گیلی تھیں جس کی وجہ سے ہر گروپ پریشان تھا کیونکہ آگ نہیں جل رہی تھی۔

بہر حال جیسے تیسے کر کے آگ جلائی اور پھر مزیدار کھانے بنا کر انجوائے کیا۔ کوکنگ میں ہمارے گروپ پر اکیڈمی کے بچوں نے چھاپا مارا اور ہمیں باتوں میں لگا کر ہمارے دو بریڈوں کے پیکٹ اٹھا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے پھر دوسرے گروپ سے مانگ کر گزارہ کیا۔

کوکنگ کے بعد سب گروپوں میں رسہ کشی کا مقابلہ ہوا جس میں خالد بن ولیدؓ گروپ جیتا۔ خالد گروپ کے بچوں میں بہت زیادہ جوش و جذبہ دیکھا گیا۔ سب بچوں کی زبان پر یہ نعرہ تھا ”ایسٹ اینڈ ویسٹ خالد گروپ از دا بیسٹ“ سب گروپ کے بچے اپنے اپنے گروپ کے نعرے لگا رہے تھے۔ رسہ کشی کے مقابلے کے بعد واپس مسلم آباد کی طرف سفر شروع کیا۔ راستے میں موسم اتنا ٹھنڈا ہو گیا تھا کہ اتنی گرمی کے موسم میں بھی ٹھنڈ لگ رہی تھی۔

اگلے دن بچوں کو پک اینڈ رن گیم اور کشتی کروائی گئی اور اس کے علاوہ کچھ دیگر گیمز کروائی گئیں۔ اب اگلا دن ہمارا اکیڈمی کو الوداع کرنے کا دن تھا۔ صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد سب بچے اپنا اپنا سامان لے کر گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ سب بچوں کے چہروں پر اداسی تھی۔ بچے اکیڈمی کے بچوں سے الوداع ہونے کا غم اپنے سینوں میں چھپائے اکیڈمی کو الوداع کرتے چلے جا رہے تھے۔ اکیڈمی کے بچوں نے لمبی قطار بنائی ہوئی تھی۔ سب بچے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اکیڈمی کے بھائیوں سے آخری بار مل رہے تھے۔ اکیڈمی کے بچے اپنے اپنے بڈیوں کو خوبصورت تحفہ پیش کر کے الوداع کرتے جا رہے تھے۔ اکیڈمی کے اساتذہ اور بچوں کی محبت دلوں میں سمائے ہم نے مری کی طرف سفر شروع کر دیا۔

جیسے جیسے ہم اکیڈمی سے دور ہوتے جا رہے تھے، دل اور زیادہ غمگین ہوتا جا رہا تھا کیوں کہ انہوں نے اتنی زیادہ محبت پیش کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

بہر حال مری میں گھوم پھر کر اور ریفریشمنٹ وغیرہ کر کے اسلام آباد واپس قباء مسجد پہنچے اور پھر وہاں سے سب بچے اس خوبصورت اور دلچسپ و یادگار ایڈونچر کیمپ کی یادیں دلوں میں سموئے۔ اس عہد پر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے کہ اگلے سال پھر اسی مقام پر دوبارہ جمع ہوں گے۔ ان شاء اللہ

بقیہ بوڑھا ضامن

تیسرے روز شہر کے سارے لوگ دربار میں جمع ہو گئے۔ شام کے سائے ڈھلنے لگے۔ سب لوگوں کی نظریں شہر کی طرف آنے والے بڑے راستے کی طرف تھیں کہ ابھی وہ آدمی آئے گا اور اپنی گردن پیش کرے گا۔ وقت گزرتا گیا۔ دربار میں بیٹھے سب لوگوں کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں کہ بوڑھا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آج بے گناہ قتل کر دیا جائے گا۔ بس انتظار اس بات کا تھا کہ جلاد کو حکم ہوگا اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا کیونکہ وقت پورا ہونے کو تھا اور مجرم ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ مقتول کے بیٹے اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے تیار بیٹھے تھے کہ ہمیں انصاف ملنے والا ہے۔ اتنے میں آواز آئی کہ رکو رکو ابھی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کیا جائے...... شہر سے دور گرد و غبار اڑتی دکھائی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس دھول کے بادلوں میں سے وہ آدمی اونٹنی پر سوار دربار میں حاضر ہوا۔ جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو دیکھتے ہیں تو بے ساختہ اللہ اکبر کی صدا لگاتے ہیں اور ساتھ ہی مجمع کے سارے لوگ بھی اللہ اکبر کی صدا بلند کرتے ہیں۔

وہ آدمی آتے ہی سب سے پہلے معذرت کرتا ہے کہ میں لیٹ ہو گیا ہوں۔ لیکن اے امیر المؤمنین! بات یہ ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو پرندوں کے چوزوں کی طرح صحرا میں تنہا چھوڑ کر آ گیا ہوں کہ جہاں نہ پانی ہے اور نہ سایہ...... میں قتل کر دیئے جانے کے لیے تیار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنکھوں میں آنسو لیے اس شخص سے کہتے ہیں کہ اگر تو نہ بھی آتا تو ہم نے تیرا کیا کر لینا تھا...... کیونکہ نہ ہی کوئی تجھے جانتا تھا اور نہ تیرا کسی نے گھر دیکھا تھا...... وہ شخص کہنے لگا: امیر المؤمنین مجھے ڈر اپنے قتل کیے جانے کا نہیں تھا بلکہ مجھے ڈر اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے وعدوں کی پاسداری ہی اٹھ گئی ہے۔

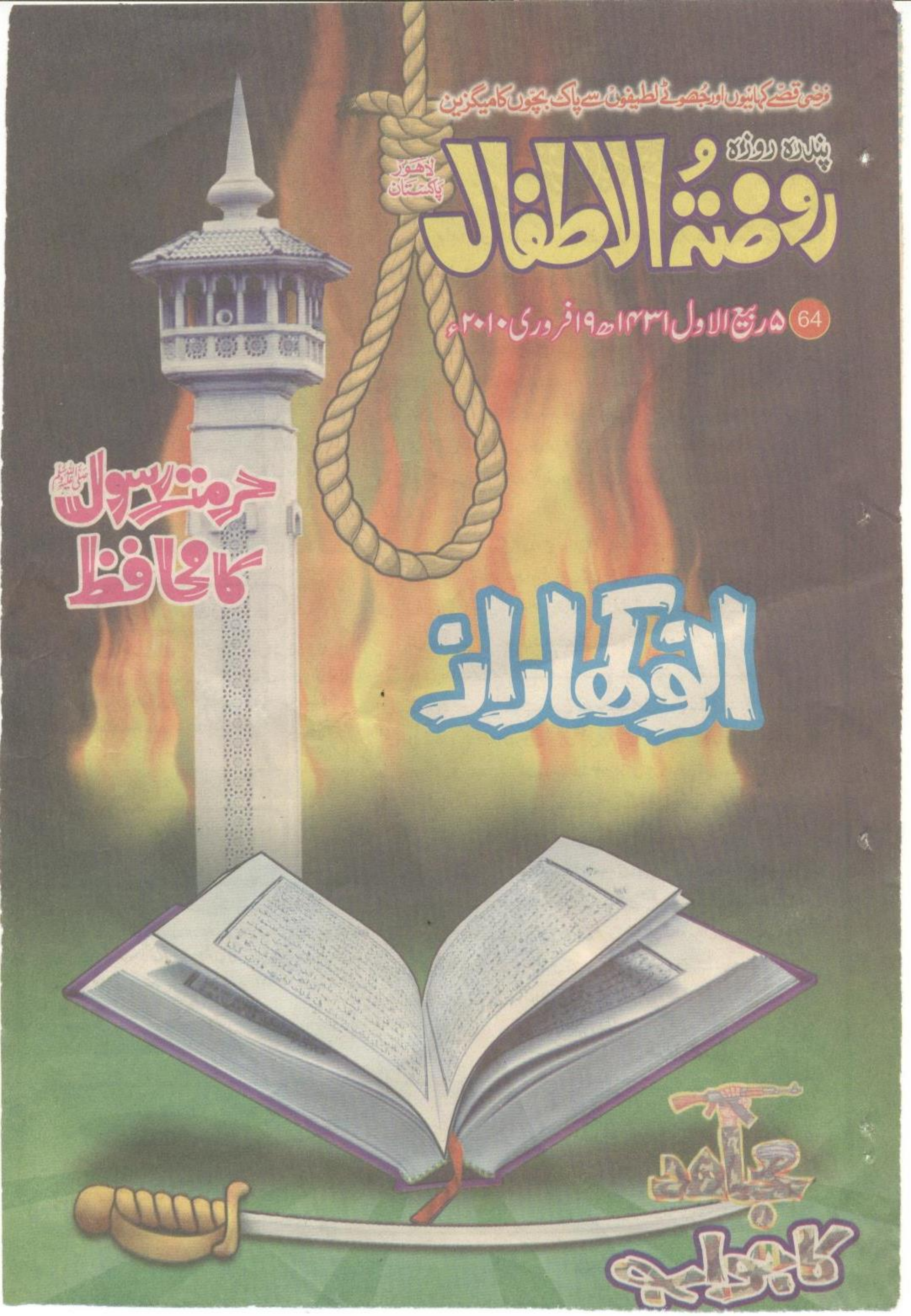
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تو نے کس بات پر اس کی ضمانت دی تھی تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے خیر اٹھا لی گئی ہے اور کوئی کسی کی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔

خلیفۂ وقت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک لمحے کے لیے رکے اور پھر ان دو نوجوانوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم کیا کہتے ہو اب......؟

وہ نوجوان روتے ہوئے کہنے لگے اے امیر المؤمنین! ہم اس کی صداقت کی وجہ سے اسے معاف کرتے ہیں اور ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں سے عفو و درگزر اٹھا لیا گیا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور آنسو داڑھی مبارک کو تر کر کے نیچے گر رہے تھے۔

تو پیارے بچو! دیکھو کہ اس ایک واقعہ سے ہمیں کتنے سبق ملتے ہیں......؟ لہٰذا ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں چاہیے کہ مشکل وقت میں کسی کے کام آنا چاہیے اور اگر کسی کو ہماری ضرورت پڑے تو اسے اپنا مسلمان بھائی سمجھتے ہوئے اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اگر ہم کسی سے وعدہ کریں تو اس وعدے کو نبھائیں اور ہم طاقت ہونے کے باوجود معاف کرنا سیکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔


فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان
64 ۵ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ ۱۹ فروری ۲۰۱۰ء
حرمت رسول ﷺ کا محافظ
انوکھا راز
مجاہد کا جواب

جہاد کی تیاری

اور تم استطاعت کے مطابق ان (کافروں) کے لیے اپنی طاقت تیار رکھو۔ اور گھوڑوں کے باندھنے سے ڈراتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اور اس کے علاوہ ان کو جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔ اور جو تم خرچ کرتے ہو کسی چیز سے بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ لوٹا دیا جائے گا تمہاری طرف اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (انفال:٦٠)

انتخاب: نسیم الرحمٰن کلاس ابو ہریرہ جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ

مسلمان کی حرمت

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے۔''

(متفق علیہ)

عثمان محفوظ سلیمان، چک 33 جنوبی سرگودھا

مجاہد کی مدد کرنے کی فضیلت

سیدنا سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ یا غازی کی مشکل وقت میں مدد کی یا کسی قیدی کی آزادی میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے دن اپنا سایہ نصیب کرے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔''

(مسند احمد)

مراسلہ: یاسمین طاہر بھمبہ کلاں قصور

آپس میں محبت و اخوت کی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر:۵۹)

ترجمہ: اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

ذکیہ کوثر چھوٹی اناسی، فیصل آباد

ضروری بات

پیارے بچو! ہر انسان چاہتا ہے کہ لوگ اسے چاہیں اور اس کی عزت کریں۔ کم و بیش ہر شخص کے دل کی گہرائی میں یہ جذبہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور چھپا رہتا ہے۔ لوگوں میں مقبول اور ہر دلعزیز ہونے کا جذبہ انسانی فطرت کے نہایت عمیق جذبات میں سے ہے۔

اس کے لئے سب سے پہلی بات اپنے آپ کو بھلا دینے کی کوشش ہے۔ خود پسندی کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر آپ نے اپنے خیالات میں اپنی ہی ہستی کو سب سے آگے رکھا اور آپ کی گفتار و کردار پر یہی جذبہ طاری رہا تو لوگ اسے بہت جلد بھانپ لیں گے۔ جس شخص کی توجہ ہمیشہ اپنے ہی اوپر مرکوز رہتی ہے اسے دوسرے کم ہی پسند کرتے ہیں۔ وہ لوگوں میں انانیت پسند اور مغرور مشہور ہو جاتا ہے۔ سب لوگ اس سے دور بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ کو چاہئے کہ آپ لوگوں کو سچائی اور خلوص کے ساتھ پسند کرنے اور چاہنے لگیں۔ ان میں اور ان کی قابل پسند صفات اور خوبیوں میں دلچسپی لیں۔ ول راجرس اپنے دور میں امریکہ میں سب سے زیادہ مقبول اور ہر دلعزیز تھا۔ اس کا یہ قول آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے: ''میں کسی ایسے شخص سے کبھی نہ ملا جسے میں نے پسند نہ کیا ہو۔'' اس کے اس قول کا مطلب واضح ہے کہ وہ سب کو پسند کرتا ہے۔ اسے سب چاہتے اور پسند کرتے تھے۔ لوگ اسے دیکھ کر اس سے خندہ پیشانی سے ملتے جیسے سورج کے سامنے پھول کھل جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس پر عمل کرنے میں کچھ مشکلات پیش آئیں لیکن وہ ایسی مشکلات نہ ہوں گی جن پر قابو نہ پایا جا سکے۔ ہر شخص کی کچھ نہ کچھ پسندیدہ صفات معلوم ہو سکتی ہیں اور ان میں سے کسی نہ کسی خوبی کی بناء پر اسے چاہا جا سکتا ہے اور جب آپ اسے چاہیں گے تو یقیناً وہ بھی آپ کو چاہنے لگے گا۔

اگر آپ لوگوں میں مقبول اور ہر دلعزیز ہونا چاہیں اور یقیناً چاہتے ہوں گے تو ایمانداری اور خلوص کے ساتھ ان کی زندگی بنانے میں مصروف رہیں۔ یہ کوشش بالکل بے لوث اور بے غرض ہو۔ یہ بات بہت سیدھی سادی اور آسان بھی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو خود پسندی میں اس بری طرح مبتلا ہیں کہ دوسروں کی حالت پر غور کرنے اور ان سے انسانیت برتنے کا وقت ہی نہیں ملتا اور ایسے لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ لوگ انہیں پسند کیوں نہیں کرتے؟۔ والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

خط و کتابت کیلئے

e-mail:roza313@gmail.com

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

ترسیل: 0423-7240945



نماز میں

پیارے بچو!

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ پر نماز کی ادائیگی بوجھ اور مصیبت نہ ہو اور نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی تسکین کا سبب بنے تو اس کے لئے آپ ان باتوں پر عمل کریں۔

1۔ نماز کے وقت اگر آپ کو بھوک بے چین کئے ہوئے ہے اور کھانا تیار ہو تو پہلے آپ کھانا کھا لیں پھر نماز ادا کریں اور کھانا پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھائیں ایک تہائی پانی کے لئے رکھیں اور ایک تہائی سانس کے لئے چھوڑیں۔

2۔ نماز کے وقت اگر آپ کو ٹائلٹ جانے کی حاجت ہو تو پہلے اس سے فراغت پا لیں اس لئے کہ اگر آپ بھوک کی نڈھالی اور پیشاب کے دباؤ کی حالت میں نماز پڑھیں گے تو آپ کو نماز میں چین اور اطمینان حاصل نہ ہوگا۔

3۔ کوشش کریں کہ جس جگہ آپ نماز ادا کر رہے ہوں وہاں شور وغل نہ ہو۔

4۔ نماز ادا کرتے وقت آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ ہو جو آپ کو اپنی طرف مشغول کرے۔ آپ کے لباس اور جائے نماز میں بھی نقش ونگار نہ ہوں۔ لہٰذا نماز کے لئے بالکل سادہ کپڑے کا انتخاب کریں۔

5۔ نماز میں ادب سے نگاہیں نیچی رکھ کر کھڑے ہوں آپ کے اندر یہ سوچ پیدا ہو کہ ہم اس شہنشاہ عالم کے سامنے کھڑے ہیں جو مختار کل ہے اور جس کے پاس ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ نماز میں ہنسنا، بار بار کپڑوں کو سمیٹنا، جسم کے کسی حصے میں خارش کرنا اور کسی چیز سے بھی کھیلنا منع ہے کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے۔

6۔ نماز میں اگر جمائی آئے تو حتی الامکان اسے روکیں اگر نہ رکے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیں۔

7۔ حالت قیام میں بالکل ساکت کھڑے ہوں اور حالت تشہد میں بھی ہلنے جلنے سے پرہیز کریں۔

8۔ نماز کو جلد از جلد ختم کرنے کے لئے کتر کتر کر نہ پڑھیں بلکہ الفاظ کو خوب صورتی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اس کے ترجمے پر غور کرتے ہوئے ادا کریں۔ جب تک پہلے الفاظ کا مفہوم ذہن میں نہ آئے، دوسرے لفظ کو ادا نہ کریں۔

9۔ نماز میں جب اللہ کے غضب، روح یا قبر کا ذکر آئے تو ان کا تصور کر کے آنسو بہائیں اور جب آپ مغفرت مانگیں تو بھی آپ کے آنسو جاری ہوں۔

10۔ نماز میں رکوع، سجود، قومے اور جلسے کو اطمینان اور آرام سے پورا کریں اس لیے کہ حضور ﷺ نے ان ارکان کی عدم طمانیت کو نماز کے باطل ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

یہ دس اصول ہیں، ان دس اصولوں پر آپ کے عمل کرنے سے بھی وسوسے آئیں تو آپ حالت نماز میں ہی تعوذ (اعوذ باللہ) پڑھ کر بائیں صرف تین دفعہ تھوک دیں۔ (مسلم) اور تھوکتے وقت بائیں طرف اپنے پاؤں کے نیچے تھوکیں۔ (سنن نسائی) انشاء اللہ شیطان آپ سے دور ہوجائے گا۔

حافظہ آمنہ رضوان رابعہ جھنگ

آخری لمحات

فصاحت اللہ، جھنگ

سیدنا براء بن عازب ﷺ کہتے ہیں ایک جنازے میں ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ گئے تو اللہ کے رسول ﷺ قبر کے پاس بیٹھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد ایسے بیٹھ گئے جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (یعنی ہمہ تن گوش) تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر فرمایا: ''مومن جب آخرت کی طرف جانے والا اور دنیا کو چھوڑنے والا ہوتا ہے تو اس کی طرف ایسے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہروں پر سورج ہو (یعنی اس قدر چہرے چمکتے ہوں گے) ان میں سے ہر ایک کے پاس خوشبو اور سفید لباس ہوتا ہے پھر اس مومن کی جہاں تک نگاہ جاتی ہے، فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں اور وہ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کا فرشتہ (عزرائیل) آتا ہے اور وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے۔

''اے پاکیزہ روح! اللہ کی بخشش اور رضامندی کی طرف چل''، پھر وہ نکلتی ہے اور بہتی ہے جیسا کہ پانی کا قطرہ مشک سے بہہ کر ٹپک پڑتا ہے...... پھر اس روح کو فرشتے پکڑ لیتے ہیں، جب بھی کوئی فرشتہ اسے پکڑتا ہے تو دوسرا اس کے ہاتھ میں ایک لمحہ بھی نہیں رہنے دیتا کہ اسے پکڑ لیتا ہے۔ وہ اسے ریشمی لباس اور خوشبوؤں میں رکھ لیتے ہیں اور اس روح سے زمین پر پائی جانے والی عمدہ ترین کستوری سے کہیں زیادہ شاندار خوشبو مہکنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر وہ فرشتے اسے لیکر چڑھتے ہیں اور وہ جب بھی آسمانوں میں فرشتوں کے پاکباز گروہ کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ تو وہ دنیا میں اس کا جو بہترین نام ہوتا تھا، اسے لے کر کہتے ہیں یہ ''فلاں کا بیٹا فلاں ہے'' حتیٰ کہ آسمان دنیا سے ختم ہو جاتا ہے پھر وہ فرشتے اس روح کے لئے اوپر جانے کی اجازت مانگتے ہیں تو انہیں اجازت دی جاتی ہے اور پھر ہر دوسرے آسمان کے قریب جو معتبر فرشتے ہوتے ہیں وہ اس روح کے ساتھ چل پڑتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''میرے بندے کا اعمالنامہ ''علیین'' میں لکھ دو اور اسے زمین کی طرف واپس لوٹا دو کیونکہ میں نے اسی سے ان کو پیدا کیا، اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی زمین سے ہی ان کو دوسری مرتبہ اٹھاؤں گا۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے تب (قبر میں) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، وہ پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہتے ہیں وہ شخص تم میں بھیجا گیا، کون ہے؟'' وہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں پھر وہ کہتے ہیں تیرا علم کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ''میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔'' پھر آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے:

میرے بندے نے سچ کہا، جنت سے اس کے لئے بستر لگا دو اور جنت سے اسے لباس پہنا دو اور ایک دروازہ اس کے لئے جنت کی طرف کھول دو پھر جنت سے اس کے پاس فرحت وانبساط کا سامان اور خوشبوئیں آنا شروع ہو جاتی ہیں اور جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے، وہاں تک اس کی قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے پاس حسین چہرے والا خوبصورت لباس پہنے، عمدہ خوشبوئیں لگائے ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے ''تجھے خوشخبری ہے ان نعمتوں کی جنہوں نے آج تجھے خوش کر دیا ہے وہ آج کہ جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔'' مومن کہتا ہے تو کون ہے؟ تیرہ چہرہ ایسا چہرہ ہے کہ جس سے خیر ہی خیر چھلک رہی ہے۔ وہ کہتا ہے:

''میں تیرا نیک عمل ہوں۔''

تب وہ مومن کہتا ہے۔

''میرے رب! قیامت قائم کر قیامت قائم کر۔ تاکہ میں اپنے اہل ومال کے پاس جاؤں''۔



سیّدہ ام سعد
کبشہ بنت رافع الانصاریہ رضی اللہ عنہا

اس عظیم المرتبت صحابی کی والدہ ماجدہ جس کی وفات پر عرش الٰہی بھی لرز اٹھا تھا، جس کی قبر کھودتے وقت حضرت ابو سعید خدریؓ نے کہا تھا کہ مجھے قبر کی مٹی سے کستوری کی خوشبو آرہی ہے، جن کے اسلام قبول کرنے کے بعد مدینے کی کایا پلٹ گئی، اس کا پورا قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگیا۔ یہ تھے کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ جس کی والدہ ماجدہ حضرت کبشہ بنت رافع الانصاریہ تھیں آیئے اس خاتونِ جنت کا ذکر دل پذیر کرتے ہوئے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

حضرت ام سعدؓ بڑی صابر، شاکر، تحمل مزاج، بردبار، اور بہادر خاتون تھیں۔ ان کے دو بیٹے حضرت سعد بن معاذ اور عمرو بن معاذؓ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں یہ خود بھی جہاد میں شریک تھیں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرنے کی خدمت انتہائی تن دہی سے سرانجام دی۔ جب انہیں پتہ چلا کہ میرا بیٹا عمرو بن معاذؓ شہید ہوگیا ہے تو یہ بڑی تیزی سے اس مقام پر پہنچیں جہاں لڑائی ہو رہی تھی رسول اقدس کو صحیح سالم دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھ کر میرے لئے اپنے بیٹے کی شہادت کا غم ہلکا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ام سعدؓ سے اس کے لخت جگر کے شہید ہونے پر تعزیت کی اور دلاسہ دیا۔ اس معرکے میں حضرت عمرو بن معاذؓ جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر مشرکین کی صفوں میں جا گھسے تھے اور ضرار بن خطاب کو انہوں نے تہہ تیغ کیا تھا۔

غزوہ خندق میں حضور ﷺ نے خواتین کو بنو حارثہ کے قلعے میں منتقل کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذ قلعے کے باہر کھڑے تھے، آپ کی درع (ذرہ) مختصر تھی اور بازو درع سے مکمل باہر تھے۔ اسی دوران حبان بن عرقہ نے نیزہ مارا جس سے بازو کی رگ کٹ گئی اور بے تحاشہ خون بہنے لگا۔

چونکہ زخم گہرا تھا، تکلیف بہت زیادہ تھی اس لئے رسول اقدس ﷺ نے خیمہ مسجد نبوی میں نصب کرا دیا تاکہ تیمارداری میں آسانی ہوسکے۔ جب خون بہنا بند نہ ہوا تو زخم کو داغ دیا گیا۔ داغنے سے خون تو بند ہوگیا لیکن بازو میں ورم پیدا ہوگیا ایک روز زخم پھٹ گیا جس سے خون کا پھوارہ پھوٹ نکلا، نقاہت بڑھ گئی رسول اقدس ﷺ نے ان کا سر اپنی گود میں لے لیا اسی حالت میں ان کی جان قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت اسماء بنت یزید بن سکنؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کی روح پرواز کر گئی تو حضرت ام سعدؓ بیٹے کے غم میں زار و قطار رونے لگی۔ رسول اقدس ﷺ نے تعزیتی کلمات ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: صبر کرو تمہارا بیٹا ایسا عظیم الشان ہے کہ اللہ رب العزت اسے دیکھ کر مسکرائے اور عرش الٰہی اس کے غم میں کانپ اٹھا۔

جب رسول اقدس ﷺ مدینہ تشریف لائے اور بیعت لینی شروع کی تو انصاری خواتین میں سب سے پہلے حضرت ام سعدؓ نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ام سعدؓ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جسے رسول اقدس ﷺ کی زبان سے جنت کی بشارت دی گئی۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کے تین بیٹے یا بیٹیاں فوت ہوئے اور اس نے صبر کیا اور اجر و ثواب کی نیت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ ایک عورت اٹھی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر دو بیٹے بیٹیاں فوت ہوجائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ بھی جنت میں جائے گا۔ وہ خاتون کہتی ہے کہ کاش میں ایک کے بارے میں بھی دریافت کر لیتی۔ حضرت ام سعد کے دو بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور اس نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ حضرت ام سعدؓ وہ خوش نصیب صحابیہ ہیں جنہیں آنحضرت ﷺ نے غزوہ احد میں ارشاد فرمایا:

”اے ام سعدؓ، خوش ہو جاؤ اور اپنے خاندان کو یہ خوشخبری سنا دو کہ ان کے مقتول جنت میں اکٹھے ہو چکے ہیں اور ان کی اپنے خاندان کے بارے میں شفاعت قبول ہو چکی ہے۔“

بیٹوں کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت ام سعدؓ کا زیادہ وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں گزرنے لگا اور زندگی کے آخری لمحات تک یہ سعادت انہیں حاصل رہی۔

بحوالہ: صحابیات مبشرات از محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ

(آمنہ بتول 73 رب، فیصل آباد)



خود کو قید کر لیا

رسول اکرم ﷺ نے جب بنو قریظہ کی غداری کی وجہ سے ان کا محاصرہ کیا تو آپ نے یہودیوں کے قلعے میں سیدنا ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ یہودیوں سے مذاکرات کریں کہ شاید یہودی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تسلیم کرنے کی ہامی بھر کر قلعے سے نیچے اتر آئیں۔

جب سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ یہودیوں کے پاس گئے تو ان کے بچے، بوڑھے اور عورتیں رو رہی تھیں۔ یہودیوں نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ کون سا معاملہ کرانے والے ہیں؟

سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا (رسول اللہ رضی اللہ عنہ تمہیں قتل کرنے والے ہیں۔)

اس کے بعد وہ قلعے سے نکلے ہی تھے کہ انہیں ہوش آیا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کا راز افشا ہوگیا ہے اور یوں ان سے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خیانت سرزد ہوگئی ہے، چنانچہ وہ فوراً مسجد نبوی میں گئے اور خود کو ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا:

”اللہ کی قسم! میں خود کو نہیں کھول سکتا اور نہ کھانے پینے کا مزہ چکھ سکتا ہوں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرما لیں۔“

پھر اس کے بعد حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ سات دنوں تک کچھ کھائے پیئے بغیر ستون سے بندھے رہے۔ اس دوران میں آپ کی صاحبزادی آکر مسجد کے ستون سے آپ کو نماز اور بشری حاجات کے لیے کھول دیا کرتی تھی۔ جب آپ بھوک پیاس کی تاب نہ لا سکے تو ایک دن غش کھا کر گر پڑے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ لوگوں نے جب قبولیت توبہ کے بارے میں بتایا تو آپ نے کہا:

”اللہ کی قسم! میں خود کو زنجیروں سے اس وقت تک آزاد نہیں کر سکتا جب تک کہ خود رسول اللہ ﷺ مجھے نہ کھولیں۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان کی زنجیر کھولی۔ (ماخوذ: سنہرے فیصلے)

قاریہ منیبہ انعم

گیارہویں صدی عیسوی اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی خلافت عباسیہ کا اقتدار بھی زوال پذیر تھا۔ فرقہ بازی مسلمانوں کی قوت اور شوکت کو گھن کی طرح چاٹ رہی تھی۔ دشمنان اسلام کی نظر میں اسلام کی یہ رہی سہی قوت بھی کانٹے کی طرح چبھتی تھی۔ انہی حالات میں (1069 میں) بازنطینی قیصر، رومانوس چہارم نے بزور شمشیر مسلمانوں کا اقتدار ختم کرنے کے لئے ایک جامع منصوبہ تیار کیا جس کے مطابق فیصلہ کیا گیا کہ۔

1۔ بغداد پر اچانک حملہ کر کے مرکز خلافت کو تباہ و برباد کر دیا جائے اور اس کو آرچ بشپ کی سربراہی میں کلیسائے یونان کا ایک اہم مرکز بنا دیا جائے۔

2۔ بغداد کی تمام تاریخی مسجدوں، مقبروں اور اسلامی عمارات کو گرا دیا جائے یا گرجا گھروں میں تبدیل کر دیا جائے۔

3۔ شام اور عراق کے تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔

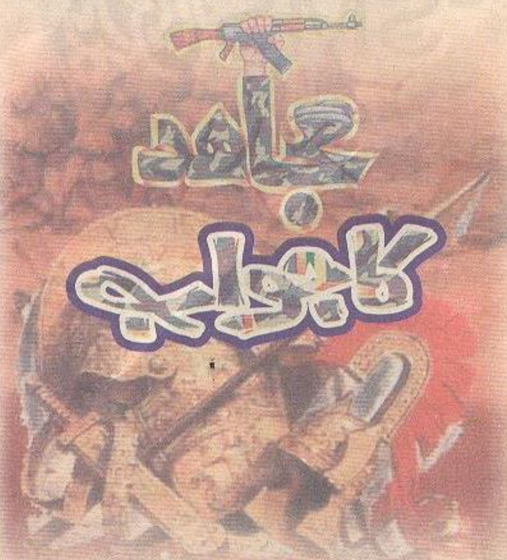
اس ناپاک منصوبے کے تحت قیصر رومانوس نے دو لاکھ عیسائی جانبازوں پر مشتمل ایک زبردست فوج تیار کی جس میں ارمنی، یونانی، فرانسیسی اور دوسری قوموں کے نوجوان شامل کیے گئے۔

لشکر نے براہ راست قیصر رومانوس کی زیر کمان ایک رات اچانک اسلامی علاقے پر حملہ کر دیا اور امیر حلب کی مختصر فوج کو کچلتے ہوئے تیزی کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھنے لگے۔ عباسی خلیفہ نے یہ صورتحال دیکھی تو سلطان الپ ارسلان سلجوقی کو اس خطرناک صورتحال سے آگاہ کیا الپ ارسلان جو غیرت اسلامی کا پیکر تھا فوراً تیار ہو گیا اس وقت اس کے پاس صرف پندرہ ہزار فوج تھی۔

سلطان الپ ارسلان نے قیصر رومانوس کی پیش قدمی روکنے کے لئے اپنی فوجوں کا رخ "سیغدہ" کی طرف کر دیا" ملازگرد" کے قریب پہنچ کر سلطان الپ ارسلان کا سامنا قیصر رومانوس کی دو لاکھ فوج سے ہوا سلطان نے اتمام حجت کے طور پر قیصر روم کو پیغام بھجوایا کہ وہ بغداد کو تباہ کرنے کے خیال سے باز آ جائے۔ اس کے جواب میں قیصر نے ایک بہت بڑی صلیب ہاتھ پر رکھ کر قسم کھائی کہ میری تلوار اس وقت تک نیام میں نہیں جا سکتی جب تک میں یہ صلیب اپنے ہاتھوں سے بغداد کی جامع مسجد پر نصب نہ کر لوں اور بغداد میں بہنے والے خون کے دریا عبور کرنے کے لئے اپنی گاڑی کے آگے گھوڑے کی جگہ مسلمانوں کے خلیفہ کو باندھوں اور کوڑے مار مار کر گاڑی کھینچنے پر مجبور کروں۔ یہ کہہ کر اس نے نہایت ذلت و حقارت کے ساتھ الپ ارسلان کے سفیر کو دربار سے نکال دیا اور نکالتے وقت اسے کہا کہ اپنے آقا سلجوقی سے کہہ دینا کہ وہ وقت دور نہیں جب میں کوڑے مار مار کر اس کی کھال ادھیڑ ڈالوں گا۔

الپ ارسلان نے اپنے سفیر کی زبانی یہ متکبرانہ الفاظ سنے تو فوراً اپنی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اس رات الپ ارسلان نے اپنی فوجوں میں اعلان کرا دیا کہ کل حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ ہوگی، جس شخص کو اپنی جان پیاری ہے وہ رات کی تاریکی میں کہیں نکل جائے اور جو اسلام کے لئے اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ رہے۔ صبح نماز سے فارغ ہو کر سلطان اپنے خیمے سے نکلا تو سامنے جذبہ شہادت سے سرشار اسلامی فوج کا لشکر تھا۔ مسلمان فوجیوں نے دیکھا کہ سلطان نے فوجی پوشاک کے بجائے بدن پر کفن لپیٹ رکھا ہے اور آج اس کے سر پر خود بھی نہیں تھی۔

سلطان کو اس حال میں دیکھ کر مسلمانوں میں ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے پورے جوش سے نعرہ لگایا "اللہ اکبر" سلطان نے حمد و صلاۃ کے بعد ایک مختصر تقریر کی اور کہا مجاہدین اسلام! ہماری تعداد صرف پندرہ ہزار ہے، آج ہم نے دو لاکھ دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنا ہے، ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں، ہمارے غازیوں میں بدر کی روشن مثال



موجود ہے، ہم فتح یاب ہوئے تو یہ اسلام کی حقانیت کا ثبوت ہے، اگر راہ حق میں شہید ہو گئے تو اس سے بڑھ کر نعمت ہمارے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔

مجاہدو! اپنے نیزے سنبھال لو، تلواریں سونت لو اور

اخت ابوانس شہید، بھمبھہ کلاں قصور

دشمنان اسلام پر ٹوٹ پڑو۔ "اللہ اکبر" جونہی سلطان نے نعرہ لگایا، اسلامی فوج بجلی کی طرح قیصر کی فوج پر ٹوٹ پڑی۔ مسلمان سپاہی جس طرف سے بھی بڑھتے، لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے۔ قیصر ایک بلند مقام پر کھڑا تھا اور اپنی فوج کی یہ درگت بنتی دیکھ رہا تھا، وہ پریشان سا ہو گیا۔ اس نے پریشان ہو کر ان فرانسیسی اور روسی دستوں کو پکارا جنہیں اس نے چھپا کر کمین گاہوں میں بٹھا رکھا تھا۔ ان کی تعداد پچیس ہزار سے زیادہ تھی ان فوجی دستوں نے جب اچانک مسلمانوں پر حملہ کیا تو ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ الپ ارسلان نے جب جنگ کا نقشہ بدلتا دیکھا تو گھوڑے سے اتر کر خاک پر سربسجود ہو گیا، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، وہ اپنے رب کو پکار رہا تھا۔

"اے عزت و عظمت و جلال و کمال کے مالک! اے وہ کہ جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں۔ پاک ہے تیری ذات، تو جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے۔ اے اللہ ہماری مدد فرما۔ اے اللہ ہمیں اسلام کی طاقت دے۔ اسلام کو غالب کر دے اور کافروں کو مغلوب کر دے" فرش زمین پر مانگی ہوئی یہ دعا عرش الٰہی تک پہنچی، اللہ تعالیٰ نے اس کو قبولیت کا شرف بخشا، مسلمانوں کے اکھڑتے ہوئے قدم جم گئے۔ سلطان نے گھوڑے پر بیٹھ کر دوبارہ نعرہ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں نے بازنطینی فوج پر دوبارہ ایک زوردار حملہ کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمانوں سے فرشتے اتر رہے ہیں۔ عیسائی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر قیصر نے بھی بھاگنے میں عافیت جانی۔

اس نے شاہی لباس اتار کر معمولی کپڑے پہن لیے تاکہ کوئی اس کو پہچان نہ سکے اور وہ آسانی سے فرار ہو جائے مگر ایک مسلمان نے اس کو پہچان لیا اور اس کو ٹانگ سے پکڑ کر الپ ارسلان کے سامنے پیش کیا۔ اس جنگ میں ہزاروں عیسائی مارے گئے، ہزاروں گرفتار ہوئے، بہت زیادہ مال بھی حاصل ہوا اور وہ صلیب بھی تھی جو قیصر مسجد پر نصب کروانے کے لئے لایا تھا اور وہ گاڑی بھی تھی جس کے آگے اس نے مسلمانوں کے خلیفہ کو جوتنے کا ارادہ کیا تھا۔ قیصر کو جب سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے کہا کہ آپ لوگوں نے بلاد اسلامیہ پر جارحانہ حملہ کیا، اب آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

قیصر نے کہا:

اگر آپ جلاد ہیں تو ذبح کر دیجئے، مغرور ہیں تو دارالحکومت تک پابجولاں لے جائیے اور اگر مسلمان بادشاہ ہیں تو عفو و درگزر سے کام لیجئے۔

سلطان نے پوچھا!

اگر آپ مجھ پر قابو پا لیتے تو مجھ سے کیا سلوک کرتے؟

قیصر نے بے ساختہ کہا" تو میں اپنی قسم پوری کرتا اور آپ کو کوڑے مار مار کر لہولہان کرتا۔" اس کے اس جواب پر سلطان کو ہنسی آ گئی، وہ بولا۔

"مسلمان فتح کے بعد مغرور نہیں ہوتے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ہمارے نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کسی قوم کا معزز سردار ذلیل ہو جائے تو اس کی عزت کرو، ہم اپنے رسول مقبول ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو رہا کرتے ہیں۔"

قیصر الپ ارسلان سلجوقی کے اس حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے مسلمانوں سے دوستانہ معاہدہ کر لیا اور سالانہ خراج دینا بھی منظور کر لیا۔



بدعتی SMS

حافظ صبغۃ اللہ، راولپنڈی

ایک لڑکی نے شدید بیماری کی حالت میں خواب میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ اسے پانی پلا رہی ہیں ایک دن وہ لڑکی اٹھی تو وہ بالکل ٹھیک تھی اور اس کے پاس ایک ٹکڑا پڑا ہوا تھا جس پر لکھا تھا کہ اس قصے کو 13 لوگوں کو بیان کرو۔ ایک آفیسر نے اس کو 13 لوگوں کو بھیجا، اس کو کامیابی ملی۔ ایک آدمی نے اسے ختم کیا تو پھر اس کا سب کچھ تیرہ دنوں میں ختم ہوگیا۔ آپ بھیجیں تو آپ کو بھی کامیابی ملے گی''۔

مجھے یہ SMS میری کزن نے سنایا جو میٹرک کی طالبہ ہے۔ یہ SMS اس کو اس کی سہیلی نے بھیجا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپی میں تو ڈر گئی ہوں، کرن نہ میں نے اس کو آگے بھیجا اور نہ اسے ختم کیا۔ اب آپ ہی بتاؤ کیا کروں۔ میں نے کہا کہ یہ تو گمراہ کن باتیں ہیں، ان باتوں کو بدعتیوں نے ایجاد کیا ہے۔ اس کو ختم کردو۔

معزز قارئین ایسے SMS روز بروز بڑھتے ہی جارہے ہیں اور لوگ ان کو بڑے عقیدت سے ایک دوسرے کو آگے سینڈ کرتے ہیں۔ ایک دو SMS سنیے۔

ختم مت کرنا۔

''یا اللہ''

''یا رحمن''

''یا رحیم''

یہ SMS چھ لوگوں کو ضرور سینڈ کرنا۔ ایک گھنٹے میں ایک اچھی خبر ملے گی۔ یہ بات 100 فیصد سچ ہے۔

کتنی سستی خوشی ہے نا! ہائے افسوس۔

15 رجب کو 10 مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا ثواب زمین کے وزن کے برابر سونا خیرات کرنے کے برابر ہے۔

معزز قارئین! میرے رب کا فرمان بھی سنیں۔

ترجمہ: ''اور تم کو جو رسول اللہ ﷺ دے دیں، پس وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو''۔

یہ SMS کیا بدعات میں شامل نہیں؟ جو کچھ لوگوں نے اپنے سے گھڑ لئے ہیں۔ ہادی کائنات حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے ہمارے دین میں ایسی بات (شرعی مسئلہ وغیرہ کی صورت) نکالی جو دین میں نہیں، پس اس کی بات مردود ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم)۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ میں اگر کوئی شخص ایسی عبادت، رسم یا مسئلہ وغیرہ بیان کرے جس کا ثبوت قرآن یا حدیث سے نہ مل سکے تو اس کی وہ بات (عبادت، رسم، مسئلہ) غیر مقبول اور مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

''آج سے میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کردیا''۔

تو دین کامل (قرآن و حدیث) کے ہوتے ہوئے بے سند عبادات، رسم، مسئلے اور تمام نو ایجاد شدہ کام (جو شریعت کا لیبل لگا کر پیش کیے جائیں یا ثواب کی نیت سے پیش کئے جائیں) سب کے سب بدعات ہیں۔

حضرت محمد ﷺ قیامت کے دن ساقی کوثر ہوں گے اور اپنی امت کو حوض کوثر پر جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ آپ ﷺ کی امت کے کچھ لوگ حوض کوثر پر آئیں گے تو ان کے اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان اللہ تعالیٰ رکاوٹ پیدا کردے گا۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ یہ لوگ کیوں روکے گئے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اے میرے رسول ﷺ تم جانتے نہیں ان (بدعتی) لوگوں نے تیرے بعد دین میں کیسے نئے نئے مسئلے (بدعتیں) نکالے تھے''۔

پھر حضرت محمد ﷺ ان کو کہیں گے دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔ (مسلم)

معلوم ہوا کہ بدعتی کی حضور ﷺ شفاعت بھی نہیں کریں گے۔ معزز قارئین! رسول اللہ ﷺ نے امت کو جس بات کا حکم دیا ہے یا جسے خود کیا ہے یا جسے کرنے کی اجازت دی ہے اسے من و عن اسی طرح کیجئے اور جس بات سے منع فرمایا ہے اس سے رک جایئے۔

رسول اکرم ﷺ نے دین کے معاملے میں جو کام ساری حیات طیبہ میں نہیں کیا وہ کام اپنی مرضی سے کرکے اللہ کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی جسارت نہ کیجئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو''۔ (الحجرات 1/49)

رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اور اتباع کرکے اپنے اعمال برباد نہ کیجئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جہنم کی آگ سے نجات صرف قرآن و سنت کی پیروی میں ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے، ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔''

معزز قارئین! ایسا کام جو ہمیں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی پوری زندگی میں نہ ملتا ہو، اس کو کرنا اور آگے پھیلانا بدعت اور گمراہی ہے۔

چھوٹی چھوٹی باتوں کو مدنظر رکھیں اور ایسی بدعات یا ایجادات سے جو ہمیں گمراہی کی طرف لے جائیں، بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

بلند عمارت سے گزرتا ہائی وے

جاپان کے شہر اوساکا میں گیٹ ٹاور نامی 16 منزلہ عمارت کی سب سے خاص بات وہ ہائی وے ہے جو اس کی تین منزلوں کے درمیان میں سے گزرتی ہے یہ ہائی وے ٹوکیو، کوبے اور اوساکا کے گرد و پیش سے گزرنے والی 293.3 کلومیٹر طویل ایکسپریس وے کا حصہ ہے۔ گیٹ ٹاور بلڈنگ جاپان کی پہلی عمارت ہے جس میں گزرگاہ تعمیر کی گئی ہے اور ایکسپریس سسٹم کا حصہ بننے کے بعد اس عمارت کو شہد کی مکھیوں کا چھتہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اب یہاں ہر وقت لوگوں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔ ہائی شین ایکسپریس وے کے آنے کیڈا روٹ کا خارجی راستہ اومیڈا، اسی عمارت سے گزرتا ہے۔ ایکسپریس وے کے عہدیداران، عمارت کے مالکان کو تینوں منزلوں کا کرایہ ادا کرتے ہیں۔ عمارت میں نصب لفٹ چوتھی منزل کے بعد آٹھویں منزل پر رکتی ہے۔ ان تینوں فلورز پر خود کار سیڑھیاں، مشینری اور دیگر متعلقہ سامان نصب ہے۔ عمارت سے برآمد ہونے والی گزرگاہ کی تعمیر پل کی طرز پر کی گئی ہے اور اسے دوسری عمارت کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ نیز تعمیر کے دوران اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ گاڑی کے گزرنے سے پیدا ہونے والے شور اور تھرتھراہٹ سے عمارت کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ تعمیر کی عام طور پر ریل گاڑیوں کے لئے زمین دوز گزرگاہیں جاتی ہیں اور ایسی صورتحال میں یہ گزرگاہ ایک نرالا منظر پیش کرتی ہے۔ 1983ء میں جب فکوشیما کا وہ علاقہ جہاں ہائی وے بنائی گئی ہے کی جدید طرز تعمیر کا فیصلہ کیا جارہا تھا تو اس پہلے سے طے شدہ ہائی وے منصوبوں کی وجہ سے اس دوران گزرگاہ کی تعمیر کو روک دیا گیا۔

قاری محمد شفیق، اسلام آباد

راستے کے آداب

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: راستے پر پڑا ایک درخت مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا، ایک شخص آیا اسے کاٹ ڈالا اور جنت میں داخل ہوگیا۔ میں نے اسے جنت میں مزے اڑاتے دیکھا، ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک شخص جو راہ بھول چکا ہے، اسے راستہ دکھلانا صدقہ ہے اور جو گلی اور بازار کا راستہ دکھلا کر رہنمائی کرے اسے غلام آزاد کرنے جیسا ثواب ملتا ہے۔ قارئین کرام! اللہ کے رسول ﷺ نے راستے پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی راستے پر بیٹھنا ہی چاہے تو صحیح مسلم کتاب اللباس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چار شرطوں کے ساتھ راستے پر بیٹھنے کی اجازت دی اور اسے راستے کا حق قرار دیا ہے۔

1 نگاہ نیچی رکھنا۔
2 راہ میں تکلیف کا باعث نہ بننا۔
3 سلام کا جواب دینا۔
4 نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ ایک بیمار کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا اسے بخار تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا خوش ہوجا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بخار میری آگ ہے، جسے میں دنیا میں اپنے مومن بندے پر مسلط کرتا ہوں تاکہ آخرت میں جہنم کے عذاب کے بدلے اس کا حصہ اس بخار کو بنا دیا جائے۔

اللہ اللہ! پہلی بات اللہ سے عافیت کی دعا اور اپنی عافیت کے لیے مقدور بھر احتیاط۔ پھر بھی تکلیف آجائے تو اس پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب بے شمار، یہ خوشخبریاں اور دلاسے دیئے ہیں میرے حضور نے۔ (بحوالہ ترمذی)

قاریہ فاخرہ بنت یعقوب، شیخوپورہ

میرے نبی ﷺ

نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک ایسا حسین تھا کہ عرش وفرش پر مثال ملنا ناممکن ہے۔ آپ ﷺ کا قد درمیانہ، اعضا متناسب، پیشانی چوڑی، سینہ کشادہ، سر بڑا اور رنگ سرخ وسفید تھا۔ صحابہؓ پر آپ ﷺ کے حسن اور خوبروئی کا بہت اثر پڑتا تھا۔ سر کے بال اکثر شانوں تک لٹکتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ عام طور پر تیز رفتار سے چلتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان سے زمین پر اتر رہے ہیں۔ گفتگو نہایت شیریں ہوتی تھی، بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا اور سننے والے کو یاد رہ جاتا۔ آپ ﷺ کی آواز نسبتاً بلند تھی۔ ہنستے بہت کم تھے۔ ہنسی آتی بھی تو مسکرا دیتے۔ لباس کے معاملے میں آپ کوئی خاص اہتمام نہیں فرماتے تھے۔ عام لباس چادر، قمیض اور تہبند تھا۔ پاجامہ آپ ﷺ نے استعمال نہیں کیا۔ لیکن روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے منیٰ کے بازار میں ایک پاجامہ خریدا تھا، جس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسے استعمال بھی کیا ہوگا۔ عمامہ کے نیچے ٹوپی ضرور رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی داڑھی بہت گھنی تھی۔ سبحان اللہ

مبشر علی، ڈھولن چک 7

فرشتے اترتے ہیں

☆ باوضو سونے والوں پر۔
☆ مسجد میں قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں پر۔
☆ استقامت اختیار کرنے والوں پر۔
☆ اللہ کے لیے کسی بھائی سے ملاقات کرنے والوں پر۔
☆ فجر یا عصر با جماعت ادا کرنے والوں پر۔
☆ قطع رحمی کے باوجود صلہ رحمی کرنے والوں پر۔
☆ اشراق اور ظہر کے نمازیں ادا کرنے پر۔
☆ فی سبیل اللہ خرچ کرنے والوں پر۔
☆ مریض کی عیادت کرنے والوں پر۔
☆ سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنے والے پر۔
☆ رسول کریم ﷺ پر درود بھیجنے والوں پر۔
☆ دین کے طالب علم پر۔
☆ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والوں پر۔
☆ جمعہ کے لئے اول وقت آنے والوں پر۔
☆ بیابان میں اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھنے والے پر۔

(رضوان شہزاد ولد ہدایت اللہ راجہ جھنگ)

نافرمان کی سزا

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کائنات میں اس لیے بھیجا کہ وہ اس بھولی بھٹکی اولادِ آدم کو راہِ نجات کی طرف دعوت دیں اور ساتھ ہی یہ بھی لازم کر دیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ حقیقت میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہوگی اور اس کے بدلہ میں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیں گے اور آخرت میں بھی بڑی کامیابی اس شخص کی قسمت میں ہوگی۔ اس کے برعکس جو شخص نبی آخرالزمان ﷺ کی نافرمانی کرے گا، آپ کی سنت سے منہ پھیرے گا وہ دنیا وآخرت دونوں میں ذلیل وخوار ہوگا اور مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا۔ میں آپ کو صحیح مسلم سے ماخوذ ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ایک آدمی نے جب آپ ﷺ کا فرمان نہ مانا تو اس کا کیا انجام ہوا تھا۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، تو اس نے تکبر سے کہہ دیا کہ میں (دائیں ہاتھ سے کھانے کی) طاقت نہیں رکھتا• تو آپ نے (بطور بددعا کہہ دیا اللہ کرے) تو دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہ ہی رکھے۔ صحابی فرماتے ہیں کہ اس شخص نے جب نبی اکرم ﷺ کی بات کو نہ مانا تو پھر اس کے بعد کبھی بھی وہ اپنا دایاں ہاتھ کھانے کے لیے اٹھا ہی نہ سکا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے) آمین۔

دیکھئے بچو! اس شخص نے نبی ﷺ کی ایک بات کو ٹھکرایا تو اس کا کیا حال ہوگیا۔ اس نے اس کا نتیجہ دنیا ہی میں دیکھ لیا لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ کسی بھی معاملے میں اللہ کے نبی کی نافرمانی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اطاعت رسول ﷺ نصیب فرمائے۔ آمین۔

ابن اسماء خان، قصور

میرا پسندیدہ شعر

خدا نے ماں کو یہ عظمت کمال دی
اس کی دعا پر ہر آئی مصیبت ٹال دی
ماں کی شان کی اس طرح مثال دی
جنت اٹھا کر ماں کے قدموں میں ڈال دی

قاریہ انیقہ گل بھکر

لوگوں کے عیبوں کی لیتے ہیں تلاشی
اپنے گریباں میں جھانکا نہیں جاتا
دعوؤں کے ترازو میں عظمت نہیں تلتی
فیتے سے کردار کو ماپا نہیں جاتا

رابعہ لطیف کھڈیاں خاص قصور

تھا جس کے دل میں ولولہ اللہ کی دید کا
اللہ نے دیا اسے رتبہ شہید کا
عبادت کی حقیقت ہے محبّت میں فنا ہونا
شہادت کی حقیقت ہے فنا ہوکر بقا ہونا

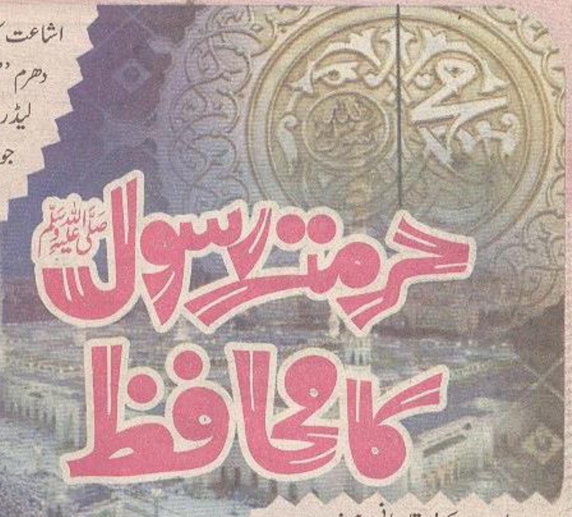
ارم شائستہ بنت محمود احمد مغل، قلعہ دیدار سنگھ

کعبے کے نگہبانوں کو کعبے سے ہٹا دو
کافر کی ہے کوشش کہ مسلمان مٹا دو
ایمانِ براہیم کا دنیا کو دکھا دو
بھڑکی ہے پھر سے آتش نمرود، بجھا دو

حبیب الرحمٰن قصوری

جو تتلیوں کے پروں پر بھی پھول کاڑھتا ہے
یہ لوگ کہتے ہیں اس کی کوئی نشانی نہیں

اخت محمد طیب ابوبکر احمد (ڈی آئی خان)



حرمت رسول ﷺ کا محافظ

عبدالوارث ساجد

پیارے بچو! قادیانی ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی پلاننگ اور عملی کوشش میں مصروف رہے ہیں۔ قادیانیت تو ہے ہی انگریز کا خود کاشت فرقہ سو انگریزی ذہن کی مکاری اور مسلمانوں سے نفرت انہیں ورثے میں ملی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں تو ان لوگوں کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ ان کے ذریعے انگریزوں کے خلاف ہونے والے جہاد کو غلط قرار دیا جاسکے اور اسلام میں کچھ ایسے کام اور بعض امور میں ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دی جائیں کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں نے ہمیشہ ہر دور میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طعن وتشنیع اور نفرت کی آبیاری کی۔ ایک بہت بڑی سازش پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل ہوئی جب قادیانیوں نے نعوذ باللہ توہین رسالت کا منصوبہ تیار کیا اس سے گویا ان لوگوں نے آریہ سماجیوں کو ایسا موقع دے دیا کہ وہ مسلمانوں کے قریب آتے آتے پھر دور ہو گئے۔ یہ بھی دراصل برطانوی سازش کا ایک حصہ تھا۔ مرزائیوں نے بعض ایسی کتب شائع کیں جن میں آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کی زندگی پر حملے کئے گئے تھے اس کے جواب میں آریہ سماج نے قادیانیوں کے بجائے نبی کریمؐ کی ذات اقدس کو ہدف تنقید بنایا۔

قادیانیوں نے یہ کام مسلمان بن کر کیا تھا تاکہ جواب میں آریہ سماجیوں کا نزلہ مسلمانوں پر گرے۔ مسلم علماء نے اس سازش کو بھانپ لیا اور قادیانیوں سے مسلمانوں کی لاتعلقی کا اعلان کیا اور ہندوستان کے علماء کو مرزائیوں کے خلاف فتویٰ جاری کرنے پر مجبور کر دیا۔ ڈھائی سو علماء نے اس فتوے پر دستخط کر دیئے جن میں کہا گیا تھا کہ:

''ان (مرزائیوں) سے ہر قسم کا قطع تعلق کیا جائے، خواہ دنیاوی ہو یا دینی''۔

اس فتوے کے بعد بھی مرزائیوں نے ایسی کتب کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا جن میں ہندو دھرم ''آریہ سماج'' اور ان کے مشہور لیڈروں کو ہدف تنقید بنایا جاتا تھا۔ جواب میں ہندوؤں کی جانب سے پیارے نبی اکرمؐ کی ذات اقدس کو نشانہ بنایا جاتا۔ الزام مسلمانوں پر آتا کہ پہل انہوں نے کی تھی۔ مسلمانوں کا غم وغصہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا کہ ایک کتاب (نعوذ باللہ) ایک ہندو نے لکھ ڈالی۔ اس کتاب نے حالات کو بالکل ہی تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا۔ ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ کتاب کے ناشر راجپال کو گرفتار کیا جائے۔ اس مطالبے پر اسے گرفتار کیا بھی گیا اسے عدالت سے تین سال کی سزا بھی ہوئی لیکن ہائیکورٹ نے بری کر دیا۔ بس پھر کیا تھا، جذبات کے زور نے ہر دیوار گرا دی۔ ان پاک ہستیوں کو گالیاں دی جا رہی تھیں جن کی ناموس کی حفاظت کیلئے گناہگار سے گناہگار مسلمان بھی جان دینے کو تیار رہتا ہے۔ مسلمانان لاہور نے موچی دروازے کے باغ میں ایک جلسے کا اعلان کیا۔ حکومت نے خوفزدہ ہو کر دفعہ 144 لگا دی۔ یہ جلسہ کسی حال میں نہیں ٹل سکتا تھا۔ علماء کی تجویز پر جلسے کا مقام تبدیل کر دیا گیا۔ قریب ہی ایک احاطہ تھا جو مرزا رحیم کا احاطہ کہلاتا تھا، علماء نے مسلمانوں کو اس احاطے میں جمع ہونے کا حکم دیا۔

یہ مقام چار دیواری کے اندر تھا اس لئے یہاں دفعہ 144 کا اطلاق نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود ڈپٹی کمشنر، پولیس فورس کے ساتھ احاطے کے اندر داخل ہو گئے۔

''دفعہ 144 کے باعث یہ مجمع خلاف قانون ہے۔ آپ لوگ پانچ منٹ کے اندر اندر یہاں سے چلے جائیں ورنہ مجھے گولی چلانے کا حکم دینا پڑے گا''۔ ڈپٹی کمشنر نے اعلان کیا۔

اس جلسے کے ایک مقرر خواجہ عبدالرحمٰن غازی نے ڈپٹی کمشنر کو ڈانٹا ''ہم ایسے قانون کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں جو قانون ہمیں ناموس پیغمبر کی حفاظت کی ضمانت نہیں دیتا۔ تم جو چاہو کرو ہم یہ جلسہ ضرور کریں گے''۔

یہ تیور دیکھ کر ڈپٹی کمشنر نے اسی میں عافیت سمجھی کہ وہ یہاں سے کھسک جائے۔ احاطے کے باہر فوج اور پولیس کی نفری موجود تھی۔ احاطے کے اندر جلسہ شروع ہو چکا تھا۔ سید عطاء اللہ بخاری کسی شیر کی طرح گرج رہے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ خطابت کے نشیب و فراز اسی دن کیلئے انہوں نے سیکھے تھے۔

لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کمبل میں لپٹے ہوئے ایک نوجوان شخص نے ایک جھرجھری لی اور کمبل میں منہ چھپا کر رونے لگا۔

شاہ صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔

کمبل میں لپٹے ہوئے شخص نے اپنا چہرہ کمبل سے باہر نکالا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرہ آنسوؤں سے تر۔ اس نے بے اختیار ہو کر اٹھنا چاہا مگر پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب کے الفاظ اس کی سماعت سے ٹکرا رہے تھے۔

''آج ام المومنین عائشہؓ تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ وہی جنہیں رسول اللہ ﷺ حمیرا کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے سید دو عالم کو وفات کے وقت مسواک چبا کر دی تھی''۔ یہاں تک آتے آتے خود شاہ جی کے آنسو جاری ہو گئے۔ کچھ دیر بعد وہ پھر مخاطب ہوئے۔

''اگر تم خدیجہؓ اور عائشہؓ کی ناموس کی خاطر جانیں دے دو تو کچھ کم فخر کی بات نہیں۔ یاد رکھو یہ موت آئے گی تو پیام حیات لے کر آئے گی''۔

اس تقریر نے دریائے جذبات کے کنارے توڑ دیئے تھے۔ احاطے میں جگہ کم پڑ گئی تھی جو لوگ باہر جمع ہو گئے تھے پولیس ان پر لاٹھی چارج کر رہی تھی۔ لوگ اتنے بھرے ہوئے تھے کہ لاٹھیاں کھا رہے تھے لیکن اپنی جگہ سے ہلتے نہ تھے۔ شاہ جی عوام کو اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی اپیل کر رہے تھے۔

''ہمارا موقف قتل و غارت گری نہیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت تعزیرات ہند میں ایک ایسی دفعہ کا اضافہ کرے جس کی رو سے بانیان مذاہب کے خلاف تقریر وتحریر کی پابندی ہو اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم کہلائے''۔

اس قرارداد کے بعد جلسہ برخاست کر دیا گیا۔ عوام کو پرامن طور پر باہر نکالنے کیلئے علماء کرام خود دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

کمبل والا شخص سب سے آخر میں دروازے سے باہر آیا۔ علماء کرام سے ہاتھ ملایا اور تیزی سے ایک طرف کو چل دیا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتا جا رہا تھا جیسے کسی کی تلاش میں ہو۔ پھر جیسے اسے مطلوبہ شخص مل گیا۔ اپنی دانست میں ایک پڑھے لکھے شخص کو اس نے مخاطب کیا۔

''یہ راجپال کون ہے''؟

''اسی نے تو یہ کتاب چھاپی ہے جس کا ذکر شاہ جی کر رہے تھے''۔

''یہ ملعون ہوتا کہاں ہے؟''

''ہسپتال روڈ پر اس کا دفتر ہے مگر وہ خود آجکل جیل میں ہے''۔

''جیل میں ہے؟''

''ہاں، اسے تین سال کی سزا ہوگئی ہے لیکن وہ ہائیکورٹ میں اپیل کر رہا ہے۔ وہاں بھی مقدمہ چلے گا پھر دیکھو سزا ہوتی ہے یا باہر آتا ہے''۔

''پھر تو انتظار کرنا پڑے گا'' کمبل والے شخص نے کہا اور کندھے جھکا کر ایک طرف کو چل دیا۔

نبی اکرمؐ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف جذبات بھڑک اٹھے تھے۔ ایک دن خبر آئی کہ سوامی شردھانند کو ایک مسلمان نے قتل کر دیا۔

چالاک انگریزوں نے محکوم رعایا کو خوش کرنے کیلئے تعزیرات ہند میں ترمیم کر کے ہر ایسی تقریر و تحریر جرم قرار دے دی جس سے کسی مذہب کے بزرگ یا بانی کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو لیکن بڑی ہوشیاری سے پہلے کی متنازعہ کتب کو ممنوع قرار نہ دیا۔ جس سے مسلمانوں کی بے چینی اسی طرح قائم رہی۔

☆☆☆☆

''علم دین، تم ان دنوں کچھ کھوئے کھوئے سے رہنے لگے ہو، کہیں ٹک کر کام نہیں کرتے۔ کیا بات ہے؟'' اس کے دوست نے ایک دن اس سے پوچھا۔

''بس کچھ طبیعت بیراگی سی ہوگئی ہے۔ کوئی خاص بات نہیں'' علم دین نے جواب دیا۔

''کوئی تو وجہ ہوگی، مگر تم سمجھو گے نہیں''۔

''سمجھنے میں کون سی دیر لگتی ہے، تم بتاؤ تو سہی''۔

''چھوڑو ان باتوں کو۔ تم اخبار پڑھ رہے تھے، کیا لکھا ہے اخبار میں''؟

''آجکل سکھوں اور ہندوؤں میں بڑا اتحاد ہو رہا ہے۔ دونوں مل گئے تو مسلمانوں کیلئے بڑا خطرہ ہو جائے گا''۔

''اچھا بھائی، میں چلتا ہوں''۔

وہ ان دنوں ادھر اُدھر بیٹھ کر وقت گزار لیتا تھا۔ اخباروں سے اس کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ ایک دن اسے کسی نے بتایا، سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیل سے رہا ہو کر امرتسر پہنچنے والے ہیں۔ علم دین نے کہیں سے کچھ پیسے جمع کئے اور امرتسر پہنچ گیا۔

انہیں دنوں راجپال بھی رہا ہو کر جیل سے باہر آچکا تھا۔ یہ فرقہ پرست ہندوؤں کی جیت تھی۔ انہوں نے اور زور شور سے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔

علم دین ایک دکان پر بیٹھا تھا کہ اس نے اخبار میں راجپال کی تصویر دیکھی۔ اسی اخبار سے اسے یہ معلوم ہوا کہ اس نے اپنے دفتر میں بیٹھنا شروع کر دیا ہے۔ اس نے وہ اخبار بغل میں دبایا اور گھر پہنچ گیا۔

''بھابھی! کچھ کھانے کو ہوگا۔ بہت بھوک لگ رہی ہے''۔

''آج ابھی سے بھوک لگ گئی''؟

''کچھ ہے تو دے دو ورنہ میں چلا''۔

''تم گھر میں رہتے ہی کب ہو۔ بیٹھو، میں کھانا لاتی ہوں''۔

علم دین نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا۔ دو گلاس پانی کے پیے اور اپنی کوٹھڑی میں گھس گیا۔ ایک موٹی چادر میں خود کو لپیٹا اور باہر نکل آیا۔

''بھابھی! تمہارے پاس آٹھ آنے، چار آنے ہوں گے''؟

''اب پیسے بھی دوں''۔

''بس آٹھ آنے دے دو۔ اس کے بعد کبھی نہیں مانگوں گا''۔

''علم دین، تو کیسی باتیں کر رہا ہے، تیری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

''شام تک تمہیں خود معلوم ہو جائے گا''۔

بھابھی نے پیسے دیئے اور وہ باہر نکل گیا۔ بازار سے تیز دھار بڑا خنجر خریدا اور کمبل میں چھپا لیا۔ اب وہ ہسپتال روڈ کی طرف جا رہا تھا جہاں راجپال کا دفتر تھا۔

راجپال کی حفاظت کیلئے اس کے دفتر کے سامنے پولیس کا پہرا تھا۔ علم دین نے اپنے آپ کو کمبل میں چھپایا اور دفتر کی جانب جانے والی سیڑھیوں کے نیچے بیٹھ گیا۔ پولیس والوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ کوئی فقیر ہے جو یہاں بیٹھا ہوا ہے۔

علم دین نے اخبار میں چھپی ہوئی تصویر کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ راجپال کو دیکھتے ہی پہچان لے گا۔ انتظار کے لمحے طویل ہوتے جا رہے تھے۔ دوپہر ڈھلنے لگی تھی کہ اسے سیڑھیوں سے اترتا ہوا راجپال نظر آیا۔ اس کے ہاتھ مضبوطی سے خنجر کے دستے پر جمے ہوئے تھے۔ جیسے ہی راجپال نے آخری سیڑھی پر قدم رکھا، وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور راجپال کے سامنے پہنچ گیا۔ جتنی دیر میں وہ سنبھلتا، علم دین نے اس پر حملہ کر دیا۔ جتنی دیر میں حفاظت پر مامور پولیس والے پہنچتے اس کا خنجر راجپال کا کام تمام کر چکا تھا۔ علم دین نے بھاگنے کی کوشش تک نہیں کی۔ پولیس والوں نے اسے دبوچ لیا۔

☆☆☆☆

راجپال کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی مسلمان رہنماؤں کی طرف سے علم دین کو بچانے کیلئے کوششیں شروع ہوگئیں۔

اس موقع پر خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود نے ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی۔ اس نے جمعہ کے خطبے میں علم دین سے متعلق یہ خطبہ دیا۔

''وہ خبیث الفطرت لوگ جو انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ اسی طرح اس قوم کا جس کے جوشیلے نوجوان قتل کرتے ہیں خواہ انبیاء کی توہین ہی کی وجہ سے وہ ایسا کریں، فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ ایسے لوگوں کو دبایا جائے اور ان سے اظہار برأت کی جائے۔ وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت بچانے کیلئے خون سے ہاتھ رنگنا پڑیں۔ جس کو بچانے کیلئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمدؐ کی عزت کیلئے قتل کرنا جائز ہے، سخت نادانی ہے۔ وہ لوگ جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے''۔

اپریل کا مہینہ گزر گیا۔ مئی کے شروع میں علم دین کا مقدمہ زیر دفعہ 302 عدالت میں پیش ہوا۔ قائداعظمؒ نے اس مقدمے میں علم دین کی پیروی کی ذمے داری قبول کی تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ علم دین اس قتل سے انکار کر دے۔ صرف یہی صورت اس کے بچنے کی ہے لیکن وہ ہرگز اس پر تیار نہیں ہوتا تھا۔ جب ملزم خود ہی اقبال جرم کر لے تو پھر وکیل بھی کیا کر سکتا ہے چنانچہ علم دین نے جب عدالت کے روبرو یہ کہا۔

''میں اس عدالت میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کی بے حرمتی پر مشتمل کتاب کے ناشر راجپال کو قتل کیا ہے اس لئے کہ اس کتاب سے میرے نبیؐ کی سخت توہین ہوئی تھی۔ راجپال کو اپنے اس فعل پر نہ ندامت تھی اور نہ افسوس۔ اگر میں اس مقدمے میں بری کر دیا گیا تو میں توہین رسول کرنے والے کو پھر قتل کروں گا''۔

اس اقبال جرم کے بعد 22 مئی 1929 کو سیشن جج کی عدالت سے حرمت رسول ﷺ کے اس عظیم محافظ کو سزائے موت کا حکم ہوا۔ 15 جولائی کو ہائیکورٹ نے بھی اپیل خارج کر دی۔ آخر 31 اکتوبر 1929 کو میانوالی جیل میں اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

مسلمانوں کے مطالبے پر 17 نومبر کو کمبل والے آدمی غازی علم دین شہید کی لاش لاہور لائی گئی اور لاکھوں مسلمانوں نے اس شہید کو قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کر دیا۔

صلۂ شہید کیا ہے، تب و تاب جاودانہ ہے

پیارے رسول ﷺ کا اخلاق اپنایئے

اگر آپ رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کرتے ہیں تو آپ ﷺ کا اخلاق اپنایئے۔

☆ بیہودگی کو چھوڑ دیں خواہ یہ قول میں ہو یا فعل میں۔

☆ اپنی آواز ہلکی رکھیں، بولتے وقت آہستہ بولیں اور خاص طور پر عام اجتماعات جو بازار، مساجد یا مختلف محفلوں میں ہوں آرام اور سکون سے گفتگو کریں البتہ خطبہ اور وعظ کی صورت میں بہ آواز بلند لوگوں سے مخاطب ہوں۔

☆ برائی کا بدلہ نیکی سے دیں، برا سلوک کرنے والے کو معاف کر دیں، اس سے درگزر کریں اور اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں۔

☆ اگر خادم یا دوست، اولاد، شاگرد یا کسی اور سے خدمت میں کمی رہ جائے تو اسے ڈانٹ نہ پلائیں۔

☆ اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کریں، اپنے غیر کے حق میں کمی نہ کریں۔

☆ زیادہ تعریف پر خوش نہ ہوا کریں اور نہ ہی کسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی کریں، وہی بات کریں جو حقیقت پر مبنی ہو۔

☆ ترش کلامی، فحش کلامی اور مذاق پر مبنی بات نہ کیا کریں۔

☆ نہ بری بات کہیں نہ برا کام کریں۔

☆ زبان کی سلامتی اور شیریں کلامی اختیار کریں۔

☆ ہمیشہ سچی بات کیا کریں۔

☆ انسان اور حیوان پر رحم کریں تا کہ اللہ تم پر رحم کرے۔

☆ جلدی سو جایا کریں، عبادت اور عمل کیلئے جلدی بیدار ہو جائیں۔

☆ خاموشی کو لازم پکڑیں، زیادہ باتیں نہ کریں اس لیے کہ تیری ہر بات کو لکھ لیا جاتا ہے۔

☆ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے میں کوتاہی نہ کریں۔

☆ غصے سے بچیں اور جب کبھی غصہ آئے تو تعوذ پڑھ لیں۔

☆ قرآن مجید کو سوچ سمجھ کر پڑھیں اور دوسروں سے سنیں۔

☆ خوشبو کا تحفہ مسترد نہ کریں اور مناسب وقت اس کا استعمال کریں۔

☆ مسواک استعمال کریں، خاص طور پر نماز سے پہلے۔

☆ بہادر بنو، حق بات کہو خواہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ ہر انسان سے نصیحت قبول کرو۔

☆ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو تجھے پسند ہو۔

☆ کثرت سے سلام کرو۔

☆ صاف ستھرا لباس پہنا کرو۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو مضبوطی سے تھام لو، یہاں تک کہ رسول ﷺ کے فرمان کے مصداق بن جاؤ۔ بلاشبہ تمہارے بعد صبر کرنے کے دن آنے والے ہیں، ان دنوں میں تم جیسا عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں جتنا ثواب ملے گا، اللہ ہمیں اپنی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی محبت، اطاعت اور شفاعت سے سرفراز فرمائے (آمین)

فرح عبدالطیف، بوہیانوالہ

اک لخت جگر کشمیر گیا.....!

صبح کا وقت ہے اور ایک ماں اپنے بیٹے کے لئے ناشتہ تیار کر رہی ہے۔ اس کا بیٹا جہاد پر روانہ ہونے کو ہے اور ماں اپنے بیٹے کو دل پر پتھر رکھ کر اجازت دیتی ہے۔ اس موقع پر مجھے وہ نظم یاد آ رہی ہے جس کے کچھ مصرعے یوں ہیں۔ ''رکھ دل اوتے پتھر مانواں اجازت فرمان، ویکھوں مانواں دا ایمان'' اپنے گھبرو جوان، سچے دین دی خاطر کر دین قربان،) تھوڑی دیر میں عبدالرحمٰن نماز سے فارغ ہو کر آتا ہے اور ماں کے قریب ہی بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگتا ہے۔ ادھر وہ ناشتے میں مصروف ہے تو ادھر ماں بیٹے کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ یہ وہ نقوش ہیں جن میں ماں کے خون جگر سے رنگ بھرا گیا ہے اور ماں نے جن کے بارے میں خوبصورت تمنائیں دیکھی ہیں لیکن آج ان سارے خوابوں آرزوؤں، تمناؤں کو خدا کے دین کی محبت پر قربان کر رہی ہے جب عبدالرحمٰن مجاہد گھر سے نکلتا ہے تو ماں ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے اسے دیکھتی ہے لیکن اس کا جگر قطرہ قطرہ خون بن کر پگھل رہا ہے۔ گاؤں کے سکول کے ساتھ راستے پر چلتا ہوا وہ لمحہ لمحہ گاؤں سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ ماں نے لمحہ بھر کچھ سوچا پھر وہ انہی رستوں پر اس کے پیچھے چلی۔ دور راستے پر بیٹا جاتا دکھائی دے رہا ہے۔ راستے کے کنارے شیشم کے درخت کے تنے پر سہارا لے کر ماں کھڑی تھی اور اس کی آنکھوں میں اپنے بیٹے کا بچپن گھوم جاتا ہے۔ وہ صحن میں چل پھر رہا ہے پھر وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اس گاؤں کی گلیوں میں اور اس راستے پر جن پر وہ چلتا تھا آج وہ اسے داغ جدائی دے کر جا رہا ہے اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں اور جب پھر اس نے اپنے چادر کے پلو سے آنکھیں پونچھیں تو عبدالرحمٰن سڑک والے موڑ پر کندھے پر بیگ لٹکائے جا رہا تھا۔ جب وہ موڑ مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ماں کے ضبط کے بندھن بھی ٹوٹ گئے اور وہ آنسو جو نجانے کتنی دیر سے رکے تھے رواں ہو گئے۔ عبدالرحمٰن مجاہد 1994ء میں مقبوضہ کشمیر میں داخل ہوا۔ کپواڑہ، سوپور اور اسلام آباد (اننت ناگ) اس شیر دل مجاہد کی جولانگاہ تھے۔ مقبوضہ کشمیر کی ماؤں اور بہنوں کی پکار اور اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر وہ آخری دم تک دشمنوں کو چن چن کے مارتا رہا یہاں تک کہ شہادت اس کا مقدر بن گئی۔ سوپور کے شہداء کے قبرستان میں دفن ہوا۔ یوں یہ شیر دل مجاہد 1994ء میں وادی میں داخل ہوا اور 1998ء میں اس کے سفر کا ایک مرحلہ مکمل ہو گیا۔

عبدالرحمٰن شہیدؒ کی ماں جب گاؤں سے باہر جانے والے راستے پر آتی ہیں تو وہ شیشم کے اس درخت کے پاس ضرور رکتی ہیں جہاں رک کر اس نے آخری مرتبہ عبدالرحمٰن کو دیکھا تھا اور اس کی آنکھوں میں جھلملاتے ستارے ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ مائیں آنکھوں میں انتظار کے دیئے جلائے صبح و شام بیٹے کی راہیں تکتی ہیں۔ ماں، بیٹے کا ملن اب اپنے رب کی جنتوں میں ہو گا۔ (انشاء اللہ)

میر طلال فاروق، گاؤں گوندلانوالہ

بڑھیا کی جرأت

سلطان ملک شاہ سلجوقی ایک مرتبہ اصفہان کے جنگل میں شکار کے لیے گیا۔ رات ہو جانے کی وجہ سے اسے قریبی گاؤں میں قیام کرنا پڑا وہاں ایک غریب بیوہ رہتی تھی جس نے ایک گائے پال رکھی تھی اور گائے کا دودھ بیچ کر گزر اوقات کرتی تھی۔ سلطان کے ساتھیوں نے گائے کو ذبح کر کے خوب کباب اڑائے جبکہ غریب بڑھیا کو پتہ چلا تو بدحواس ہو گئی۔ سلطان کے محافظوں کے خلاف کوئی اس کی بات سننے کو تیار نہ تھا۔ بڑھیا نے ساری رات پریشانی میں کاٹی۔

صبح ہوئی تو اس نے یہ سوچ کر بادشاہ کے پاس جانے کا فیصلہ کیا کہ بادشاہ اس کی بات ضرور سنے گا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو سزا اور عدل قائم کرنے کے لئے اتنی بڑی سلطنت کا حکمران بنایا ہے مگر وہ بادشاہ تک پہنچنے میں ناکام رہی۔ اچانک اسے پتہ چلا کہ بادشاہ فلاں راستے گزرے گا۔ چنانچہ وہ اصفہان کی مشہور نہر کے پل پر جا کھڑی ہوئی۔ جب بادشاہ وہاں سے گزرا تو بڑھیا نے ہمت و جرات سے کام لے کر کہا:

اے الپ ارسلان کے بیٹے! میرا انصاف اس نہر کے پل پر کرے گا یا پل صراط پر؟ جو جگہ تجھے پسند ہو انتخاب کر لے۔

بادشاہ کے ساتھی یہ بے باکی و جرات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ یوں لگتا تھا کہ اس عجیب اور حیرت انگیز سوال کا اس پر خاص اثر ہوا ہے، بڑھیا سے کہا: ''مجھ میں پل صراط کی طاقت نہیں یہ میں اسی جگہ فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔'' تب بڑھیا نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے محافظوں کے اس ظالمانہ فعل پر افسوس ظاہر کیا اور بڑھیا کو بہت سی گائیں اور مال دیا۔ پھر جب بڑھیا نے کہا: ''تمہارے عدل و انصاف نے مجھے خوش کر دیا میرا رب تجھے اس کی جزا دے۔'' تب وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔

آہ! کیا زمانہ تھا کہ جہاں کہنے والے جرات مند تھے تو سننے والے بھی عالی حوصلہ۔ اگر موجودہ تہذیب و شائستگی اور روشن خیالی کے زمانے میں کوئی شخص، امن کے تمغے سینے پہ سجانے والے حاکم کی سواری کو روک لے اور اس سے ایسی آزادانہ گفتگو کرے تو اسے پاگل خانے یا جیل پہنچا دیا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو بھی عادل و صالح حکمران عطا فرمائے اور ہمیں بھی متقی اور نیک بنائے۔ آمین ثم آمین

ماخوذ سنہرے فیصلے۔

انتخاب س م ستیانہ بنگلا



گلدستہ

راہ جہاد کا غبار جنت کی خوشبو

حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لشکر کے ساتھ درمیانی رفتار سے چلے جارہے تھے کہ آپ ﷺ کی نظر ایک قریشی جوان پر پڑی جو راستے سے ہٹ کر چلا جارہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا یہ منذب نہیں ہے..؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! یہ وہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اسکو بلاؤ، وہ حاضر ہوا آپ ﷺ نے پوچھا تم راستے سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہوں؟ اس نے کہا، ”غبار اچھا معلوم نہیں ہوتا“ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ”راستے سے ہٹ کر مت چلو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک یہ بھی ایک قسم کی جنت کی خوشبو ہے“

مصنف ابن ابی شیبہ (۳۰۵/۵)

ابتسام الٰہی (میانوالی بنگلہ)

یارب

یارب تیرے نام لیوا کیوں پست ہو رہے ہیں
اور حملے کفار کے کیوں سخت ہو رہے ہیں
باطل کے ظالم ہاتھ کو کوئی روکنے والا نہیں
اس کی مرضی کو کیا کوئی ٹوکنے والا نہیں؟
ہم تو غفلت میں ہیں یارب تجھ کو تو مولا ہوش ہے
تو قہار ہے پھر تیرا قہر کس لئے خاموش ہے
تیرے گھر یہ قبضہ کرنے کے ارادے بنا رہے ہیں
ناپاک حرکتوں سے اہل دیں کو ستا رہے ہیں
تیرے ماننے والوں کے برے حالات ہیں
اور چاروں طرف سے پڑی ان پر آفات ہیں
یا الٰہی اہل ایماں کو سمجھ بوجھ دے
ماضی کی طرح ان کو پھر سے عروج دے
ثابت قدم رہیں ہر مشکل کے وقت میں
آزمائش کی ہر گھڑی میں ان کو تو روپ دے
ہر لمحہ، ہر گھڑی تیری رحمت قریب ہو
جب کوئی نہ ساتھ دے تو تیری نصرت نصیب ہو
یہ گناہگار بندے رو رو کے دیتے ہیں واسطے
میرے مولا تو کھول دے سب بند راستے
وہ بخش دے جو ہوئی ہم سے خطائیں ہیں
وہ سب قبول کر جو عزمی کے دل کی دعائیں ہیں

محمد نعمان عزمی

باتوں سے خوشبو آئے

☆ دوسروں کی غلطیاں بھول جاؤ لیکن اپنی غلطی نہ بھولو۔
☆ ہر رات کے بعد دن ضرور طلوع ہوتا ہے۔
☆ اچھی بات چاہے کسی نے کہی ہو، اسے غور سے سنو کیونکہ وہ اچھی ہے۔

سویرا صاحب خان (ڈلوال)

خلیفہ کی مشکل

ان کی زندگی بڑی سادہ تھی، گزر اوقات مشکل سے ہوتی تھی لیکن اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ بات چھوٹی سی تھی۔ بیوی نے ایک دن شوہر سے کہا: کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے۔ وہ بولے تم جانتی ہو جو کچھ ملتا ہے اس سے گزارہ بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ تمہیں پتا ہے اللہ کو سادگی پسند ہے۔

محمد عبداللہ۔ سکول:۔ فارقلیط پبلک سکول بہاولنگر

غصہ کبھی نہ کرنا

غصہ کبھی نہ کرنا تم
غصہ کبھی نہ کرنا تم
صبر کا دم بھرنا تم
غصہ کبھی جو تم کو آئے
اک نظر کوئی چیز نہ بھائے
اس کو قابو میں کرنا تم
غصہ کبھی جو نہ کرنا تم
غصہ میں آ جاتا ہے
اس کی عقل کو کھا جاتا ہے
عقل سے کام کرنا تم
غصہ کبھی نہ کرنا تم
غصے میں تم چپ ہی رہنا
کچھ نہ بولنا، کچھ نہ کہنا
نفس پہ قابو کرنا تم
غصہ کبھی نہ کرنا تم
غصے میں تم کبھی نہ لڑنا
اپنے سے پرے شیطان کو کرنا
اعوذ باللہ پڑھنا تم
غصہ کبھی نہ کرنا تم
غصے میں ہمیشہ رہتے ہیں جو
ہر بات غصے میں کہتے ہیں جو
ان سے بات نہ کرنا تم
غصہ کبھی نہ کرنا تم
ایمان وہ ضائع کرتا ہے
حفاظت ایمان کرنا تم
غصہ کبھی نہ کرنا تم

مقصود احمد منظر......لاہور

غم کے وقت کی دعا

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: الٰہی! میں آپ کی رحمت کی امید وار ہوں مجھے ایک لحظے کیلئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر اور میری حالت بالکل درست کردے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

رابعہ انور، صائمہ شبیر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ آف ناگرہ

تین مساجد

سیدنا سعید بن میبّب سے روایت ہے، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تین مساجد کی زیارت کے علاوہ کسی بھی مقام کی زیارت کے لئے باقاعدہ اہتمام کر کے نہ جایا جائے۔ مسجد حرام، میری مسجد یعنی مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ“۔

آمنہ وحید واہگہ علی آباد سانگلہ ہل

اقوال زریں

☆ جو دکھ میں ساتھ نبھائے اصل دوست وہی ہے۔
☆ چھوٹی سی غلط فہمی دوستی کو دشمنی میں بدل دیتی ہے۔
☆ اے انسان! جو تیرا ہے تجھے مل کر ہی رہے گا لالچ نہ کیا کر۔
☆ کبھی کبھی ہمیں اس انسان کی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے جس کی ہماری نظر میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔
☆ اگر عقل نہ ہو تو دولت، شہرت، عزت کسی بھی کام کی نہیں ہیں۔
☆ ضعیف، کمزور اور محنتی لوگوں کی قدر کرو۔
☆ اداس انسان کو سارا جہاں اداس دکھائی دیتا ہے۔

صباء بنت عبداللہ کھڈیاں خاص

انسان

۱ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی (سورہ السجدہ)
۲ انسانی فطرت میں نیکی اور بدی کا شعور موجود ہے (سورۃ القیامہ)
۳ انسان جلد باز ہے (سورۃ بنی اسرائیل)
۴ انسان ناشکرا ہے (سورۃ بنی اسرائیل)
۵ انسان ظلم وزیادتی کرنے والا ہے (سورۃ بنی اسرائیل)
۶ انسان جھگڑالو ہے۔ (سورہ النحل)
۷ انسان بہت کمزور ہے (سورۃ النساء)
۸ انسان تنگ دل ہے (سورۃ بنی اسرائیل)
۹ انسان اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا گیا (سورۃ التین)
۱۰ انسان کو محنت اور مشقت میں پیدا کیا گیا (سورۃ البلد)

تحریر: حافظہ یاسمین طاہرہ بھمبہ کلاں قصور

روضہ آرٹ گیلری



س،م۔ستیانہ بنگلہ



عبدالحلیم، گوجرانوالہ



محمد لقمان، 153 گ ب ٹوبہ ٹیک سنگ



حافظ عمر فاروق ثانی، چوک اعظم لیہ



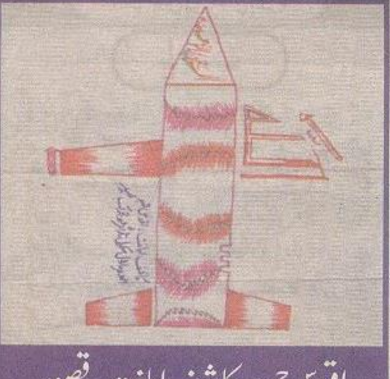
مظفر الدین، جڑانوالہ فیصل آباد



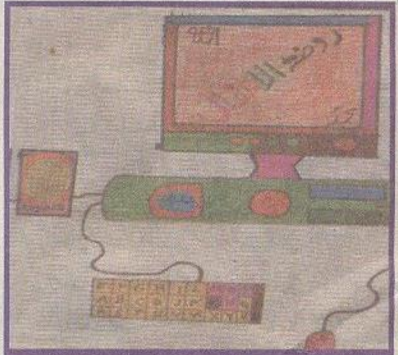
تنویر خادم، 153 گ ب ٹوبہ ٹیک سنگ



اقدس حمید، کاشف امانت۔قصور



اقدس حمید، کاشف امانت۔قصور



مبشر احمد، لیہ



رانا محمد غنی



انحت خالد۔232 گ ب

ہاں میرے بیٹے! یہی وہ رازِ عظیم ہے جو میں کسی امانت کی طرح تمہیں سونپنا چاہتا تھا۔

ہم اس ملک کے حاکم تھے...... یہ جو عظیم الشان محلات تمہیں نظر آتے ہیں یہ ہمارے بزرگوں کی دن رات کی محنت کا ثمر ہیں۔ ان ایوانوں کی ایک ایک اینٹ میں ہمارے اسلاف کی ہنر مندیوں کا کمال اور محنت کا پسینہ جذب ہے اب ان پر ہمارے دشمنوں نے قبضہ کرلیا ہے اور ہم محکوم ہوکر سورج کی سوز آفریں شعلے تن پہ اوڑھے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

میرے بیٹے! یہ جو فلک کے ماتھے کو چھوتے مینار تمہیں نظر آتے ہیں، ان سے کبھی مؤذن کی مقدس صدا گونجا کرتی تھی اور آج ان میناروں سے ناقوس (گھنٹی) کی صدائیں آتی ہیں۔ ہماری وہ خوبصورت مساجد جن کی محرابوں سے کلام اللہ کی نورانی آوازیں سنائی دیتی تھیں، گرجا گھروں میں تبدیل کردی گئی ہیں۔ اسپین کی زمین کے ایک ایک چپے اور ایک ایک ذرے میں ہمارے شہداء کا خون جذب ہے...... مگر چالیس سال گزرے...... ہمارا ایک حکمران...... ابوعبداللہ صغیر...... جو ملت اسلامیہ کا خائن تھا...... وہ اس ملک کا آخری حکمران تھا...... وہ اسلام کا غدار تھا، اس نے اسپینیوں کے جھوٹے وعدوں پر اعتبار کرلیا، اس نے غرناطہ کی چابیاں اسلام دشمنوں کو سونپ دیں۔ اپنے آباؤ اجداد کے مدفن ان کے حوالے کردیئے اور خود ذلیل وخوار ہوکر مراکش روانہ ہو گیا۔ ان لوگوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ مسلمانوں کو فکر وعمل کی آزادی ہوگی، ان کے ساتھ انصاف ہوگا، انہیں جینے کا حق دیا جائے گا انہیں مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

لیکن میرے بیٹے! جب حکومت ان کے ہاتھ میں آ گئی تو انہوں نے اپنے قول میں خیانت کی، سارے وعدے پس پشت ڈال دیئے اور "دیوان تفتیش" کے نام سے ایک خفیہ محکمہ قائم کردیا۔ ہمیں زبردستی عیسائی بنایا گیا۔ اپنی زبان ترک کرنے پر مجبور کیا گیا، ہم سے ہماری اولادیں چھین لی گئیں تاکہ ان کی نشوونما عیسائی طریقے کے مطابق کی جاسکے۔ اسی لیے ہم خفیہ طریقے سے عبادت کرتے ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ ہم ہر وقت پریشان اور غمزدہ رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ ہماری اولادوں کو، ہمارے جگر کے ٹکڑوں کو زبردستی عیسائی بنا لیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہمارے سینوں میں گھاؤ پڑ گئے ہیں۔

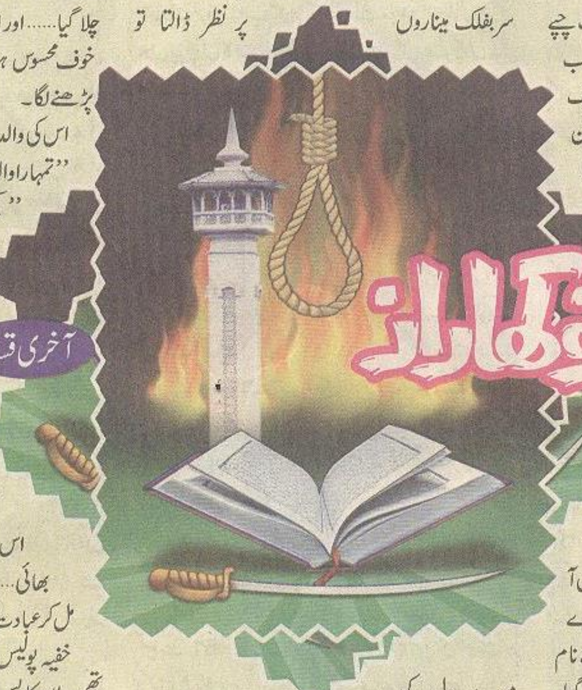
چالیس سال سے ہم ظلم وستم کی اس آندھی کی لپیٹ میں ہیں جو کہ مٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اگر سنگلاخ پہاڑوں پر بھی یہ ظلم وستم ڈھائے جاتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

لیکن میرے بیٹے! ہم ظلم وستم کی اس گھنگھور گھٹا کے چھٹنے کے لئے پرامید ہیں۔ ہمارا دین قوت کا دین ہے، صبر اور جہاد کا دین۔

میرے بیٹے! یہی وہ راز تھا جو میں تمہیں بتانا چاہتا تھا لیکن جانِ من! تم اس راز کی کسی قیمتی خزانے کی مانند حفاظت کرنا۔ اچھی طرح جان لو کہ تمہارے والد کی زندگی اب تمہارے ہونٹوں کی بندش پر موقوف ہے۔ اللہ کی قسم! میں موت کے خوفناک پنجے کی زد میں آنے سے خوفزدہ نہیں۔ میں تو اپنے رب سے ملاقات کا آرزومند ہوں مگر میں کچھ عرصہ زندہ رہنا چاہتا ہوں تاکہ تمہیں تمہارے دین کی زبان سکھا سکوں، تمہارا دین بچا سکوں، تمہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر نورِ ایمان کی طرف لے چلوں۔

میرے بیٹے! رات ڈوب رہی ہے، ستارے آنکھیں میچ رہے ہیں...... چندا ماما بھی جانے کی تیاری میں ہے...... اب اٹھو...... اپنے بستر پر چلے جاؤ میری جان!"

اس رات کے بعد میری کیفیت ہی بدل گئی، میں جب بھی الحمراء کے محلات کو دیکھتا یا غرناطہ کے سربفلک میناروں پر نظر ڈالتا تو



آخری قسط

میرے دل کی کیفیت متغیر ہو جاتی، مجھے ان محلات سے چیخوں کا لامتناہی شور سنائی دیتا، اتنا شور...... کہ میں اپنی انگلیاں اپنے کانوں

حفصہ افضال خورشید کالونی گجرات

میں ٹھونس لیتا...... مجھے غرناطہ کے مینار نوحہ کناں دکھائی دیتے۔ کبھی تو ان سے میری محبت بڑھ جاتی اور کبھی نفرت...... میں بار بار وہاں کے چکر کاٹتا تھا اور انہیں دیکھ کر کہتا تھا:

اے الحمراء! بیشک تو مسلمانوں کی عظمت کا امین ہے، تو کیا تو ان عظیم لوگوں کو بھول گیا جنہوں نے تیری تعمیر میں دن رات ایک کردیے؟ کیا تو اس محبت کو بھول گیا جو نجانے کتنی آرزوئیں دل میں سموئے تیرے معماروں نے تجھے عطا دی ہوگی۔ تو اے الحمراء! کیا تو بے وفا نکلا جو ان کے درد بھول گیا اور تو نے ان افرنگیوں کو اپنے دامن میں پناہ دے دی۔ تیرے بالاخانوں میں تو وہ شہنشاہ چہل قدمی کیا کرتے تھے جن کی دھاک یورپ کے چپے چپے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ تو کیا تو ان کی محبتوں کو فراموش کر کے ان پادریوں کے عشق میں گرفتار ہوگیا ہے؟ کیا تجھے مؤذن کی پاکیزہ صداؤں کی جگہ ناقوس کی ان گھنٹیوں سے پیار ہوگیا ہے؟

وہ سوچتا چلا جاتا، الحمراء کی پتھریلی دیواروں سے باتیں کرتا رہتا اور کبھی اسے ان در و دیوار سے خوف محسوس ہونے لگتا۔ اسے یوں لگتا جیسے الحمراء بھی "دیوان تفتیش" والوں کا مطیع ہے اور اس کے در و دیوار اسے اس جرأت پر پیس ڈالیں گے۔

دن پر دن گزرتے چلے گئے، اس نے اپنے والد سے عربی زبان سیکھنا شروع کر دی اور پھر وہ رفتہ رفتہ وضو کا طریقہ...... نماز...... روزے...... اور دیگر ارکان اسلام سیکھتا چلا گیا...... اور اسی پراسرار کمرے میں جس سے اسے کبھی خوف محسوس ہوا کرتا تھا، اپنے والد کی امامت میں نماز پڑھنے لگا۔

اس کی والدہ اس سے اکثر پوچھا کرتیں:

"تمہارا والد تمہیں کیا پڑھاتا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

وہ کہتی: "مجھے سب خبر ہے، مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں۔" "نہیں کچھ بھی نہیں...... آپ کو خواہ مخواہ شک ہے۔" محمد صغیر حتی المقدور ان کے شک کو رفع کرنے کی کوشش کرتا۔

پھر وہ وقت آیا جب محمد صغیر نے عربی زبان پر عبور حاصل کرلیا، وہ قرآن پاک کو سمجھ گیا اور اسے پڑھنے لگا۔

اس کے والد کا ایک دوست تھا...... دینی بھائی...... جسے وہ چچا کہتا تھا، وہ تینوں اکٹھے ہوتے، مل کر عبادت کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے۔

خفیہ پولیس والوں کی سرگرمیوں میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ ان کا بس ایک کام تھا، بچے کھچے مسلمانوں عربوں کو تلاش کرنا اور انہیں تشدد کا نشانہ بنانا۔ یہ روز کا معمول تھا۔ تقریباً روز بیس تیس افراد کو بلاناغہ سولی پر لٹکا دیا جاتا۔ نجانے کتنے مسلمانوں کو زندہ نذر آتش کر دیا جاتا، سینکڑوں مسلمانوں کو جیلوں میں بدترین سزائیں دی جاتیں، ان کے ناخن اکھاڑ دیئے جاتے، کبھی ٹھنڈے یخ اور کبھی ابلتے ہوئے گرم پانی میں ڈبکیاں دی جاتیں، ان کے جسم جھلس جاتے، ان کے قدموں کے نیچے دہکتے کوئلے بچھا دیئے جاتے، انگلیاں کاٹ کر ان کے کباب بنائے جاتے اور پھر زبردستی انہی کو کھلائے جاتے، کوڑوں سے اتنا مارا جاتا کہ ان کا گوشت ادھڑ جاتا اور خون کے فوارے پھوٹ پڑتے۔

ظلم وستم کی اس آندھی کا زور ٹوٹنے کے بجائے تیز تر ہوتا گیا۔ اسے یوں محسوس ہوتا گویا جلد ہی غرناطہ سرخ اوڑھنی اوڑھ لے گا جوان بے گناہ مسلمانوں کے خون سے

رنگین ہوگی۔ وہ ان تشدد سے بھرپور دنوں میں ایسا ہی ایک لرزہ خیز دن تھا۔ جب اس کے والد نے اسے بلایا...... کہنے لگا:

''یوں لگتا ہے کہ میری موت کا وقت آ چکا ہے میں خفیہ ایجنسیوں کی عقابی نگاہوں میں آ چکا ہوں۔ وہ اپنے اگلے شکار کو تاڑ چکے ہیں اور میری تمنا ہے کہ میں ان کے ہاتھوں شہادت پا جاؤں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ میری اب تک کی تگ و دو کا بس ایک ہی مقصد تھا کہ تمہیں کسی طرح کفر کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی سے منور راستہ دکھا دوں اور یہ عظیم امانت تمہارے حوالے کر جاؤں جسے تم اگلی نسلوں تک پہنچا دو اور یہ امانت فرد تا فرد منتقل ہوتی جائے یہاں تک کہ آزادی کے سورج کی کرنیں الحمراء کے میناروں تک پہنچ جائیں۔''

''میرے بیٹے! اگر مجھے کچھ ہو گیا تو پھر اپنے اس چچا کی اطاعت کرنا جو ہماری نمازوں کا رفیق ہے۔''

دن گزرتے گئے یہاں تک کہ ایک اور سیاہ اور پراسرار رات آئی جب چاند بھی سہما سہما طلوع ہوا۔ وہ سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپنے کو بے تاب دکھائی دیتا تھا۔ کبھی ایک بدلی کے پیچھے بھاگتا تو کبھی دوسری، محمد صغیر محویت سے اس منظر کو تکے جا رہا تھا کہ اس کا چچا آ گیا۔ اس نے محمد صغیر کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ وہ حیل وحجت سے کام لینا چاہتا تھا مگر اس کے چچا نے اس کا ہاتھ زور سے پکڑ کر جھٹکا۔

''کیا تمہارے والد نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہ دیا تھا؟''

اس سوال نے اسے گنگ کر دیا، اسے اپنے والد کی نصیحت اچھی طرح یاد تھی، اللہ نے مدد کی اور وہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ وہ مسلمانوں کے ملک مراکش کی طرف چل دیئے۔

اور آخر کار اس نے اس سوال کو لبوں سے ادا کیا جو اس کے سینے میں بڑی طرح کھٹک رہا تھا اور وہ اسے ادا کرنے سے اس لیے خوفزدہ تھا کہ مبادا جواب سسکیوں کا سندیسہ لائے۔

اس نے چچا سے پوچھا: ''میری امی اور میرے ابو جان......؟'' اسے اپنا سوال پورا کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اس نے اپنے چچا کی آنکھوں میں نمی امڈتے دیکھی۔

''میرے بیٹے! صبر کرو کہ صبر ہی ایک مسلمان کا شیوہ ہے۔ تمہارے والدین کو اللہ تعالیٰ نے ''دیوان تفتیش'' والوں کے ہاتھوں دائمی سعادت (شہادت) بخشی، اب وہ جنت کے راہی بن چکے ہیں''

بالآخر وہ چھپتے چھپاتے مراکش کے ساحل پر پہنچ گئے اور دکھوں کی اس سرزمین سے دور چلے گئے جس نے ان سے ان کا سب کچھ چھین لیا تھا۔

پیارے ساتھیو! یہی وہ بچہ ہے جو اسلام کا نامور مصنف بنا اور تاریخ آپ کو ''محمد بن الرافع اندلسی'' کے نام سے پہچانتی ہے۔

(بحوالہ: سنہرے نقوش)

آپ کے خطوط

......السلام علیکم! ''گلاب کا پھول'' (خطوط کا کالم) کی کمی کی وجہ سے باغ کچھ بے رونق لگ رہا تھا۔ آپ کی تحریر نے رونق پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی۔ سلطان کا جواب، اکلوتی نیکی، گدھے کا پاؤں اچھی لگیں، شیطان کا نمونہ میں شکل وصورت کے بارے میں جو تنقید تھی وہ پسند نہیں آئی۔ اگر تاریخ میں ایسے واقعے موجود ہیں تو ان کو فروغ نہیں دینا چاہیے۔

زہرا شفقت، اسلام آباد

...... آپ نے اچھی توجہ دلائی آئندہ احتیاط ہوگی۔

☆......☆......☆

......''روضۃ الاطفال'' سے مجھے میری دوست نے متعارف کروایا۔ اب میں باقاعدگی سے روضۃ الاطفال پڑھتی ہوں یہ بچوں کا ایک معیاری رسالہ ہے، میں نے بچوں کے بہت سے سارے پڑھے مگر روضۃ الاطفال ہر لحاظ سے بہت اچھا میگزین ہے۔

سویرا صاحب خان ڈلوال

☆......☆......☆

...... عبدالوارث بھائی! کچھ ناراضی تو نہیں؟ چھ ماہ سے اپنی تحریروں کا انتظار اور صبر کر رہی ہوں مگر صبر کا پھل کڑوا لگ رہا ہے؟ اب تو بھائی بھی روضہ پکڑتے ہوئے طنزیہ کہتے ہیں مجھے! کہ میری بھی تحریر آئی ہے اور پاس کھڑے ہو کر صفحے کھولتے ہوئے کہتے ہیں پتا نہیں کدھر ہے؟ کس صفحے پر میری تحریر ہے اور جب نہیں ملتی تو کہتے ہیں کہ میری تحریریں تو ٹوکری کو زیادہ پسند ہیں اور میں اپنا منہ پھلا کر دوسری طرف چلی جاتی ہوں۔

فرح عبدالطیف

☆......☆......☆

......روضۃ الاطفال کے ''58، 59'' شمارے کی نسبت ''61'' شمارے کا دیدار ذرا جلد اور ٹائم پر ہی نصیب ہو گیا ٹائٹل کا سرسری سا جائزہ لینے کے بعد جلدی سے ''روضۃ'' کے اوراق کو پلٹنا شروع کر دیا۔ پلٹتے پلٹتے جب اچانک بغور دیکھا تو اپنے پسندیدہ سلسلے ''میرا پسندیدہ شعر'' اور آپ کے خطوط کو نہ دیکھ کر دل کو شدید دھچکا لگا اور شمارہ بہت روکھا اور بدمزہ سا لگا۔ اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر بلند حوصلے ولرزتے ہاتھوں کے ساتھ اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا۔

قاریہ انیقہ گل......بھکر

...... ہم احتجاجی ٹوکرے اٹھائے محفل میں وارد ہو رہے ہیں شمارہ نمبر 61 بے شک اچھا تھا، زبردست تھا، لاجواب تھا، مگر لاجواب ہوتے ہوئے بھی بے مزا محسوس ہوا۔ اب اتنے معصوم نہ بنیے۔ یہ سارا گیم پلان مسجد القادسیہ کے کونے کے کمرے میں تیار ہوا تھا۔ بتایئے ہمیں آپ کو ہمارا حق مارنے کا حق کس نے دیا تھا؟ یہ موئی آرٹ گیلری کہاں سے ٹپک پڑی؟ خطوط کی جگہ بھی گھیر لی اس نے، ہم امن پسند قسم کے بندے ہیں، خوامخواہ سدرہ سحر اور میر طلال کی طرح پھڈے بازی نہیں کرتے مگر اس دفعہ آواز بلند کرنی پڑ گئی۔ ساجد بھیا، آپ جانتے ہیں کہ آپ کے خطوط کے بغیر روضۃ الاطفال کسی کام کا نہیں رہتا۔ اور آرٹ گیلری نیا نمونہ کھڑا کر دیا آپ نے! ادیب مختار اور سعدیہ بشیر کی تحریریں آڑھی ترچھی لکیریں کس کام کی تھیں بھلا؟ اور سفیان عبداللہ نے کس ملک کا نقشہ بنایا تھا؟ کیا کوئی اور ملک آزاد ہوا ہے آج کل؟ بہرحال، ہم احتجاج کے طور پر کسی بھی تحریر پر تبصرہ نہیں کر رہے۔

عمر فاروق بن ارشد فورٹ عباس

...... ارے بھائی آپ تو بہت غصے میں دکھائی دیتے ہیں، آرٹ گیلری بھی بچوں کا پسندیدہ سلسلہ ہے اس لیے اسے روکا نہیں جا سکتا۔

☆......☆......☆

...... مجھے روضۃ الاطفال بہت پسند ہے۔ یہ اندھیروں میں روشنی کا مینار ہے۔ امید ہے آپ مجھے روضۃ الاطفال کی اس محفل میں شامل کریں گے؟

قندیل بختاور لالیاں

...... ''ہم ہیں بے مثال'' اس کے لئے میں نے پچھلی مرتبہ لکھ کر بھیجا تھا، مگر آپ نے اسے خط کی شکل میں شائع کر دیا بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ خط میں اس کے سوا اور کوئی بات ہی نہ تھی۔ شمارہ 60 مجموعی طور پر اچھا لگا سب سے پہلے ''خوبصورت بلا'' پڑھا ''عطیہ ریاض'' سے کہنا تھا کہ ہمارے ملک میں کئی ایسے بچے بھی ہیں جو چار روپے بھی مشکل سے دیتے ہیں۔ مہنگائی کے دور میں اگر معیاری چیز کم قیمت میں مل رہی ہے تو اس میں شرم کی کوئی بات نہیں۔ ثوبیہ جہانگیر کی وفات پر دلی افسوس ہوا، سدرہ سحر، آپ کبھی گرج چمک کے بغیر بھی تشریف لایا کریں۔ واقعی آپ کا خط ''دھماکہ'' ہی تو ہوتا ہے۔ اب تو کسی نے آپ کو ''مگرمچھ'' ہی بنا دیا ہے۔ خدا خیر کرے، لگتا ہے آپ کے خطوط سے دوبارہ میدان جنگ سج کے رہے گا۔ آپ کو بھی تو امن وامان ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ ارے غصہ مت کیجئے گا۔ ہم تو بس ایسے ہی .... اس سے پہلے کہ کسی معرکے کا آغاز ہو ہم چلتے ہیں، خدا کو منظور ہوا تو پھر کبھی ''آپ کے خطوط'' میں نظر آئیں گے۔

اقراء ریاض ڈلوال

☆......☆......☆

......الحمدللہ ہم نے بھی نیکی کی طرف قدم بڑھایا ہے اور 9 سے زائد روضۃ الاطفال مستقل لگائے ہیں اور الحمدللہ میں مطلوبین تک یہ میگزین پہنچاتی ہوں۔

نبیلہ خلیق مرضی پورہ فیصل آباد

آپ کا انعام ارسال کر دیا گیا

☆......☆......☆

...... آپ نے میری تجویز پر غور کیا؟ یعنی (قیمت + صفحات) بڑھانے والی تجویز: دیکھیں پوری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے مسلمان پھیل رہے ہیں، جہاد پھیل رہا ہے تو پھر روضۃ الاطفال کیوں محدود ہے؟

عطیہ رحمان 171 گ ب

☆......☆......☆

......عثمان بھائی نے عید جیسے پرمسرت موقع پر ہمیں یاد رکھا ہم جواب میں انہیں ''خیر مبارک'' کہتے ہیں۔ عثمان بھائی آپ سے گزارش ہے کہ اپنے نام کے ساتھ ''شانی'' مت لکھا کریں کیونکہ یہ عثمان کا بگڑا ہوا نام ہے اور اسلام میں کسی کو اس کے الٹ نام سے بلانا گناہ ہے اس لیے براہ کرم آپ محمد عثمان لکھ لیا کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

مقصود احمد منظر..........لاہور

☆......☆......☆

......میں اپنے مسئول بھائی سے گزارش کرتی ہوں کہ روضۃ الاطفال جلدی لیکر آیا کریں اور سدرہ سحر سے گزارش ہے وہ روضۃ الاطفال میں ضرور لکھیں۔ اسی طرح رابعہ بھی روضۃ الاطفال کی ٹیم میں شامل ہوجائے۔

صباء بنت عبداللہ کھڈیاں

☆......☆

پندرہ روزہ ''روضۃ الاطفال'' 61

اسلاف کے کارناموں سے آگاہ کررہا ہے روضۃ الاطفال قوم کے نونہالوں کا مستقبل سنوار رہا ہے، روضۃ الاطفال اس دفعہ ہمارے تو مزے ہی مزے ہوئے کہ روضۃ الاطفال کا شمارہ نمبر 61 آسانی سے جلد مل گیا۔ ٹائٹل خوب تھا...... آج کل بچے بدتمیزی بہت کرتے ہیں، بھائی جان کی ''ضروری بات'' پر عمل کریں اور ہر دلعزیز بن جائیں...... سب سے پہلے مہمان نواز۔ قرآن مجید میں تو فرشتوں کے نام نہیں آئے جو مہمان بن کر آئے تھے......؟ تحریر مناسب تھی...... دوستی کا حق، سلطان کا جواب اچھی تحریریں تھیں......موت کا عہد، عنوان کچھ سوٹ نہیں کیا۔ تحریر تو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے متعلق تھی...... ہمارا ملک جل رہا ہے اور حکمران روم کے نیرو کی طرح چین کی بانسری بجا رہے ہیں...... ہمارے حکمرانوں کی بھی کوئی اکلوتی بیٹی ہوگی اگر کشمیر کو آزاد کروالیں گے تو......؟ انوکھے درخت...... قدرت کے شاہکار سبحان اللہ۔ مسلمان سائنسدان پڑھ کر دعا کی کہ...... اب بھی ہر نئی ایجادات مسلم سائنسدانوں کی ہو۔ عظیم سائنسدان ہوں ہمارے۔ دعا کی تحریر بہت ہی زبردست معلوماتی تھی۔

ارم شائستہ، گوجرانوالہ

☆......☆......☆

......روضہ آرٹ گیلری میں ''فیصل آباد'' اور پاکپتن والوں کی آرٹ واقعی انعام کی مستحق تھی لیکن اگر ''اخت ابوانس شہید بھمبھہ کلاں قصور'' کی مصوری کو بھی انعام یافتہ قرار دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ پیاری بہنا دل چھوٹا نہ کرو میری طرف سے آپ کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ''آپ کے خطوط'' کی جگہ ''عظیم لوگوں کے آخری لمحات'' ''کھانے کی چند سنتیں'' اور'' کھانے کے آداب'' دیکھ کر بہت برا لگا اور پھر سوچا کہ ممتاز حیدر، حفصہ مختار، اور حافظ صبغۃ اللہ تو اس سے خوش ہوں گے، ہمیں بھی ان کی خوشی میں شریک ہونا چاہیے۔

رابعہ لطیف، کھڈیاں خاص

☆......☆......☆

......خطوط کی محفل ہمیں سدا رنگ برنگی تتلی نظر آئی جسے ہم چاہتے ہوئے بھی پکڑنے سے قاصر رہے...... مگر حوصلے بلند مضبوط عزائم کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں اور سوچتے جب تتلی کے رنگوں پر اندھیری رات میں جگنو۔ ہمارا خط صاحب اپنی روشنی بکھیرے گا تو ڈرون حملے کی صورت انٹری مارنے والے خوب سمجھ جائیں گے۔

عمر ستم گریزاں کہتے ہیں انہیں
ستم گزیدہ نہیں کہتے!

اپنے نازک سے الفاظ کے مجموعہ کو ایسے حملے سے مشابہت دے دی گئی ہے جسے پڑھ کر ہمارے روضۃ الاطفال کا ہنستا مسکراتا پھول کملا کر رہ گیا ہے......اس کا عکس میں نے اپنی چھوٹی بہن کے چہرے پر دیکھا...... سوچا...... بہنا کو نصیحت کر دی جائے کہ آئندہ ان جملوں سے کم از کم مشابہت نہ دیں مگر یہ جانتے ہوئے بھی کہ نصیحت کی آپ سے بنتی نہیں، اسے دوسرے کان سے دھکیل دیا جاتا ہے...... لیکن کیا کیا جائے ہم بھی اس عادت سے مجبور ہیں۔

چپ رہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزاز سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے!

حمیرا رحمانی

☆......☆......☆

......میرا پہلا خط ہے اور میں پرامید ہوں کہ آپ اس گلشن میں انشاء اللہ ضرور جگہ دیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

بنت حاجی محمد یعقوب فاروق آباد

☆......☆......☆

......صبح دھوپ میں بیٹھ کر رسالہ پڑھا تو حدیث کہانی، بے مثال تقویٰ اور حق گو یہ تمام تحریریں اچھی لگیں لیکن بیٹے کی قربانی کی کیا بات تھی ''جزاک اللہ'' حفصہ کی معصوم باتیں اور عمر فاروق کی بکتر بند گاڑی پڑھ کر مزہ آ گیا۔

انعام یافتہ خط

اسلام علیکم!

جی تو بھائی عبدالوارث ساجد بھائی!

ذرا آج میری ان چار باتوں کا جواب دے ہی ڈالیں کہ آپ کو میرے سے...... اوہو یعنی میرے ساتھ کیا دشمنی ہے جو میرے خط یا تحریر کو چھاپنے (پھر غلطی) یعنی شائع نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے؟ اگر سچ میں ایسا ہے تو خدا کے لئے رحم کریں، ہمیشہ یاد رکھا کریں۔ ''جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے آسمان والا اس پر رحم کرتا ہے'' اچھی باتیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہیں، تو دوسری بات یہ کہ میں نے تحریر بھیج دی تھی جو کہ شائع تو کہاں ہونی تھی؟ الٹا چار ہفتوں کے بعد صرف نام پر ٹرخا دیا گیا۔ قسم سے بھائی اگر مجھے اپنے اس روضۃ الاطفال سے پیار نہ ہوتا تو پھر میں کبھی دوبارہ آپ کی محفل میں آنے کی جرأت نہ کرتی لیکن کیا کروں میرا اور اس کا ساتھ اتنا پکا ہے جتنا کہ اسرائیل اور امریکہ کا۔ چلیں ان سب باتوں کو چھوڑیں، میری باتیں کچھ سیاسی قسم کی ہوتی ہیں، ناراض مت ہوئیے گا، آخر بھائی ہی بہنوں کی باتیں نہیں سنیں گے تو بھلا دوسرے کب برداشت کریں گے؟ (ہے نہ سیانوں والی بات) ذرا دھیان سے آگے پڑھیں۔ اب ذرا میں بش کی طرح دھمکی سے کام چلانے لگی ہوں کیونکہ آپ پیار سے ماننے والے نہیں لگ رہے۔ تو بات یہ ہے کہ اگر اب میرا خط یا کوئی تحریر ردی کی ٹوکری کے پیٹ میں گئی تو میں اپنی فوج کو ساتھ لاکر تورا بورا والی حالت کر دونگی۔ کس کی بھلا؟ (ٹوکری کی) آپ تو مفت میں ہی ڈر گئے بھائی! خدا کے لئے ترس کھائیں میری لکھی ہوئی چیزوں پر، یعنی تحریروں پر۔ اب اگر ایسا کچھ بھی ہوا تو شاید میں آئندہ کوئی قلمی رابطہ نہیں کرونگی۔ کیونکہ شاید میری لکھی گئی چیزیں آپ کے معیار پر پوری نہیں اترتیں؟ اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ میں کتنی محنت سے اتنی شدید سردی میں آپ کو خط لکھ رہی ہوں تو شاید آپ بھی میرے خط کو ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈالیں گے۔

شازیہ بنت اکرم بودلہ (دیپالپور)

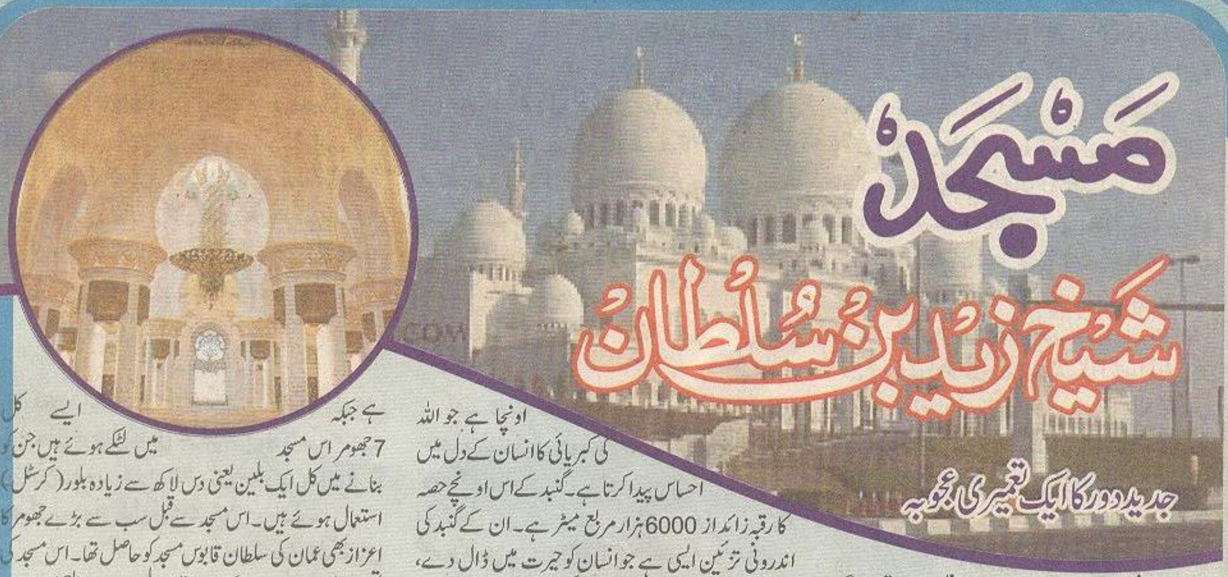
کیے جاؤ کوشش میرے دوستو!

عائشہ انور، اخت سعد، مجیب مجاہد عارف والا، عثمان، شانی، شبانہ جاوید نیا لاہور، عادل شریف چیمہ اسلام آباد، حافظ منشاء بلال خانیوال، عبداللہ سہیل گوجرانوالہ، عبدالرحمن لودھراں، اقرا مشتاق، محمد اصغر سیالکوٹ، ساجدہ، عائشہ قیوم، عاصمہ قیوم، محمد عمران لاہور

حیا

نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ اپنے گھر لیٹے ہوئے تھے آپ ﷺ کی پنڈلیاں اس وقت کھلی ہوئی تھیں اتنے میں حضرت ابوبکر ؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے رہے۔ ان سے بات چیت ہوتی رہی اتنے میں حضرت عمر فاروق نے اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ نے ان کو بھی اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے رہے ان دونوں سے بات چیت ہوتی رہی اور اسی طرح لیٹے رہے اتنے میں حضرت عثمان ؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت دے دی لیکن ساتھ ہی آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ جب یہ تینوں حضرات چلے گئے تو حضرت عائشہ ؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ ابوبکر آئے آپ ﷺ نے حرکت نہ کی عمر آئے آپ اسی طرح لیٹے رہے لیکن جب عثمان آئے تو آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ ؓ میں ایسے شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ (مسلم)

قندیل بختاور لالیاں



مسجد شیخ زید بن سلطان

جدید دور کا ایک تعمیری عجوبہ

مسجد شیخ زائد بن سلطان النیہان ابوظہبی میں تعمیر کی گئی ایک خوبصورت مسجد ہے۔ دور حاضر میں یہ مسجد، مساجد کی دنیا کا ایک اہم نام بن گئی ہے۔ نئی اسلامی تعمیرات کے لحاظ سے یہ دنیا کی عظیم اور متاثر کرنے والی تعمیر ہے جس کو رقبہ کے اعتبار سے دنیا کی دس بڑی مساجد میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اگر کبھی چاندنی رات میں شہر ابوظہبی پر طائرانہ نگاہ ڈالنے کا موقع ملے تو آپ ایسا محسوس کریں گے جیسے یہ آسمانی دنیا کی کوئی خوبصورت عمارت ہے جو غلطی سے زمین کے اس خطے پر آ پڑی ہے۔ مسجد شیخ زائد نہایت دلکش مسجد ہے جو دیکھنے والے کو مبہوت کر دیتی ہے۔ اس کی تزئین میں اسلامی تہذیب اور اسلامی فن کو جدید عصری تعمیری خوبیوں سے ہم آہنگ کر کے ایک نیا حسن پیدا کیا گیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں عرب، مورش اور مغل طرز تعمیر کی جھلکیاں ملتی ہیں لیکن مینار خالص عربی طرز پر بنائے گئے ہیں۔ مسجد کی تعمیر کرنے کے لئے یونان اور اٹلی سے سفید سنگ مرمر منگوایا جس کی نفاست لائق دید ہے، اس مسجد کے آرکیٹکٹ محمد علی الامیری ہیں جن کی محنتوں نے مسجد کی شکل میں دنیا کو ایک خوبصورت تحفہ دیا ہے۔

مسجد شیخ زائد تقریباً 10 میٹر اونچی پہاڑی پر تعمیر کی گئی ہے تاکہ شہریوں کو کافی دور سے دکھائی دے۔ مسجد کا احاطہ 22,412 مربع میٹر ہے جس میں بہ آسانی 40,960 نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اس مسجد کے چار مینار ہیں جن کی خوبصورتی قابل دید ہے۔ ہر مینار 107 میٹر اونچا ہے اور کافی فاصلے سے دکھائی دیتا ہے۔ اس مسجد میں 82 گنبد ہیں جو سات مختلف سائز رکھتے ہیں۔ مسجد کے اندرونی حصے میں 96 ستون اور بیرونی حصہ میں 1.048 ستون ہیں جن پر پوری عمارت تعمیر کی گئی ہے مسجد کی تعمیر کے لئے ماہرین خصوصاً سنگ تراش مراکش سے اور دوسرے ماہرین برصغیر سے بلائے گئے اور کئی ہزار مزدور امیر ابوظہبی وصدر متحدہ امارات شیخ زائد کے اس خواب کی تکمیل کے لئے زائد از پانچ سال مصروف عمل رہے۔ اس کی آرائش بے مثال ہے، سنگ مرمر میں نہایت قیمتی پتھروں کو جوڑ کر اس مسجد کو خوبصورت بنایا گیا تاکہ نمازی فرحت بخش احساس میں کھو جائے۔ مسجد کا درمیانی حصہ نہایت اونچا ہے جو اللہ کی کبریائی کا انسان کے دل میں احساس پیدا کرتا ہے۔ گنبد کے اس اونچے حصہ کا رقبہ زائد از 6000 ہزار مربع میٹر ہے۔ ان کے گنبد کی اندرونی تزئین ایسی ہے جو انسان کو حیرت میں ڈال دے، آپ خود ہی تصور کیجئے کہ ایسے خوش کن ماحول میں کیا انسان اپنی عبادتوں کے معیار کو اونچا کر کے خدا کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟ یقیناً یہ ماحول اس کو خدا کے قریب لے جائے گا۔ اس حد تک قریب جہاں سے اللہ کی عنایات کا سلسلہ بغیر مانگے بھی برستا رہتا ہے کہ اللہ ہر دل کا حال جانتا ہے اور ہر انسان کو اس کے ظرف کے مطابق عطا فرماتا ہے۔ مسجد کے اس وسیع وعریض حصہ میں ایک قالین بچھائی گئی ہے جس کو دنیا کی سب سے بڑی قالین ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس سے قبل یہ اعزاز سلطان قابوس مسجد عمان کو حاصل تھا جس کی قالین کا رقبہ 4.343 مربع میٹر ہے۔ مسجد شیخ زائد کی قالین کا وزن 47 ٹن ہے۔ اس قالین کو 1200 سے زائد خراسان، ایران

احسان ساجد

کی محنت کش وہنر مند خواتین نے 50 ماہرین کی نگرانی میں دو برس سے زیادہ عرصہ میں تیار کیا۔ اس میں تقریباً 23 لاکھ گیٹھیاں لگائی گئی ہیں۔ یہ قالین 7119 مربع میٹر کا رقبہ رکھتی ہے۔ اس کی بنوائی پر کل 8.5 ملین ڈالر کا خرچ آیا ہے۔ (یعنی تقریباً 45 کروڑ روپے) اس کو علی خلیلی نے ڈیزائن کیا۔

مسجد کے اس درمیانی حصہ میں 9000 سے زائد افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اس ہال میں عقل کو حیرت میں ڈالنے والا ایک جھومر بھی لٹکایا گیا ہے جس کو 8 ملین ڈالر میں جرمنی میں تیار کروایا گیا ہے اس جھومر کی خوبصورتی کا لفظوں میں بیان ممکن نہیں کہ اس سے نکلنے والی ہلکی روشنیاں انسان کو کچھ دیر کے لئے اس دنیا کے ماحول سے نکال کر کسی ایسی دنیا میں لے جاتی ہیں جو آبشار سے زیادہ حسین، قوس وقزح سے زیادہ دلکش اور سمندر سے زیادہ وسیع ہے، جہاں پہنچ کر انسان اپنا ہر غم بھول جاتا ہے اور خالق کی قدرت کو اپنی زندگی کی پہچان بنا کر اس کی عبادت میں مستغرق ہو کر سکون پا جاتا ہے۔ یہ 9 ٹن وزنی جھومر 15 میٹر اونچا اور 10 میٹر چوڑا ہے۔ اس میں خالص اسٹین لیس اسٹیل، 24 کیراٹ سونے کی ملمع کاری کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس کی قیمت 8 ملین ڈالر ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا جھومر ہے۔ یہ صرف ایک جھومر کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ ایسے کل 7 جھومر اس مسجد میں لٹکے ہوئے ہیں جن کو بنانے میں کل ایک بلین یعنی دس لاکھ سے زیادہ بلور (کرسٹل) استعمال ہوئے ہیں۔ اس مسجد سے قبل سب سے بڑے جھومر کا اعزاز بھی عمان کی سلطان قابوس مسجد کو حاصل تھا۔ اس مسجد کی تعمیر پر ایک اندازے کے مطابق 2 بلین درہم (یعنی زائد از 454 ملین ڈالر) کا خرچ ہوا ہے۔ اس کی تعمیر میں 210,000 کیوبک میٹر کنکریٹ اور 33,000 ہزار ٹن لوہا استعمال ہوا ہے۔ تعمیر کنندگان کا خیال ہے کہ یہ مسجد اپنے اندر کچھ ایسی خوبیاں بھی رکھتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی مثلاً اس مسجد کا گنبد دنیا کی دوسری مساجد کے مقابلے میں سب سے بڑا ہے۔ یہ گنبد نہ صرف 70 میٹر سے زائد اونچا ہے بلکہ 32.2 میٹر قطر بھی رکھتا ہے۔ اس گنبد کو اندرونی طور پر سنگ مرمر کی استرکاری کی گئی ہے۔ گنبد کے اندرونی حسن کو بڑھانے کے لئے سنگ مرمر پر خوبصورت گل کاری کی گئی ہے جو دیکھنے والے کو تازہ ہوا کے جھونکے کا احساس دلاتا ہے۔ ویسے کویت کی مسجد کے مرکزی ہال پر بھی 43 میٹر اونچا قبہ موجود ہے لیکن اس کا قطر 26 میٹر ہے اس گنبد میں اسماء الحسنی (اللہ کے 99 نام) لکھے ہوئے ہیں۔

مسجد شیخ زائد کے اس مرکزی ہال سے متصل مزید دو ہال موجود ہیں جن میں خواتین کے لئے نماز کا انتظام ہے۔ ہر ہال میں تقریباً 1500 نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ان ہالوں میں بڑے ٹی وی اسکرین لگائے گئے ہیں تاکہ وقت ضرورت وعظ ونصیحت کو نشر کیا جا سکے اور خواتین اس نشریہ کو اسکرین کے پردوں پر مشاہدہ کر سکیں۔ مسجد میں 17000 مربع میٹر کا صحن ہے جس میں سفید سنگ مرمر بچھایا گیا ہے۔ مسجد شیخ زائد کی تعمیر کا سہرا صدر متحدہ عرب امارات شیخ زائد بن النیہان کے سر باندھا جاسکتا ہے جنہوں نے 1998ء میں اس مسجد کے پراجیکٹ کے لئے حکم جاری کیا خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس مسجد کو بنانے کا ارادہ مشہور زمانہ بادشاہی مسجد لاہور اور دور حاضر کا تعمیراتی عجوبہ مسجد حسن دوم کا سابلانکا مراکش کو دیکھنے کے بعد کیا۔ 2004ء میں امیر شیخ زائد کا انتقال ہو گیا لیکن یہ پراجیکٹ جاری رہا۔ شیخ زائد ایک وسیع نظر شخصیت کا نام تھا جن کی وسعت نظری نے مذہب اور تمدن کے درمیان ہم آہنگی کے لئے ایک راہ پیدا کی۔ انہیں توقع تھی کہ یہ مسجد ساری دنیا میں ابوظہبی کی روایات اور میزبانی کا نشان بن کر ابھرے گی 21 جنوری 2009ء کو یہ مسجد نمازیوں کے لئے کھول دی گئی ہے۔

فرضی قصّے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچّوں کا میگزین

پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان

88 7 ربیع الاول 1432ھ 11 فروری 2011ء

عظیم فیصلہ

حرمتِ رسول ﷺ کے محافظ



زرتعاون 5 روپے

پہلی بات

پیارے بچو!

آپ نے کہانی پڑھی ہوگی کہ بلی شیر کی خالہ ہے ویسے جس کسی نے بھی بلی اور شیر کے درمیان خالہ اور بھانجے کا رشتہ بنایا ہے۔ وہ ایسے ہی نہیں بنا دیا۔ بڑا سوچ سمجھ کر بنایا ہے۔ دونوں کی شکلیں دیکھیں تو ایک جیسی ہیں عادتوں پر غور کریں تو ایک جیسی ہیں۔ خالہ اگر چوہوں کا شکار کرتی ہے تو بھانجا ہرنوں کا شکار کرتا ہے۔

الغرض! خالہ اور بھانجا دونوں ہی گوشت کھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بھانجے شیر نے شکار کے طریقے اپنی خالہ سے سیکھنے شروع کیے تو خالہ جان نے سارے طریقے اور گر بتلا دیئے اور سکھا بھی دیئے...... مگر درخت پر چڑھنے کا طریقہ خالہ بلی نے اپنے شیر بھانجے کو نہیں سکھایا۔ معلوم ہوتا ہے اس لیئے نہیں سکھایا کہ درخت پر کیے جانے والے شکار سے موٹے تازے شیر کا کیا بنے گا ؟ اگر وہ درخت پر چڑھ کر چڑیا کا شکار کرلے تو اس موٹو اور ڈھولو شیر کا کیا بنے گا جبکہ خالہ جی کا پیٹ تو دو تین چڑیوں سے بھر ہی جائے گا اب پتہ چلا کہ اسی لیئے خالہ نے اپنے بھانجے کو درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا۔ خالہ جی نے درخت کا شکار اپنے لیئے خاص رکھا۔ جونہی شام پڑتی ہے۔ دن بھر دانہ دنکا چگنے والے پرندے۔ چڑیاں اور فاختائیں وغیرہ درخت پر بیٹھ جاتی ہیں۔ خالہ بلی آرام سے درخت پر چڑھتی ہے۔ اسے اللہ نے اس خوبی سے بھی نواز رکھا ہے کہ وہ رات کو بھی دیکھ لیتی ہے چنانچہ جب وہ کرالنگ کرتے ہوئے شکار کے قریب ہوجاتی ہے تو جھپٹا مارتی ہے اور شکار کو دبوچ لیتی ہے اور مزے مزے سے کھاتی ہے۔ نیچے بیٹھا ہوا بھانجا منہ بناتا رہتا ہے اور اسے خالہ پر غصہ آتا ہے کہ اگر مجھے بھی درخت پر چڑھنا سکھا دیتی تو چلو کچھ نہ کچھ تو فائدہ ہو ہی جاتا۔

پیارے بچو! شیر کی خالہ اور ہے اور آپ کی خالہ اور ہے خبردار! اپنی خالہ کو شیر کی خالہ پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کرنا...... آپ کی خالہ تو ماں کا پیار دیتی ہوگی بلکہ بعض خالائیں تو ماں سے بڑھ کر بھانجوں اور بھانجیوں سے پیار کرتی ہیں...... یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خالہ کا بڑا مقام ہے۔

پیارے بچو! آیئے...... ہم آپ کو خالہ کا مقام حضور رحمۃ اللعالمین محمد کریم ﷺ کے فرمان سے بتاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا! اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے ایک بہت ہی بڑے گناہ کا ارتکاب کرلیا ہے کیا کوئی توبہ کی صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا...... کیا تیری ماں زندہ ہے؟ کہنے لگا ! جی نہیں۔ فرمایا۔ کیا تیری کوئی خالہ ہے۔ کہا جی ہاں! فرمایا۔ جا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کر (تیرا گناہ معاف ہوجائے گا) پیارے بچو! آج کے بعد آپ نے اپنی خالہ جان کے ساتھ ماں والے احترام کو نہیں بھولنا...... آپ کو اس بار یہی نصیحت کرتا ہے۔

آپ کا اپنا

امیر بابا

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو...... اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں گروہ گروہ نہ ہوجاؤ...... اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو بلاتا رہے خیر کی طرف اور وہ حکم کرتے ہوں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوں برے کاموں سے، یہ لوگ پورے پورے کامیاب ہیں۔"

[حمنہ بنتِ ماسٹر عبدالغفور زاہد، ٹبی بنڈالہ]

حدیثِ نبوی ﷺ

میری مثال

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور میری امت کی مثال ایسی ہے کہ ایک بادشاہ نے محل بنایا، پھر اس میں ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا اور لوگوں کو بلانے کے لئے اپنا ایک قاصد بھیجا۔ بعض لوگوں نے اس قاصد کا کہا مانا (محل میں آکر سب مزے مزے کے کھانے کھائے) اور بعض لوگوں نے اس کی بات نہ مانی (اور کھانوں سے محروم رہے) اس کی مثال میں بادشاہ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، محل سے مراد جنت اور قاصد سے مراد محمد ﷺ ہیں، لہٰذا جو آپ ﷺ کی بات مانے گا وہ اسلام میں داخل ہوگا اور جو اسلام میں داخل ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو جنت میں داخل ہوگا وہ اس کی نعمتوں سے لذت اندوز ہوگا۔

[سمیرا ہدیت اللہ، لاہور]

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-37322572

فیکس نمبر: 042-37362863

ترسیل: 042-7240945

ام المومنین

سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی:

صفیہ بنت حیی کی پہلی شادی مشہور و معروف شاعر سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی اس نے اسے طلاق دے دی تو یہ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق النضری کے ساتھ ہوئی وہ بھی شاعر تھا۔ اسے جنگ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا، ان دونوں سے صفیہ بنت حیی کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

زمانہ جاہلیت میں یہ بڑی شان و شوکت والی تھی، یہ دین یہودیت کے ساتھ منسلک تھی یہ بنو النضیر کے سردار کی بیٹی تھی۔

❁......❁......❁

نبی کریم ﷺ کے ساتھ شادی:

جنگ خیبر کے اختتام پذیر ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سیدہ صفیہ بنت حیی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ شادی کے وقت اس کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔

اس سلسلے میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر میں فتح حاصل کر لی۔ قیدیوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا۔ دحیہ بن خلیفہ الکلبی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے آپ سے کنیز کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے جاؤ ان قیدوں سے ایک کنیز لے لو تو دحیہ بن خلیفہ الکلبی نے صفیہ بنت حیی کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی دحیہ کلبی کو دے دی ہے وہ شہزادی ہے وہ تو آپ کے لیے مناسب ہے رسول اللہ ﷺ نے دحیہ کلبی کو بلایا اور اسے فرمایا تم کوئی اور کنیز لے لو اور اس نے حکم کی تعمیل کی رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت حیی کو آزاد کیا اور اس کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کا دلہن کے روپ میں بناؤ سنگھار کیا۔

شادی کی اگلی صبح چمڑے کی چادر بچھا دی گئی کسی نے اس چادر پر اپنی طرف سے کھجوریں لا کر رکھ دیں اور کسی نے گھی فراہم کیا۔ ان فراہم کردہ چیزوں کی آمیزش سے حلوا نما خوان تیار کیا گیا جو نہایت لذیذ تھا۔ اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ولیمہ قرار دیا گیا۔ (بخاری)

ایک روایت میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ شادی کی اس کے پہلے خاوند کنانہ بن الربیع کو جنگ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا سیدہ صفیہ دلہن بن کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئی۔ یہ جب خیبر سے واپسی پر الصہباء ڈیم پر پہنچی اگلی صبح چمڑے کی چادر بچھا دی گئی اور اس سے ولیمے کا کھانا لگایا گیا اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اپنے اردگرد کے احباب کو ولیمے کی دعوت دے دو۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر لشکر اسلام مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار ہونے میں مدد دیتے تھے وہ اس طرح کہ آپ اپنا ایک گھٹنا زمین پر ٹیک دیتے اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتی۔ (بخاری)

ایک روایت میں مذکور ہے کہ مسلمان آپس میں باتیں کرنے لگے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہے یا رسول اللہ ﷺ کی کنیز ہے۔ بالآخر لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردے کا اہتمام کیا تو وہ ام المومنین ہے اگر یہ اہتمام نہ کیا تو وہ کنیز ہو گی لیکن لوگوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے پردے کا اہتمام کیا۔ (بخاری)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ''فتح الباری'' میں رقمطراز ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اس طرف توجہ دلائی گئی کہ صفیہ ایک شہزادی ہے بادشاہ کی بیٹی ہے۔ اسے دحیہ کلبی کی تحویل میں دینا مناسب نہیں۔ دحیہ کلبی جیسے دیگر صحابہ بھی ہیں بلکہ اس سے بھی افضل ہیں۔ قیدیوں میں صفیہ کے پائے کی کوئی اور خاتون نہیں ہے وہ نفاست میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر اسے دحیہ کی تحویل میں دیا گیا تو بعض صحابہ کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہو گا کہ ہمیں کیوں نظر انداز کیا گیا۔

مصلحت عامہ کا تقاضا تھا جس کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے حبالہ عقد میں لے لیا تمام صحابہ کرام اس فیصلے پر رضامند تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہبہ میں رجوع کیا گیا ہے بلکہ مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھا گیا اور اس فیصلے سے تمام صحابہ کرام خوش ہو گئے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس فیصلے کو اپنے لیے اعزاز سمجھا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ چاند اس کے کمرے میں اتر آیا ہے اس نے اپنا یہ خواب، اپنے والد کو بتایا تو اس کے چہرے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا بس خاموش رہو۔ تیری پرواز بڑی اونچی دکھائی دیتی ہے تو یہ سپنے دیکھ رہی ہے کہ کسی بادشاہ کی رفیقہ حیات بنے، باپ نے سیدہ صفیہ کے چہرے پر جو ہاتھ مارا اس کا نشان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی تک رہا۔ آپ ﷺ نے چہرے پر اس نشان کے بارے میں پوچھا تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ آپ کو سنا دیا۔ (بخاری) [دعا۔ لاہور]

آئیے اسلام سیکھیں!

حسد کیا ہے؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: حسد سے بچو کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔ (ابوداؤد ابن ماجہ) حسد کا معنی ہے کسی شخص پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کے زوال (ختم ہونا) کی تمنا کرنا اور یہ خواہش کرنا کہ یہ نعمت اسے کیوں ملی اس سے چھین لی جائے خواہ وہ خواہش کرنے والے کو ملے یا نہ ملے۔ حسد کے کئی درجے ہیں سب سے بدتر یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمت دی ہے اس سے چھن جانے کی تمنا کے ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی کرے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے۔ پھر بعض لوگوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس سے چھن کر مجھے مل جائے اور بعض لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے۔

دوسرا یہ کہ عملی طور پر تو اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے لیکن دل میں یہ خواہش رکھے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے۔ یہ دونوں صورتیں حرام ہیں اور سورہ الفلق میں ایسے حاسدوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے:

''ومن شر حاسد اذا حسد'' اور حاسد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کرے۔ حسد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر انسان کے دل میں ایسا کوئی خیال آ بھی جائے تو وہ اسے دور کرنے کی کوشش کرے اور اس شخص کے لیے دعا کرنا شروع کر دے اور اس کے دل میں بجائے نفرت کے اس شخص کے لیے محبت پیدا ہو جائے تو یہ اس کے ایمان کے اعلیٰ درجے کی علامت ہے۔

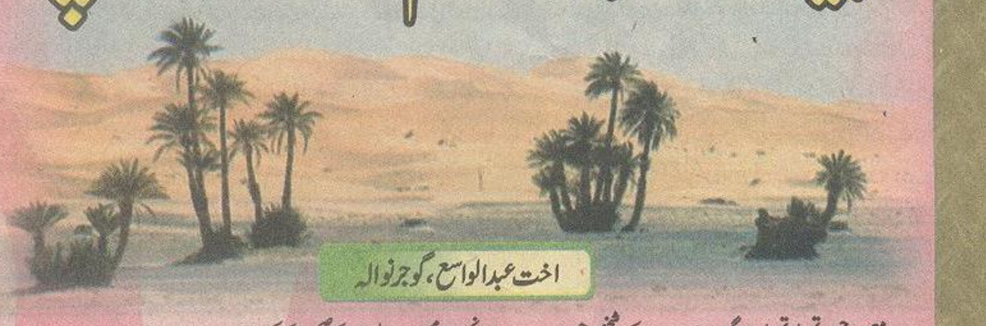
سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے والدین پر جو ظلم کیا اس کا باعث بھی حسد ہی تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک دوسرے کے مقابلے میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے مقابلے حسد نہ کرو اور دوسرے کے ساتھ قطع تعلقی نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (صحیح بخاری ٦٥٦٥)

پیارے بچو! ہمیں چاہیے کہ ہم حسد سے بچیں کیونکہ حسد نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔ (بحوالہ: کتاب الجامع)

[حافظہ سلمہ اعوان فیصل آباد]

پیارے نبی اکرم ﷺ اور بچے



اخت عبدالواسع، گوجرنوالہ

معصوم حسن تھوڑا تھوڑا بھاگ رہا ہے...... ایک شخص حسن کو پکڑنے کے لئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہے۔ حسن آگے بھاگتا ہے۔ اس طرح وہ شخص حسن کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ حسن خوش خوش چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز بھاگنے کی کوشش کرتا ہے...... وہ شخص حسن کے ساتھ کھیل کر خوش ہو رہا ہے اور حسن کی مسکراہٹ قہقہوں میں بدل رہی ہے۔

ایک بچہ گود میں لئے وہ شخص بیٹھا ہے...... بچہ گود میں پیشاب کر دیتا ہے...... وہ شخص کسی قسم کے غصہ کا اظہار نہیں کرتا بلکہ پانی منگوا کر اس جگہ پر چھینٹے مار لیتا ہے...... غیر کا بچہ گود میں پیشاب کر دیتا ہے پھر بھی کوئی غصہ نہیں...... حالانکہ بچہ باپ پر بھی پیشاب کر دے تو باپ ڈانٹنے سے باز نہیں آتا...... عجیب ہے وہ شخص......!

وہ شخص لوگوں کی امامت کروانے کے لئے گھر سے نکلتا ہے...... ایک ننھی بچی کو کندھوں پر اٹھا رکھا ہے اسی حالت میں امامت کرواتا ہے...... رکوع میں جاتے وقت بچی کو نیچے بٹھا لیتا ہے اور قیام کی حالت میں دوبارہ اٹھا لیتا ہے۔

حسن اور حسین کو اپنے گھٹنوں پر بٹھائے وہ شخص ان کے رخساروں کو چوم رہا ہے ان سے پیار کر رہا ہے۔ حسن و حسین کی میٹھی میٹھی توتلی زبان سے باتیں سن کر خوش ہو رہا ہے...... حسن کو تھوڑی سی زبان نکال کر دکھاتا ہے تو بچہ زبان کی سرخی دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔

حسن و حسین مسجد کی طرف دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں، عربی لباس پہننے کی وجہ سے کبھی گرتے ہیں کبھی اٹھتے ہیں وہ شخص مسجد کے منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہا ہے نظر پڑتی ہے کہ بچے گرتے پڑتے مسجد کی طرف چلے آ رہے ہیں خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے اتر آتا ہے اور آ کر دونوں بچوں کو اپنی آغوش میں اٹھا لیتا ہے۔

پانچ سالہ محمود بن الربیع کے صحن کے کنویں سے منہ میں پانی بھر کر محمود کے منہ پر کلی کرتا ہے تاکہ بچہ خوش ہو جائے۔

معاذ اس شخص کے پیچھے سوار ہے وہ شخص معاذ سے کہتا ہے اے معاذ میری چند باتوں کو نوٹ کر لو تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا اور اللہ کو اپنی طرف متوجہ پاؤ گے مانگو تو صرف اللہ سے اور مدد بھی اسی سے طلب کرو۔ معاذ ابھی بچہ ہے پھر بھی وہ شخص معاذ کو توحید کی نصیحت کر رہا ہے۔

عمیر کا موڈ کافی خراب تھا وہ شخص پوچھتا ہے عمیر کیا ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بلبل مر گئی ہے۔ وہ شخص عمیر سے پوچھتا ہے عمیر تیری بلبل کو کیا ہوا؟ عمیر ہنس پڑتا ہے اور کہتا ہے وہ تو مر گئی۔ اس لئے پوچھا تاکہ عمیر کا موڈ صحیح ہو جائے اور وہ پھر سے ہشاش بشاش ہو جائے۔

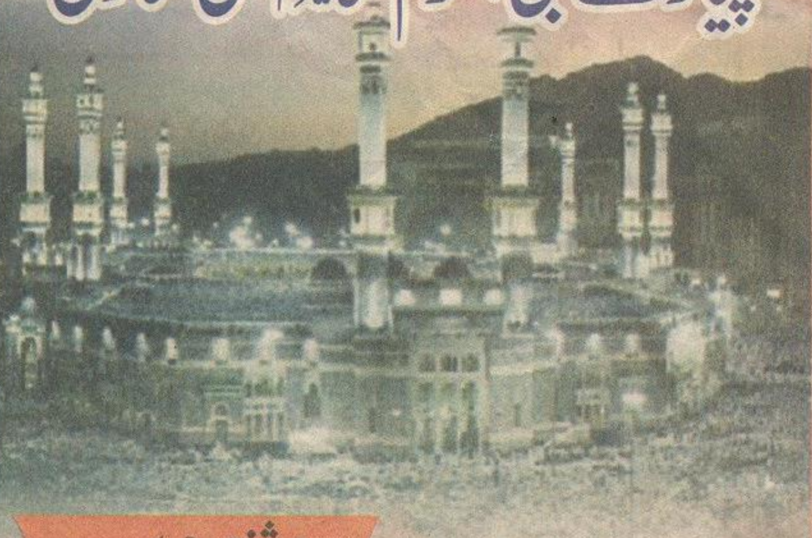
نعمان کو وہ شخص انگور کے دو خوشے دیتا ہے کہ بیٹا ایک تمہارا اور دوسرا تمہاری والدہ کا۔ نعمان ابھی بچہ ہے راستے میں ہی دونوں خوشے کھا جاتا ہے۔ وہ شخص چند دنوں بعد نعمان سے پوچھتا ہے کہ اپنی والدہ کو انگور کا خوشہ دے دیا تھا؟ نعمان سچ سچ بتاتے ہیں کہ نہیں انگور بڑے مزے کے تھے میں راستے میں ہی دونوں خوشے کھا گیا تھا وہ شخص مسکرا کر بڑی شفقت سے نعمان کا کان پکڑتا ہے اور کہتا ہے غدار (بڑے مکار ہو) اپنی والدہ کا بھی حصہ چٹ کر گئے ہو۔

ابراہیم غالباً ڈیڑھ سال کا ہے...... ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے وہ شخص رو رہا ہے...... اس کے ساتھی حیران ہیں کہ کیا یہ شخص بھی رو سکتا ہے...... ایک ساتھی پوچھتا ہے کہ آپ کے بھی آنسو نکل آئے ہیں...... ہاں آنکھیں آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے مگر زبان سے وہی لفظ نکلے گا جو اللہ کو پسند ہے۔ ابراہیم ہم تیرے جانے سے بہت غمگین ہیں۔ وہ شخص اپنے بیٹے کے فوت ہونے پر نہایت غمگین ہے۔

بچے کے فوت ہو جانے پر اور اس پر صبر کرنے والے کو جنت کی بشارت دینے والا وہ شخص بچوں کو اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلانا والا
ان کو تربیت کرنے والا وہ شخص
بچوں کے پاس سے گزرنے والا اور ان کو سلام کرنے والا وہ شخص
نماز میں بچے کے رونے کی آواز پر نماز کی طوالت کو کم کرنے والا وہ شخص اپنی بے شمار ذمہ داریوں سے ٹائم نکال کر ایک یہودی بچے کی عیادت کو جانے والا وہ شخص
بچوں سے بے پناہ پیار کرتا ہے
اسی پیار کو دیکھتے ہوئے اس شخص کے استقبال کے لئے بچوں کو آگے کر دیتے۔
بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے والا وہ شخص
اپنوں اور غیروں کے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنے والا وہ شخص بے پناہ مصروف رہنے کے باوجود بچوں کے لئے ٹائم نکالنے والا وہ شخص کون ہے......؟

آسمان کے تلے، زمین کا سب سے عظیم شخص "محمد ﷺ" ہے اللہ کے برگزیدہ بندے، محبوب بندے، دنیا کے سب سے بڑے، سپہ سالار، کمانڈر، ڈاکٹر، پروفیسر، حکیم، قاضی، چیف جسٹس، عظیم نبی، پیغمبر، امام الانبیا، لواء الحمد کا جھنڈا تھامنے والے، کیا کیا آپ کے عہدے گنواؤں کیا کیا آپ کی تعریف کروں، کیا کیا آپ کی عظمت و رتبہ بیان کروں، اتنے بڑی شخصیت ہو کر اللہ کے نام کے بعد جس کا نام آئے، اللہ کے نام کے ساتھ جس کا نام آئے، قیامت کی دیواروں تک جس کا نام گونجتا ہے اور گونجا جائے گا، فرشتے بھی جس پر فخر کریں۔ اللہ جس سے محبت کرے، اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے، اتنی عظیم شخصیت محمد ﷺ بچوں کے ساتھ اتنا پیار، اتنی محبت، اتنا والہانہ پیار، ...... اتنی شفقت......؟ دنیا کے دستور کے مطابق تو جو بڑی شخصیت ہو اس کے اپنے بچے بھی اپنے باپ کے پاس زیادہ نہیں ٹھہرتے وہ خود بھی بچوں کو ٹائم نہیں دے پاتا، نوکروں کے حوالے اپنے بچوں کو کیا ہوتا ہے۔ آج تک کوئی ایسی بڑی عظیم شخصیت نہیں جو آپ ﷺ سے بڑی ہو اور کوئی بڑی عظیم شخصیت نہیں کہ جو دنیا کا بادشاہ ہو اور آپ ﷺ کی طرح بچوں سے پیار کرے ان کا دل بہلائے، ان کے ساتھ معصوم معصوم باتیں کرے، ان کے ساتھ ہنسی مذاق کرے، آج تک فلک نے ایسا منظر نہیں دیکھا ہو گا۔

پیارے نبی اکرم ﷺ کی سادگی



محمد شفیق، جمبر کلاں

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ مدینے کے راستوں میں سے ایک راستے پر ایک عورت آ کر کہنے لگی:

"یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے ام فلاں! تو جس جگہ بیٹھنا چاہتی ہے بیٹھ جا، میں تیری باتیں سنوں گا۔ وہ (ایک جگہ) بیٹھ گئی تو آپ بھی بیٹھ گئے اور اس کی جو ضرورت تھی اسے پورا کر دیا۔" (ابوداود)

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو مدینے کے خدمت گار اپنے برتنوں میں پانی لے کر آتے پانی کا جو برتن بھی آپ ﷺ کو دیا جاتا تو آپ ﷺ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔ بعض اوقات وہ ٹھنڈی فجر کے وقت بھی پانی اور برتن لے کر آتے تھے۔ تو آپ ﷺ اس میں (برکت کے لیے) اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔ (مسلم)

سیدنا انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ سے باتیں کر رہا تھا اور (فرض) نماز کی اقامت ہو گئی آپ ﷺ اس سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ صحابہ کرام ؓ سو گئے پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھائی۔

(بخاری)

سیدنا ابو رفاعہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے کہا:

"یارسول اللہ ﷺ! میں اجنبی آدمی ہوں۔ دین سیکھنے کے لیے آیا ہوں، دین کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ خطبہ چھوڑ کر میرے پاس تشریف لائے۔ ایک کرسی لائی گئی جس کے پائے لوہے کے تھے آپ ﷺ اس کرسی پر بیٹھ گئے اور مجھے دین کے بارے میں سکھاتے رہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے جا کر خطبہ دیا اور اس کو اختتام تک پہنچایا۔" (مسلم)

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی مجھے بکری کے ہاتھ یا کندھے کی دعوت دے تو قبول کر لوں گا۔

(بخاری)

سیدنا انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور باسی چربی کی دعوت دی جاتی تو آپ ﷺ قبول کر لیتے تھے۔ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس (مرہون) تھی۔ آپ ﷺ اپنی وفات تک اس رہن کو چھڑا نہ سکے۔ (ترمذی)

اسود (تابعی ؒ) سے روایت ہے کہ میں نے اماں عائشہ ؓ سے پوچھا نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے تو انھوں نے فرمایا: گھر والوں کی مدد میں گھر والوں کے کام کرتے رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری)

سیدنا عروہ (تابعی ؒ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے امی عائشہ صدیقہ ؓ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کرتے تھے انھوں نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا گانٹھتے اور اپنا کپڑا سیتے تھے جس طرح تم اپنے گھر کے کام کرتے ہو وہ بھی اپنے گھر کے کام کرتے تھے۔

سیدنا قدامہ بن عبداللہ بن عمار الکلابی ؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ قربانی والے دن سرخ زرد رنگ والی اونٹنی سے جمرۃ (عقبہ) کو (کنکریاں) مار رہے تھے نہ آپ ﷺ کے سامنے لوگوں کو مارا جاتا تھا اور نہ دھتکارا جاتا اور نہ یہ کہا جاتا ہو ہو اپنے آپ کو بچاؤ۔ (ترمذی)

سیدنا اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک ایسے گدھے پر سوار ہوئے جس پر زین کسی ہوئی تھی آپ ﷺ کے نیچے فدک کی ایک چادر تھی۔ آپ ﷺ نے اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور آپ ﷺ بنو الحارث بن الخزرج میں سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کرنے جا رہے تھے۔ (بخاری)

سیدنا انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ جب وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور اس کے سر کی طرف بیٹھ گئے آپ نے اس سے کہا: "مسلمان ہو جا" وہ اپنے والد کی طرف دیکھنے لگا تو اس نے کہا: ابو قاسم کی بات مان لے تو وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے:

"اس اللہ کی تعریفیں ہیں جس نے اس لڑکے کو آگ سے بچا لیا۔" (بخاری)

سیدنا انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو طلحہ سے کہا: اپنے بچوں میں سے ایک بچہ تلاش کرو جو میری خدمت کرے۔ میں خیبر کو جانا چاہتا ہوں تو ابو طلحہ ؓ میرے سوتیلے والد مجھے اپنی سواری پر بٹھا کر چلے۔ میں بلوغت کے قریب پہنچا ہوا لڑکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب راحت کے لیے کسی مقام پر اترتے تو میں آپ ﷺ کی خدمت کرتا۔ میں آپ ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے بہت سنتا تھا:

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں غم و مصیبت سے کمزوری اور سستی سے، بخیلی اور بزدلی سے، لوگوں کے غلبے اور کثرت قرض سے۔"

پھر ہم خیبر پہنچے، جب اللہ نے قلعہ آپ ﷺ کے ہاتھوں فتح کر دیا تو آپ ﷺ کے سامنے صفیہ ؓ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا، اس کا دولھا مارا گیا تھا وہ ابھی نئی دلھن ہی تھیں تو نبی کریم

ﷺ نے ان کو اپنے لیے چن لیا۔ آپ ﷺ صفیہ ؓ کو لے کر نکلے حتی کہ جب ہم صہباء (کے مقام) تک پہنچے آپ نے کھجور، پنیر اور گھی والا کھانا چھوٹے سے بچھونے پر رکھوایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھیوں کو بلالاؤ، صفیہ ؓ کی شادی پر آپ ﷺ کا یہی ولیمہ تھا، پھر ہم مدینہ کی طرف چلے، میں نے دیکھا آپ ﷺ صفیہ کے لیے اونٹ پر کمبل کا ایک گدا بنا رہے تھے آپ اپنے اونٹ پر بیٹھتے تو وہ اپنے گھٹنے رکھ دیتا، پھر صفیہ اس کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کے سوار ہو جاتیں، ہم چلتے رہے حتی کہ ہم مدینہ کی پہاڑیوں پر چڑھے تو آپ نے احد کی طرف دیکھا تو فرمایا: ''یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' پھر آپ نے مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''میں ان دونوں پہاڑ والے حصے کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا:

''اے اللہ! ان کے مد اور صاع (تولنے میں) برکت نازل فرما۔'' (بخاری)

سیدنا عبداللہ بن جعفر ؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو آپ کی ملاقات آپ کے خاندان کے چھوٹے بچوں سے کرائی جاتی تھی ایک مرتبہ آپ ﷺ سفر سے آئے تو مجھے اٹھا کر آپ ﷺ کے پاس لے جایا گیا تو آپ نے مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا پھر سیدہ فاطمہ ؓ کے دو بیٹوں میں سے ایک آیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنے پیچھے بیٹھا لیا ایک سواری پر ہم تینوں مدینہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کہا۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کہا۔ (ابوداؤد)

سیدنا ابوملیح ؒ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو ؓ کے پاس گیا تو انھوں نے ہمیں حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ سے میرے روزے رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ ﷺ کے لیے چمڑے کا ایک تکیہ بچھایا جس کے اندر کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی، آپ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کے اور میرے درمیان وہ تکیہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تیرے لیے ہر مہینے تین روزے رکھنا کافی نہیں ہے۔''

میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: ''پانچ؟'' پھر میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ نے فرمایا: ''سات؟'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا: ''نو؟'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: ''گیارہ؟'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: ''داؤد ؑ سے بہتر کوئی روزہ نہیں ہے آدھی زندگی روزہ یعنی ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔'' (بخاری)

سیدنا عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی تکیہ لگا کر کھانا کھاتے نہیں دیکھا گیا اور نہ آپ ﷺ کے پیچھے دو پاؤں چلے ہیں (آپ یہ ناپسند کرتے تھے کہ آپ کے پیچھے پیچھے اس طرح چلیں جیسا کہ لوگ بادشاہوں کے پیچھے چلتے ہیں)

سیدنا عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بارے میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح کہ نصرانیوں نے ابنِ مریم ؑ کے بارے میں کیا: میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔''

(بخاری)

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کہا کہ میں یونس بن متیٰ ؑ سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ کہا۔'' (بخاری)

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: ''اے خیرالبریہ! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ابراہیم ؑ ہیں۔'' (مسلم)

سیدنا جابر ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے ابوبکر ؓ لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے آپ ﷺ نے ہمیں کھڑا ہوا دیکھا تو بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہم بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ''قریب تھا کہ تم وہ کام کرو جو فارسی اور رومی کرتے ہیں، وہ اپنے بادشاہوں کے پاس کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے بادشاہ بیٹھے رہتے ہیں، ایسا نہ کرو، اپنے اماموں کی اقتدا کرو اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھاؤ اگر وہ نماز بیٹھ کر پڑھائیں تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔'' (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم

یقیناً آپ میں بہت سے بچے جانتے ہوں گے کہ معذور کیسے کہتے ہیں؟ چلیں میں آپ کو بتا ہی دیتی ہوں معذور کسے کہتے ہیں مثلاً آپ سن سکتے ہیں لیکن آپ کا مسلمان بھائی اس صلاحیت سے محروم ہے۔ اسی طرح آپ دیکھ سکتے ہیں لیکن وہ اندھا ہے۔ ان میں سے کچھ تو پیدائشی معذور ہوتے ہیں اور کچھ حادثے یا بیماری کی وجہ سے۔ معذوروں کے متعلق دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کوئی اندھا ہے تو اسے اللہ نے سننے، سونگھنے اور یادداشت کی ایسی طاقت دی ہے کہ اگر 20 سال بعد بھی آپ اس سے بات کریں گے تو وہ آپ کی آواز پہچان جائے گا کہ آپ کون ہیں؟ یہاں پر اللہ کی خاص مہربانی ہے۔

ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی معذور کو اس کی معذوری کا احساس نہ ہونے دیا جائے۔ اسے اس کی معذوری کے حوالے سے نہ پکارو۔ اکثر معذور بچے اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا کچھ بننے کے لیے جدوجہد نہیں کر پاتے اور پیچھے رہ جاتے ہیں۔ آیئے ہم تاریخ کے جھروکوں میں جھانکیں اور دیکھیں کہ معذور افراد نے کس طرح جدوجہد کر کے اپنی صلاحیت کا لوہا ساری دنیا میں منوایا۔

❀......❀......❀

پیارے نبی اکرم ﷺ مسجد الحرام میں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے سامنے قریش کے بڑے بڑے سردار ولید بن مغیرہ، ابوجہل وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس دوران ایک نابینا صحابی ابن ام مکتوم ؓ آ کر بیٹھ گئے۔ نابینا ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ نبی مکرم ﷺ کتنی اہم گفتگو میں مصروف ہیں اور کچھ دینی ارکان کے متعلق وضاحت طلب کرنا شروع کر دی۔

یہ بات آدابِ مجلس کے خلاف تھی، پھر دین کے بارے میں گفتگو اور وہ بھی اتنی اہم کہ گفتگو کے سلسلے کو توڑا جائے۔ اسی لیے آپ کو ان کا اثنائے گفتگو اپنی بات کرنا ناگوار گزرا۔ اللہ کو ہماری رگ رگ سے واقف ہے، نا وہ جانتا تھا کہ سیدنا ابن مکتوم ؓ کے مقابلے میں وہ قریشی سردار کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ نبی اکرم ﷺ تبلیغ سے فارغ ہو کر ابھی مسجد سے نکلے ہی تھے آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں آپ کی ناگواری کے اظہار پر مشفقانہ سرزنش کی گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ساری عمر ابن ام مکتوم ؓ کا خصوصی خیال رکھا۔ سیدنا ابن ام مکتوم ؓ سیدنا خدیجہ ؓ کے ماموں زاد بھائی اور سابقون الاوّلون میں سے تھے۔ نابینا ہونے کی بنا پر انھیں نبی اکرم ﷺ نے مصعب بن عمیر ؓ کے ساتھ تبلیغ کے لیے مدینہ بھیجا آپ ؓ کو تیرہ مرتبہ مدینہ میں نبی

اکرم ﷺ کا نائب بننے کا بھی شرف حاصل ہے۔

❀ ..... ❀ ..... ❀

سیدنا عمرو بن عدی الخطمی ؓ بھی ایک نابینا صحابی تھے۔ ان کے قبیلے خطمہ کی ایک عورت عصماء نامی نبی پاک ﷺ کی ہجو میں شعر کہا کرتی تھی۔ ہجو کا مطلب ہے "برائیاں کرنا"۔ آپ ؓ نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا اور آ کر نبی اکرم ﷺ کو سارا ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے یہ اپنی قوم کے قاری اور امام بھی تھے۔

احنف بن قیس اسعدی نے نبی کریم کا زمانہ پایا لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ یہ ایک آنکھ سے معذور تھے۔ بہت سی احادیث کے راوی اور بہت بڑے عالم تھے۔

❀ ..... ❀ ..... ❀

سیدنا عمرو بن جموح انصاری ؓ یہ ایک ٹانگ سے معذور تھے معاذ، معوذ اور خلاد ان کے بیٹے تھے۔ ان کی بیوی اور بیٹے پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ ان کو علم نہ تھا۔ جب انھیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انھیں بہت غصہ آیا لیکن انھوں نے سوچا کہ سننے میں کیا حرج ہے؟ سیدنا معاذ ؓ نے آپ کو سورۃ فاتحہ سنائی۔ یہ بے حد متاثر ہوئے۔ دل نے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ لیکن شیطان نے بہکایا کہ پہلے اپنے بت سے تو پوچھ لو۔ ایک بت انھوں نے اپنے گھر رکھا ہوا تھا جب کوئی کام کرنا ہوتا تو پہلے اس سے پوچھتے۔ ترکیب یہ رکھی تھی کہ بت کے پیچھے ایک بڑھیا کھڑی کر دیتے۔ ان کی بات کا جواب تو دیتی بڑھیا..... اور یہ سمجھتے کہ یہ بڑھیا وہی کہتی ہے جو بت چاہتا ہے۔ اب بھی لنگڑاتے ہوئے اس کے پاس گئے۔ بڑھیا چپ رہی یہ سمجھے کہ بت ناراض ہو گیا ہے۔ فوراً معافی مانگی اور چلے آئے۔ بیوی اور بیٹے فکر مند ہوئے۔ بیٹے ترکیب سوچنے لگے۔ ایک رات انھوں نے بت کو اٹھایا اور کوڑے کے ڈھیر پر پھینک آئے۔ صبح جب انھوں نے اپنا بت غائب دیکھا تو بڑے غضبناک ہوئے آخر انھیں گندگی کے ڈھیر سے بت مل گیا۔ اسے نہلایا خوشبو لگائی غفلت کی معافی مانگی۔ دوسرے دن پھر وہی ہوا۔ تیسرے دن پھر غائب۔ اب اس دفعہ تو انھوں نے اس کے گلے میں تلوار بھی لٹکائی مگر بے سود۔ جب بت ملا تو اس کے گلے میں کتا بندھا تھا۔ اب بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ فوراً مسلمان ہو گئے۔ کچھ ماہ بعد غزوہ احد پیش آیا۔ جہاد میں جانا چاہتے تھے۔ معذوری کی بنا پر ان کے بیٹے نے منع کیا آخر یہ مقدمہ نبی اکرم ﷺ کے پاس گیا۔ کہنے لگے کہ میرے بیٹے مجھے جہاد سے روکتے ہیں حالاں کہ میں تو لنگڑاتا ہوا جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ میدان احد میں سب نے دیکھا کہ یہ اپنے بیٹے کے ساتھ لنگڑاتے ہوئے اگلی صفوں میں جا رہے تھے۔ آخر کار نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے دونوں باپ بیٹا شہید ہو گئے۔

[عائشہ بنت طارق، گوجرانوالہ]

ایک اسلام کئی فائدے

آپ ایک دوسرے سے ملتے وقت دن میں کئی بار اسلام علیکم کہتے ہیں، کیا کبھی ایک بار بھی آپ نے غور کیا ہے کہ اس کے کونسے اور کتنے فائدے ہیں، اگر نہیں تو میں آپ کو بتاتی ہوں، ایک ایک انمول نسخہ ہے، جس کو خلوص و آسانی کے ساتھ اگر باقاعدہ استعمال کیا جائے تو درج ذیل فائدے ہوتے ہیں:

رابطہ: یہ ایک دوسرے سے رابطے کرنے میں مدد کرتا ہے، جب آپ کسی سے بات کرنے سے پہلے السلام علیکم کہتے ہیں تو اس سے آپ کے رابطے کی ابتدا ہو جاتی ہے، اور پھر آپ اپنی بات کا آغاز کرتے ہیں۔

دعا: جب آپ کسی سے السلام علیکم کہتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ پر سلامتی ہو، یعنی آپ اسے ایک طرح سے یہ دعا کرتے ہیں، جس سے آپ کی اس شخص کے متعلق نیک خواہشات کا اظہار ہوتا ہے، اس طرح وہ شخص بھی آپ کو جواباً وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر دعا دیتا ہے۔

شناخت: اس سے آپ کی شناخت ہوتی ہے کہ آپ مسلمان ہیں، کیونکہ یہ مسلمان کا ہی اسلام ہے۔

تجدید عہد: السلام علیکم کہہ کر آپ حقیقت میں اس عہد کو دہرا رہے ہوتے ہیں کہ میں ایک ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہوں، جس کی ایک بنیادی شرط ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، جس سے آپ کی امن پسندی ظاہر ہوتی ہے۔

غصہ میں کمی: اگر آپ کسی شخص سے ناراض ہیں اور آپ کو السلام علیکم کہتا ہے تو اس طرح اس شخص سے متعلق آپ کے غصہ میں کسی حد تک کمی آتی ہے، اس طرح سے اگر آپ سیکوئی شخص خفا ہے اور آپ اسے السلام علیکم کہتے ہیں تو یقیناً اس کے غصے میں کمی آ جاتی ہے۔

ثواب: السلام علیکم کہنے سے 20 نیکیوں کے حقدار بن جاتے ہیں اور جواب دینے یعنی وعلیکم السلام کہنے والا 10 نیکیوں کا حقدار بن جاتا ہے اور وعلیکم السلام کے ساتھ ورحمۃ اللہ کا اضافہ کرنے سے دس مزید مزید نیکیوں کے ثواب اور پھر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے ساتھ وبرکاتہ کے الفاظ سے آپ مزید دس نیکیوں کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔

باہمی تعلقات میں اضافہ: اگر آپ کسی اجنبی کو بھی روزانہ السلام علیکم کہیں، تو ایک دن وہ آپ کا دوست بن جائے گا، اس طرح یہ باہمی تعلقات میں بھی اضافے کا باعث بنتا ہے، کیوں!

.... ہے ناں انمول نسخہ ....

[حبیب اللہ ساجد بلوچ، اوکاڑہ]

مسکراہٹیں

نبی اکرم ﷺ نے ایک روز مجلس میں ارشاد فرمایا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ سے ایک آدمی نے کھیتی باڑی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ نے پوچھا: "کیا دنیا میں تمہاری چاہت پوری نہیں ہوئی؟" وہ آدمی بولا: "اے اللہ میں یہ چاہتا ہوں کہ زمین میں میرے بیج بوتے ہی فصل فوراً تیار ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس کی یہ خواہش اسی طرح پوری کی گئی کہ ادھر اس نے بیج بویا تو فوراً پودا اگ پڑا اور کاٹنے کے قابل ہو گیا"۔

نبی اکرم ﷺ کی اس محفل میں ایک بدو بیٹھا ہوا تھا اس نے بڑی معصومیت سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! یہ شرف تو کسی قریشی یا انصاری کو ہی نصیب ہو گا جو زراعت کا پیشہ رکھتے ہیں ہم لوگ تو کاشت کار نہیں ہیں نبی اکرم ﷺ یہ بات سن کر بے ساختہ مسکرا پڑے۔ (صحیح بخاری شریف)

❀ ..... ❀ ..... ❀

نبی کریم ﷺ کی سیدہ صفیہ ؓ کے ساتھ شادی کے بعد ابو ایوب کا پہرہ:

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب شادی کے بعد نبی کریم ﷺ سیدہ صفیہ ؓ کے پاس خیمے میں داخل ہوئے تو ابو ایوب انصاری ؓ اپنی تلوار لے کر خیمے کے دروازے پر پہرہ دینے لگے۔ جب صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ خیمے کے دروازے پر باہر آئے تو ابو ایوب انصاری ؓ نے دیکھتے ہی اللہ اکبر کہا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں نے صفیہ کے باپ اور خاوند کو جنگ خیبر میں قتل کیا آپ کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی یہ ابھی نو عمر ہے مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ اس لیے میں رات بھر یہاں پہرہ دیتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ ابو ایوب انصاری ؓ کی یہ بات سن کر ہنس پڑے اور فرمایا ہر طرح سے بہتر ہے۔ (مستدرک حاکم) [سعدیہ، وہاڑی]

رسول اللہ ﷺ جب آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ آئے تو آپ ﷺ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ آپ ﷺ کی بیماری کی خبر جزیرۂ عرب میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ کچھ لوگوں نے جب نبی ﷺ کی بیماری کی خبر سنی تو انھوں نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ ان میں یمن کا اسود عنسی یمامہ کا مسیلمہ کذاب اور بنو اسد کا طلیحہ اسدی شامل تھے۔ انھوں نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اپنی اپنی قوم کی طرف اسی طرح نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، جس طرح محمد بن عبداللہ ﷺ کو قریش کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

نبوت کے ان جھوٹے دعویٰ داروں میں ایک یمن کا رہنے والا اسود عنسی بھی تھا۔ یہ بہت سخت دل، طاقت ور اور شر پسند نجومی اور جادو گر تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک زبردست مقرر بھی تھا کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔ یہ اپنی شعبدہ بازیوں سے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا۔ مال و دولت، شان و شوکت اور قدر و منزلت کا حریص بن چکا تھا۔ جب بھی گھر سے باہر نکلتا تو اپنے چہرے پر خود چڑھا لیتا تا کہ لوگ اسے دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں۔

جب اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ان دنوں یمن میں ایسے ایرانیوں کا اثر و رسوخ تھا جو ایران کو خیر باد کہہ کر مستقل طور پر یمن میں آباد ہو چکے تھے اور ان لوگوں کے سرخیل رسول اللہ ﷺ کے ایک پیارے صحابی تھے اور ان میں ایک سب سے بڑا باذان نامی شخص تھا جو ظہور اسلام کے وقت شاہِ ایران کی طرف سے یمن کا حکمران تھا۔ جب اس کے سامنے رسول اقدس ﷺ کی صداقت واضح ہو گئی تو اس نے شاہِ ایران کی اطاعت کا پھندا اپنے گلے سے اتار کر پھینکا اور اپنی قوم سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بدستور یمن کا حاکم رہنے دیا اور وہ اس منصب پر آخر دم تک فائز رہا اور اس کی وفات کے چند روز بعد اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

سب سے پہلے اسود عنسی کی نبوت کو اس کی قوم بنو مذحج نے تسلیم کیا اور اس نے اپنی قوم کی مدد سے صفاء پر حملہ کر دیا اور اس کے حکمران شہر بن باذان کو قتل کر کے اس کی بیوی آزاد سے شادی رچا لی یہ صفاث سے دوسرے گرد و نواح کے علاقوں پر حملہ آور ہو۔ اس کی قیادت میں بڑی تیزی سے علاقے فتح ہونے لگے۔ یہاں تک کہ حضر موت سے طائف تک اور بحرین سے عدن تک کا علاقہ اس کی زیر حکومت آ گیا۔

جب اسود عنسی لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی وسیع ترقیات کی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے اپنے پیروکاروں کو بتایا کہ اس کے پاس وحی لے کر ایک فرشتہ آتا ہے جو اسے غیب کی خبریں بتاتا ہے۔ اسود عنسی اپنی اس شعبدہ بازی کو اپنے ان جاسوسوں کے ذریعے چلاتا جو ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے تا کہ وہ لوگوں کی خبروں کے متعلق واقفیت حاصل کریں۔ ان کے راز، مشکلات مصائب اور دلی تمناؤں سے آگاہی حاصل کر کے رازدارانہ طور پر انھیں بتائیں۔

اس طرح جب بھی کوئی اسود عنسی کے سامنے آتا تو یہ دیکھتے ہی فوراً پکار اٹھتا تجھے فلاں ضرورت میرے پاس لائی ہے تم اس وقت فلاں فلاں مشکلات و مصائب میں مبتلا ہو، اپنے پیروکاروں کو ایسے ایسے کرتب دکھلاتا کہ ان کی عقلیں دنگ رہ جاتیں یہاں تک کہ کاروبار حکومت چلانے میں اس کے پاؤں جم گئے اور اس کی دعوت اس طرح پھیلی جیسے خشک جنگل میں آگ پھیل جاتی ہے۔

جب نبی اکرم ﷺ کو اسود عنسی کے مرتد ہونے اور یمن پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے قبضے میں لینے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے دس صحابہ کرامؓ کو یمن میں آباد صحابہ کرامؓ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اسود عنسی کے پیدا کردہ فتنے کا جس طرح بھی ہو سکے خاتمہ کر دیا جائے۔ جس صحابیؓ کے پاس آپ ﷺ کا پیغام پہنچا وہ فوراً آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ کے حکم کو نافذ کرنے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔

آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں سب سے سبقت لے جانے والے ہماری اس داستان کے ہیرو رسول اللہ ﷺ کے ایک پیارے صحابی ہیں۔ ہم یہ داستان انہی کی زبانی سنتے ہیں۔

یہ صحابیؓ رسول ﷺ فرماتے ہیں: کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو دین الٰہی کے برحق ہونے اور دشمن الٰہی اسود عنسی کے جھوٹا ہونے میں ذرا برابر بھی شک نہیں تھا۔ ہم اس پر حملہ آور ہونے اور اس سے جان چھڑانے کے لیے ہر دم فکر میں تھے۔ جب ہمارے پاس اور یمن میں آباد دیگر صحابہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے خطوط آئے تو ہمارے حوصلے بلند ہو گئے ہم میں سے ہر ایک اسود عنسی کو ٹھکانے لگانے کے لیے سرگرم عمل ہو گیا۔

یمن میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسود عنسی بہت مغرور ہو چکا تھا اور اپنے لشکر کے سپہ سالار قیس بن عبدیغوث کو بھی اپنے غرور کا نشانہ بنا چکا تھا۔ جاتے ہوئے میں اپنے چچیرے بھائی داذویہ کے ہمراہ قیس کے پاس گیا ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا اور اسے اس بات پر تیار کیا کہ پہلے اس سے کہ وہ تیرا کام تمام کر دے۔ کیوں نہ اس منحوس شخص کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اس نے سچے دل سے ہماری دعوت کو قبول کیا اور اپنے دلی ارادے سے ہمیں آگاہ کیا۔ اور اس نے ہمارے بارے میں یہ خیال کیا کہ یہ میری مدد کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے ہیں ہم تینوں نے یہ عہد و پیمان کیا کہ ہم اس جھوٹے مکار مرتد کا داخلی محاذ پر مقابلہ کریں گے اور دوسرے ساتھی بیرونی محاذ پر اس کا مقابلہ کریں گے۔ ہم نے یہ طے کیا کہ اپنے اس کام میں چچا زاد بہن "آزاد" کو شریک کیا جائے جس کے ساتھ اس منحوس نے اس کے شوہر شہر بن باذان کو قتل کر کے شادی رچائی تھی۔

میں اسود عنسی کے محل میں گیا اور اپنی چچا زاد بہن آزاد سے ملا اور کہا میری بہن، تم جانتی ہو کہ یہ منحوس شخص ہمارے لیے آفت کا پرنالہ ثابت ہوا ہے۔ اس کی تکلیفوں سے نہ ہم محفوظ ہیں اور نہ ہی آپ دیکھیے اس نے تیرے خاوند کو قتل کر دیا اور ہماری قوم کی دیگر عورتوں کو رسوا کیا بہت سے مردوں کو ہلاک کر ڈالا اور ان کے ہاتھ سے سلطنت چھین لی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا خط ہمیں موصول ہوا ہے جس میں خاص طور پر ہمیں اور عام طور پر تمام اہل یمن کو اس فتنہ کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

کیا آپ ہماری مدد کر سکتی ہیں؟

اس نے دریافت کیا میں آپ کی کیسی مدد کروں؟

میں نے کہا: اس کو یہاں سے نکلوا دینے کے لیے مدد کریں۔

اس نے کہا: میں اس کے قتل کرنے پر آپ کی مدد کروں گی۔

میں نے کہا: بخدا اس سے تو ہماری دلی مراد پوری ہو جائے گی۔ لیکن مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ کو خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔

اس نے کہا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے سیدنا محمد ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مجھے اپنے دین کے برحق ہونے پر ذرا برابر شک نہیں۔ میرے خیال میں اللہ تعالیٰ نے اس شیطان سے بڑھ کر ملعون کسی کو پیدا نہیں کیا۔ بخدا جب سے میرا اس سے واسطہ پڑا ہے اسے فاجر و فاسق ہی پایا نہ اس لعین کو حقوق کا

خیال ہے، اور نہ ہی کسی برائی سے باز آتا ہے۔

میں نے کہا: ہم اسے کسی طرح قتل کر سکتے ہیں۔؟!

اس نے کہا: یہ شیطان بڑا محتاط ہے۔ محل میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اس نے چوکیدار کھڑے نہ کیے ہوں۔

البتہ یہ کونے والا کمرہ اس کی پہنچ سے باہر ہے۔ اس کمرے کی بیرونی دیوار کھلے میدان کی طرف ہے آپ رات کی تاریکی میں اس بیرونی دیوار کھلے میدان کی طرف ہے آپ رات کی تاریکی میں اس بیرونی دیوار میں نقب لگائیں۔ اندر روشن چراغ اور ہتھیار پڑے ہوں گے، اور میں تمہارا انتظار کروں گی، پھر تم چپکے سے اس خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کر دینا۔

میں نے کہا محل کے اس کمرے میں نقب لگانا آسان کام نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان وہاں سے گزرے اور وہ چوکیداروں کو چوکنا کر دے۔ اس طرح صورت حال بگڑ جائے گی۔

بہن نے میری بات سن کر کہا: آپ کی بات صحیح ہے؟

ہاں! میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔

میں نے کہا وہ کیا؟!

اس نے کہا: تم کل ایک شخص کو مزدور کے روپ میں میرے پاس محل میں بھیجنا میں اس سے کمرے کے اندرونی جانب سے دیوار میں اتنا سوراخ کراؤں گی۔ کہ دیوار کا معمولی حصہ باقی رہ جائے گا۔ تم رات کو اسی جگہ نقب لگانا۔ تمہارے ہاتھ لگانے سے ہی دیوار میں سوراخ ہو جائے گا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

میں نے کہا بہت اچھی تجویز ہے۔

یہ منصوبہ بنا کر میں واپس آ گیا۔ آ کر اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی یہ منصوبہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے اور ہم نے اسی وقت سے تیاری شروع کر دی۔

پھر ہم نے اہل ایمان میں خواص کو اس منصوبے کی اطلاع دی اور انہیں راز سے آگاہ کیا اور ہم نے انہیں تیار اور چوکس رہنے کے لیے کہا۔ اور انہیں یہ بھی بتا دیا کہ کل فجر کے وقت تک انشاء اللہ ہم اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیں گے۔

جب رات کی تاریکی پھیل گئی اور وقت مقررہ قریب آ گیا میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ منزل کی طرف روانہ ہوا۔ دیوار کو نقب لگائی کمرے میں داخل ہو گئے۔ اندر پڑے ہوئے ہتھیار پکڑے چراغ ہاتھ میں لیا اور دشمن خدا کی آرام گاہ کی طرف چلے، میری چچازاد بہن دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے اشارہ کیا میں دبے پاؤں اندر داخل ہوا۔ وہ گہری نیند میں خراٹے لے رہا تھا میں نے اس کی گردن پر کاری وار کیا تو وہ بیل کی طرح دھاڑا اور ذبح کیے گئے اونٹ کی طرح تڑپنے لگا۔ جب چوکیداروں نے اس کی آوازیں سنیں تو خواب گاہ کی طرف لپکے اور کہنے لگے اندر سے یہ آواز کیسی آ رہی ہے؟

میری چچا کی بیٹی نے ان سے کہا: جاؤ آرام کرو گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ اللہ کا نبی ہے اب اس کی طرف وحی ہو رہی ہے۔ تو وہ منہ لٹکائے واپس لوٹ گئے۔

ہم محل میں طلوع فجر کے بعد میں محل کی دیوار پر چڑھا اور اذان دینا شروع کر دی۔

جب میں نے (اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ) کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا (واشھد ان لا سود العنسی کذاب) تا کہ مسلمان میرے اشارے کو سمجھ جائیں۔ یہ کلمات سنتے ہی مسلمانوں نے چاروں طرف سے محل پر حملہ کر دیا۔ اذان کی آواز سن کر چوکیدار چوکس ہو گئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

میں نے محل کی دیوار کے اوپر سے اسود عنسی کا سر نیچے پھینک دیا، اسود عنسی کے پیروکاروں نے جب اس کا سر دیکھا تو کمزور پڑ گئے اور ان کی طاقت ختم ہو گئی۔ جب مومنوں نے اس کا سر دیکھا تو نعرہ تکبیر بلند کیا اور دشمن پر زوردار حملہ کیا۔ طلوع آفتاب سے پہلے جنگ ختم ہو گئی اور مسلمانوں نے محل پر قبضہ کر لیا۔

طلوع آفتاب کے بعد جب چہار سو روشنی پھیل گئی تو ہم نے رسول اقدس ﷺ کی طرف قاصد روانہ کیا۔

جب یہ خوشخبری دینے والے قاصد مدینہ پہنچے تو انھیں پتہ چلا کہ کہ سرور عالم فخر موجودات نبی مکرم رسول معظم ﷺ گزشتہ رات اپنے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

قاصد حیرانی و پریشانی کی تصویر بنے ہوئے تھے کہ انھیں بتایا گیا کہ نبی اقدس ﷺ کو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسی رات آگاہ کر دیا تھا جس رات اسود عنسی کو قتل کیا گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا:

گزشتہ رات اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا ہے۔

اس کو ایک ایسے بابرکت شخص نے قتل کیا ہے جس کا تعلق ایک بابرکت گھرانے سے تھا۔

پیارے ننھے مجاہدو! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر وہ بانصیب اور باوقار شخص کونسا ہے کہ جس کو ایک دشمن خدا اور جھوٹے نبی کو اس کے محل میں قتل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

پیارے ننھے مجاہدو! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وہ بابرکت شخص کون تھا؟ اور کس کے مقدر میں یہ سعادت آئی۔ تو پھر سنیے۔

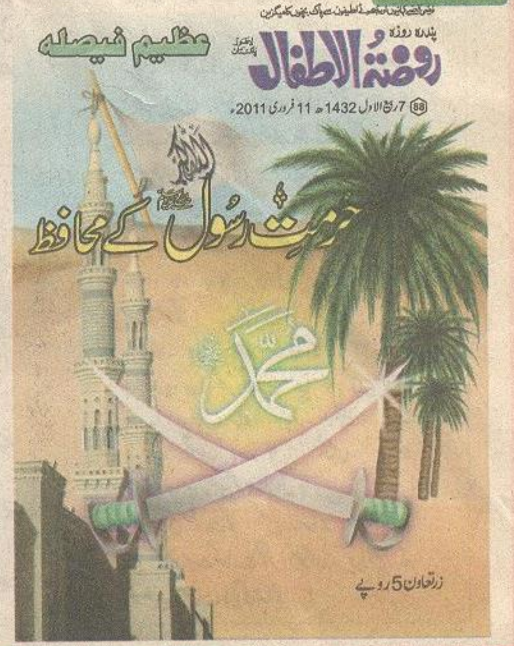
جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنے صحابہ کو خبر دی کہ اسود عنسی کو ایک بابرکت شخص نے قتل کر دیا ہے تو صحابہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ مبارک شخص کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "فیروز"

فیروز اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔

ننھے مجاہدو! اب آپ کو پتا چل گیا نہ اگر اس دشمنِ خدا کو محل میں قتل کرنے والے نبی ﷺ کے پیارے صحابی فیروز دیلمی ؓ تھے۔

شازیہ اکرم، بہاولپور



میسج کرو مگر......!

محمد عظیم حاصلپوری



ہم بھی روضہ کے قاری ہیں ایک شمارہ پڑھنے کے بعد دوسرے شمارے کا بے چینی سے انتظار ہمارا معمول بن چکا ہے، جب ہاتھ آتا ہے تو فوراسیٹھ جما کر بیٹھ جاتے ہیں اور سارے کا سارا پڑھ ڈالتے ہیں....؟ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ہم روضہ کے قاری ہونے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار اس کے لکھاری بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اپنا نام ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہی سارا پڑھ لیتے ہیں..... شکریہ بھائی عبد الوارث اور روضہ کے دیگر احباب کا جو ہمیں اس میں جگہ دیتے ہیں...اب کی بار ہمیں لاہور جانے کا اتفاق ہوا، بھائی عبدالوارث صاحب کی زیارت کا شرف بھی نصیب ہوا اور انہوں نے شمارہ نمبر (87) بھی عنایت کیا...واپسی دوران سفر سب کا سب پڑھ ڈالا...تمام مضامین اور کہانیاں بہت اچھی تھیں خصوصا کالی دیوی کی بھینٹ..جیسی کرنی ویسی بھرنی..اسلام کی بیٹی...اور پیاری بہنا اخت عبدالواسع کی تحریر تو کمال تھی جس نے ہلا کر رکھ دیا کہ ہم دن رات دوست واحباب کو تو بہت sms کرنے میں لگے رہتے ہیں مگر کائنات کی محبوب ترین ہستی جن سے محبت ودوستی کے بغیر ایمان کی تکمیل ناممکن ہے ان کے لیے فرشتوں کی سروس سے بہت ہی کم sms کرتے ہیں (یعنی آپ ﷺ پر بہت کم درود پڑھتے ہیں)..مگر میری بہنا....نے ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالی اور باقی پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا یہ ہمیں اچھا نہیں لگا...ہر نفع مند چیز کے کچھ مضر اثرات بھی ہوتے ہیں جیسا کہ موبائل کمپنیوں کی طرف سے sms کی سہولت...پیغام رسائی کا ایک آسان ترین راستہ جو خوشی اور غمی میں بروقت اور آسان بچت میں اطلاع کے لیے تھا مگر جب سے مختلف کمپنیوں نے sms پیکجز کی سہولت عوام کو دی ہے تو کتنے ہی نوجوان اسے اپنی حیوانی خواہش کی تکمیل، اور مزاحیہ میسجز ترتیب دے کر اپنے وقت کا بہت سا حصہ ضائع کرنے میں لگے ہیں جن میسجز کی بنیاد شریعت مطہرہ کے ساتھ مذاق اور جھوٹ تھی.... ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی اور روک تھام کے لیے واعظ ونصیحت بہت ضروری ہے....لیکن کچھ ایسے نوجوان بھی ہیں جنہوں نے اس سہولت کا درست استعمال کیا، مثلاً خوشی وغمی کی اطلاعات دوست واحباب اور عزیز واقارب تک پہنچانے کے لیے اور قرآن وسنت کی تبلیغ کے لیے اسے اہم ذریعہ بنایا..اسی سلسلہ میں ہمارے عزیز دوست مفتی صلاح الدین عجمی صاحب ہیں جنہوں نے گوجرانوالہ سے اسلامی میسج سروس کا آغاز کیا اور اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود صبح وشام قرآنی آیات، احادیث رسولؐ، بزرگوں کے اقوال اور نصیحت بھری باتیں دوسروں تک پہنچانے کی قابل قدر کوشش کی..اور کرتے رہتے ہیں..ان کے اس عمل کو ہمارے جماعتی اخبار ''جرار'' نے بھی کئی مرتبہ سراہا ہے..علاوہ ازیں وہ دوسروں کو اپنے اس ''جرار میسج سروس'' میں شمولیت کی دعوت بھی دیتے رہتے ہیں.... یہاں پر قرآن وحدیث اور اقوال الصالحین کے میسج کرنے والے حاصل پور کے ہمارے بھائی صغیر احمد گل صاحب کا تذکرہ نہ کرنا بھی بے انصافی ہوگی کہ جن کے روزانہ نماز فجر کے بعد مجھے اکثر دو عدد میسج وصول ہوتے ہیں..جو عموماً ایک قرآنی آیت اور دوسرا فرمان نبویؐ پر مشتمل ہوتا ہے....میں آج ان تمام بہن، بھائیوں کو جو اسلامی میسج کرتے ہیں (مثلاً جرار میسج سروس، الاصلاح میسج سروس، محمدی میسج سروس...وغیرہ) کو خوشخبری دینا چاہوں گا کہ جس کی بدولت وہ دعائے رسولؐ کے مستحق بن چکے ہیں ترمذی شریف کی حدیث ہے آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تروتازہ (خوش وخرم) رکھے جس نے میری حدیث سنی، یادرکھی اور ٹھیک اسی طرح دوسروں کو پہنچادی''

میرا پسندیدہ شعر

[عمیر، گوجرانوالہ]

اللہ تعالی ہمیں عطا کرے ......!!
وہ ایمان جس میں لذت ہو
وہ آنکھ جس میں حیا ہو
وہ زبان جس میں تاثیر ہو
وہ کان جس میں حق سننے کی صلاحیت ہو
وہ دل جس میں اللہ کا ڈر ہو
وہ سینہ جس میں قرآن ہو
وہ چال جس میں عاجزی ہو
وہ ہاتھ جس میں تلوار ہو
وہ شہادت جس میں قبولیت ہو
وہ قبر جس میں سکون ہو
اور وہ مکان جو رسول اللہ کے پڑوس میں ہو
آمین ثم آمین

رستے تیری بستی کے پراسرار بہت تھے
اور ان راہوں میں چھپے اسرار بہت تھے
اہل کشمیر! کے دکھ کا مداوا نہ کر سکا کوئی
یوں تو اس زمانے کے غم گسار بہت تھے

کشمیری بچے کی آواز

خطا میری کیا ہے کوئی تو بتائے..........!!
جفاؤں سے انجان معصوم بچہ
سدا کا میں مقہور و مظلوم بچہ
محبت ، مسرت سے محروم بچہ
ازل سے ہوں میں محکوم بچہ
خطا میری کیا ہے کوئی تو بتائے..........!!
میرے کودنے مچلنے کے دن تھے
ابھی پھولنے اور پھلنے کے دن تھے
حقیقت میں خوابوں کے ڈھلنے کے دن تھے
مگر میری قسمت کے جلنے کے دن تھے
خطا میری کیا ہے کوئی تو بتائے......!!
یہ کس نے میرے سارے پیاروں کو چھینا
میرے منہ سے کس نے نوالوں کو چھینا
میری آنکھ میں بسے خوابوں کو چھینا
میری آرزوؤں، امیدوں کو چھینا
خطا میری کیا ہے کوئی تو بتائے

نہ جب تک کٹ مروں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا
جو جان چاہو تو جان لے لو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہ نبی ﷺ کا جاہ و جلال دیں گے

[محمد قاسم گجر]

ہر اٹھا ہوا ہاتھ دعا کا نہیں ہوتا
ہر جھکا ہوا گھونگھٹ حیا کا نہیں ہوتا
دیے کا بار بار بجھ جانا
ہر بار قصور ہوا کا نہیں ہوتا

[حافظ انعام الرحمٰن گوجرانوالہ]

کردار کی عظمت کو کبھی رسوا نہ کیا ہم نے
دھوکے تو بہت کھائے لیکن دھوکہ نہ دیا ہم نے

[محمد طیب، پرنٹ ویو گوجرانوالہ]

گلدستہ

اچھے بچے

پیارے بچے سارے اچھے
کرتے اچھے اچھے کام
صبح اٹھ کر پڑھیں نماز
لیتے ہیں اللہ کا نام
قرآن مجید سبق سپارے
پڑھتے مسلم بچے سارے
ناخن کاٹیں بال کٹوائیں
دن میں وہ ہر حال نہائیں
کھیلتے ہیں پڑھتے ہیں
کسی سے نہ وہ لڑتے ہیں

حافظ محمد ریاض حسین میر محمدی

متکبرین کا انجام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

(مسلم شریف)

تکبر ایک ایسے مہلک مرض کا نام ہے جو پل بھر میں اعمال کو رائیگاں کر دیتا ہے۔ تکبر سے انسان تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سے دنیا میں بھی بربادی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ سورۃ نحل میں ارشاد ربانی ہے ”بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

اور جسے اللہ پسند نہ کرے اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا کہاں ہوگا؟

گھمنڈ اور تکبر ہلاکت و تباہی کو دعوت دیتا ہے۔ تواضع و انکساری مومن کی شان اور نجات کا سبب ہے۔ پس جو متکبر و مغرور ہوگا، بربادی و ہلاکت اس کا مقدر ہوگی اور جو متواضع اور منکسر المزاج ہوگا، دنیا میں بھی کامرانیوں کی منزل سے ہمکنار ہوگا اور آخرت میں بھی کامیابی اس کے قدم چومے گی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر حال میں ہمیں متواضع بنائے، تکبر اور گھمنڈ سے دور رکھے (آمین)

نوشین مظہر، گوجرانوالہ

اے خدا

اے خدا جب بھی تیرا آسماں دیکھتی ہوں
اس میں بسا اک جہاں دیکھتی ہوں
نہ جانے کتنے ہی جہانوں کی سیر کرتی ہوں
کھول کر جب تیرا قرآن دیکھتی ہوں
دیکھتی ہوں تیرے احسان کتنے ہیں بندوں پر
جب بھی سورۃ رحمٰن دیکھتی ہوں
تو تو کہتا ہے رگ جاں سے بھی ہوں قریب
پھر پریشاں کیوں آج کا انساں دیکھتی ہوں
اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا اے انسان
تجھ پر میں اس کی رحمت کا نشان دیکھتی ہوں

فاطمہ بنت عبداللہ، کھڈیاں خاص

لباس میں سادگی کو عادت بنائیں

”جس انسان نے طاقت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکساری کی بناء پر عمدہ لباس ترک کر دیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے تمام لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ تو ایمان کے لباسوں میں سے جس لباس کو چاہتا ہے پہن لے“

(صحیح ترمذی، البانی رقم 2481، کتاب صفۃ القیامۃ)

محمد امتیاز شوکت
چک نمبر 160 گ ب کالیکی

گلدستہ حدیث

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”کسی شخص نے کوئی کھانا اس کھانے سے بہتر نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھوں سے کما کر کھائے اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا کرتے تھے۔“

(بخاری شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ بندے کو حلال روزی کی تلاش میں محنت کرتا اور تکلیف اٹھاتا دیکھے۔“

(ترمذی)

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ”جس گوشت نے حرام آمدنی سے نشوونما پائی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

(مشکوۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ”لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جب آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ جو کچھ وہ پکڑ رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔“ (مشکوۃ شریف)

عنادل الیاس، ماچھی کھوکھر، سیالکوٹ

”دعا قبول ہوتی ہے“

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسے پا کر اللہ عزوجل سے کچھ مانگے تو اللہ عزوجل اس کو ضرور دے گا۔“

(صحیح مسلم ج ص ۲۸۱)

گوہر ظفر، میاں چنوں

نظم

مسلم پہ ظلم جب ہوتا ہے
دل خون کے آنسو روتا ہے
اب خواب سے مسلم جاگ ذرا
کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں
جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے
ہر کوئی وہی کل کاٹے گا
جو آج یہاں وہ بوتا ہے
مومن سے اگر ہو جائے خطا
اشکِ ندامت سے اسے پھر دھوتا ہے
رنج والمِ زمانہ اسے رلائیں کیونکر
سجدوں جو میں اکثر روتا ہے

محمد عبداللہ ورک، پھلوکی

☆توکل☆

☆ اگر توکل سیکھنا ہے تو پرندوں سے سیکھو کہ جب وہ شام کو گھر لوٹتے ہیں تو ان کی چونچ میں کل کے لئے کوئی دانہ نہیں ہوتا۔

اقراء ریاض ڈلوال

مہکتی کلیاں

☆ جتنی محنت خامی چھپانے کے لئے کی جاتی ہے، اتنی ہی محنت سے اس خامی کو دور کیا جا سکتا ہے۔

☆ جواب دینے میں جلدی نہ کرو، کہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

☆ اللہ تمہیں آزماتا ہے، کبھی کچھ دے کر اور کبھی کچھ لے کر، اس لیے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اقراء ریاض، ڈلوال

تحفہ دے کر واپس مت لو

”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”تحفہ واپس لینے والا ایسا ہے جیسے قے کر کے کھانے والا“ (بخاری و مسلم)

بنت سعید، سرگودھا

آج کا دن

☆ کیا آج ہم نے تمام نمازیں مسجد میں ادا کی ہیں؟
☆ کیا آج ہم نے نماز تہجد اور اشراق کا اہتمام کیا ہے؟
☆ کیا آج ہم نے اللہ کی کتاب قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کیا ہے؟
☆ کیا آج ہم نے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی ہے؟
☆ کیا آج ہم نے بری عادات، غیبت، جھوٹ وغیرہ سے بچنے کی کوشش کی ہے؟
☆ کیا آج ہم نے صبح و شام اور باقی اوقات کے مسنون واذکار کیے ہیں؟
☆ کیا آج ہم نے اپنے دوست، احباب اور رشتہ داروں میں سے کسی کو دین کی دعوت دی ہے؟
☆ کیا آج ہم نے کسی بھائی کو جہاد کے لیے تیار کیا یا اپنے دل میں میدان جہاد میں جانے کا جذبہ پیدا کیا؟

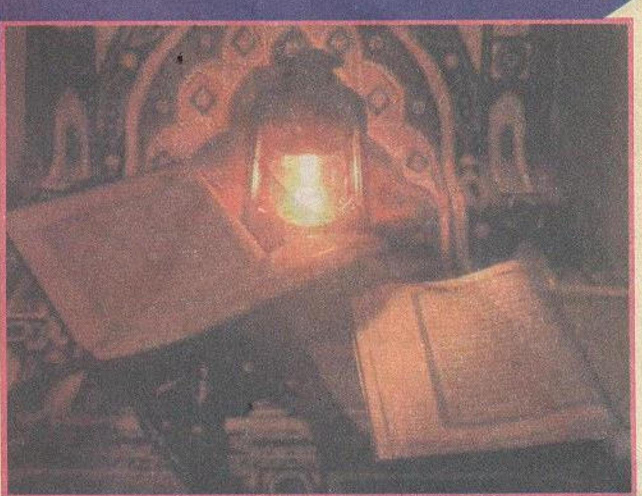
امیر حمزہ بلال خانیوال

رحمان کے مہمان

اخت طلحہ زبیر کراچی

عیسائی دنیا نے اسے صومالیہ کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے خفیہ مشن پر بھیجا تھا لیکن وہ جرمنی سے صومالیہ پہنچتے ہی مسلمانوں کے دین سے متاثر ہو گیا...... اور پھر صرف اللہ کی رضا کے لئے عیسائیت چھوڑ دی اور اس کی زبان سے کلمہ شہادت کا ورد جاری ہو گیا...... عیسائی دنیا میں ہلچل مچ گئی، انہوں نے اس سے تعلق توڑ دیے...... ادھر اللہ کی رحمت جوش میں آئی، اللہ کریم نے اس پر اپنے انعامات کی بارش کرتے ہوئے اس کو پہلے سے بہتر نعم البدل عطا کر دیا اور دنیا میں اس کے نام کو روشن کر کے ہر جگہ عزت و احترام، شرف و منزلت اور توقیر کو اس کا مقدر ٹھہرا دیا......

۳۶ سالہ جی میشیل عیسائیت کے اس تبلیغی مشن کا سربراہ تھا جو مغربی جرمنی سے ''کارروائی'' کے لیے صومالیہ آیا تھا چونکہ وفد کام کے لئے آیا تھا تو لازمی طور پر اس کا نام ''اندھے پن کی امراض کی روک تھام کا قومی منصوبہ'' رکھا گیا تھا، ڈاکٹروں کی جماعت میں میشیل چونکہ سب سے زیادہ ماہر تھا لہٰذا اس کا سربراہ بننا اور مزید منصوبے کا نگران بھی ہونا کچھ عجب نہ تھا۔ یہ وفد ۱۹۸۷ء کے دوران میں سال میں چلا۔ اس کے ذمہ براعظم افریقہ میں ''اندھے پن کی امراض کی روک تھام'' کے لیبل کے تحت عیسائیت کو پھیلانا تھا۔ میشیل کی صاف اور میٹھی گفتگو آگے آتی ہے کیونکہ وہ دل سے پھوٹ رہی ہے، اگر بات میں لکھوں تو میشیل کی بات سے صدق اور احساس کے لحاظ سے یقیناً مختلف ہو جائے گی۔ لہٰذا میں اسے آپ کے لیے چھوڑتا ہوں۔ جی میشیل کہتا ہے۔



مجھے صومالیہ اور صومالیوں میں رہ کر بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ اس لیے کہ وہ ہم سے بہت اچھے پیش آتے تھے یا اس لیے کہ ہم کو اس غریبی کا احساس تھا جس کی طرف وہ اپنے آپ کو منسوب دیکھتے تھے، گو کہ وہ اگر بہت مالدار بھی ہوتے۔ کیونکہ ان کے چہرے باوجود گندمی ہونے کے بہت پیارے تھے، جن کی ہر حرکت اور ان سے صادر ہونے والے ہر اشارے کی آسانی سے ترجمانی کی جا سکتی تھی۔ اس اہم جگہ پر رہ کر میری خوشی کے پیچھے بہت سی چیزیں کارفرما تھیں ظاہر ہے کہ کام میں میری مصروفیت کی بہتات، میری خوشی اور صومالی قوم کی طرف سے میرے بہت زیادہ احترام کی وجہ سے میں اپنا ''اصل مقصد'' بھول گیا جس کی وجہ سے میں اور پوری ٹیم آئی تھی۔ بڑی عجیب تیزی سے مسلمان میرے دوست بن گئے۔ وہ میرے متعلق پوچھتے رہتے اور میں ان کی خبر گیری میں لگا رہتا۔ ''اندھے پن کی امراض کی روک تھام'' میں میں نے اپنی جان لڑا دی۔ میں دس قسم کے حالات کے علاج میں نگرانی کرتا تھا، کسی بھی سڑک یا ہجوم سے گزرتے ہوئے سب زبانوں سے میرے لیے مدح و تعریف کے الفاظ نکلتے تھے۔ میں ان کے الفاظ کو سمجھتا تھا گو کہ وہ میری زبان میں نہ تھے لیکن یہ احساس کی زبان تھی۔

ضروری نہیں کہ ہر بات زباں سے کہہ دی جائے
زبان اک اور بھی ہوتی ہے اظہارِ تمنا کی

ان سب انتہائی مصروفیات کے دوران میں ''اندھے پن کی روک تھام'' میں عظیم کامیابیوں پر پندرہ ماہ گزرنے کے بعد مجھے جرمنی سے تنظیم کے صدر دفتر سے ایک تار موصول ہوا، جو دفتر جرمنی سے اس منصوبے کو چلانے کی نگرانی کرتا ہے! میں نے اپنے دل میں کہا ''شاید یہ عظیم خوشخبری ہو گی''، لیکن اس تار میں انہوں نے مجھے فوراً واپس پہنچنے کا حکم دیا تھا۔ ''شاید وہ میرے کام میں جان کھپا دینے پر شکریہ ادا کریں گے، شاید وہ مجھے اور پوری ٹیم کو انعامات دیں گے'' اس طرح کے خیالات تیزی سے میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ لیکن میں آپ کے سامنے ان کے مطالبے کی وضاحت ہی نہیں کر سکتا کہ جب انہوں نے مجھے ایک نیا تربیتی کورس کرنے کے لئے انگلینڈ پہنچنے کا حکم دیا۔ بقول ان کے یہ کورس مجھے اپنے مقصد کی کامیابی میں مدد دے گا۔ حالانکہ میرا مقصد پوری کامیابی سے جاری تھا، وہاں بڑے عمدہ طریقے سے کام ہو رہا تھا میرے جیسے آدمی کو اس کورس کا کیا فائدہ تھا جو اس سے پہلے تمام کورسز میں اول آ چکا تھا؟ میں وضاحت طلب نہ کر سکتا تھا بلکہ اس کے تحت میں ''جی'' سے زیادہ جواب نہ دے سکتا تھا میں انگلینڈ چل پڑا، وہاں میں نے پورا مہینہ گزارا اور مغربی جرمنی لوٹ آیا۔ مجھے صومالیہ واپس پہنچنے کے حکم کا انتظار تھا۔ ایک ہفتہ بعد مجھے تنزانیا جانے کا حکم ملا۔ اب دوسری مرتبہ میں تنزانیا بھیجے جانے کی وضاحت طلب نہ کر سکتا تھا جب کہ میں صومالیہ میں کامیاب تھا۔ چونکہ میں نے ان وجوہات پر بحث نہ کی تھی لہٰذا چار ہفتوں بعد انہوں نے مجھے تار بھیجا جس میں مجھے صومالیہ واپس جانے کا حکم تھا۔

میں خوشی سے رونے لگا۔

پیارے چہروں اور نرم دلوں سے جدائی کے پانچ ماہ بعد میں صومالیہ واپس پہنچا۔ میں نے فوراً منصوبے پر کام کا آغاز کر دیا۔ میں نے اپنی نگرانی اور کام کا پریکٹیکل شروع کر دیا۔

صومالیوں کو میرے واپس آنے پر ایسی خوشی ہوئی جیسے کسی مرض والے ایسے مریض کی آنکھ میں ہوتی ہے جس کا علاج پورا ہو چکا ہو۔ اگر مجھے مبالغے کا الزام نہ دیا جائے تو میں یہ بھی کہہ دوں کہ ان کو میرے آنے پر ایسی خوشی ہوئی جیسے نابینے کو اس کی نظر واپس آ جانے پر خوشی ہو۔ خصوصاً یہ چیز میں نے اپنے دوست ''محمد باہور'' سے محسوس کی۔ محمد باہور نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ وہاں اس کے خاندان اور پڑوس کے لوگوں نے بڑے عمدہ طریقے سے مجھے خوش آمدید کہا۔ ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے اچانک میں ایک آدمی پر متوجہ ہوا جو جدید انداز میں انگلش بول رہا تھا۔ مجھے اس پر بہت خوشی ہوئی اور میں مزید خوش ہوا جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ محمد کا والد ہے۔ یہی وہ غنیمت تھی جو ہاتھ آئی، یہی وہ دوسرا اور اہم مقصد تھا جس وجہ سے میں صومالیہ آیا تھا، جواب پورا ہوتا نظر آ رہا تھا۔ یہاں عیسائیت کی تبلیغ میں زبان بڑی نافرمان رکاوٹ بن کر کھڑی تھی لیکن اس طرح کا آدمی عیسائیت کی بشارتیں پہنچانے پر میری مدد کر سکتا تھا۔ خصوصاً جب کہ اس آدمی کا سب احترام بھی کرتے تھے اور اس کی ایسی عزت کرتے تھے کہ جیسے سب اس سے ڈرنے والے

ہوں۔

میں اپنے کام پر چل دیا۔ یہ بات تو ختم ہوئی اب میں محمد باہور کو تلاش کرنے لگا اس بات کی لالچ میں کہ وہ مجھے نئی دعوت پر بلائے تاکہ میری اس آدمی "چابی" سے ملاقات ہو جائے۔ وعدہ ہوا اور ملاقات ہو گئی۔ آغاز اچانک ہو گیا جب میرے بیٹھتے ہی اس آدمی نے سوال کیا کہ میرا بنیادی کاروبار اور شغل کیا ہے؟ میں نے کہا "میڈیکل۔" اس نے مجھ سے کہا: "قرآن کریم پیدائش و پرورش کے مراحل اور جو کچھ انسان میں تبدیلیاں آتی ہیں ان کی تفصیلاً تشریح کرتا ہے۔" وہ آدمی گویا پہلے ہی ایک اچھے موقع کے انتظار میں تھا۔ وہ بہت اچھی انگریزی زبان میں گفتگو کرنے لگ گیا۔ یہ کچھ اہم نہیں، لیکن اہم یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جو اس کے منہ سے نکل رہا تھا اس کو وہ ایک جذبے سے بول رہا تھا۔ میں وضاحت سے آپ کو بتا رہا ہوں کہ مجھے اس کتاب (قرآن مجید) کی حد درجہ مہارت پر رعب محسوس ہوا، جس کی عمر دنیا میں آنے کے بعد ۱۴۰۰ سال سے زائد ہے وہ بچے کی عورت کے پیٹ میں پرورش اور نشو و نما کی کیفیت کے حوالہ سے بات کرتی ہے۔ میں نے کئی سال پڑھا اور پر مشقت تجربے کیے پھر کہیں جا کر مجھے بچے کی نشو و نما کے مراحل کا علم ہوا تھا، لیکن جو کچھ اس آدمی نے بتایا تھا اس نے مجھے بہت کھینچا اور مجھے بہت پریشان کر دیا۔

حسب عادت میں نے اپنے دل کو تسلی دی اور آہستہ آہستہ اس رعب کی وجہ سے طاری گھبراہٹ ختم ہوئی اور تب کہیں جا کر سکون ملا اور میں سونے کے قابل ہو گیا۔ میں نے اپنے بعض ضروری کام ٹیم کے سپرد کر دیئے اور خود اس بات کو سوچنے پر لگ گیا کہ میں اپنے مقصد کے دوسرے حصے عیسائیت کی تبلیغ میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہوں؟ جیسے میں پہلے حصے اندے پن کی امراض کی روک تھام میں کامیاب ہوا تھا۔ یہ درست ہے کہ مجھے صومالیہ اور صومالیوں سے محبت ہو گئی تھی لیکن میں اپنے کام سے بھی محبت رکھتا تھا اور عیسائیت سے بھی، تو میں انہیں اس کی طرف کیوں نہ کھینچوں؟ میں انہیں عیسائی کیوں نہ بناؤں!!!؟ ایک نئی مجبوری بن گئی، محمد باہور سے پہلے میں درخواست کیا کرتا تھا کہ ان کو ملوں گا لیکن اب میری درخواست سے پہلے وہ اچانک مجھ سے درخواست کرنے لگا کہ اگر ممکن ہو تو میں اس کے باپ سے روزانہ ملاقات کروں کیونکہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور میرے ساتھ ہمیشہ بیٹھنا پسند کرتا ہے۔ مجھے پہلے تو خوشی ہوئی لیکن میں نے اپنے دل کو کہا "میں کیسے خوش ہوتا ہوں جبکہ میں اب تک اس پر قابو نہیں پا سکا وہی ہمیشہ (اسلام کے متعلق کوئی سوال کر کے) پہل کر دیتا ہے۔ کیوں نہ حملے اور جارحیت میں پہل کروں؟ میں آپ کو تیسری چوتھی اور پانچویں ملاقات میں پیش آمدہ تفصیلات بتا ہی نہیں سکتا۔ میں نے اپنے آپ کو مکمل گھیرا ہوا پایا۔ میں اس آدمی کے پاس جاتا...... میں مقابلے کے لیے مکمل تیار ہوتا...... لیکن اس کی گفتگو، اس کی سچائی، شرح و توضیح پر اس کی ممتاز قدرت اور گرفت نے مجھے ایسا بنا دیا کہ میں اس کے سامنے ایسا شاگرد لگتا تھا جو دین کے اسباق کو پہلی مرتبہ سن رہا ہو۔

میں نہ جانتا تھا کہ محمد باہور کے گھر کے پہلے سفر سے ہی عیسائی دنیا کی طرف سے میری نگرانی کی جا رہی ہے۔ لگتا ہے کہ یہ نگرانی انتہائی خفیہ تھی جو یہاں تک پہنچی کہ میڈیکل ٹیم کے افراد مجھ سے مباحثہ کرنے لگے اور مجھ سے مطالبہ کرنے لگے کہ میں مسلمانوں کے ساتھ گھر نہ جاؤں اور اس خاندان سے کوئی تعلق نہ رکھوں۔ نگرانی مکمل ہوئی رپورٹ مرتب کر کے جرمنی بھیج دی گئی جس کے نتیجہ میں مغربی جرمنی سے ایک فیصلہ جاری ہوا جس میں قطعی طور پر میرے اس مرکز کو فوری چھوڑنے کا حکم تھا۔ اس حکم کے نفاذ سے ایک روز قبل میں نے ایک اور فیصلہ دیکھا کہ "محمد باہور" کو جو ہمارے ساتھ کام کرتا تھا، اس کو کام سے بدل کر کسی اور جگہ بھیج دیا جائے۔

کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو مجھے "محمد باہور" سے، اس کے باپ سے، اس کے خاندان اور تمام صومالیوں سے محبت رکھنے سے روک سکے۔ میں چند روز موغادیشو میں رہا، میں رات کو کھسک جاتا، کسی اور ٹرک پر سوار ہو کر محمد کے رہائش والے گھر میں پہنچ جاتا لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر نہ چلا۔ جرمنی سے "اس" مشن کے سربراہ نے علاقہ میں قانون نافذ کرنے والے ادارے کے کسی سربراہ کو بڑی رقم بھیج دی۔ یہ اس لیے تھی کہ مجھے اس علاقے میں پہنچنے سے روکا جائے۔ جب میں دیگر ذمہ داران کو اس کام میں ایک گونہ مہارت اور فائدہ کی بنا پر راضی کرنے میں کامیاب ہو گیا تو............

ایک تکلیف دہ خبر آئی کہ "محمد" کو میرے ساتھ تعلق کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا ہے، میں محمد کی وجہ سے بہت رویا۔ مجھے بہت دکھ ہوا کہ میں اس کے والد کے ساتھ اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر بات انتہا تک نہ پہنچا سکا تھا۔ میں اس کو انتہا تک پہنچانا چاہتا تھا یا زیادہ واضح معنوں میں ابتداء تک۔ انتہا تو ان شکوک کی تھی جو اس آدمی کی باتوں سے میری عقل و فکر میں دوڑنے لگے تھے یا ابتداء کسی نئے سفر اور نظریہ کی۔ اسی دوران میں جرمن عیسائی مشن کی طرف سے ایک اور تار آیا جس میں مجھے انہی دنوں میں فوری صومالیہ چھوڑنے اور تفریحی چھٹیاں گزارنے کے لیے کینیا پہنچنے کا حکم دیا گیا۔

میں نے اپنے بعض کاغذات مرکز والی جگہ سے لینے کا بہانہ کیا۔ میں نے قانونی ذمہ دار کو اس کی درخواست دی اور فوراً محمد باہور کے گھر گیا۔ میں نے اس گھر میں غیر معمولی خوشی دیکھی۔ مجھے اس کے والد نے کہا "تو خیر اور برکت والے مہینے کے آغاز پر آیا ہے" میں نے اس مہینے کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا کہ "یہ رمضان المبارک ہے۔" میں نے سحری کا کھانا ان کے ساتھ تناول کیا۔ فجر سے کچھ پہلے میں نے دیکھا سب علاقہ نماز کے لیے نکل آیا ہے۔ میں ان کے پاس پورا دن رہا میں نے مجبوراً ان کے دین کے حکم کے احترام میں پورا دن اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ کھانے اور پینے کو بند کر دیا۔ نیروبی (کینیا) میں ایئرپورٹ پر میرا ایک شخص نے استقبال کیا اور مجھے بتایا کہ میں ہوٹل کے بجائے ایک بڑے گھر میں ٹھہروں گا۔ یہ میری واضح عزت افزائی تھی لیکن چند ہفتوں بعد مجھے ایک اور تکلیف دہ خبر ملی، تار موصول ہوا جس میں تھا "امن و امان کی وجہ سے تم دوبارہ کبھی صومالیہ واپس نہیں جا سکتے۔" کیوں؟ اور کیسے؟ یہ فیصلہ کس کے مفاد میں تھا؟ مجھے کوئی نہ ملا جو میرے سوالات کے جوابات دے، میں کچھ دیر پرسکون ہوا۔ مجھے اپنے ساتھ محمد اس کے والد اور اس کے خاندان کا کریمانہ برتاؤ یاد آ گیا۔ مجھے صومالیہ کے وہ تمام چہرے یاد آنے لگے جن سے میں ملا تھا۔ اسی دوران میں مجھے اپنے والد کا گرما گرم خط ملا جس میں مجھ سے جس قدر جلد ممکن ہو جرمنی لوٹ آنے کا مطالبہ تھا۔

خط کی سطریں کہہ رہی تھیں یا سمجھا رہی تھیں کہ میرے باپ کو وہ باتیں سمجھ میں آ گئی ہیں جو میرے صومالیہ کی طرف سفر کرنے کی صورت میں سنگینی کا باعث بنیں گی۔ مجھ پر یہ عقدہ بھی کھل گیا کہ مغربی جرمنی کی حکومت کے پاس میرے اور میرے تمام کاموں اور تعلقات کے متعلق تفصیلی ریکارڈ موجود ہے اور میرے متعلق اس نے آخری فیصلہ کر لیا ہے۔

میں نے موازنہ کیا، جو کچھ جرمنی میں اور جو کچھ صومالیہ میں ہو رہا ہے کہ لوگوں کو میرے متعلق دلچسپی ہے اور ان کو بڑی بے چینی ہے اور وہ مسلسل میرے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں نے اپنے دل کے دروازے کو ان باتوں سے بند کر لیا اور میں نے ان اسباق کو دہرانا شروع کر دیا جو میں نے محمد کے باپ سے سنے تھے۔

میں نے ایک سفید عمدہ کاغذ پکڑا، قلم نکالا اور اپنی مغربی جرمنی کی حکومت کو یہ تار لکھ بھیجا:

"پورے طور مطمئن رہو! ہر چیز اپنے مقصد کو پہنچتی ہے، میں عنقریب اسلام کو اپنا لوں گا۔"

میں نے اپنا خط لیٹر بکس میں ڈال دیا تاکہ میں بے چینی اور کشیدگی کے اس سفر کو ختم کر دوں، جب میں لیٹر بکس کی طرف جا رہا تھا گویا کہ میں شب عروسی کا دولہا تھا۔ میں نیروبی میں اپنے دوستوں کے پاس گیا میں نے ان کو کہا "میں نے صومالیہ واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے خواہ اس کے لئے مجھے کیسی ہی تکلیف اٹھانی پڑے، میں اس کے لئے تیار ہوں، میں بہت جلد جاؤں گا گو کہ اس کے باعث مجھے قتل بھی کر دیا جائے۔" میری عادت تھی کہ میں جو فیصلہ کر لیتا اس کو میں کبھی واپس نہ لیتا تھا۔ سوائے پہنے ہوئے کپڑے کے، میں نے اپنی تمام اشیاء اور ملبوسات کو بیچ دیا، تین جوتے میں نے اپنے پاس رکھے تھے میرے لیے ممکن ہو گیا کہ ان کے عوض میں میں ایمان کا ٹکٹ خرید لوں۔ جی ہاں! میں موغادیشو پہنچ گیا اور وہاں سے سیدھا باہور کے باپ کے گھر۔ جب اس نے مجھے گلے لگایا تو میں نے فوراً اس کے کان میں کہہ دیا:

"اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله"

میری زندگی کے بہترین
"تین مہینے"

یہ ہمارے مرکز القادسیہ کے ادارے (المعہد العالی للبنات) میں گزرے "دورہ تفسیر" (علمی کورس) کے ایام کی روئیداد ہے۔ ہم نے وہاں تین ماہ میں اتنا کچھ سیکھا کہ شاید تین سال میں یا اس سے زیادہ عرصہ میں بھی نہ سیکھ پاتے اور یہ سب ہمارے اساتذہ کی محنتوں کا ہی نتیجہ تھا ہمارے اساتذہ جن کے لیے دل ہمیشہ تشکر کے جذبات سے لبریز رہتا ہے اللہ انھیں جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

سب سے پہلے امیر محترم ﷾ اور آپا جان کے شکر گزار ہیں جنھوں نے ہمیں ہر طرح کی آسانی و سہولت مہیا کی اور ہر طرح کے بہتر انتظامات فرمائے اللہ ان کو جزا دے۔

آپا جان جو خود علیل ہونے کے باوجود ہم سے پہلی بات یہی کرتیں کہ "بچو! ٹھیک ہو، کسی قسم کی کوئی پریشانی تو نہیں؟" اللہ تعالیٰ! انھیں امیر محترم اور ہمارے تمام اساتذہ کو صحت و عافیت سے نوازے۔ (آمین) اس کے علاوہ ہمارے استاذ محترم انس مدنی صاحب جو مسلسل ہمیں ساڑھے تین گھنٹے بلا تکان پڑھاتے اور اتنا اچھا پڑھاتے کہ ہمیں لگتا ہی نہ تھا کہ ہم اتنی دیر سے پڑھ رہے ہیں۔ ہم ان کی ہمت پر حیران رہ جاتے تھے، اللہ دین کے معاملے میں ان کو اور ہمت سے نوازے (آمین) ان کی جس بات سے ہم سب سے زیادہ متاثر ہوتے وہ احادیث کے حوالے دینا تھا۔ ہر بات حوالے سے کرتے اور ہمیں بھی اس عادت کو اپنانے کی نصیحت کرتے تھے۔

آج اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسی نصیحت کی بدولت جو بات ہم کریں تو پہلے حوالے کی فکر پڑ جاتی ہے، پہلے حوالہ ڈھونڈو پھر بات کرو۔ بذریعہ اسپیکر ہم پڑھتے تھے، دین سیکھنے کا یہ اعلیٰ نظام بس یہیں پایا جو نہ کبھی کسی سکول میں دیکھا نہ مدرسہ و جامعہ اور نہ ہی کسی کالج میں۔ ان کے علاوہ ہماری باقی اساتذہ جنھوں نے ہماری تجوید، عقیدہ، عربی گرامر، سیرت، تقریر پر عبور کے لیے اپنے دن رات ایک کر دیے، ان کی آنکھیں جب جب ہماری طرف اٹھتیں امیدوں سے بھری ہوتیں اور ان کے لبوں پر ہمیشہ ایک ہی بات ہوتی کہ آپ نے یہ سب کچھ اتنا بہتر سیکھ کر جانا ہے کہ آگے جا کر دعوت الی اللہ کا کام کر سکیں اور کفر کے خلاف بھائیوں کو جہاد کے لیے تیار کر سکیں۔ اللہ ہمیں ان کی امیدوں کے تحت ان کے جیسا باہمت کر دے تاکہ ہم بھی ان کی طرح دن رات اسلام کے لیے کام کر سکیں۔ انھوں نے ہمیں ہمارے ماں باپ کی کمی کو محسوس نہ ہونے دیا اور بہت خیال رکھا۔ اللہ انھیں ان کے قدم قدم کے بدلے نیکیوں سے نوازے۔

ہماری نگران باجی جنھیں دیکھ کر ہم سوچتے تھے یا اللہ تیرے اتنے سادہ، مخلص اور نیک بندے بھی دنیا میں ہیں جو دن رات دین کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔ اللہ انھیں بھی اجرِ عظیم سے نوازے۔ انھوں نے بھی ہمارا بے حد خیال رکھا۔

ان سب لوگوں کے بارے میں سوچنے لگیں تو دل محبت و احترام کے جذبہ سے بھر جاتا ہے واقعی جب کسی رشتہ کی محبت میں "دین کی محبت" شامل ہو جائے تو وہ جذبۂ محبت پاور فل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو علم اور عمل میں دنیا کے لیے مثال بنا دے۔ یہ ہمارا دورہ کہنے کو تو تین ماہ پر مشتمل تھا لیکن یہ تین ماہ کیسے گزر گئے پتہ ہی نہ چلا۔ ہم نے جب دورہ کے اختتام پر "ضیافہ" سے قدم باہر نکالے تو اس مردہ بکری سے بدتر دنیا میں نکلنے کو دل ہی نہ چاہا لیکن جو اللہ کی مرضی، آج اس دورے کو ختم ہوئے تقریباً 7 ماہ ہو چکے لیکن ہم دن رات تصور کی دنیا میں وہیں بھٹکے پھرتے ہیں اور قادسیہ ہر لمحہ ہماری یادوں اور دعاؤں میں شامل ہے۔ اللہ اس مرکز کی اور ہمارے تمام اسلامی مراکز کی اور ان میں کام کرنے والے امراء مسئولات، کارکنان، طلباء و طالبات اور اساتذہ کی حفاظت فرمائے اور ہمارے اساتذہ کو ہمت، ثابت قدمی اور اخلاص سے نوازے، ان سے دین کا مزید کام لے۔

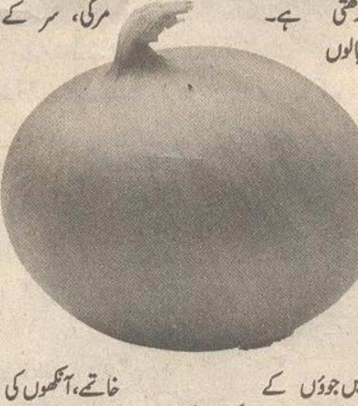
اور آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے ان تاثرات میں تاثیر دے کہ پڑھنے والوں کے دل میں اس دورے کا شوق اور جذبہ پیدا ہو کیونکہ

یہ چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

[صبیحہ، عاقبہ، سمیرا عبدالغنی۔ بہاول پور]

پیاز......! صحت بخش غذا

پیارے بچو! پیاز ایک مفید غذا اور عام سبزی ہے۔ اس کے استعمال سے سالن گاڑھا، خوش ذائقہ اور خوشبودار ہو جاتا ہے۔ اس میں مختلف حیاتین ہونے کی وجہ سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کی چار سو سے زائد اقسام ہیں۔ تاہم دو اقسام بہت مشہور ہیں۔ جنگلی اور بستانی۔ جنگلی پیاز کے پتے چوڑے اور ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ بستانی قسم کھانے کے کام آتی ہے۔ پیاز کو عام طور پر ادویات میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پیاز کو عربی میں "بصل" پنجابی میں گنڈا، فارسی، اردو میں پیاز سندھی میں بصر اور انگریزی میں Blub Onion کہتے ہیں۔ پیاز میں لہسن کی طرح فاتونیائڈ (ایک تیز بودار تیل) موجود ہے، جس میں گندھک کی کافی مقدار پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ جراثیم ہلاک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جبکہ قدیم اطباء پیاز کو آواز سریلی کرنے، حافظے کو تیز کرنے، ہڈیوں کو جوڑنے اور رنگ نکھارنے کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ روم کا بادشاہ "یزد" آواز کو حسین بنانے کے لیے روزانہ پیاز کھاتا تھا۔ عالمی ادارہ صحت نے بھی اس کے استعمال کو انسانی ضروریات قرار دیا ہے۔ پیاز کو موسم برسات میں استعمال کرنے سے موسمی بیماریوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ پیاز کو بطور غذا سال بھر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چٹنی، اچار، سلاد کی صورت میں استعمال کا رجحان بھی عام ہے۔ پیاز مختلف امراض کے خاتمے کے ساتھ حفاظتی تدابیر کے لیے شافی اثر رکھتی ہے۔



مرگی، سر کے بالوں میں جوؤں کے خاتمے، آنکھوں کی خارش، کان کے درد، نکسیر، گلے کے درد، خناق، نزلہ و زکام، کھانسی نظام ہضم کی خرابی اور ہیضے کے علاوہ کئی اہم بیماریوں میں بطور علاج پیاز کا استعمال مفید ہے۔ کان میں درد ہو تو سفید پیاز کا نیم گرم پانی، انڈے کی سفیدی برابر وزن لے لیں چند قطرے ڈالیں۔ فوراً کان کے درد میں افاقہ ہو گا۔

دست اور پیچش کی صورت میں پیاز کا پانی 12 گرام، ست کو کنار 1 رتی ملا کر پلا دیں فوری آرام آئے گا۔

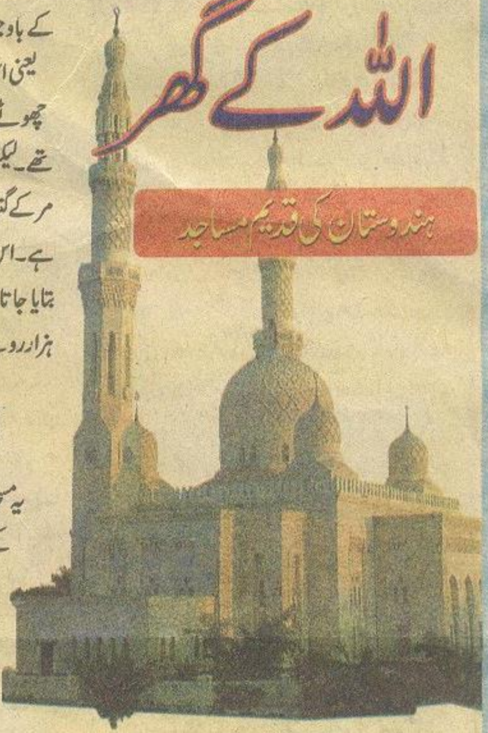
پیاز کا پانی دو قطرے ناک میں ٹپکائیں نکسیر بند ہو جائے گی، جبکہ پیاز کو بہ طور نسوار سونگھنے سے بھی نکسیر بند ہو جاتی ہے۔ گردوں و مثانہ کی پتھری کے لیے پیاز کا پانی 25 گرام، سادہ پانی میں صبح نہار منہ 15 دن تک مسلسل استعمال کریں۔ پتھری ریزہ ریزہ ہو کر پیشاب کے راستے خارج ہو جائے گی۔ ہاضمے کی خرابی دور کرنے کے لیے پیاز، انار دانہ، پودینہ تازہ، دھنیا تازہ، زیرہ سفید، فلفل سیاہ حسب ضرورت لے کر گھوٹ کر چٹنی تیار کر کے کھانے کے ساتھ کھائیں، ان شاء اللہ افاقہ ہو گا۔

پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے کچا پیاز کھانے سے منع کیا ہے اور کچا پیاز کھا کر مسجد آنے سے منع فرمایا ہے۔ کیوں کہ کچا پیاز کھانے سے منہ میں بدبو آتی ہے جس سے دوسرے افراد کو بھی تکلیف ہوتی ہے فرشتوں کو بھی۔ اس لیے ہمیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ کچا پیاز نہ کھائیں۔

[ملک محمد لقمان، ٹوبہ]

اللہ کے گھر

ہندوستان کی قدیم مساجد



موتی مسجد

یہ مسجد لال قلعہ کے اندر ہے اور مسجد بیت (یعنی گھر والوں کی مسجد) کی حیثیت رکھتی ہے۔ شاہ جہاں کے زمانہ میں لال قلعہ میں کوئی مسجد نہیں تھی اور بادشاہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے جاتا تھا۔ بعد میں اورنگ زیب نے قلعہ میں باغ حیات بخش سے متصل یہ مسجد بنوائی۔ موتی مسجد پوری کی پوری سنگ مرمر کی ہے۔ حتیٰ کہ فرش در و دیوار اور محراب وغیرہ سب کے سب سنگ مرمر کے ہیں اور ان پر مختلف قسم کے پتھروں کی پچی کاری ہے اور خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں چھوٹی ہونے کے باوجود اس میں مسجد کے تمام اوصاف موجود ہیں۔ یعنی اس مسجد کے تین در ہیں بہت ہی خوشنما چھوٹے چھوٹے دو مینار ہیں۔ تین گنبد ہیں جو پہلے سنہرے تھے۔ لیکن اب یہ سنہرے گنبد نکل گئے ہیں اور سنگ مر مر کے گنبد لگ گئے ہیں اس مسجد کے صحن میں ایک حوض ہے۔ اس مسجد میں شمال کی جانب ایک حجرہ بنا ہوا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس مسجد کی تیاری میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں۔

مسجد زینت المساجد

یہ مسجد لال قلعہ کے باہر جنوب مغرب کی طرف دریا کے کنارے ہے اسے عالمگیر کی بیٹی زینت النساء بیگم نے 1710ء میں بنوایا تھا اور اس میں اپنے دفن ہونے کی جگہ بھی رکھی تھی۔ وہیں پر وہ بعد میں دفن ہوئی۔ یہ مسجد بہت خوبصورت ہے اور پوری لال پتھر کی ہے۔ تین گنبد سنگ مرمر کے ہیں ان پر کالے پتھر کی دھاریاں نکالی گئی ہیں۔ مسجد کے دو مینار لال پتھر کے ہیں اور ان پر سنگ مرمر کی دھاریاں ہیں۔ سات در ہیں۔ صحن میں ایک حوض ہے جس میں کنوئیں سے پانی آتا تھا۔ یہ مسجد بہت ہی خوبصورت ہے لیکن لطافت و نزاکت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اس کی وہ حیثیت نہیں ہے جو شاہ جہانی دور کی دوسری مسجدوں میں نظر آتی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ مسجد خوبصورت نظر آتی ہے۔

سنہری مسجد

یہ مسجد لال قلعہ اور فتح پوری کے درمیان فوارہ کے پاس کوتوالی کے قریب ہے۔ اس مسجد کو نواب روشن الدولہ ظفر خان نے محمد شاہ کے عہد میں 1721ء میں بنوایا تھا۔ یہ مسجد بھی بہت خوش قطع اور خوبصورت ہے۔ اگرچہ یہ چونے اور پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ لیکن اس کے گنبد سنہرے ہیں اور بہت خوبصورت ہیں حالانکہ اب شکستہ ہو چکے ہیں مسجد کے نیچے دکانیں ہیں۔ انھیں کے برابر مسجد میں جانے کے لیے زینہ بنا ہوا ہے۔ اس طرح یہ مسجد دکانوں کی چھت پر بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

تحریر: دعا لاہور

سونف

بنت محمد اکرم بودلہ، دیپال پور

موسم بہار میں اس کے پھل اور پھول لگتے ہیں۔ لہلہاتے کھیتوں میں اس کا تین چار فٹ لمبا پودا اوپر گول چھتری نما حلقہ بناتے ہوئے لمبے لمبے بیج اپنی دلفریب خوشبو کے ساتھ عجب نظارہ پیش کرتے ہیں۔

مئی کے مہینے میں اس کے بیج کاٹ کر منڈیوں میں فروخت کے لیے لائے جاتے ہیں۔

سونف میں گوشت بنانے والے روغنی اجزاء کے ساتھ ساتھ کیلشیم، سوڈیم، فاسفورس، تانبہ اور فولاد کے اجزاء شامل ہوتے ہیں۔

دماغ کی کمزوری اور سردرد کے لیے چاہے کتنا ہی پرانا درد کیوں نہ ہو اور اعصاب میں چستی پیدا کرنے کے لیے سونف آدھ سے ایک تولہ کشمش میٹھی ایک تولہ سے دو تولہ اور بڑی لاچی ایک سے تین تک رگڑ کر بطور سردائی میٹھا ملا کر صبح یا شام کسی وقت سردائی کے ساتھ کشتہ مرجان ایک دو رتی چند ہفتے استعمال کرنے سے دماغ مضبوط اور درد رفع ہو جاتا ہے۔

جب پیٹ میں ہلکا پھلکا درد ہو، بھوک کم لگے اور کھانے کا بوجھ دیر تک معلوم ہوتا ہو تو سونف کے بیج اور دیسی اجوائن برابر وزن کوٹ کر ذائقے کے لیے سیاہ نمک ملا کر شیشی میں محفوظ کر لیں۔ دونوں وقت کھانے کے بعد تین سے نو ماشے تک چند دن استعمال کریں اور عمدہ صحت کا لطف پائیں۔



جن افراد کا حافظہ کمزور ہو یا دور نزدیک کی نظر کمزور اور عینک لگاتے ہوں تو سونف 250 گرام لے کر اس میں 250 گرام گاجر کا جوس ملا کر برتن میں رکھ کر اس کے اوپر چھلنی جما کر دھوپ میں رکھیں۔ خشک ہونے پر اسی طرح دو مرتبہ اور پانی ملا کر خشک کر لیں پھر اس سونف کو پیس کر چوتھا حصہ مغز بادام ملا کر دس دس گرام وزن کے لڈو بنا کر محفوظ کر لیں۔

جسمانی ڈیل ڈول اور ہاضمے کے مطابق صبح ایک سے تین لڈو تک دودھ، چائے، یا دہی کی لسی کے ساتھ دو سے چھ ماہ تک متواتر کھا کر عینک اتار ڈالیں اور سر درد سے ہمیشہ کے لیے نجات پائیں۔ ان شاء اللہ اس کے علاوہ سردیوں کے موسم میں سونف ایک بہترین غذا ہے۔ آدھا کلو دودھ میں ایک چھٹانک سونف ابال کر اس دودھ کو چھان کر پینے سے سردیوں کے مضر اثرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔



فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

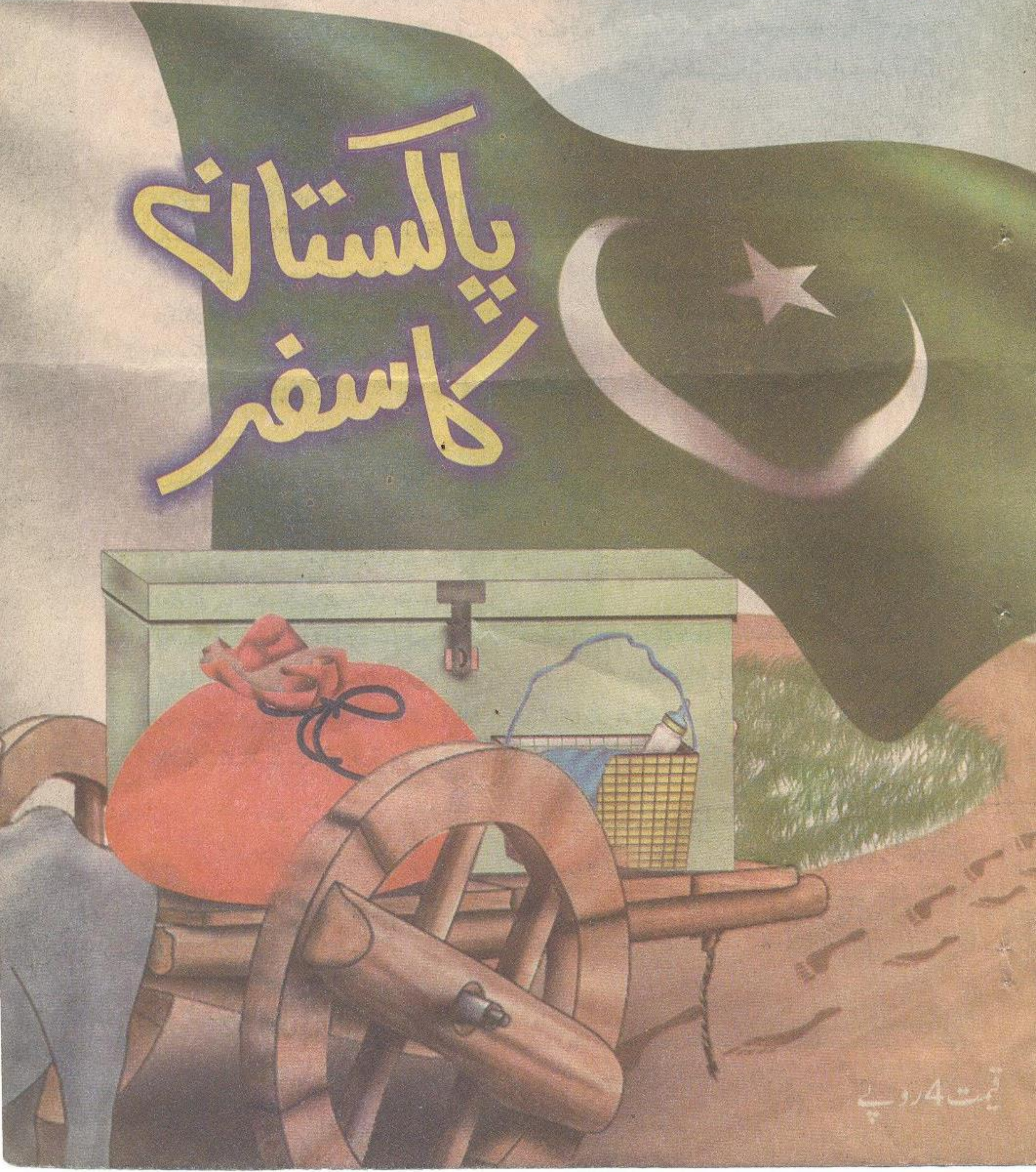
پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

76

۲۴ شعبان ۱۴۳۱ھ ۶ اگست ۲۰۱۰ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری بات

پیارے بچو! السلام علیکم......................

پاکستان بھر میں ان دنوں بارشوں کا سلسلہ جاری ہے، بارشوں کی وجہ سے پاکستان کے بہت سے علاقے سیلاب کی زد میں ہیں۔ گاؤں اور دیہات پانی میں بہہ گئے ہیں، بڑے بڑے شہر ڈوب گئے ہیں، ہزاروں لوگ جاں بحق ہوگئے ہیں۔ لاکھوں بے گھر ہوگئے ہیں۔ مکان ڈھہ گئے ہیں اور فصلیں تباہ ہو گئی ہیں، مال اسباب سب ختم ہوگیا ہے جو موت سے بچ گئے ہیں وہ کھانے کو ترس رہے ہیں، سینکڑوں میل تک پھیلے پانی میں جہاں کوئی ٹیلہ ہے وہاں لوگ جمع ہیں، کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے۔

وہ لوگ سب مصیبت میں پھنسے ہماری مدد کے منتظر ہیں، ان کی آنکھیں ہماری طرف اٹھیں ہیں، وہ بے بسی میں ہماری راہ دیکھ رہے ہیں کہ کب ہم ان کی مدد کو پہنچتے ہیں، ان کے دکھ میں شریک ہوتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں، ان کے درد کا مداوا کرتے ہیں، انھیں اس پریشانی اور دکھ میں سہارا دیتے ہیں۔

پیارے دوستو!

اگر اللہ نے ہمیں اس مصیبت اور دکھ سے بچالیا ہے، جس کا شکار اس وقت ہمارے بھائی ہیں تو ہمیں اس وقت میں اپنے مسلمانوں بھائیوں کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑنا چاہیے، ان کی ہر حال میں مدد کرنا ہمارا فرض بھی ہے اور ہم پر قرض بھی۔ اگر مشکل کی اس گھڑی میں ہم نے ان کا ہاتھ تھام لیا تو اللہ رب العزت کبھی بھی ہمیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا، ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ ''جو بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔''

تو دوستو!

آیئے اس دکھ کی گھڑی میں ہم اپنے بھائیوں کا سہارا بنیں۔ ہم اپنے اپنے حصے کا فرض پورا کریں اور اس قرض کو اتاریں ہرگز یہ مت سوچیں کہ ہم چھوٹے ہیں اور کوئی بڑا کام نہیں کرسکتے، یادر کھیے پانچ فٹ کا پاؤں ہی لمبی سے لمبی مسافت طے کرتا ہے اور یہ انسان کے اندر جذبہ ہی ہوتا ہے جو انسان کو ہر مشکل کام میں کامیاب کرتا ہے۔ آیئے! جذبہ ایمانی سے سرشار ہوکر ہم اپنے رشتے داروں گلی محلے، دوست احباب سب سے مل کر ان دکھی بھائیوں کی طرف ہر وہ چیز پہنچائیں، جن کی متاثرین سیلاب کو ضرورت ہے۔

پیارے دوستو! فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے بھائی پاکستان بھر میں ہر جگہ سیلاب زدگان کی مدد کو پہنچ کر ان کا دکھ بانٹ رہے ہیں، انھیں سہارا دے رہے ہیں، لباس، ادویات اور کھانا مہیا کر رہے ہیں، آیئے......! ان بھائیوں کے دست بازو بنیں اور جماعۃ الدعوۃ کے مسئولین سے مل کر ان بھائیوں کی بھرپور مدد کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو، فرصت کے اس وقت میں سستی اور آرام کہیں ہمیں اس فرض سے پیچھے چھوڑ دے، اور ہم سے وہ کوتاہی سرزد ہو جائے جس کا ازالہ پھر نہ ہوگا۔ اللہ کے لیے ان بھائیوں کا سہارا بنیں جو بے بسی سے ہمیں پکار رہے ہیں۔ وہ اللہ ضرور ہمارا بھی سہارا بنے گا۔

والسلام

آپ کا بھائی **عبدالوارث ساجد**

E.mail: rozaah@hotmail.com

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

آفس: 042-38720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945



گلدستہ احادیث

بے انتہا اجر والے کلمے

سیدنا ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے ایک مرتبہ یوں کہا یَا رَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِلْجَلَالِ وَجْھِکَ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ.

''اے رب تیری تعریف ہے جیسے کہ لائق ہے تیرے چہرے کی عظمت کے اور تیری عظیم بادشاہی کے ساتھ۔''

فرشتے گھبرا گئے انھوں نے کہا کہ اس آدمی کو کتنا اجر دیا جائے اس نے تو بہت بڑی بات کہہ دی فرشتوں نے اللہ سے پوچھا کہ اس آدمی کو کتنا اجر یا ثواب دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آگے سے جواب دیا کہ اس کو یونہی لکھ دو جب میری اس بندے سے ملاقات ہوگی تو اس کا اجر و ثواب میں خود ہی اس کو دے دوں گا۔ (ابن ماجہ)

[مریم اکرام، صادق آباد]

اپنے سے کمتر کو دیکھو

❁ سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ اپنے سے غریب کو دیکھو اور اپنے سے امیر کو نہ دیکھو کیونکہ اس سے تم اللہ کی نعمت کو حقیر نہ سمجھو گے۔ (متفق علیہ)

❁ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب تک آدمی ہمسائے کے لیے وہ کچھ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے مسلمان نہیں ہوتا۔ (متفق علیہ)

❁ ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن کر چھا جائے گا۔ (متفق علیہ)

[ساجدہ نذیر، آسیہ نذیر، جہلم]

سورۃ فاتحہ

سیدنا ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت جرائیل ؑ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ انھوں نے اوپر دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: یہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے اور آج ہی کھولا گیا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ برآمد ہو۔ تو حضرت جرائیل ؑ نے کہا کہ یہ فرشتہ آج ہی زمین کی طرف اترا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ پھر اس فرشتے نے حضور ﷺ کو سلام کیا، اور کہا۔ آپ کو بشارت ہو کہ آپ کو دو ایسے نور عطا کیے گئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے اور وہ یہ ہیں: ''فاتحۃ الکتاب'' (سورہ حمد) اور سورہ بقرۃ کا آخری حصہ۔ ان میں جو حرف بھی آپ پڑھیں گے۔ اس کا اجر دیا جائے گا۔ (مسلم، مشکوۃ)

[راضیہ نزہت، عارفوالہ]

سب سے بہتر عمل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور (اس کی) جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا، ایسے ہے جیسے زندہ اور مردہ شخص۔'' (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤ جو تمھارے سب اعمال سے بہتر ہے اور تمھارے شہنشاہ کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمھارے درجات میں سب سے زیادہ بلند ہے اور تمھارے لیے سونا اور چاندی صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور تمھارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تمھارا مقابلہ تمھارے دشمن کے ساتھ ہو اور تم ان کی گردن اڑاؤ اور وہ تمھاری گردنیں اڑائیں؟ صحابہ نے عرض کی: کیوں نہیں! (ایسا عمل تو ضرور بتایئے) آپ نے فرمایا: (وہ ہے) اللہ تعالیٰ کا ذکر۔'' (جامع ترمذی: ۳۳۷۷)

[عظمیٰ اسلم، کورنگی کراچی]

خودکشی کا انجام جہنم

حضرت جندب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گزشتہ دور کے ایک شخص کو زخم لگ گیا اس نے بے صبری سے کام لیا اور چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے نہ بند ہونے والا خون جاری ہو گیا جس سے اس کی موت واقع ہوگی تو اللہ ذوالجلال نے فرمایا: ((بَادَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِهِ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) ''کہ میرے بندے نے اپنی جان کو مار ڈالنے میں جلدی سے کام کیا اس لیے میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔'' (بخاری)

[حافظ عرفان، پتوکی]

راہِ جہاد پر نکلنے والے کی فضیلت

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ان کا آزاد کردہ غلام بقیہ رقم کی ادائیگی کی غرض سے حاضر ہوا تو عائشہ صدیقہ ؓ نے فرمایا اب میرے پاس آنے کی بجائے جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ میں نے رسول ﷺ نے فرماتے ہوئے سنا ہے جس آدمی کا دل جہاد فی سبیل اللہ میں خاک آلودہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اس جہنم حرام کر دے گا۔

[عبیدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن عابد، مریدکے]

بے قاعدہ نماز

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز کو اس کا وقت ٹال کر (عمداً اخیر وقت) پڑھا اور اس کا وضو بھی سنوار کر نہ کیا اور دل کو بھی حاضر نہ رکھا اور رکوع اور سجدہ کو خوب تسلی اور اطمینان سے پورا نہ کیا۔ جب وہ نماز رخصت ہوتی ہے تو نور و برکت سے خالی ہوتی ہے پھر وہ نماز اس نمازی کو کہتی ہے۔ جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے خدا اسی طرح تجھے برباد کرے۔ یہاں تک کہ جب تھوڑی سی اونچی ہوتی ہے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے۔ پھر اس نماز کو چیتھڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر فرشتے مار دیتے ہیں۔'' (ترغیب و ترہیب)

ریاکاری

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص سنانے کے لیے نیک کام کرے اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی بدنیتی سب کو سنا دے گا اور جو کوئی دکھانے کے لیے نیک کام کرے اللہ تعالیٰ اس کو بھی سب لوگوں کو دکھا دے گا۔ (بخاری)

[مریم اکرام، صادق آباد]

شہید پر فرشتے سایہ کرتے ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ (جب احد کے دن) میرے باپ کا لاشہ آنحضرت ﷺ کے سامنے لایا گیا کافروں نے ان کے ناک، کان کاٹ ڈالے تھے۔ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو میں گھڑی اپنے باپ کا منہ کھولتا لوگوں نے مجھے منع کیا اتنے میں آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کا چلانا سنا، معلوم ہوا عمرو (عبداللہ کے والد) کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو روتی کیوں ہے؟ یا فرمایا مت رو، عبداللہ پر تو فرشتے اپنے پروں سے سایہ کیے رہے۔

[شگفتہ شفقت، جلالپور جٹاں]

دل اور زبان

کسی بندے کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو، اور اس کا دل درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کی زبان ٹھیک نہ ہو۔ (بحوالہ احمد)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے نبی نے ارشاد فرمایا: ''چار چیزیں جس شخص کو مل جائیں تو اسے دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی مل گئی اللہ کی نعمتوں پر شکر سے معمور دل، اللہ کا ذکر اور چرچا کرنے والی زبان مصیبتوں کو سہنے والا جسم اور ایسی بیوی جو شوہر کے مال کی حفاظت کرتی اور غفلت کے ساتھ زندگی گزارتی ہے۔'' (بحوالہ طبرانی)

[رقیہ بنت سلیمان، ذونیرہ بنت عنایت و فاطمہ بنت ثنا اللہ، 114 گ ب]

شوقیہ کتا پالنے کا نقصان

''جو شخص کتا رکھے، جو نہ شکار کے لیے ہو، نہ جانوروں کے لیے اور نہ زمین کے لیے تو بے شک ہر روز اس کے اجر سے دو قراط کے برابر ثواب کم کیا جاتا ہے۔'' (مسلم: ۱۵۷۵)

[سید علی عبدالرحمٰن، ڈپٹی والا بھوآنہ]

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو قطروں دو نشانیوں سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کو محبوب نہیں ہے، ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے اور دو نشانوں میں سے پہلا جہاد فی سبیل اللہ کا نشان اور دوسرا اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو بجالاتے ہوئے پڑنے والا نشان۔'' (ترمذی: ۱۶۶۹)

[سید عثمان عبداللہ، ڈپٹی والا بھوآنہ]

اکیلا مسافر

ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سناٹا ہی سناٹا تھا دور دور تک کوئی شخص بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف ریت کے ٹیلے تھے۔ کہیں کہیں کوئی درخت نظر آ جاتا تھا۔ خاموشی کی وجہ سے ماحول وحشت ناک لگ رہا تھا۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ جگہ اس زمین کا حصہ نہیں ہے جس پر انسان بستے ہیں اس ویرانے اور سناٹے کے ماحول میں ایک آدمی خیبر سے نکلا اس صحرا میں سفر پر رواں دواں تھا اسے ادھر ادھر کا کچھ خیال نہ تھا۔

وہ اپنی دھن میں آگے بڑھتا جا رہا تھا جب وہ خیبر سے بہت دور نکل گیا تو اچانک اس کے پیچھے دو شخص لگ گئے اور وہ اس کا پیچھا کرنے لگے۔ اب وہ شخص آگے تھا اور دو شخص مسلسل اس کا پیچھا کر رہے تھے اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کے دل میں خوف پیدا ہوا اب وہ اس بے آب و گیاہ صحرا میں کسی کو مدد کے لیے پکار بھی نہ سکتا تھا اس نے اپنی سواری کی رفتار تیز کر دی اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگا۔ اے اللہ مجھے ان کے شر سے بچا لے کہیں یہ مجھے قتل نہ کر دیں اگر انھوں نے ایسا کر دیا تو میرے گھر والوں کا کیا بنے گا۔

اسی پریشانی کی حالت میں وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا تو اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان دو اشخاص کے پیچھے ایک تیسرا شخص لگ گیا وہ تیزی سے ان کی طرف آیا قریب پہنچ کر انھیں کہنے لگا واپس پلٹ جاؤ واپس پلٹ جاؤ آخر کافی تگ و دو کے بعد اس نے انھیں واپس پلٹنے پر مجبور کر دیا پہلے والے آدمی نے یہ منظر دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اب اس نے دیکھا بعد میں آنے والا شخص اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ اپنی جگہ رک گیا اور اس کا انتظار کرنے لگا کچھ ہی دیر میں وہ شخص اس کے پاس پہنچ گیا اور اس نے کہا کہ یہ دونوں شیطان تھے جو شرارت کی غرض سے تیرے پیچھے آ رہے تھے اس لیے میں ان کے پیچھے لگا رہا اور انھیں واپس پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ اب تم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جا رہے ہو تو وہاں جا کر کہنا آپ کا غلام سلام کہہ رہا تھا اور میری طرف سے یہ عرض ہے کہ میں اپنے علاقہ میں زکوۃ جمع کر رہا ہوں جیسے ہی وہ جمع ہو گی ہم اسے آپ ﷺ کی طرف بھیج دیں گے۔ یہ میری چند گزارشات سرور کائنات کے حضور پیش کر دینا جب اس نے اپنی بات مکمل کر لی تو پہلے والے شخص نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دونوں اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو گئے۔ پہلا شخص جب نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو تمام واقعہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ تمام واقعہ سننے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ کوئی شخص بھی خلوت میں سفر نہ کرے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ۳۰۳/۷) علامہ البانی نے اس حدیث کو اپنی سلسلہ احادیث الصحیحہ میں ذکر کیا ہے۔ حدیث نمبر ۲۶۵۸ ہے۔

تو پتا چلا کہ خلوت میں سفر نہ کیا جائے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تنہا سفر کرنے میں کیا نقصان ہے جو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو سفر نہ کرے۔ (بخاری)

[حبیب اللہ، کراچی]



ابو اسامہ محمد آصف شہید

پیارے دوستو! ابو اسامہ محمد آصف شہید بھائی تقریباً 10 ماہ تک کشمیر میں ظالم ہندو دہشت گردوں سے برسرِ پیکار رہے اور دہشت گرد ہندوؤں کو جہنم واصل کرتے رہے۔

19 اکتوبر 2000ء کو یہ صف شکن مجاہد ایک معرکے میں ہندوؤں کو جہنم واصل کرتے ہوئے اللہ کی جنتوں کا مہمان ٹھہرا۔ میدانِ مقتل میں جاتے ہوئے انھوں نے اپنے وصیت نامے میں فرمایا۔

محترمہ امی جان اور ابو جان اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

اے ایمان والو تمھیں کیا ہو گیا ہے جب تمھیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کے ساتھ چمٹ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت قلیل ہے۔ محترمہ امی جان اور ابو جان کاغذ کا یہ ٹکڑا جب آپ کے پاس پہنچے گا تو اس وقت میں (ان شاءاللہ) اللہ کی جنتوں میں ہوں گا۔ یقیناً آپ نے میری بڑی خدمت کی مجھے بڑی محبت دی۔ میری ہر خواہش کا خیال رکھا۔ مجھے کبھی دکھ نہیں آنے دیا۔ اپنی جان کو تکلیف میں ڈال کر بھی مجھے سہولیات پہنچائیں۔ لیکن جب میں بڑا ہوا اور آپ کو سکھ پہنچانے کا وقت آیا تو میں آپ کو چھوڑ کر میدان جہاد میں نکل آیا۔ کیونکہ یہ اللہ کا حکم تھا اور اللہ کے حکم سے بڑھ کر کسی کی بات نہیں ہو سکتی۔

امی جان اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر دین سے روکیں تو پھر ان کی فرمانبرداری لازمی نہیں ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کی والدہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ جب تک تم محمد ﷺ کا ساتھ یعنی اسلام کو چھوڑ نہیں دیتے تب تک میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ سعد کو اپنی ماں سے بڑی محبت تھی۔ بڑے پریشان ہوئے۔ بڑے کھلانے پلانے کی کوشش کی لیکن ماں نہ مانی بڑی کمزور ہو گئی۔ ماں کی محبت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بڑی پریشان کر رہی تھی۔ تو اللہ نے قرآن میں یہ آیتیں نازل فرما دی۔ اللہ نے فرمایا: ”اگر وہ دونوں (ماں باپ) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا میں (یعنی دنیا کے معاملات میں) ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔“ تو امی جان میں اس حکم کو سامنے رکھتے ہوئے میدان جہاد میں پہنچ گیا۔ امی جان میں آپ کے احسانات کا بدلہ جنت میں لے جا کر چکاؤں گا۔ ان شاءاللہ یقیناً آپ کو میری جدائی کا دکھ تو ہوا ہو گا لیکن اللہ کی رضا سمجھ کر اسے برداشت کرنا ہے اس کے بدلے میں اللہ ہمیں آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اکٹھا کرنے والا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ شہید اپنے والدین بہن بھائیو سمیت ستر رشتے داروں کی سفارش کر کے ان کو جنت میں لے کر جائے گا۔

امی جان اگر میں ساری زندگی آپ کے پاؤں دھو دھو کر پیتا اپنے کندھوں پر بٹھا کر بیت اللہ کا طواف کراتا رہتا تب بھی مجھے یہ اتھارٹی نہیں ملنی تھی کہ میں ستر بندوں کی سفارش کروں۔ امی جان اور ابو جان مجھ سے بہت غلطیاں ہوئی ہیں۔ مجھے اللہ کے لیے معاف کر دینا۔ واللہ میں نے بہتر سودا کیا ہے اگر میں دنیا میں چار دن آپ کے ساتھ رہ لیتا تو اس کے بعد پتہ نہیں کیا بنتا اس لیے میں نے سوچا چلو چار دن یہاں کی جدائی برداشت کر لیتے ہیں آخرت میں جنت میں (ان شاءاللہ) اکھٹے رہیں گے۔

مجھے آپ سے انتہائی محبت تھی۔ جس کا اظہار لفظوں سے میں آپ کے سامنے نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے عمل سے ثابت کر دیا۔ امی جان نمازوں میں کبھی سستی نہیں آنی چاہیے۔ صبح و شام کے اذکار بھی لازمی طور پر کیا کریں باقی سب کو بھی نماز کی تلقین کیا کریں۔

آپ یقیناً بڑی خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے آپ کے بیٹے کی قربانی کو قبول فرما کر آپ کو ایک شہید کی ماں ہونے کا شرف بخشا ہے۔ تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ رونا دھونا نہیں ہے بلکہ دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرنی ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

''وہ نابینا تھے''......!!!

اگر چہ احول کا مشاہدہ ظاہری آنکھ سے کرنے سے محروم تھے......!!

لیکن......!

دل کی دنیا اللہ عزوجل کی اطاعت اور محبوب خدا کی محبت و عقیدت سے بھرپور تھی......!! نبی رحمت کی محبت انگ انگ میں بھری ہوئی تھی......

وہ تھی تو ایک عورت مگر اسلام، مسلمانوں اور صاحب قرآن کے خلاف کفر بکتی تھی......قبیلہ بنوخطمہ سے تعلق رکھنے والی یہ عورت غلیظ اشعار کہتی...... نبی اکرم ﷺ کی گستاخی اور شانِ اقدس میں بے ادبی کرتی......!!

لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ابھارتی......اور محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس کو نشانہ بناتی...... محبت و اطاعت کی چاشنی میں سرشار اس صحابی رسول ﷺ نے جب سنا تو بے چین ہو گیا......!!

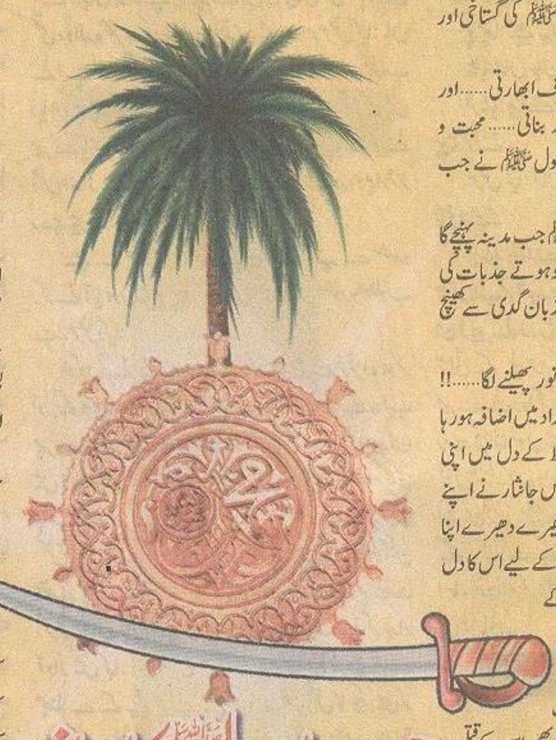
نذر مان لی کہ یہ آفتاب رسالت ﷺ جب مدینہ پہنچے گا......!! تو سینے میں شدت اٹھتے اور بے قابو ہوتے جذبات کی تسکین کے لیے ناموس، نامراد عورت کی زبان گدی سے کھینچ لوں گا......!!

ہولے ہولے مدینہ میں رسالت کا نور پھیلنے لگا......!! اسلام کی آغوش میں پناہ لینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا......''حرمتِ رسول ﷺ کے اس محافظ کے دل میں اپنی خواہش زور و شور سے مچل رہی تھی......!! اس جانثار نے اپنے ہدف کو نشانہ بنانے کی ٹھان لی......'' وہ دھیرے دھیرے اپنا پروگرام تشکیل دیئے جا رہا تھا......اس کام کے لیے اس کا دل مضطرب و بے چین مگر مطمئن تھا۔ اس کے سامنے ایک عورت تھی...... ہاں......

عورت......! کہ......

جس کے بارے میں اس کی شریعت اسلامیہ نے منع کر رکھا تھا کہ دورانِ معرکہ بھی اس کے قتل سے گریز کیا جائے......!! لیکن وہ ایسے جرم کی مرتکب ہوئی تھی جو نا قابلِ معافی تھا......اور جس کا انجام سوائے قتل کے کوئی نہ تھا......!! یہ صحابی رسول ﷺ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی...... ہر طرف ہو کا عالم اور سناٹا چھایا تھا......!! لیکن فضاؤں میں جاں نثاری کی دھیمی دھیمی مہک خوشبو بکھیر رہی تھی......اپنے مشن پر روانہ ہو چکا تھا......اب اس بد بخت اور گستاخ خاتون کا انجام صاف نظر آ رہا تھا......!! اس وقت انتہائی دل تھام لینے والا منظر تھا......!!

جب گستاخِ رسول ﷺ عورت بچے کو سینے سے چمٹائے دودھ پلا رہی تھی...... صحابی رسول کے لیے بچہ قابلِ رحم تھا...... مگر صحابی کی حالت زیادہ قابلِ رحم اور عورت کا جرم نا قابلِ معافی تھا...... ذرا دیر سوچنے کے بعد بچے کو ماں سے علیحدہ کر کے...... پیار و محبت سے ایک طرف رکھ دیا...... اور تلوار عصماء بنتِ مروان کے پیٹ پر رکھ دی......!! گستاخ عورت



حرمتِ رسول ﷺ کا محافظ

اپنے ذلیل انجام کو پہنچ چکی تھی......!! جو نذر اس نابینا نے مانی تھی...... پوری ہو چکی تھی......دل مطمئن تھا وہ سوچے جا رہا تھا کہ ایسی فضاؤں میں بھلا وہ کیونکہ سانس لے جن میں آفتاب رسالت ﷺ کے خلاف نفرت و عداوت کا زہر بھرا ہو......؟؟ رات کی تاریکی چھٹنے لگی......صبح کی پو پھٹنے لگی...... اور جاں نثاری اور صداقت کے جذبات کی پھوار بکھرنے لگی......

اجالا ہوا......!! رسالت مآب حضرت محمد ﷺ نے پوچھا......!! عمیر ؓ......!!!

مروان کی بیٹی کو تم نے قتل کیا......؟؟ عمیر ذرا دیر کے لیے ٹھٹھک گیا...... کہیں اللہ کے رسول ﷺ ناراض نہ ہو گئے ہوں......؟ کانپتے ہونٹوں سے عرض کی...... یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں کہیں میں نے غلط کام تو نہیں کیا......؟؟ رحمت دو عالم ﷺ نے عمیر ؓ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا......!! نہیں عمیر......!! ''اس معاملے میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔'' یہ جملہ جب عمیر کی ساعتوں سے ٹکرایا تو دل مطمئن ہو گیا۔ اگر صحابہ کرام ؓ کا گروہ موجود تھا...... آقائے دو جہاں رحمت دو عالم ﷺ نے متوجہ کرتے ہوئے فرمایا......! ''غیب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرنے والے کو دیکھنا چاہتے ہو تو عمیر بن عدی ؓ کو دیکھ لو......!!'' عمیر کا دل فرطِ مسرت سے ٹھنڈا پڑ رہا تھا......! فاروق اعظم ﷺ بے ساختہ پکار اٹھے......!

دوستو! ''اس نابینے کو دیکھو جو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں چلتا ہے۔'' میرے نبی ﷺ کے مبارک لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی...... فرمایا! ایسا نہیں، محبت و مٹھاس کی چاشنی الفاظ میں بھیگے فرمایا عمر ؓ! اسے نابینا نہ کہو یہ تو صاحب بصیرت اور بینا ہے...... اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں بصیرت و سچائی سے کام لینے والا ہے......!!

عمیر ؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت سے پلٹے تو دیکھا کہ گستاخِ رسول دفن کی جا رہی ہے...... دفن کرنے والے عمیر ؓ کو دیکھتے ہی بے ساختہ پکار اٹھے اے عمیر! اس عورت کو تم نے قتل کیا ہے؟؟ حرمتِ رسول ﷺ کا نابینا محافظ اپنا دوٹوک فیصلہ سناتے ہوئے آگے بڑھ گیا......!! اپنے مالک کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کوئی بھی غلیظ زبان کا استعمال کرے......اس کی اس بری حرکت کا فیصلہ عمیر ؓ کی تلوار کرے گی......!!

آج کی گستاخ عورتیں ہائیلڈ، یہودی کارٹونسٹ مولی نورس اور ان کے چیلے چانٹے یاد رکھیں! کہ سوا چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود محمد عربی ﷺ کے پیروکاروں میں حرمتِ رسول ﷺ کے دفاع کے جذبہ میں ذرا بھر کمی واقع نہیں ہوئی اگر کل محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ ؓ، امیر حمزہ ؓ اور عمیر بن عدی جیسے لوگ تعاقب کے لیے موجود تھے تو آج غازی علم دین، غازی عبدالقیوم، عامر عبدالرحمٰن چیمہ اور محمد بولیری جیسے لوگ ان کا تعاقب کرنے کے لیے موجود ہیں جو ان ناپاکوں کے وجود سے زمین کو پاک کرتے رہیں گے......!! ان شاء اللہ

[جویریہ بتول]

امانت داری

قدرت اللہ شہاب اپنی آپ بیتی ''شہاب نامہ'' میں لکھتے ہیں کہ جس مقام پر اب منگلا ڈیم واقع ہے وہاں پر پہلے میر پور کا پرانا شہر آباد تھا۔ جنگ کے دوران اس شہر کا بیشتر حصہ ملبے کا ڈھیر بنا ہوا تھا۔ ایک روز میں ایک مقامی افسر کو جیپ میں بٹھائے اس کے گرد و نواح میں گھوم رہا تھا۔ راستے میں ایک مفلوک الحال بوڑھا اور اس کی بیوی ایک گدھے کو ہانکتے ہوئے سڑک پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ دونوں کے کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے تھے اور دونوں کے جوتے بھی ٹوٹے پھوٹے تھے انھوں نے اشارے سے ہماری جیپ کو روک کر دریافت کیا، بیت المال کس طرف ہے؟ آزاد کشمیر میں سرکاری خزانے کو بیت المال ہی کہا جاتا تھا۔ میں نے پوچھا: ''بیت المال میں تمہارا کیا کام ہے؟'' بوڑھے نے سادگی سے کہا، میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر میر پور شہر کے ملبے کو کرید کرید کر سونے اور چاندی کے زیورات کی دو بوریاں جمع کی ہیں۔ اب انھیں اس گدھی پر لاد کر بیت المال جمع کروانے جا رہے ہیں ہم نے ان کا گدھا ایک پولیس کانسٹیبل کی حفاظت میں چھوڑا اور بوریوں کو جیپ میں رکھ کر دونوں کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تا کہ انھیں بیت المال لے جائیں قدرت اللہ شہاب مزید لکھتے ہیں کہ آج بھی جب وہ نحیف و نزار اور مفلوک الحال جوڑا مجھے یاد آتا ہے تو میرا سر شرمندگی اور ندامت سے جھک جاتا ہے کہ جیپ کے اندر میں دونوں کے برابر کیوں بیٹھا رہا مجھے تو چاہیے تھا کہ میں ان کے گرد آلود پاؤں اپنی آنکھوں سر پر رکھ کر بیٹھوں ایسے پاکیزہ سیرت لوگ پھر کہاں ملتے ہیں؟ اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر۔

گل زیب فاطمہ۔ میاں چنوں

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنھیں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے پہلے صرف سترہ مرد اور عورتوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

انھیں "ذات النطاقین" کا لقب دیا گیا وہ اس لیے کہ جس رات رسول اکرم ﷺ اور ان کے ابا جان ہجرت کے لیے تیار ہوئے۔ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے زادِ راہ تیار کیا، پانی کے لیے ایک مشکیزہ مہیا کیا۔ جب انھیں زادِ راہ اور مشکیزہ کو باندھنے کے لیے کوئی رسی نہ ملی تو انھوں نے ازار بند کے دو حصے کیے، ایک کے ساتھ زادِ راہ کا تھیلا باندھ دیا اور دوسرے کے ساتھ مشکیزے کو کس دیا، حضرت محمد ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی اور فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں دو نطاق عطا فرمائے، اس سے ان کا لقب "ذات النطاقین" پڑ گیا۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ہجرت کے لیے نکلے تو اپنے ساتھ اپنا سارا مال لے لیا وہ تقریباً چھ ہزار درہم تھے، اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا۔ جب ان کے بوڑھے باپ ابوقحافہ کو کوچ کر جانے کا علم ہوا وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ ان کے گھر آئے اور حضرت اسماء سے کہا، میرے بیٹے نے تمہارا مالی نقصان اس طرح کیا ہے۔ جس طرح اس نے اپنا جانی نقصان کیا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فوراً بولیں۔ نہیں ابا جان وہ تو ہمارے لیے بہت سا مال چھوڑ کر گئے ہیں پھر کنکریاں اس طاقچے میں رکھیں جس میں صدیق اکبر مال رکھا کرتے تھے۔ اس پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر اپنے نابینا دادا کا ہاتھ پکڑا اور وہاں لے گئیں اور کہا، دادا جان یہ ہاتھ لگائیے! ابا جان ہمارے لیے کتنا مال چھوڑ کر گئے ہیں۔ انھوں نے اپنا ہاتھ لگایا اور فرمایا: خوب اگر اتنا مال چھوڑ گئے تو پھر کوئی پرواہ نہیں۔ اس نے بہت اچھا کیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ دادا جان کو تسلی ہو جائے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ کہیں دادا جان ترس کھا کر اپنے پاس سے مال مجھے عطا نہ کر دیں میں ان کا مال لینا نہیں چاہتی تھی، کیونکہ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اگرچہ تاریخ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے بیشتر واقعات کو بھلا دیا لیکن ان کی دانشمندی، محتاط طبیعت اور ایمانی قوت کو وہ مظاہرہ کبھی نہیں بھلا سکتی جبکہ انھوں نے اپنے بیٹے سے آخری ملاقات کی تھی۔ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیعت خلافت کی گئی۔ حجاز، مصر، عراق، خراسان اور ملک شام کے اکثر و بیشتر علاقے ان کی زیرِ قیادت آ گئے۔ لیکن بنو امیہ تھوڑے ہی عرصے بعد حجاج بن یوسف کی قیادت میں ایک لشکر جرار لے کر مقابلے کے لیے روانہ ہوئے دونوں گروہوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی اور بیشتر مواقع پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک بہادر شہسوار کی مانند حملہ آور ہوئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے لیکن ان کے ساتھی آہستہ آہستہ انھیں چھوڑ کر لشکر سے الگ ہونے لگے۔ بالآخر آپ لاچار ہو کر بیت اللہ میں پناہ گزیں ہوئے اور چند ایک ساتھی بھی امن کی تلاش میں کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے۔ شہادت سے چند ساعتیں پہلے اپنی بوڑھی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے ان کی بینائی بھی ختم ہو چکی تھی، والدہ محترمہ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا: ماں نے اپنے لختِ جگر کے سلام کا محبت بھرے انداز میں جواب دیا اور پوچھا: بیٹا میری جان صدقے اس نازک گھڑی میں میرے پاس کیسے آنا ہوا۔ حجاج تیرے لشکر پر توپ کے گولے جس انداز سے پھینک رہا ہے اس سے مکے کے در و دیوار لرز رہے ہیں۔

بیٹے نے عرض کیا: اماں جان! میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ پوچھا: بیٹا کس سلسلے میں مشورہ مطلوب ہے۔ عرض کیا:

لوگوں نے مجھے رسوا کیا کچھ لوگ حجاج سے خوفزدہ ہو کر اور کچھ مراعات کے لالچ میں آ کر مجھے چھوڑ گئے۔ اب میرے ساتھ صرف چند ساتھی رہ گئے ہیں اور وہ بھی میدان میں زیادہ نہیں ٹھہر سکیں گے اس نازک گھڑی میں بنوامیہ کی جانب سے میرے پاس قاصد آئے اور انھوں نے یہ پیش کش کی کہ جو کچھ بھی مال و دولت لینا چاہتے ہو۔ لے لو لیکن ہتھیار پھینک دو اور عبدالملک بن مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اماں جان آپ کی کیا رائے ہے؟ والدہ نے گرجدار آواز میں کہا: اسی طرح صبر سے کام لو جس طرح تیرے جھنڈے کے نیچے تیرے ساتھیوں نے صبر و تحمل کا پیکر بن کر جام شہادت نوش کیا ہے۔ اگر تم نے دنیا کو اپنا مقصد بنا لیا تو تم بہت بُرے انسان ثابت ہو گے اور تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

بیٹے نے عرض کیا اماں جان مجھے لازماً قتل کر دیا جائے گا۔ والدہ نے ارشاد فرمایا: حجاج کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ تو جامِ شہادت نوش کرے۔

عرض کیا: اماں جان! میں مرنے سے نہیں ڈرتا البتہ اگر مجھے خوف ہے تو صرف یہ کہ وہ میری لاش کا حلیہ بگاڑ دیں گے ماں نے فرمایا: قتل ہو جانے کے بعد بھلا کس چیز کا ڈر باقی رہ جاتا ہے، بکری جب ذبح ہو جاتی ہے تو اس کے گوشت کو سلاخوں میں لگا کر آگ پہ رکھا جاتا ہے تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

فرمایا: اماں جان جب میں قتل ہو جاؤں تو غم نہ کرنا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا۔ والدہ نے کہا: مجھے غم تو اس صورت میں لاحق ہوتا اگر تم راہِ باطل میں قتل کیے جاتے۔

عرض کیا: اماں جان! آپ یقین جانیں تیرے بیٹے نے کبھی برائی کا ارادہ نہیں کیا۔ کبھی کسی مسلمان پر ظلم و زیادتی کا قصد نہیں کیا اور تیرے بیٹے کو اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز مطلوب نہیں خدا جانتا ہے میں یہ باتیں خودستائی کے لیے نہیں کر رہا، میں یہ محض اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ کو میرے متعلق تسلی ہو جائے۔ ماں نے اپنے بیٹے کی باتیں سن کر خوشی سے کہا، سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے تجھے اپنی اور میری پسند کے مطابق بنایا۔

حضرت عبداللہ نے اپنی ماں کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما، ماں نے اپنے بیٹے کے سر گردن اور چہرے کو چوما۔ جسم پر پیار بھرے ہاتھ پھیرے تو انھیں جسم پر پہنی ہوئی کوئی چیز سخت محسوس ہوئی۔

پوچھا: بیٹے یہ کیا پہن رکھا ہے؟

بتایا: اماں جان! یہ زرع پہن رکھی ہے۔

فرمایا: بیٹا جسے شہادت مطلوب ہوتی ہے وہ یہ زرع نہیں پہنا کرتے۔

عرض کیا: اماں جان! میں نے یہ تیری خوشی کی خاطر پہنی ہے۔

فرمایا: بیٹا اسے اتار دو۔ اس کی جگہ لمبا کرتا زیب تن کر لو تاکہ جب تم شہید ہو کر گرو تو برہنہ نہ ہو سکے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے زرع اتار دی، ایک لمبا رکرتا زیب تن کیا اور لڑائی کے لیے حرم کی طرف چل دیے اور عرض کی اماں جان میرے لیے دعا کرنا۔ والدہ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی، الٰہی رات کی تنہائیوں میں کی جانے والی میرے بیٹے کی عبادت کو قبول فرما۔ اس دن غروب آفتاب سے پہلے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرما کر خدا کو پیارے ہو گئے۔ شہادت سے تقریباً دس روز بعد ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کو پیاری ہو گئیں، آپ رضی اللہ عنہا نے سو سال کی عمر پائی۔

[ثمینہ بنت زبدۃ اللہ، میانوالی]

حسد سے بچو!

علم نحو کے امام اصمعی بہت بوڑھے ہو چکے تھے لیکن صحت قابل رشک تھی "حضرت آپ کی عمر کتنی ہے؟" کسی نے ان سے سوال پوچھا انھوں نے جواب دیا: 120 سال۔ اس شخص نے حیرت سے کہا "اول تو اتنی عمر کسی کی ہوتی ہی نہیں اور اس پر قابل رشک صحت و توانائی۔ آخر راز کیا ہے اس میں۔" حضرت اصمعی نے جواب دیا اس میں کوئی راز نہیں بس زندگی کی قاتل ایک ہی چیز ہے وہ ہے حسد۔ میں زندگی بھر اس سے دور رہا ہوں۔

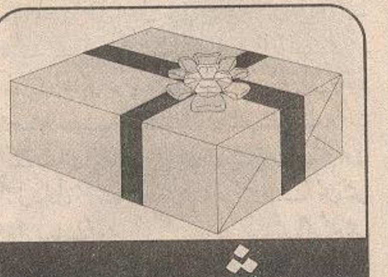
پیارے دوستو! حسد ایک ایسی قاتل شے ہے جس سے آپ ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق نیکیاں اس طرح جل کر بھسم ہو جاتی ہے جس طرح آگ سے سوکھی لکڑی۔ اور مسلمان کبھی بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی نیکیاں ضائع ہوں۔ سو حسد کی بجائے دوسروں کو دعا دیں تاکہ آپس کی محبت بڑھے۔

[جمیلہ شوکت، گوجرہ]

روزہ اور آپ ساتھ ساتھ

روضۃ الاطفال سے تقریباً آج سے چار سال پہلے متعارف ہوئے۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ ننھے مجاہد نے ہم عظیم لوگوں کو دریافت کیا۔ ایک مرتبہ ہم اپنے ابوجان کے سر میں تیل سے مالش کر رہے تھے ہم نے یونہی کہہ دیا کہ ابو جی کیا ہم بھی روضۃ الاطفال میں لکھ سکتے ہیں ناں......؟ جی کیوں نہیں بیٹا جب آپ بول سکتے ہیں تو یقیناً لکھ بھی سکتے ہیں۔ ابو جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم سٹپٹا گئے...... کہیں ابو جی نے ہمارارات والا معرکہ تو نہیں ملاحظہ فرمالیا...... خیر ابو جی کو حوصلہ افزائی پر ہم نے ''ننھے مجاہد'' میں اپنی زندگی کا پہلا خط بھیجا بالآخر انتظار کی طویل شاہراہ پر دوڑتے جب تھک گئے تب کہیں جا کر مہینہ بعد ہمارا چار لائنوں پر مشتمل خط شائع ہوا...... اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے پھر اس کے بعد دوسرے ہی شمارے میں ''اخت قاسم بادامی باغ لاہور'' نے ہمارا خط پر تنقید کے تیر برسا دیے ایسا دھواں دھلا تبصرہ کہ ہمارے کانوں سے بھی دھواں نکلنے لگ گیا...... ہمیں بڑی حیرت ہوئی جس کا ہم نے دوسرے خط میں اظہار بھی کر دیا۔ ہمارے تیسرے خط نے جہاں ہمیں شاد کیا وہیں بے پناہ دکھ سے دوچار بھی کیا۔ ہم شمارہ نمبر 30 میں کا جواب پڑھ کر روہانسے ہو گئے۔ عہد کر لیا کہ دوبارہ نہیں لکھنا لیکن مقصود احمد کی دہائی نے ہمیں حیران کر دیا۔ اب جواب دینا لازمی تھا۔ ہم نے مقصود بھائی سے معذرت بھی کی اور ایڈیٹر سے جھگڑا بھی، جو کہ ایڈیٹر نے بلیک لسٹ کی نذر کر دیا دوسرے شمارہ میں ''حافظ صبغۃ اللہ'' کی نصیحت نے ہمیں تیار کر دیا ہم نے بمشکل خود کو جواب دینے سے روکا اور پھر دلبرداشتہ ہو کر صرف روضۃ کو پڑھنے پر ہی اکتفا کیا۔ پھر اب ساجد بھیا آ گئے ہیں ان کی ازلی رحم دلی کی وجہ سے ہم نے پھر دوبارہ قلم تھاما ہے...... ویسے اگر ہم کسی کی تحریروں اور خطوط سے متاثر ہوئے ہیں تو وہ میر طلال فاروق ہیں دوسرے نمبر پر توصیف الرحمان شاہ ہیں۔ یہ دونوں بھائی پتہ نہیں کہاں مصروف ہیں؟ پلیز کم ٹو بیک۔ ایک بھائی ہوا کرتے تھے۔ ''ابوصہیب معتصم ثانی فیصل آباد'' وہ بھی بہت دلچسپ لکھا کرتے تھے ان کا آخری خط چاچا جی سے لڑائی پر مشتمل تھا اس کے بعد وہ بھائی نظر نہیں آئے۔ عمر فاروق بھیا مجھے حرفوں کے بنے لگتے ہیں کوشش جاری رکھیں بھائی کیا پتہ کہ مستقبل کے نقادوں میں آپ کا نام سرفہرست آ ہی جائے...... مقصود احمد بھائی کے انتخابات لیٹ ہوتے ہیں...... سجاد الرحمان تاج آپ کی لمبی عمر حاضری کچھ ہضم نہیں ہوتی۔ بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد! ہمیں فقط ان کا اصل نام جاننے سے دلچسپی ہے۔ سدرہ سحر عمران! اب آپ کے متعلق کیا لکھوں اب ہم عمر فاروق کی طرح بے باک اور نڈر تو ہے نہیں ویسے آپ کے خطوط ہمیں اٹریکٹ کرتے ہیں۔ حفصہ افضال اگر عمر بھیا السابقون میں سے ہیں تو آپ ان سے بھی پہلے کی ہیں۔ ابو رضوان جاوید ان کا خطوط میں تو نہیں آئے مگر تحریریں ان کی جاندار ہوتی ہیں...... نیو رائٹرز میں عثمان شانی، عادل شریف چیمہ، گل زیب فاطمہ مستقبل کے بیسٹ لکھاری بن سکتے ہیں۔ اب اجازت دیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

[ملیحہ لودھی، سانگھڑ سندھ]



باپ شجرہ سایہ دار

پیارے بچو! یقیناً والدین ایک ایسی نعمت ہیں جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ ہماری رگوں میں دوڑتا ہوا خون اس بات کا گواہ ہے کہ اس خون کے قطرے قطرے میں باپ کے پسینے اور ماں کی ممتا کے انمٹ احسانات کے نقوش ثبت ہیں۔ لیکن ہم ماں باپ کے احسانات کو پہچانتے نہیں حالانکہ صاحب عقل و دانش کے لیے یہی کافی ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے اور باپ کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔ اس دنیا کا عجب اصول ہے کہ یہاں باپ کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی، اولاد کو اعلیٰ تعلیم کی منازل طے کروانے والا اسی اولاد کی نظروں میں جہالت کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے، اولاد کے لیے آرام ڈھونڈنے والا خود بے آرامی کا شکار نظر آتا ہے۔ اولاد کی کامیابی اور ترقی کی چمک کی خواہش رکھنے والا خود اولاد کے ہاتھوں پستیوں کا زخم چاٹنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اولاد کے لیے۔ ''باپ شجر سایہ دار'' کی حیثیت رکھنے واال خود بے سایہ زندگی گزارنے پر ازراہِ مجبوری شاکر و صابر نظر آتا ہے۔

میری ہر اس بیٹے سے گزارش ہے جس کا باپ زندہ ہے کہ بوڑھے باپ کی قدر کریں، ان کی خدمت کریں پھر یہ موقع دوبارہ کسی قیمت پر بھی نہیں مل سکے گا۔ میں نے اپنے مشفق والدِ مرحوم (اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے۔ آمین) کی حتی الوسع خدمت اور عزت و توقیر کی میری تبلیغ سے انھوں نے داڑھی رکھ کر پانچ وقت کے نمازی بننے کے بعد میری دینی تعلیم کا بندوبست فرمایا۔ شاید ایسی ہی ان کی کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کو پسند آ گئی ہو کہ آخری لمحات میں کلمہ پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ لیکن آج بھی میرے دل میں یہ مسرت ہے کہ کاش اپنی تمام تر مصروفیات سے دستبردار ہو کر اپنا سارا وقت باپ کی خدمت پر قربان کر دیتا۔ اور مزید انعام خداوندی کا حق دار بنتا۔ ننھے ساتھیو! ماں باپ کو راضی رکھو کیونکہ ان کی ناراضی درحقیقت رب کی ناراضی ہے، اور اگر ہماری غفلت، اکتاہٹ اور نفرت سے اللہ ناراض ہو گیا تو یقین کر لو...... کہ اس دنیا میں جب تک رہیں گے بے سکون رہیں گے اور قبر و حشر کے مراحل میں بھی سکون کو ترسیں گے۔ خاندان اور معاشرے کی بنیاد والدین ہی ہیں، دنیا کے تمام مذاہب سے بڑھ کر اسلام نے والدین کی عزت و احترام اور خدمت کا اہتمام فرمایا ہے، اسلام نے والدین کے سامنے اف تک کہنے کو ناپسند کیا ہے۔ اور شرک کے بعد سب سے بڑا جرم والدین کی نافرمانی کو قرار دیا ہے۔ انسان کا ہر جرم قابل سزا و گرفت ہے، اگر دنیا میں اس جرم کی سزا مل گئی تو آخرت میں بچ گیا اور اگر دنیا میں بچ گا تو آخرت میں سزا ملے گی لیکن والدین کی نافرمانی وہ واحد جرم ہے جس کی سزا دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ ہر وہ انسان جس کے والدین بوڑھے ہیں ضرور سوچے کل اس نے بھی بوڑھا ہونا ہے۔ آج جو سلوک وہ اپنے والدین سے کرے گا کل وہی سلوک اس کی اولاد اس کے ساتھ روا رکھے گا۔

بحیثیت مسلمان ہمیں حکم ہے۔ ''والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انھیں اف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ اے اللہ! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا۔'' [بنی اسرائیل: ۲۴،۲۳]

[حبیب الرحمٰن، قصوری]

حقیقی خیر خواہ کون؟

پیارے بچو! انسان کے حقیقی خیر خواہ اور اس سے بے لوث محبت کرنے والے اس کے والدین ہوتے ہیں ان میں سے کوئی ایک اس کے ساتھ قبر میں داخل نہیں ہوتا، بلکہ ان میں سے کسی کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس کے لخت جگر کے ساتھ قبر میں کیا پیش آ رہا ہے۔ اگر اسے وہاں عذاب ہو رہا ہو تو وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اگر ماں باپ اپنے پیارے بچے کی قبر میں کچھ مدد نہیں کر سکتے تو دوسرا کون ہے۔ جو ایسی جرأت کرے؟ لہٰذا انسان کو نیک اعمال کے ساتھ اپنی مدد آپ کرنی چاہیے اور زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جو قبر میں برے ساتھی کی صورت میں اس کے ساتھ رہے۔

[محمد سلمان، الٰہ آباد]



پہلی قسط ▪ راوی ▪ ڈاکٹر پروفیسر متین الرحمٰن

پیارے بچو! یہ پاکستان جس پر ہم کبھی فخر کرتے ہیں اور کبھی اس کے حالات سے پریشان اور مایوس ہوتے ہیں اور جو اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود ہمیں بہت پیارا لگتا ہے۔ اس لیے کہ یہ ہمارا اپنا ملک ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ہے کہ یہ ملک ہمیں یونہی بہت آسانی سے نہیں مل گیا تھا اسے ہم مملکت خداداد کہتے ہیں اور بلاشبہ یہ ملک ہے بھی اللہ کا انعام، مگر اللہ نے یہ انعام دینے سے پہلے اس قوم کو آزمایا ضرور تھا کہ جسے یہ ملک دیا جا رہا تھا۔ یعنی ہمارے آباؤ اجداد جنھوں نے ہمارے لیے اور ہم سے بعد آنے والی اور اس ملک میں پیدا ہونے والی تمام نسلوں کے لیے یہ ملک بنایا، ایک بہت بڑی آزمائش سے گزرے تھے تب یہ ملک بنا تھا۔ انھیں ملک بنانے کے لیے اپنے خون میں نہانا پڑا تھا۔ آگ اور خون کے دریا سے گزرنا پڑا تھا تب ہی اس ملک میں آزادی کی صبح دیکھنا نصیب ہوئی تھی۔ میں ان لوگوں میں سے تو نہیں ہوں جنھوں نے یہ ملک بنایا تھا میں اس وقت محض سات سال کی عمر کا بچہ تھا۔ البتہ میں نے اس نعرے کو سچ کا روپ دھارتے اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا تھا کہ ''بٹ کے رہے گا ہندوستان، بن کے رہے گا پاکستان۔''

میں نے اپنے ایک چھوٹے بھائی کے ساتھ جس کی عمر پانچ سال تھی ہندوستان سے پاکستان کا سفر والدین کے بغیر کیا تھا۔ یہ سفر آگ اور خون کے دریاؤں، دم توڑتی زندگی کی سسکیوں کی سرگوشیوں اور موت کی وادیوں میں سے گزر کر پورا ہوا تھا آیئے! آج میں آپ کو اپنے اس سفر کی کہانی سناؤں تاکہ آپ کو احساس ہو کہ اس ملک کو قائم رکھنے کے لیے آپ پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ اس ملک کو بنانے کے لیے آپ کے آباؤ اجداد نے کتنی قربانیاں دیں۔

میرے ابا جان، امی جان اور ہم پانچ بہن بھائیوں پر مشتمل افراد کا گھرانہ مشرقی پنجاب کی سکھ ریاست پٹیالہ کے تاریخی مقام بھنڈہ کے محلے کھٹیکاں میں آباد تھا۔ والد میونسپلٹی میں داروغہ صفائی (سینٹری انسپکٹر) کی حیثیت میں ملازم تھے اور اس ملازمت کے سلسلے میں بھنڈہ میں آباد تھے ورنہ یہ ان کا آبائی وطن نہیں تھا۔ اس محلے میں چند گھر سکھوں کے بعد چار گھر ہندوؤں کے اور بیشتر مسلمانوں کے تھے آبادی کے اسی تناسب کی وجہ سے یہ مسلمانوں کا محلّہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی شہر میرا ہے، یہیں میں نے ہوش کی آنکھ کھولی۔ اس شہر اور اسی محلے میں میرے کان لفظ ''پاکستان'' اور پاکستان زندہ باد کے نعرے سے آشنا ہوئے۔ جو مختصر سا مکان ہمارا مسکن تھا وہ ہمارا اپنا نہیں تھا کرائے کا تھا، دو منزلہ مکان تھا۔ نچلی منزل میں مالک مکان...... اور بالائی منزل میں ہم کرائے دار تھے۔

یہ 1947ء کا اگست تھا۔ میری عمر کا ساتواں سال تھا۔ موسم ابھی گرم تھا لیکن گرمی کی شدت میں کمی آگئی تھی۔ رمضان گزر رہے تھے اور ہم بہن بھائیوں کو عید کا شدت سے انتظار تھا۔ مگر اب کی بار عید کا موسم کچھ عجیب سا تھا۔ جیسے جیسے عید قریب آرہی تھی ویسے ویسے گلی میں نعروں کا مقابلہ بڑھ رہا تھا۔ روز گلی سے تین چھوٹے چھوٹے جلوس گزرتے تھے جنھیں ہم گلی میں کھلنے والی کھڑکی سے بڑی دلچسپی سے دیکھا کرتے تھے۔ جے ہند ''پاکستان زندہ باد'' ست سری اکال ''اللہ اکبر'' کے نعرے ہم نے ان ہی دنوں سنے اور سیکھے ان نعروں کا مطلب ہمیں نہیں معلوم تھا۔ ہمیں یہ بھی نہیں پتا تھا کہ اتنے بہت سے لوگ روز گلی میں سے یہ نعرے لگاتے ہوئے کیوں گزرتے ہیں۔ جب ہم انجانے میں نعرے ایک ساتھ دہرانے لگے تو ہمیں سمجھایا گیا کہ ''پاکستان زندہ باد'' لے کے رہیں گے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان اور ''اللہ اکبر'' والے نعرے ہمارے اور باقی نعرے ہمارے نہیں ہیں۔ یوں ہمیں ان نعروں کا فرق معلوم ہوا۔

یہ روز کا تماشا اچھا تھا دلچسپ تھا مگر عید کا انتظار ان سب سے زیادہ پُرشوق۔ عید کی تیاری اگرچہ گھر میں ہو رہی تھی۔ ہمارے لیے کپڑے بھی سلے تھے، جوتے بھی آگئے تھے، مگر کچھ ایسی فضا تھی کہ عید کا انتظار شاید صرف ہم بچوں کو تھا۔ بڑے عید سے بے نیاز تھے۔ ابا جان سے ملنے والے جو لوگ آتے تھے ان کی ساری دلچسپیاں ہی جیسے بچوں سے ختم ہوگئی تھیں۔ کوئی ہم سے بات نہیں کرتا تھا بعض بڑے آپس میں بیٹھ کر نہ جانے کیا کیا باتیں کرتے تھے۔ یہ باتیں بھی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ بس ان باتوں میں لفظ پاکستان ہی ہمارا جانا پہچانا سا لفظ تھا، جو نعروں سے ہم نے سیکھا تھا۔

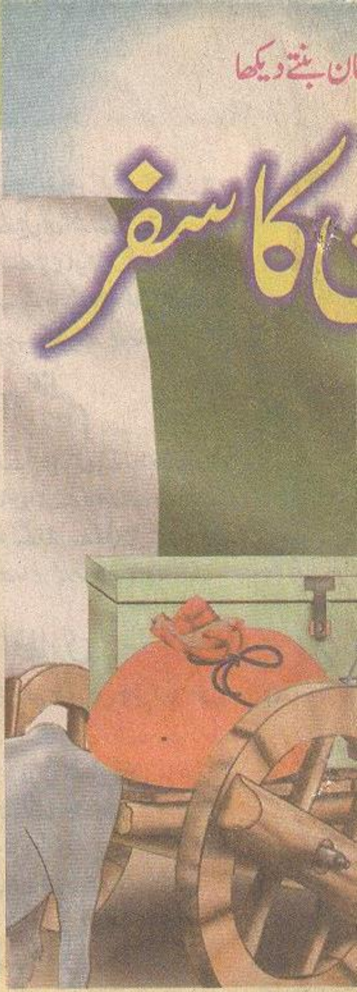
بالآخر چاند رات آگئی ہم عید کی صبح کے انتظار میں جلدی سو گئے مگر آدھی رات کو نہ جانے کیسا اودھم مچا کہ ہم سب کی آنکھ کھل گئی۔ گلی کی سامنے والی مسجد میں نچلی منزل کے صحن میں بہت سے لوگوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ لوگ اونچی اونچی آوازوں میں بول رہے تھے۔ باتیں کر رہے تھے۔ ہم حیران تھے کہ آدھی رات کو کیا ہوا۔ لوگ اٹھ کر کیا باتیں کر رہے سب باتیں تو سمجھ میں نہیں آئیں بس اتنا پتہ چلا کہ شہر میں بم پھٹا کچھ لوگ مرے کچھ زخمی ہوئے۔ لوگ ننگے پاؤں بھاگے کچھ گرے اور روندے گئے۔ اس کے دھماکے سے پورے شہر میں دھماکہ ہوگیا۔ مسلمان خوف زدہ بھی ہوئے اور مشتعل بھی اور یوں اگلے روز پورے شہر کی فضا کشیدہ ہوگئی۔ مسلمانوں کی عید خراب کرنے کا پروگرام کامیاب رہا۔

صبح کو عید تو ہوئی مگر عید جیسی عید نہیں۔ ابا جان ہمیں ساتھ لے کر ہمیشہ کی طرح عید گاہ نہیں گئے محلے کی مسجد میں عید کی نماز ہوئی، نمازیوں کی صفیں پوری گلی میں لگ گئیں، ساری عید غارت گئی عید گاہ نہیں گئے۔ راستے میں کھلونے خریدنے کا پروگرام نہیں ہوا اور بہت کچھ نہیں ہوا...... دن بھر لوگ گلی میں جمع رہے اور رفتہ رفتہ ہجوم بڑھتا گیا۔ نہ جانے لوگ کہاں سے آرہے تھے۔ ایسے لوگ جنھیں ہم نہیں جانتے تھے۔ جنھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا بچے اور عورتیں گلی کے مکانوں میں آ رہے تھے اور مرد گلی میں جمع ہو رہے تھے اس روز ایک سکھ محلے دار ہیرا سنگھ جی نے پیغام بھجوایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ کوئی خطرہ ہو تو گھر والوں کو ہمارے یہاں بھجوا دیں دو تین دن کچھ ایسی ہی کیفیت رہی۔ محلے میں لوگ ہی لوگ تھے۔ صبح شام دوپہر رات ہر وقت ہجوم تھا۔ یہ دراصل شہر میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والے فسادات سے بے گھر ہونے والے وہ مسلمان تھے جو ہمارے محلے کو مسلمانوں کا محفوظ محلّہ سمجھ کر دھیرے دھیرے یہاں جمع ہو رہے تھے۔ ہر گھر میں عورتوں اور بچوں کا ہجوم تھا۔ چارپائیاں گلی میں جا چکی تھیں۔

گھروں میں رات کو بچے اور عورتیں سب فرش پر سوتے تھے، ہمیں اپنا گھر اپنا نہیں دکھائی دیتا تھا۔ پورا گھر اجنبی لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ روز بہت سا کھانا پکتا تھا۔ سب کھاتے تھے۔ پھر کھانا پکنا بند ہوگیا کیونکہ گھر میں جو کچھ موجود تھا سب ختم ہوگیا کئی وقت کھانا کہیں اور سے آتا اور سب کو تھوڑا ملتا تھا۔ پیٹ بھی نہیں بھرتا تھا پھر تو یہ ہوا کہ نہ کھانا گھر میں پکا نہ باہر سے آیا۔ بس ایک ایک مٹھی کچے چاول چنوں یا دالوں کی ملی۔

بڑے عجیب سے دن تھے۔ بچے بے پروا اور بے خوف مگر بڑے گھبرائے اور خوف زدہ سے پھر ایک دن یوں ہوا کہ محلے ہی میں گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ گلی میں شور ہونے لگا۔ لوگ چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ فائرنگ ہیرا سنگھ نے اپنی چھت سے کی ہے تھوری دیر بعد ابا جان ان کے دوست سکندر شاہ جو پولیس میں تھے اور تھانے دار کہلاتے تھے کچھ دوسرے لوگ مسلم لیگ نیشنل گارڈ کی وردیاں پہنے ہوئے آئے اور چھت پر اوپر چلے گئے سب کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔ پھر ہماری چھت سے گولیاں چلنے لگیں اور بتایا گیا کہ ابا جان یا چچا سکندر کی فائرنگ کا آغاز کیا۔ اگر ان کی بات پر بھروسہ کر کے اہل خانہ کو ان کے یہاں بھجوا دیا جاتا تو کیا انجام ہوتا، یہ وہ پہلا دن تھا کہ جب بڑوں کی طرح بچے بھی گھبرائے گھبرائے اور خوف زدہ رہنے لگے۔

گولیاں چلنا معمول ہوگیا۔ محلے میں ہجوم اور بڑھ گیا۔ نہ جانے کس نے اپنی بکری لا کر صحن میں باندھ دی۔ عصر کا وقت تھا۔ میں اور میرا (چھوٹا بھائی) صحن میں کھیل رہے تھے۔ میں پڑوسن کی چھت اور ہمارے صحن کے درمیان والی نیچی دیوار پر



لٹک کر برابر کے مکان میں جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک گولی چلنے کی آوازیں شروع ہوئیں۔ میں نے دیوار پر لٹکے ہوئے معین کو پیروں سے پکڑ کر جلدی سے نیچے گھسیٹا اور جیسے ہی معین کے پیر زمین پر لگے۔ منزل کی بالائی تہہ والی اینٹ پر گولی لگی اور اینٹ ٹوٹ کر آدھی پڑوس والی چھت پر اور آدھی ہمارے صحن میں گری۔ ابا جان صحن سے گزر رہے تھے۔ ایک گولی ان کے سر کے قریب سے گزر کر صحن میں کھڑی ہوئی بکری کے پیٹ میں لگی۔ ایک اور گولی سے صحن میں پھرتی ہوئی مرغی کے چیتھڑے اڑ گئے۔ ابا جان ہم سب کو گھسیٹ کر فرش پر اوندھے لیٹ گئے۔

جب سے اچانک رات یا دن کے کسی بھی حصے میں گولیاں چلنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا، گھروں کے اندر اور باہر ہر جگہ چلنا پھرنا پر خطر ہو گیا تھا۔ اشیائے خورد ونوش کا قحط پڑ گیا تھا۔ خوف اور ہجوم سے بہت سے بچوں کو بخار چڑھ گیا تھا۔ دوا کی فراہمی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یوں محلہ محاصرے کی حالت میں تھا، پوری رات باہر سے حملے کا خطرہ رہتا تھا۔ سخت پہرے داری ہو رہی تھی، سامان خورد ونوش کے ساتھ ساتھ پانی کی دستیابی بھی محال ہو گئی تھی، ہمارے گھر میں پانی بالکل نہیں تھا محلے کے بیشتر گھروں میں پانی نہیں تھا۔ محلے کی مسجد کے دستی نلکے کا کھارا پانی تھوڑا تھوڑا سب گھروں میں پہنچایا جاتا تھا۔ جو ایک ایک گھونٹ پینے کے لیے تقسیم ہوتا تھا۔ بچے یہ کھارا پانی پینے کو تیار نہیں تھے۔ جو یہ پانی پی رہے تھے ان کے پیٹ خراب ہو رہے تھے۔ ہمارے ہی گھر میں ایک چھوٹی بچی کی طبیعت دو تین دن سے خراب تھی بار بار پانی مانگی تھی۔ کھارا پانی پینے سے اس کی پیاس نہیں بجھ رہی تھی اور بالآخر بچی اللہ کو پیاری ہو گئی یہ محاصرے کے پر آشوب دنوں میں ہونے والی پہلی موت تھی۔ اس بچی کا دفنانا مسئلہ بن گیا۔

میت کو کہاں غسل دیا جائے کہاں جنازہ پڑھا جائے کہاں دفنایا جائے۔ بچی کی لاش کو چادر میں لپیٹ کر چھوٹے سے کھٹولے سے رسی باندھ کر اسے برابر والے مکان کے صحن میں اتارا گیا اور پھر صحن ہی میں اس کو دفنایا گیا۔

یہ بات اب طے تھی کہ محاصرے کی اس حالت میں کہ جب کھانے پینے کو بھی کچھ نہ تھا، محلے میں مزید نہیں رہا جا سکتا تھا۔ مگر شکایت تھی کہ محلے میں محصور مسلمانوں کو یہاں سے نکلنے کا کوئی محفوظ راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ایک روز اس محاصرے کو توڑنے ہی کے خیال سے عصر کے بعد ہماری ہی مکان کی چھت سے ابا جان اور ان کے دوستوں نے فائرنگ کی۔ مگر اس کے بعد پچھلے دنوں کے معمول کے مطابق اکا دکا جوابی فائر ہونے کی بجائے اچانک گولیوں کی ایسی برسات ہوئی کہ سب کے اوسان خطا ہو گئے۔ ہم بچوں کو جلدی سے ابا جان نے فرش پر الٹا لٹا دیا اور ہمارے اوپر لیٹ گئے۔ سب کی ماؤں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ چھوٹے سے کمرے کے فرش پر بہت سے بچے اور عورتیں اوندھے پڑے تھے اور جس کے ہاتھ جو لگا اس نے اپنے اوپر ڈال لیا تھا کہ گلی کی طرف کھلنے والی کھڑکیوں کے دروازوں کو چھلنی کر کے اندر آنے والی گولیوں سے محفوظ رہ سکے۔ گولیاں تو خیر اوپر سے گزر رہی تھیں اور فرش پر پڑے ہوئے بچے اور عورتیں ان کی زد میں نہیں تھے۔ مگر کھڑکیوں کے شیشوں کی کرچیاں اور کھڑکیوں کے مقابل رکھے چینی کے برتنوں کے ٹکڑے گولیوں کی طرح جسموں کو چھید رہے تھے، بچے اور عورتیں سب ہی رو اور چیخ رہے تھے۔ خوف کے سبب اکثر بچوں کا پیشاب خطا ہو جانے، گرمی پسینے اور بارود کی بو سے کمرے میں اذیت ناک حبس اور تعفن پھیلا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گولیوں کی اس قیامت خیز برسات میں کمی آئی۔

نیچے سے کسی کی آواز آئی کہ سب بچے اور عورتیں نیچے کی طرف آ جائیں تا کہ نیچے اتر سکیں۔ مگر کمرے یا صحن میں سیدھا کوئی نہ کھڑا ہو۔ زمین پر رینگ کر آئیں۔ آہستہ آہستہ سہمے بچوں، عورتوں نے فرش پر رینگ کر زینے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ ہم امی جان کے ساتھ کمرے سے نکل کر صحن میں پہنچے تو وہاں کوئی صاحب لمبا سا چاقو ہاتھ میں لئے موجود تھے۔ انھوں نے اپنی بیوی کو پکار کر کہا کہ بس اب بچ کر جانا مشکل ہے کافروں کے ہاتھوں عزت و آبرو گنوانے یا قتل ہونے سے بہتر ہے کہ اپنا کام اپنے ہاتھوں تمام کر کے اپنے رب تک عزت سے پہنچا جائے۔ یہ گویا ان کی طرف سے بیوی کو مشترکہ خودکشی کا مشورہ تھا۔ کسی عورت نے ان کے ہاتھ سے چاقو چھین کر انھیں تسلی دی۔ خودکشی کا مشورہ پانے والی بیوی بری طرح خوف زدہ تھی اور رو رہی تھی۔

جیسے جیسے رینگ رینگ کر ہم لوگوں نے صحن عبور کیا اور زینے سے اتر کر گلی میں پہنچے اور اس حال میں گلی میں پہنچے کہ ہم بچوں کے پیروں میں جوتے نہیں تھے اور امی جان کے سر پر دوپٹہ تک نہیں تھا۔ ابا جان ابھی تک اوپر دوسری چھت ہی پر تھے۔ انھوں نے غالباً گلی میں ہم لوگوں کو دیکھ لیا تھا، وہ مسلم لیگ نیشنل گارڈ والی وردی کے نیکر کے اوپر ہی نماز پڑھنے کے لیے تہبند باندھے ہوئے تھے۔ انھوں نے وہ تہبند کھول کر نیچے گلی میں پھینکا اور امی جان کو پکار کر کہا کہ یہ سر پر ڈال لو ہم بچوں اور عورتوں کو محلے کے ایک مکان میں پہنچا دیا گیا۔ اس روز رات کے تیسرے پہر محلے کھٹیکاں کے محصور مسلمان محاصرہ توڑ کر قافلے کی صورت میں نکلنے میں کامیاب ہوئے...... یہ ہمارے سفر پاکستان کا...... سفر آزادی کا آغاز تھا۔

1947ء کی عید الفطر کے ایک ڈیڑھ ہفتے بعد کی ایک رات کے دوسرے پہر یہ سفر فساد زدہ شہر کے غیر محفوظ گلی کوچوں سے گزر کر اسٹیشن تک پہنچنے کی کوششوں میں شروع ہوا۔ یہ محض ایک خاندان کا نہیں بلکہ اس محصور محلے اور اس محلے میں پناہ حاصل کرنے والے شہر کے دوسرے حصوں کے سینکڑوں مسلمانوں کا سفر تھا جو قافلہ بنا کر رات کے دوسرے پہر اپنے گھروں سے پاکستان جانے کے لیے نکلے تھے۔

جب سفر شروع ہوا تو چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ البتہ چاند مغربی افق کی جانب سرنگوں تھا۔ قافلے کے شہری حدود سے نکلنے اور ویرانے میں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد کسی حادثے، اختلاف رائے یا واقعے کے سبب قافلے میں بھگدڑ مچ گئی اور اسی افراتفری میں میرا اور چھوٹے بھائی معین کا ساتھ اپنے والدین سے چھوٹ گیا۔ قافلہ دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک نے اسٹیشن کی جانب اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور قافلے کے دوسرے حصے نے ایک قریبی گاؤں کا رخ کیا جو مسلمانوں کا تھا۔ ہم دو بھائی قافلے کے اس حصے کے ساتھ لوٹے جس کا رخ گاؤں کی طرف تھا اور والدین تیسرے چھوٹے بھائی (مبین الرحمٰن) اور ایک بہن کے ساتھ اس قافلے میں رہے جو ریلوے اسٹیشن کی جانب بڑھ رہا تھا۔

ہم بھائی قافلے کے جس حصے میں شامل ہو گئے تھے۔ اس مردوں کی تعداد عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں کچھ کم بھی تھی اور یہ سب تقریباً نہتے بھی تھے۔ اس قافلے میں دیکھے بھالے چہرے تو بہت تھے مگر ایسے مانوس اور قریبی تعلق والے چہرے کی تلاش تھی جن کی قربت پریشان کن لمحوں میں ڈھارس دے سکے۔ اس تلاش میں سلمان چچا (ہمارے ایک محلے دار جو ریلوے میں ملازم تھے اور ابا جان سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے) چچی (سلطان چچا کی اہلیہ) اور ان کا لڑکا امین اللہ نظر آئے۔ یہ امین اللہ ہمارے ہم مکتب بھی تھے اور دوست بھی۔ اس خاندان سے مل کر ہم دونوں بھائیوں کی دہشت میں کچھ کمی آئی۔ سلمان چچا نے ہم دونوں کو اپنے والدین سے الگ پا کر اپنی تحویل میں لے لیا۔

مغربی افق میں غروب ہو رہا تھا اور رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔ جہاں سے ہم گزر رہے تھے وہ غیر ہموار سا میدان تھا جو سرکنڈوں کی چھوٹی بڑی جھاڑیوں سے اٹا ہوا تھا جگہ جگہ جاڑیاں کٹی ہوئی تھیں اور کٹے ہوئے سرکنڈوں کے گٹھے (پولیاں) ہموار زمین میں عموداً کھڑے تھے یا پڑے تھے۔ اندھیرا گہرا ہونے کے باعث سرکنڈوں کی ان جھاڑیوں میں سے راستہ تلاش کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ ہاتھوں اور چہروں پر خراشیں آ رہی تھیں۔

---جاری ہے

ماہ رمضان

روزہ بے حساب اجروالاعمل

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ (آگ سے) ڈھال ہے، لہٰذا جس روز تم میں سے کسی کا روزہ ہو اس روز وہ غلط بات نہ کرے اور بے ہودہ کلامی نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی کرے تو روزہ دار کو صرف اتنا کہنا چاہیے میں روزہ دار ہوں۔“

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی خوشبو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جس سے وہ فرحت حاصل کرے گا اولاً جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے، ثانیاً جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور روزے کے بدلے میں اپنے رب سے انعام پائے گا تو خوش ہوگا۔ (مسلم)

ایک خصوصی دروازہ

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ”ریان“ ہے۔ جس سے قیامت کے دن روزہ دار گزریں گے۔ ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی دوسرا نہیں گزرے گا۔“ (بخاری، مسلم)

جہنم سے آزادی

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ہر روز افطار کے وقت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔“ (ابن ماجہ)

صدیقین اور شہداء کا ساتھ

سیدنا عمر بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، پانچوں نمازیں پڑھوں، زکاۃ ادا کروں اور رمضان میں صیام اور قیام کروں، تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”صدیقین اور شہداء میں۔“ (ابن خزیمہ)

روزہ نہ رکھنے والوں کا عبرتناک انجام

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ”میں سویا ہوا تھا اور میرے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور مجھے ایک مشکل چڑھائی والے پہاڑ پر لائے اور دونوں نے کہا اس پر چڑھیں، میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا، انھوں نے کہا ہم آپ ﷺ کے لیے سہولت پیدا کر دیں گے۔ پس میں چڑھ گیا حتیٰ کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، جہاں میں نے شدید چیخ و پکار کی آوازیں سنیں میں نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں انھوں نے بتایا کہ یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے پھر وہ میرے ساتھ آگے بڑھے جہاں میں نے کچھ لوگ الٹے مٹکے ہوئے دیکھے، جن کے منہ کو چیرا دیا گیا ہے جس سے خون بہہ رہا ہے میں نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے افطار کر لیا کرتے تھے۔ (ابن خزیمہ)

دل میں ہر دم یہی وہم و گمان رہے
آخری نہ زندگی میں یہ رمضان رہے
عزت و تکریم جو ہو سکے کرلیں اس کی
ہم سے نہ کہیں بیزار یہ مہمان رہے

سید عثمان عبداللہ، عائشہ سیف، بھوآنہ

رحمتوں بھرا مہینہ

روزے میں نیت کا بیان

روزے کے لیے نیت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (بخاری و مسلم) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَّمْ یُجْمِعُ الصِّیَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَهُ. ”جس نے طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں۔“ (جامع ترمذی، ۷۳۰) [محمد طلحہ حیات، امیر پور سادات]

روزے کب فرض ہوئے؟

محدث امیر یمانی رحمہ اللہ نے فرمایا: کَانَ مرا فریضه فی السنة الثانية من الهجره. ”روزے کی فرضیت کیا ابتداء سن دو ہجری میں ہوگی (سبل اسلام) اور رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کے بعد نو دفعہ اس مبارک مہینے کے روزے رکھے۔“

[نرگس کنول، امیر پور سادات]

ہمدردی کا مہینہ

صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والے ہیں اور اللہ کے راستے میں مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں) یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمالِ حکمت والا ہے۔ (التوبہ: ٦٠) [زیب النساء، امیر پور سادات]

اجرِ عظیم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کرایا اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اجر روزہ دار کے لیے ہوگا اور روزہ دار کے اجر سے کوئی چیز کم نہ ہوگی۔ (ترمذی) [محمد طلحہ حیات، امیر پور سادات]

افطاری

روزہ جلد افطار کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ) ”اس وقت تک لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے۔“ (بخاری: ۱۹۵۷) [محمد طلحہ حیات، امیر پور سادات]

افطاری کی دعا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا کرتے۔ ((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰه)) ”پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔“ (ابوداؤد، ۲۳۵۷)

[محمد طلحہ حیات، امیر پور سادات]

میرا پسندیدہ شعر

میں نے روتے ہوئے پونچھے تھے کسی دن آنسو
مدتوں ماں نے نہیں دھویا دوپٹہ اپنا

[عائشہ عندلیب، سرگودھا]

اے وطن لے لے تو جو لینا چاہے
یہ سر ہے یہ دھڑ ہے تو جو لینا چاہے
ترقی کے تو اپنے وسیلے بنا لے
وسیلوں کی بنیاد تو مجھ پر اٹھا لے
اے وطن تجھ کو سجاتے ہوئے جاں دے دو
اے وطن تجھ کو بچاتے ہوئے جاں دو

[صہیب الرحمٰن، جڑانوالہ]

وہ غنچے جن کی آنکھ بھی کھلنے نہ پائی تھی ابھی
چمن کے نام پر مٹے صدا بہار ہو گئے

[صہیب الرحمٰن، جڑانوالہ]

ذرا بتائیں تو

سلسلہ نمبر 5

دعوتِ حق کا آغاز ہو چکا تھا۔ تیس کے قریب خوش نصیب دعوت حق پر لبیک کہہ چکے تھے۔ قریش ابتداء میں ہی اسلام کی تحریک کچلنے کے لیے میدان میں اتر آئے تھے۔ نبی ﷺ حضرت ارقم ؓ کے مکان میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ ایک دن ایک سرخ رنگ میانہ قد اور گھنی داڑھی والے ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی دل کی خوشی سے کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ اس صاحب کے مسلمان ہونے سے رسول اللہ ﷺ کو بے حد مسرت ہوئی۔ وہ اسلام لانے کے بعد اس کو چھپا کر نہ رکھ سکے۔ کھل کر مشرکین کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا مشرکین مکہ کو جب ان کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو مار مار کر اس غریب کو لہولہان کر دیا کفار نے آپ ؓ کو گرم ریت پر لٹایا، پانی میں غوطے دیے مگر یہ ساری اذیتیں دے کر بھی ان کو اسلام نہ پھیر سکے۔ کفارِ مکہ سے تنگ آ کر جب رسولِ محترم ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کی نوید سنائی تو آپ ؓ نے دل میں تہیہ کر لیا کہ ہجرت میں حضور ﷺ کے ساتھ جائیں گے مگر حالات کچھ ایسے بنے کہ امام الانبیاء ﷺ کو رات کی تاریکی میں انتہائی راز داری سے مکہ چھوڑنا پڑا۔ آپ ؓ کو جب آپ ﷺ کے مکہ سے چلے جانے کا علم ہوا تو انھوں نے بھی رختِ سفر باندھا قریش کو جب علم ہوا کہ آپ ؓ مکہ چھوڑ رہے ہیں تو انھوں نے آ گھیرا۔ آپ ؓ نے مشرکین کے بدلے ہوئے تیور دیکھے تو فوراً اپنی ترکش سے تیر نکال کر کمان پر چڑھاتے ہوئے مشرکین کو للکارا ''اے مکہ والو! تم جانتے ہو کہ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا اللہ کی قسم تم اس وقت تک میرے قریب نہیں آ سکتے جب تک میرے پاس ایک بھی تیر باقی ہے'' کفار نے کہا جب تم مکہ میں آئے تھے تو مفلس تھے جو دولت تم نے مکہ میں رہ کر کمائی ہے ہم وہ تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے اگر تم جانا چاہتے ہو تو ساری دولت ہمارے حوالے کر دو اسلام کے اس مایہ ناز بیٹے نے اپنا سارا مال ان کے حوالے کیا اور دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت بسائے مدینہ کی طرف چل پڑے۔ نبی ﷺ ابھی قبا میں ہی تھے کہ آپ ؓ آ ملے آپ ؓ نے آتے ہی سب حاضرین کو سلام کیا اس وقت نبی ﷺ چند جاںنثاروں کے ساتھ کھجوریں تناول فرما رہے تھے آپ ؓ بھی بغیر کچھ کہے سنے بڑی بے تکلفی کے ساتھ شریک ہوگئے۔ کچھ لوگ ان کے نا جاننے والے حیران تھے کہ یہ صاحب کون ہیں لباس گرد آلود سفر کے آثار چہرے پر نمایاں، لگتا تھا یہ صاحب بہت دور سے آئے ہیں آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس سے آنکھ کی تکلیف کا واضح احساس ہوتا تھا۔ آپ ؓ کو یوں کھجوریں کھاتا دیکھ کر حضرت فاروق اعظم ؓ سے نہ رہا گیا انھوں نے عرض کیا، اللہ کے رسول ذرا دیکھیے آنکھ بھی دکھ رہی ہے مگر یہ صاحب کتنے شوق سے کھجوریں کھائے جا رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا سبحان اللہ! تیری آنکھ دکھتی ہے پھر بھی کھجوریں کھائے جا رہے ہو۔ آپ ؓ کے مزاج میں بڑی ظرافت تھی انھوں نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ میں تو دوسری طرف کے جبڑے سے کھا رہا ہوں جس طرف سے آنکھ نہیں دکھتی۔ جواب سن کر آپ ﷺ اس قدر ہنسے کہ دندان مبارک کا نور ظاہر ہونے لگا کھجوروں سے فارغ ہو کر انھوں نے سیدنا ابوبکر ؓ سے مخاطب ہو کر کہا واہ صاحب! خود نبی ﷺ کے ساتھ آ گئے اور مجھے ساتھ ہی نہ لیا۔ پھر حضور ﷺ سے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ نے بھی اس عاجز کا خیال نہ فرمایا۔ اللہ کے رسول ﷺ میں تو آپ کے بعد تنہا رہ گیا مکہ والے مجھ پر چڑھ دوڑے۔ اللہ کے رسول ﷺ میں تو بڑی مشکل سے جان چھڑا کر اور اپنا سارا مال لٹا کر آپ ﷺ تک پہنچا ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا اے ابو یحیٰ تم نے بڑی نفع بخش تجارت کی ہے اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگی۔

''اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو رب کی رضا کے لیے اپنی جان تک بیچ ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔''

اب آپ ذرا جلدی سے اس صحابی (محبِ رسول) کا نام بتایئے اور حاصل کیجیے ایک خوبصورت گفٹ۔

[مرتب: مقصود احمد منظر، لاہور]

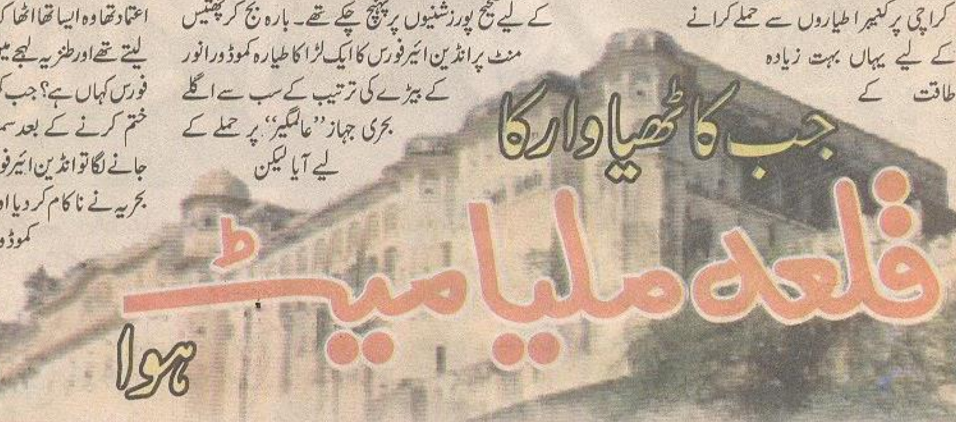
شخصیت بتائیں انعام پائیں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

① ذوالفقار احمد...... فیصل آباد
② ثمر عظیم ...... گوجرانوالہ
③ نوشین مظہر...... گوجرانوالہ
④ صہیب الرحمٰن...... جڑانوالہ
⑤ آسیہ بنت یاسین...... کراچی

[شخصیت بتائیں انعام پائیں میں شامل دیگر بچے]

سعدیہ بتول، حاصل پورہ۔ حمزہ ظفر، منڈی بہاؤ الدین۔ محمد آفتاب، شیخوپورہ۔ محمد ارسلان اجمل ٹبہ سلطان پورہ۔ مریم اکرام صادق آباد۔ بلال ثاقب چیچہ وطنی۔ عادل شریف اسلام آباد۔ عتیق، شفیق، گڑیا، جھنگ۔ اسامہ الحسین طاہر، جڑانوالہ۔ عبدالرحمٰن سدیس بٹ حافظ آباد۔ ربیعہ شہزادی، شیخوپورہ۔ کرامت اللہ سیالکوٹ۔ امیر حمزہ دسیہ، موڑ ایمن آباد۔ بنت ابو رضوان جاوید ملتان۔ محمد انعام طاہر فورٹ عباس۔ بنت محمد لطیف قصور۔ ذوالفقار احمد فیصل آباد۔ بنت سعدیہ کانڈیوال۔ حافظ منشاء بلال خانیوال۔ ماریہ یونس، رابعہ یونس۔ جڑانوالہ۔ ثمینہ عبدالروٗف ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ ثمر عظیم گوجرانوالہ۔ محمد اکرم ننکانہ صاحب۔ سماویہ اقبال پتوکی۔ رضوان جاوید ملتان۔ سحرش ناز بہاولنگر۔ حافظ احمد ذوہیب گوجرانوالہ۔ صہیب الرحمٰن جڑانوالہ۔ محمد ناظم خاں فیصل آباد۔ مطیع الرحمٰن شیخوپورہ۔ نوشین مظہر گوجرانوالہ۔ حافظ ممبران۔ محمد اویس عارضہ صدیقی، ممتاز رحیم یار خاں۔ بلال یاسر۔ محمد عبداللہ نوشہرہ ورکاں۔ اخت بلال یاسر ملتان۔ محمد عثمان فیصل آباد۔ شاکرہ طاہر شکر گڑھ۔ آسیہ کراچی۔ عظمیٰ کراچی۔ محمد زمان منڈی بہاؤالدین۔

جب کاٹھیاوار کا قلعہ ملیامیٹ ہوا



ایک ہزار برس بعد 8/7 ستمبر 1965ء کی رات سومنات کی زمین ایک بار پھر دہل رہی تھی۔ اس رات پاک بحریہ کے کموڈور ایس ایم انور (شیخ محمد انور) کے بحری بیڑے کے گولے سومنات سے چند میل دور، دوارکا کی بنیادوں کے پتھر اسی فضا میں بکھیر رہے تھے، جہاں ایک ہزار برس پہلے محمود غزنوی کے نعرے گونجے تھے۔ ایک ہزار برس پہلے ہندو راجوں مہاراجوں نے سومنات کے دفاع کے لیے لاؤ لشکر جمع کر لیا تھا اور اسے قلعہ بندیوں سے محفوظ کر کے اعلان کیا تھا کہ اب ہم مسلمانوں کو سومنات کے گردونواح میں کاٹ ڈالیں گے لیکن کس کو کس نے کاٹ ڈالا؟ یہ سب تاریخ میں محفوظ ہے۔ ہندو مکار کو اپنے منہ کی کھانی پڑی تھی۔ دوارکا کے دفاع کے متعلق بھارتیوں کو بڑا ناز تھا۔ یہ بھارت کا ایک اہم ترین فوجی اڈہ تھا جہاں ہوائی حملوں کی قبل از وقت خبرداری کے لیے دوربین اور طاقت ور ریڈار نصب تھا۔ اسی سے کراچی اور مغربی پاکستان کے اڈوں پر حملہ کرنے والے بھارتی طیاروں کی راہنمائی ہوتی تھی۔ کراچی پر کثیر اطیاروں سے حملے کرانے کے لیے یہاں بہت زیادہ طاقت کے آلات HF/DE نصب تھے۔ اس کے علاوہ دوارکا کے قلعے میں گولہ بارود اور جنگی ساز و سامان کا ذخیرہ بھی تھا اور قریب تارپیڈو سکول بھی تھا۔ اس اہم اور خطرناک فوجی اڈے کی حفاظت کے لیے کاٹھیاواڑ کے ساحل پر ساحلی توپخانے کی بے شمار توپیں نصب تھیں اور فضائی تحفظ کے لیے جام نگر اور گردونواح میں چھوٹے چھوٹے تین ہوائی اڈوں پر انڈین آرمی کے بمبار طیارے تیار رہتے تھے۔ ان تمام دفاعی انتظامات کے علاوہ انڈین نیوی کا پورا بیڑا موجود تھا۔ جس میں سب سے زیادہ خطرناک طیارہ بردار بحری جہاز ''و کرانت'' بھی تھا جس کے عرشے پر اسی (80) لڑاکا بمبار طیارے تھے۔ انڈین نیوی کے فریگیٹ (آبدوز شکن جنگی جہاز) بھی خلیج میں گشت کرتے رہتے تھے۔ 8/7 ستمبر کی درمیانی شب کموڈور انور کے فلیگ شپ ''بابر'' سے پاک بحریہ کے تمام بحری جہازوں کو دوارکا پر گولہ باری کے احکامات دیئے گئے۔ رات بارہ بج کر تیرہ منٹ پر تمام جہاز کاٹھیاواڑ کے ساحل سے ذرا دور دوارکا پر گولہ باری کرنے کے لیے صحیح پوزیشنوں پر پہنچ چکے تھے۔ بارہ بج کر چھتیس منٹ پر انڈین ایئر فورس کا ایک لڑاکا طیارہ کموڈور انور کے بیڑے کی ترتیب کے سب سے اگلے بحری جہاز ''عالمگیر'' پر حملے کے لیے آیا لیکن ''عالمگیر'' کے توپچیوں نے اسے دوسرے حملے کے لیے غوطے سے اٹھنے نہ دیا اور وہ جلتا ہوا (اپنے ہواباز سمیت) سمندر کی نذر ہو گیا۔ کموڈور انور نے دوارکا پر گولہ باری جاری رکھتے ہوئے اپنے بیڑے کی ترتیب کو ہوائی حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے بدل ڈالا۔ اس دوران کاٹھیاواڑ کے ساحلی توپخانے کو ہمیشہ کے لیے خاموش کیا جا چکا تھا اور پاک بحریہ کے توپچی کمال خوبی سے دوارکا کا نام ونشان مٹا چکے تھے۔ دوارکا کے ریڈار اسٹیشن اور دیگر فوجی ٹھکانوں کی تباہی ہمارے جہازوں کے ریڈاروں پر صاف نظر آ رہی تھی۔ جب پاک بحریہ کے پہلے گولوں سے قلعے کے اندر گولہ بارود کا ذخیرہ اس قدر ہیبت ناک دھماکے سے پھٹا کہ شہر اور گردونواح کی آبادی میں تو نفسا نفسی بپا ہوئی ہی تھی، شہری اور فوجی حکام کی بھگدڑ کا یہ عالم تھا کہ وہ نہ آگ بجھانے کے انتظامات کر سکے نہ انھوں نے کسی اور پہلو سے صورت حال پر قابو پانے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ فوجی بھاگنے لگے۔ کاٹھیاواڑ کے ساحلی توپخانے پر لوگوں کا جو اعتماد تھا وہ ایسا تھا اٹھا کہ لوگ اپنے فوجیوں کو راہ میں روک لیتے تھے اور طنزیہ لہجے میں پوچھتے تھے۔ ''ہماری نیوی اور ائیر فورس کہاں ہے؟ جب کموڈور انور کا بیڑہ دوراکا کو مکمل طور پر ختم کرنے کے بعد سمندر میں اپنی پوزیشنوں کی طرف جانے لگا تو انڈین ایئر فورس نے حملہ کر دیا۔ لیکن یہ حملہ پاک بحریہ نے ناکام کر دیا اور ان کے دو طیارے تباہ کر دیئے۔ کموڈور انور کا بیڑہ کامیاب ہو کر واپس اپنی پوزیشنوں میں آ گیا۔'' (ماخوذ: بدر سے باٹا پور تک)

محمد عظیم اعظم، دو عوان بنوی

جہاد سے روکنے والے کھیل

پیارے بھائیو! مسلمانوں کے دشمن ہمیشہ سے چاہتے آئے ہیں کہ ان کے بچے اور نوجوان جہاد کو چھوڑ کر دنیا کے کاموں میں مصروف رہیں۔ اس کے لیے انھوں نے طرح طرح کے حربے آزمائے ہیں۔ آج بھی ہندوؤں اور غیر مسلم قوموں کے جو طور طریقے مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں ان میں سے وہ کھیل بھی ہیں جن کا مقصد دل لگی کے علاوہ کچھ نہیں جو انسان کو اللہ کے ذکر اور اپنے فرائض ادا کرنے سے روکتے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے تمام کھیل جو جہاد سے غافل کرتے ہیں باطل قرار دیئے ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''ہر وہ چیز جس سے آدمی دل لگی کرتا ہے، کھیلتا ہے، باطل ہے مگر اپنے کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا یا اپنے گھوڑے کو سدھارنا، یا اپنے گھر والوں کے ساتھ کھیلنا تو یہ حق سے ہیں۔''

صاف ظاہر ہے یہ سب کھیل جہاد کی طرف لے جاتے ہیں بعض احادیث میں ''سباحۃ'' یعنی تیراکی کا ذکر بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہاری تیر اندازی کرنا مجھے تمہاری سواری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔'' (ابوداؤد)

تیر اندازی میں ہر قسم کی نشانہ بازی شامل ہے مثلاً گولی، راکٹ، میزائل، بم پھینکنا، سواری میں گھڑ سواری کے ساتھ موبائل گاڑی، ٹینک، جہاز ہر چیز کی ڈرائیونگ شامل ہے، رسول اللہ ﷺ سے دوڑ لگانا، کشتی کرنا بھی ثابت ہے یہ تمام کھیل براہِ راست جہاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ جن میں اصل چیز دل لگی ہے اور جن کا براہِ راست جہاد سے کوئی تعلق نہیں وہ بے کار ہیں، باطل ہیں اور کفار کی پسند ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کے کھیل دیکھ لیجیے، پتنگ بازی، دیوالی، ان کا جہاد سے کیا تعلق ہے پتنگ بازی سے دشمن کو کیا تکلیف ہے۔ اور دیوالی چراغاں تو صاف آتش پرستوں کا طریقہ ہے مسلمانوں کا طریقہ ہی نہیں، اسی طرح کرکٹ، فٹ بال، کفار کے کھیل ہیں جن کا جہاد سے براہ راست کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ جہاد اور ذکر سے روکنے والی چیزیں ہیں، چند آدمی کھیل رہے ہیں اور پوری قوم ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اسے دیکھنے اور سننے کے لیے اور ہار جیت کا نتیجہ معلوم کرنے کے لیے بخار میں مبتلا ہے اس کے علاوہ تاش، شطرنج، ویڈیو گیمز، جانور لڑانا سب باطل اور ذکر الٰہی اور جہاد سے روکنے والے ہیں۔ میرے بھائیو! یہ اسلام کے کھیل نہیں۔ نہ ہی اسلام ایسے افراد تیار کرنا چاہتا ہے۔ بلاوجہ ان بے کار چیزوں میں زندگی برباد نہ کریں۔ اسلام کی سربلندی کے لیے تو ایسے افراد درکار ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہو، وہ کافروں کے خلاف سخت ہوں۔ ان کی تہذیب وثقافت سے شدید نفرت رکھنے والے ہوں۔ اہل ایمان سے محبت اور رحم رکھنے والے ہوں۔ اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خاص فضل وکرم سے ایسے ہی لوگوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

سید محمد صبغۃ اللہ احسن، چنیوٹ

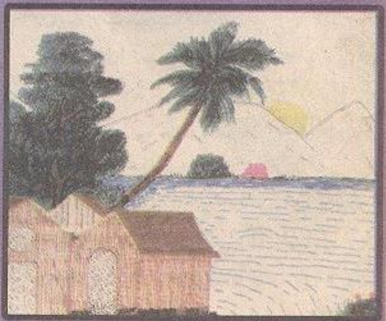
روضہ آرٹ گیلری



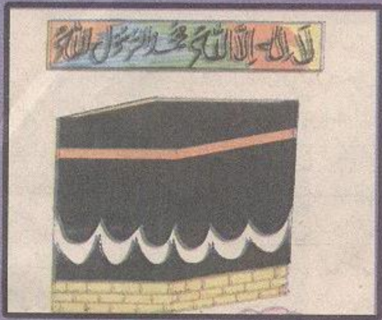
بنت ظہور، مریدکے



نبیلہ خلیق، فیصل آباد



حافظ عرفان صدیقی، سرگودھا



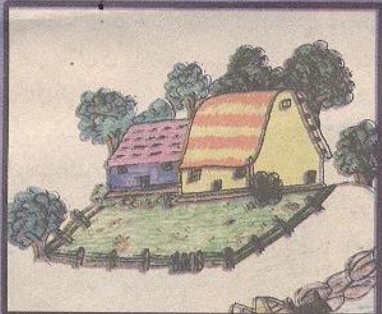
عمارہ حمید، میانچنوں



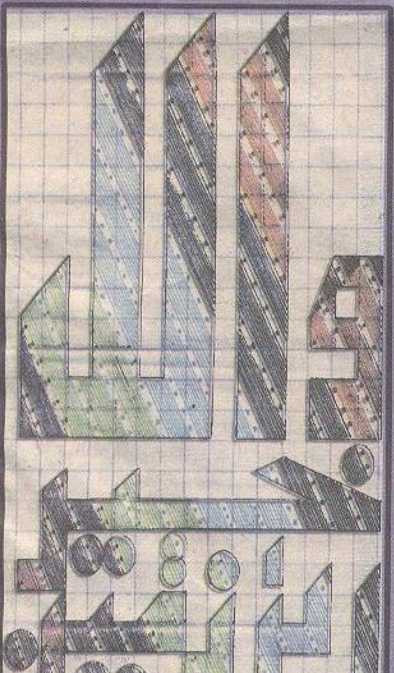
بشارت علی، اوکاڑہ



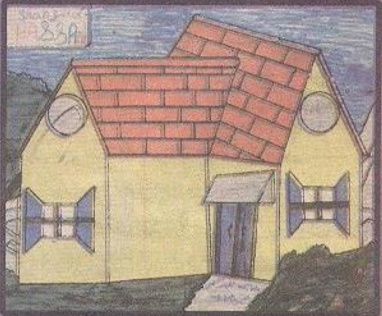
ثوبیہ طاہرہ، قصور



عفیفہ جبین، لاہور



ثانیہ اقبال، بورےوالہ

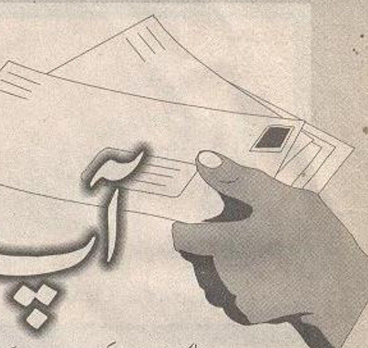


علی حسن



محمد شہزاد مسلم، چشتیاں

آپ کے خطوط



......السلام علیکم! آپ نے کسی مسجد میں بیٹھ کر یہ قسم کھائی ہے کہ ہماری تحریریں اور خط ہرگز شائع نہیں کرنے۔ برائے مہربانی اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے میری یہ تحریر اور خط شائع کر دیں۔

[عبدالخالق، محمد عارف۔ رجانہ]

......لیجیے قسم ٹوٹ گئی۔

......السلام علیکم! کچھ عرصے سے میں روضۃ الاطفال کا مطالعہ کر رہی ہوں اس سے متاثر ہو کر آج بے اختیار ہو کر میرے ہاتھ میں قلم آ گیا اور میں اس میں لکھنے کے لیے مجبور ہو گئی۔ لہٰذا یہ میرا پہلا خط ہے اسے ضرور شائع کیجیے گا اور مجھے اس میں مزید لکھنے کا موقع دیجیے۔

[صباء ندیم ملک، گوجرانوالہ]

......روضۃ الاطفال میں خوش آمدید!

......السلام علیکم! شمارہ نمبر 71 ملا بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے ہم لوگوں کو بھی یاد رکھا جب میں نے پہلی آرٹ بھیجی تو سب دوست کہنے لگے کہ تیری اتنی قسمت کہاں لیکن آپ نے تو کمال کر دیا۔

[محمد عابد علی، ڈھولن چک 7]

......السلام علیکم! شمارہ نمبر 77 پڑھا۔ ساری تحاریر زبردست تھیں۔ شیخوپورہ سے بغیر نام کے جن بہنوں نے جامعہ نہ ہونے کا رونا رویا۔ ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ حفصہ جی شکر ہوا کہ آپ مسکرائی تو سہی۔ صرف ایک تجویز حاضر ہے اگر قابل غور لگے تو وہ یہ کہ خطوط تازہ ہی شائع کیا کریں۔ مثلاً شمارہ نمبر 77 میں شمارہ نمبر 71 پر جو تبصرہ کیا گیا وہ خطوط شائع ہوئے۔ (لیکن یہ اچھا نہیں لگا) یعنی شمارہ نمبر 76 کے شائع ہونے چاہیے تھے۔

[خدیجہ صدیقی، راجووال]

......آپ کے خطوط میں آنے والے خطوط کی تعداد زیادہ ہوتی ہے کہ باری آنے تک دیر ہو جاتی ہے۔

......السلام علیکم! 9 رمضان کا شمارہ بڑے انتظار کے بعد ملا کیونکہ ہم تک یہ قسمت سے ہی پہنچتا ہے۔ رحمت کا خزانہ دیکھتے ہی دل خوش ہو گیا حفصہ افضال کی تحریر واقعتاً ہی تعریف کے لائق تھی سب بچے یقیناً ان تجاویز پر عمل کر کے اپنے دامن میں رب کی رحمتیں سمیٹیں گے۔

''جنت کا مہمان'' پڑھ کے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ساتھ ہی دل سے یہ دعا نکلی کہ یا اللہ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے بھائیوں کو تیرے رستے میں روانہ کر سکیں۔

اس کے بعد پاکستان کا سفر، آزادی کی تحریر پڑھتے وقت تو بہت ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے یہ پڑھتے پڑھتے کتنی دفعہ آنسو ضبط کرنے پڑے۔ سدرہ سحر عمران نے سب کو اپنا فرض یاد دلا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب ہمیں چاہیے کہ جتنا ہو سکے سیلاب زدگان کی مدد کریں۔ اس کے علاوہ سب تحریریں اچھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے روضۃ کو مزید ترقی سے نوازے۔ (آمین)

[ایمان مقصود، کمیر ساہیوال]

......السلام علیکم! اپنے وطن کی تباہی کی صورت حال دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ دل میں ایک بات آتی ہے کہ پاکستان کی دھرتی اور آسمان اگست 1947ء کے شہدا کو یاد کر کے آنسو بہا رہے ہیں۔ ان بچوں کو یاد کر رہے ہیں جنھیں وطن عزیز کی خاطر ان کی ماؤں سے چھین کر ہواؤں میں نیزوں کی انیوں میں پرو دیا گیا۔ ہماری وہ مائیں بہنیں جن کی عزتیں سرعام لوٹی گئیں ظالموں نے ظلم اور انسانیت کی حدوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اتنی قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والے وطن کا حق ادا نہیں کیا گیا۔ شاید دھرتی کو معلوم ہے کہ جس مقصد کے لیے اسے حاصل کیا گیا تھا میری قوم اس سے غافل ہے ہم یہ بھول گئے ہیں کہ ہم نے یہ دھرتی کیوں حاصل کی تھی۔ ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے اسلامی دنیا کی مدد کرنی ہے۔ اسلام کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا کرنا ہے۔ لیکن ہم اپنے مرکز سے بہت دور نکل آئے ہیں اس لیے ملک خود ہی آنسو بہا رہا ہے۔

[وقار عادل مظفر آباد]

......السلام علیکم! آخر ہم بھی باغ ''روضۃ الاطفال'' میں داخل ہو ہی گئے مگر ہم ایڈیٹر بھیا! کے اس طرح منتیں ترلے نہیں کریں گے جس طرح ہمارے دوسرے ساتھی کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ اب ہمیں اس باغیچے سے کوئی نہیں نکال سکتا کیونکہ ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے میں اس کے لیے کافی ہوں اس لیے روضہ کے سب ساتھیوں کو اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے لکھنا چاہیے اور ٹوکری کی فکر نہیں کرنی چاہیے ورنہ ضرور اس کے شکنجے میں آ جاؤ گے جیسے ہمارے حکمران امریکہ کی فکر کرتے کرتے اس کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں کہ اس کی مرضی کے بغیر قدم اٹھانا بھی ان کے لیے محال ہے۔ چلو دفع کرو ان حکمرانوں کو کیونکہ شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور۔

[حافظ محمد فاروق، رجانہ]

انعام یافتہ خط

......السلام علیکم! عمر فاروق بھائی آپ بھی ایڈیٹری کی پوشاک زیب تن کر کے دیکھ ہی لیں۔ ویسے جتنی نصیحتیں اور دھمکیاں ایڈیٹر بھیا برداشت کرتے ہیں آپ کبھی نہ کر سکے گے تو جناب...... چلتا کریں اس خیال کو......اور میاں فضیحت ہی رہیں۔ ہوں...... سدرہ سحر نے دوسروں کی ''الفاظیت'' کو بھی اپنے گس پوائنٹ پر لے لیا۔ محترمہ! اگر ایسا کرنا ہی تھا تو ثقیل کی جگہ بھاری یا کوئی اور لغت لکھ دی ہوتی۔ ویسے ایسے کارناموں سے تو کر لی ترقی ہمارے اردو ادب نے۔ اور آپ کو ایڈیٹر بھیا! کی باتوں کو لطیفوں کے طور پر نہیں لینا چاہیے۔ بالآخر کھوکھلے ہی نکلے۔ اب کون مائی کا لال ایسا خط لکھے جو بھائی صاحب پر ڈائریکٹ ایکٹ کر لے اور پھر......ہا......ہا اگلا ہی شمارہ دگنا کی بجائے چار گنا۔ بمعہ ہمارے کے خطوط'' اور......انٹرویوز اوپر سے پچھلے تین سالوں کے ہڑپ کیے گئے انعامات۔

ارے بھائی! آپ پہلے ضروری بات لکھ لیا کریں اور ''خطوط کا کالم'' بعد میں کیونکہ دھمکی آمیز خطوط پڑھ کر ''ضروری بات'' آپ کے دل کے عالم کی چغلی کھانے لگتی ہے اور ایڈیٹری کی پوشاک......کوئی نہیں محترم ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آخری صفحہ......جس پر سائنسی معلومات اور دنیا جہان کی بیماریاں شائع ہوتی تھیں۔ لگتا ہے ساری بیماری بذاتِ خود اسی پر اثر انداز ہو گئیں اور ہو گیا مریض ہسٹریا کا۔ ارے بھائی! اخبار، جرار، الحرمین، طیبات، الصافات...... کیا اشتہاروں کے لیے کم پڑ گئے تھے جو لگا دیا اس پر بھی...... ردی کی ٹوکری کو توپوں کی سلامی اور اجازت اگلے شمارے تک۔

[ایمن سحر، پتوکی]

......السلام علیکم! ساجد بھائی! آپ کے بہت زیادہ خلوص محنت، محبت شفقت اور دلچسپی سے روضۃ الاطفال بہت کامیاب جا رہا ہے۔ روضۃ الاطفال ایک گلدستہ کی مانند ہے تمام سچی اور اسلامی کہانیاں واقعات اس گلدستے کی چمک کو مزید بڑھا دیتے ہیں۔ دورِ حاضر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روضۃ الاطفال مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب یہ ہم سب کا فرض ہے کہ آگہی کے اس سمندر سے ہم جتنا چاہیں پانی لے لیں۔ روضۃ الاطفال کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو رہا ہے مگر اس کے صفحات 15، 16 سے آگے بڑھ ہی نہیں رہے۔ بھائی اس رسالے کو اور زیادہ پھیلائیں۔

[اخت انیس الرحمٰن، 171 گ ب بمبو]

......السلام علیکم! ایک دن ہم نے ایک بدتمیز سکھنی لڑکی کی تقریر سنی اتنا غصہ آیا کہ موبائل کی سکرین پر تھپڑ رسید کر دیا۔ کہتی ہے سکھوں کی اولاد کسی سے ڈرتی نہیں اور سکھ جنگل کا راجہ ہوتا ہے اور پھر دھارا پر موڑ بدل کر لاہور سے گزرے گی۔ گنگا، اسلام آباد کی چھاتی پہ لہرائے گا ترنگا۔ انجام تو ہو گا پر اس کا عنوان نہیں ہو گا (کشمیر تو ہو گا لیکن پاکستان نہیں ہو گا) پھر کہتی ہے ایٹم بم پر ہمت کون دکھائے گا انھیں چلانے کو کیا باپ تمہارا آئے گا۔ اے بدبخت ہمارا بھروسہ ایٹم بموں پر نہیں ہے۔ تو پھر کان کھول کر سن لے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مسلم ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

یہاں یہ کہنا بھی بہتر ہے کیا چیز مجاہد ہے حیران زمانہ ہے۔ درکار انھیں شاید پانی ہے نہ دانہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے سب اور افسانہ ہے ہر ایک خدائی کے لب پر یہ ترانہ ہے توپوں کا نہیں ہم کو، ایٹم بموں کا نہیں ہم کو اللہ کا سہارا ہے۔ آخر میں سکھوں پلیدوں کو ابھارتی ہے کہتی ہے تمہیں چپ نہیں بیٹھنا بلکہ تمہیں ان سے ٹکر لینا ہے یعنی تم اینٹ کا جواب پتھر سے دینا واہ جی واہ! اتنی جرأت ان میں کہاں۔ یاد ہے کچھ جب مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ ہو جائے تو پھر کچھ اس طرح ہوتا ہے ایک کو مارو وہ مر جائے دوسرا دہشت کھا کر مر جائے۔ اگر یقین نہیں ہے تو مسلمانوں کی تاریخی جنگوں کا مطالعہ کرو۔ ہمارا نعرہ ہے کشمیر اور پاکستان تو ہو گا لیکن ہندوستان نہیں ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

یہ صدی مجاہدین کی صدی ہے۔ یعنی لشکر کی اذانیں گونجیں گی اب ہندوستان کی دھرتی پر۔ ان شاء اللہ کہو تو چلو کہہ ہی دیتی ہوں۔ کل روس کو توڑا تھا ہم نے اب انڈیا ٹوٹتا دیکھیں گے، پھر برقِ جہاد کے شعلوں سے امریکہ جلتا دیکھیں گے۔ اف بات کدھر نکل گئی یہ بات بھی بتانے کا حق تھا تاکہ سب کے دلوں میں انتقام کی آگ پیدا ہو۔ ہر ایک اپنے آپ کو مقابلے کے لیے تیار کر لے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

تمام قارئین سے گزارش ہے کہ اس رسالے کی ترقی اور مانگ بڑھانے کے لیے پوری دلجمی سے محنت کریں اللہ آپ کو محنتوں کو قبول فرمائے۔ ان شاء اللہ ہماری محنتیں ضرور رنگ لائیں گی۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

[اقراء بنت ناظر، فیصل آباد]

...... السلام علیکم! ہم نے کئی خط لکھے ہیں کوئی ایک بھی شائع نہ ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کہ ہمیں روضۃ الاطفال باقاعدگی سے نہیں ملتا۔

[اخت حافظ ابو محمد ابوبکر صدیق]

...... السلام علیکم! بھائی آپ نے اپنے نیک ارادوں کا تو ذکر کیا ہی نہیں کہ شیخوپورہ میں بھی کوئی اس طرح کا اچھا سا لڑکیوں "طالبات" کے لیے بھی ادارہ کھولیں گے۔ اچھا واقعی بڑی خوشی ہوئی کب اپنے ارادے کو تشکیل دیں گے جلدی جلدی بتا دیں اللہ آپ کی عمر برکتوں والی لمبی کرے۔ (آمین)

[ادیبہ عباس، شیخوپورہ]

...... پیاری بہنا شیخوپورہ میں طالبات کے لیے بہت سے مدارس قائم کر رہے ہیں۔

...... السلام علیکم! ویسے بھائی آپ کو کسی سے ڈرنا نہیں چاہیے سوائے اللہ کے۔ مگر ادھر تو حالات کچھ اور ہی دکھائی دیتے ہیں کہ آپ حکمرانوں سے ڈرتے ہیں اسی لیے تو ہماری نظم شائع نہیں کی۔ بھئی اس سے فتنہ نہیں پھیلے گا مگر انھیں بھی تو پتہ چلے کہ بے چاری عوام ان سے جان چھڑوانے کے حل سوچ رہی ہے۔

عائشہ عباس، شیخوپورہ

گلدستہ

ایمانی ذائقہ چکھانے والی تین چیزیں

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں موجود ہوں وہ ان کے ذریعے ایمان کی مٹھاس کو محسوس کرے گا۔ ① ۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔ ② بندہ اپنے بھائی سے صرف اللہ کی رضا کے لیے محبت کرے۔ ③ کفر میں جانے کو اس کے بعد کے اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر سے نجات دی ایسا مکروہ اور معیوب جانے جیسے آگ میں جانا۔ (مسلم)

[اسماء بخاری، احمد حسن، ڈپٹی والا]

سب سے بڑی نیکی

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: "کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا "الصلوٰۃ علی وقتھا" "نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا۔" میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل اللہ کو محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بر الوالدین" "ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔" میں نے عرض کیا۔ پھر؟ فرمایا: (الجھاد فی سبیل اللہ) "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" (بخاری)

[سعدیہ ارشد، منڈی بہاؤالدین]

حسد انسان کو بوڑھا کر دیتا ہے

پیارے دوستو! سخت سردیوں میں کبھی آپ کو آگ جلانے کا موقع ملا ہے؟ سوکھی لکڑیاں ہوں اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی آگ۔ آپ نے دیکھا ہو کہ ایسی حالت میں سوکھی لکڑیوں کو آگ کس قدر جلد پکڑتی ہے اور پل بھر میں جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے پل بھر میں آگ لکڑی کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ ایسے ہی انسان حسد سے اپنے اعمال کو برباد کر بیٹھتا ہے۔

ہر انسان کا ایک مختلف روپ ہوتا ہے۔ اس کے کردار میں بہت سی فطری عادات واطوار ہوتی ہے۔ خوشی غم، ہنسنا، رونا، غصہ، ضد، حسد، رقابت، طنز، خوش اخلاقی وغیرہ۔ یہ سب وہ انسانی رویے ہیں۔ جنھیں انسان زندگی میں پیش آنے والے حالات وواقعات کے مطابق اپناتا ہے۔ کچھ کا تو اس کی صحت وشخصیت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اور کچھ جذبات ایسے ہوتے ہیں جن کا اظہار شخصیت کو بھی مسخ کر دیتا ہے اور صحت پر بھی منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ جب اثرات رویوں کی صورت اختیار کر جائیں تو احساس کمتری، شرمندگی اور افسردگی کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ انھی جذبوں میں سے ایک جذبہ حسد کا ہے۔ بے شک یہ جذبہ چاہے دل میں موجود ہو یا کسی بھی صورت میں عملی طور پر سامنے آئے، ہر لحاظ سے نہایت ابتر ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس طرح آگ لکڑی کو...... اس طرح یہ دونوں جہانوں میں تکلیف کا باعث ہے۔ جس سے انسان نہ صرف اپنی دنیا خراب کرتا ہے بلکہ آخرت بھی خراب کر لیتا ہے۔ کیونکہ دنیا آخرت کی ہی کھیتی ہے، حسد ایک دیمک کی طرح ہے جو انسانی صحت کو چاٹ کر اندر سے بالکل کھوکھلا کر دیتی ہے۔

جدید ریسرچ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ غم وغصہ، ناراضگی و پریشانی، حسد انسان کو دبلا پتلا بنانے میں بڑا کام کرتی ہے۔ اس قسم کا دبلا پتلا پن اسمارٹنس نہیں کہلاتا۔ بلکہ اسمارٹنس کا دشمن کہلاتا ہے کیونکہ اس دبلے پن کا تعلق جسمانی کمزوری اور خرابی صحت سے ہوتا ہے نہ کہ تناسب اور صحت مند جسم سے کیونکہ ایسے جذبات ایک قسم کی گرمی ہوتے ہیں۔ اور تیزابی ٹاکسین جسم میں پیدا کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پروٹین اور چکنائی کے ذرات انسان کے گوشت سے الگ رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انسان دبلا پتلا ہوتا چلا جاتا ہے اس طرح صحت کے ساتھ ساتھ حسد حسن ودلکشی کا بھی قاتل ہے۔ اس کی وجہ سے جلد پر خراب اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو جھریوں، چھائیوں خراب جلد اور اکثر کیل مہاسوں کی صورت میں سامنے آتے ہیں حسد سے ذہنی، جذباتی، معاشرتی اور گھریلو ناہمواریاں ودشواریاں پیش آتی ہے۔ جس سے زندگی کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا زہر ہے جو پوری زندگی اور اس کی خوشیوں کو تباہ برباد کر سکتا ہے۔ زندگی کے کسی بھی پہلو کو حسد کی تاریکی میں ڈبو دینے سے صرف خوف ناک اندھیرا ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ حسد بیماریوں کی ایک ایسی مضبوط جڑ ہے۔ جس سے تمام جسمانی و نفسیاتی بیماریوں کی شاخیں نکلتی ہے۔ اگر اس کی آبیاری روک دی جائے تو زندگی خوشگوار اور پرسکون ہو جائے۔ ان سب باتوں کا تعلق آپ کے ذہن سے ہے اور یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اپنے ذہن کا استعمال کس طرح کرتے ہیں۔ دوسروں پر تنقید کے بجائے اپنا بھی تنقیدی جائزہ لیں۔ اپنے بارے میں خوش فہمی اور دوسروں کے بارے میں غلط فہمی کے دائرے سے باہر نکل کر سوچیں۔ اپنی ذہنی صلاحیتوں کو وسعت دینے کی کوشش کریں اور اچھی سوچ اور اچھے خیالات کا اظہار کریں۔ جو یقیناً آپ کو دوسروں کی نظروں میں پسندیدہ بنانے میں اہم رول ادا کریں گے۔ دماغ کی حیثیت بادشاہ کی سی ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بادشاہ کو سلامت رکھیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے پیچھے اپنے دماغ کو نہ تھکائیں معمولی معمولی باتوں کو اپنے اعصاب پر سوار کر کے اپنا نروس سسٹم کمزور نہ کریں ورنہ یہ خود اپنے ساتھ دشمنی کے مترادف ہے۔ یاد رکھیں دماغ بہت قیمتی چیز ہے اس کا صحیح استعمال اس کی کارکردگی بڑھا سکتا ہے۔ اسے استعمال کر کے دیکھیں کہ آپ اپنے لیے کیا اور کیسا انتخاب کرتے ہیں۔

شازیہ اکرم، دیپالپور

طب وصحت

آپ کے دانت صحت کے محافظ

پیارے بچو! دانت نہ صرف چہرے کو رونق عطا کرتے ہیں بلکہ آواز کی ادائیگی کا حسن بھی برقرار رکھتے ہیں۔ دانتوں کی حفاظت میں مسواک کرنا، فلوسنگ (دھاگوں سے دانتوں کی صفائی) اور باقاعدگی سے دانتوں کا معائنہ کروانا شامل ہے۔ جس سے دانتوں اور مسوڑھوں کے امراض سے بچا جا سکتا ہے۔ باقاعدگی سے اور صحیح انداز میں برش یا مسواک کرنے اور فوسنگ (دھاگوں سے دانتوں کی صفائی) اور باقاعدگی سے دانتوں کا معائنہ کرانے سے دانتوں کے گرنے اور مسوڑھوں کے امراض سے بچا جاسکتا ہے اور اگر آپ کا تعلق بھی لوگوں کی اسی اکثریت سے ہے جنھیں دانتوں کے مرض ہیں تو پھر آپ امراض دندان کے ماہر کی ''ہتھوڑی'' اور زنبور کا سامنا کرنے سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ اس لیے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ''گربہ کشتن روز اول'' کے مصداق دانتوں میں کیڑا لگنے سے قبل ہی اس کا بچاؤ کر لیا جائے۔ کھانا کھانے کے بعد اگر دانت خوب اچھی طرح برش یا مسواک کے ذریعے صاف نہ کیے جائیں تو دانتوں پر مسوڑھوں کے نیچے یا دانتوں کے درمیان ایک نظر نہ آنے والا مواد جمع ہوتا رہتا ہے، اسی کو پلاک کہتے ہیں، اس پلاک میں موجود جراثیم غذائی اجزاء سے مل کر تیزاب بناتے ہیں اور یہ تیزاب دانتوں پر موجود حفاظتی تہہ (اینیمل) دانتوں کی چمکدار تہہ کو تباہ وہ برباد کرنے لگتا ہے۔ دانتوں کی چمک دراصل اینیمل کی تہہ (کوٹنگ) کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ کوئی عام پالش نہیں ہے، بلکہ قدرت کی خوردبینی صفت کاری کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے، یہ اینیمل چھ کونوں والی لاتعداد سلاخوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ اینیمل کی اس تہہ میں اعصابی نظام نہیں ہوتا۔ جو درد یا تکلیف کا احساس کر سکے۔ لیکن یہ بذات خود بہت مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے اور 50-40 سال تک کے شب و روز استعمال کے باوجود عام طور سے اس کے خراب ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ دانتوں کے کیڑا لگنے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اس پلاک کو روزانہ اچھی طرح صاف کر دیا جائے۔ اس کا بہتری طریقہ یہ ہے کہ دن میں کم از کم دو مرتبہ (صبح اٹھنے کے بعد اور رات کو سونے سے قبل) برش کیا جائے یا مسواک کی جائے۔ برش یا مسواک کرنے سے مسوڑے بھی متحرک ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ صحت مند رہتے ہیں اور دیگر امراض سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اپنے دانتوں اور مسوڑھوں کو صحت مند رکھنے اور ان کی حفاظت کے لیے آپ کو بہت باقاعدگی اور تواتر و تسلسل سے برش اور فلوسنگ کرنی چاہیے...... یاد رکھیے کہ یہ دانتوں کی حفاظت کا پہلا اور سب سے اہم سبق ہے۔ ٹوتھ پیسٹوں یا توتھ پاؤڈروں (منجنوں) میں ایسی اشیاء کیمیائی مادے ہوتے ہیں جو کھرچنے اور گھسنے کا کام کرتے ہیں۔ انھی میں مصفی یا ڈٹر جنٹ اور جھاگ بنانے والی اشیاء شامل ہوتی ہیں۔ ٹوتھ پیسٹوں میں شامل سب سے زیادہ عمومی عامل اور کارندہ فلورائیڈ ہے۔ جو کیڑا لگنے کو روکتا ہے اس لیے ٹوتھ پیسٹ یا منجن خریدتے وقت ہمیشہ اطمینان کر لیں کہ اس میں فلورائیڈ شامل ہے دس افراد میں سے کم از کم ایک میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ ان کے دانتوں پر ٹارٹر (دانتوں کا میل) زیادہ تیزی سے جمع ہوتا ہے، ہوتا یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ دانتوں کا پلاک لعاب دہن سے معدنیات حاصل کرتا ہے اور ٹارٹر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے کئی لوگوں کے دانتوں پر مسوڑھوں کے نیچے زردی مائل پپڑیاں سی جمی ہوئی دیکھی ہوں گی۔

انھی کو ٹارٹر کہا جاتا ہے، یہ ٹارٹر دانتوں اور مسوڑھوں کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیتا ہے، ٹارٹر زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہوتا ہے اور اس کو صاف کرنا زیادہ مشکل اور دشوار ہوتا ہے، تب آپ کو ایسے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے جو ''ضد ٹارٹر'' ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اچھے قسم کے ''ماؤتھ واش'' بھی درکار ہوتے ہیں اور پھر سب سے بڑھ کے آپ کا قیمتی وقت! یہ زائد وقت آپ کو دانتوں کو لعابی غدود کے اطراف برش کرنے میں خرچ ہوتا ہے...... اگر آپ کے دانت گرم چائے اور ٹھنڈے پانی دونوں کے لیے حساس ہو گئے ہیں۔ یا ذرا سا دبانے سے آپ کو درد ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دانت زیادہ حساس ہو گئے ہیں اور اس کے لیے آپ کو خاص نوعیت کا ٹوتھ پیسٹ درکار ہوگا...... لیکن ٹوتھ پیسٹ کا از خود فیصلہ کرنے سے بہتر ہے کہ آپ پہلے اپنے دانتوں کے معالج سے مشورہ کر لیں۔ کیوں کہ شاید معاملہ صرف حساسیت کا نہ ہو بلکہ اس کے آگے کی کوئی اور پریشانی اور تشویش ہو۔ مثلاً کیڑا لگنا یا اعصابی سوزش وغیرہ (جلن اور خارش وغیرہ)

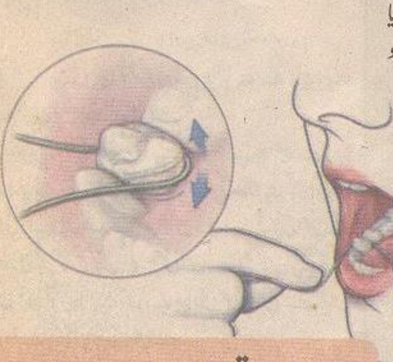
مناسب اور درست برش کا استعمال

ماہرین امراض دندان (ڈینٹسٹ) یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے دانتوں پر روزانہ کم از کم دو مرتبہ اور کم از کم دو منٹ تک ضرور برش کرنا چاہیے۔ صحیح اور درست طریقے سے برش کرنے کے چند طریقے بیان کیے جا رہے ہیں۔ اپنے برش کو اپنے مسوڑھے کے خط سے 45 درجے پر ترچھا تھامیے اور اس مقام سے آرام اور احتیاط اور نرمی کے ساتھ برش کرنا شروع کیجیے جہاں دانت اور مسوڑھا باہم ملتے ہیں اور پھر دانتوں کے چبانے کی سطح تک آجائیے۔ بہت زیادہ سختی یا بہت زیادہ رگڑتے ہوئے برش کرنے سے آپ مسوڑھوں کو کمزور کر سکتے، اور دانتوں کے حساسیت بڑھ سکتی ہے۔

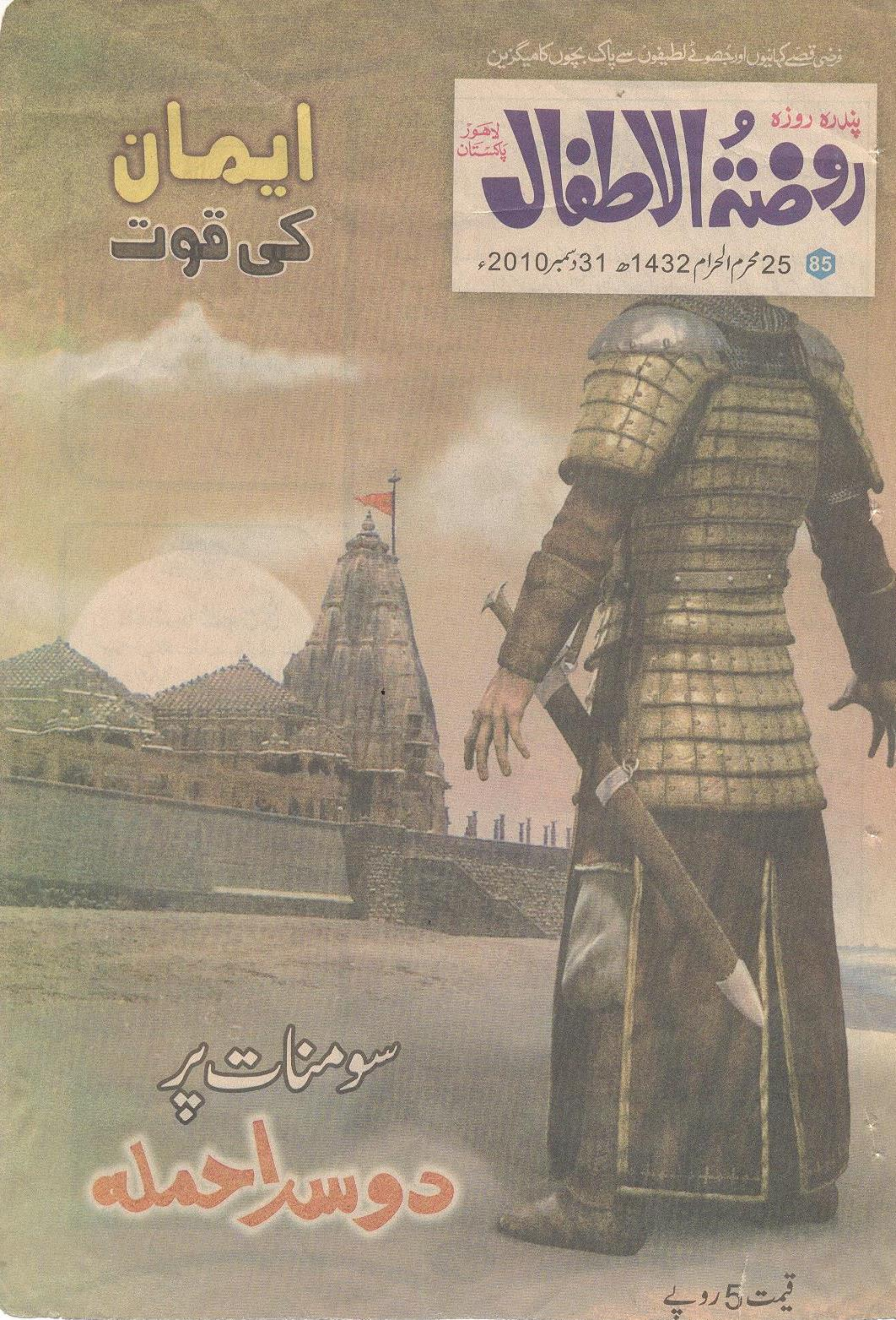
اپنے دانتوں کی اندرونی اور بیرونی تہہ اور سطح کو ایک ہی انداز میں برش کیجیے۔ اپنے سامنے کے اوپر اور نیچے کے دانتوں کی اندرونی سطح کو صاف کرنے کے لیے برش کو عموداً یا سدھا رکھیے اور آگے اور پیچھے حرکت دیتے ہوئے اپنے برش کے سامنے کے حصے کو دانتوں اور مسوڑھوں پر لائیے۔ اسی طرح سامنے کی جانب صفائی کرتے ہوئے اپنی زبان اور منہ کے بالائی حصے (بالائی جبڑے) پر آہستگی، نرمی اور ملائمت سے برش پھیریے تاکہ ان تمام اجزاء کو صاف کر سکیں جو ان مقامات پر اپنا ڈیرہ ڈال دیتے ہیں اور بیکٹیریا کی پھلواری بن جاتے ہیں۔ دانتوں پر برش کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور آپ کے دانت بھی پورے دو تین منٹ تک برش کے عادی ہو جائیں۔

دھاگے سے صفائی (فلوسنگ)

برش کرنا یا مسواک کرنا بہت اہم ضروری ہے تاہم اس سے دانتوں اور مسوڑھوں کے نیچے پھنسے ہوئے غذائی اجزاء اور پلاک کی صفائی نہیں ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے آپ کو ''فلوسنگ'' (دھاگوں سے صفائی) کی ضرورت پیش آتی ہے اور دن میں کم از کم ایک مرتبہ فلوسنگ ضرور کرنی چاہیے۔ فلوس (یا دھاگوں) کی کون سی قسم آپ پسند کرتے ہیں۔ اس کا انحصار اس پر بھی ہے کہ آپ کے دانتوں کے درمیان کتنا خلا ہے ڈینٹسٹ حضرات غیر موی دھاگہ تجویز کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ نسبتاً باریک ہوتا ہے اور دانتوں کے مابین کم جگہوں سے بھی باسانی گزر سکتا ہے تاہم دھاگوں کی مختلف اقسام کے لحاظ سے ان کی کارکردگی پر عموماً کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ دھاگہ کوئی بھی ہوتا ہم آپ کو یہ احتیاط برتنا ہوتی ہے کہ آپ کے مسوڑھے زخمی نہ ہو جائیں، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کیجیے۔ دھاگے کو بڑی احتیاط سے دو دانتوں کے درمیان پیچھے اور آگے کی جانب حرکت دیتے ہوئے داخل کیجیے پھر دھاگے کو مسوڑھے کی لائن میں لائیے۔ لیکن مسوڑھے سے نیچے مت اتاریے۔ اپنے دانت کے سرے پر دھاگے کو انگریزی حرف 'C' کی شکل میں موڑیے اور پھر اس کو ہر دانت کے اوپر اور نیچے اور دائیں اور بائیں آہستہ آہستہ گھمائیے۔



تحریر: دعا، لاہور


فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان
85
25 محرم الحرام 1432ھ 31 دسمبر 2010ء
ایمان
کی قوت
سومنات پر
دوسرا حملہ
قیمت 5 روپے

ضروری بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو! ایک ماہ بعد ربیع الاول کا مہینا آنے والا ہے۔ اسی مہینے میں وہ مبارک دن آنے والا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب ترین ہستی کو انسانیت کی ہدایت کے لیے اس جہاں میں بھیجا۔ نبی کریم ﷺ کا ایک نہایت بلند مرتبہ وعظمت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے جو پیغمبر اور نبی زمین پر اللہ پاک کی وحدانیت کا درس لے کر انسانوں میں آتے رہے، وہ کئی قوموں کو راہ راست پر لانے کا سبب ضرور بنے لیکن پیارے نبی محمد ﷺ نہ صرف انسانیت بلکہ تمام عالمین کے لیے رحمت بن کر آئے اور ان کے بعد نبوت کا در ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ پیارے بچو! ہم اللہ کے اسی محبوب نبی ﷺ کے پیروکار ہیں کہ جن کا درس، انسانیت تا قیامت عالمین کے لیے روشن چراغ ہے یہی وہ چراغ ہے جسے بجھانے کے لیے کافر سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں لیکن وہ جس قدر کوشش کرتے ہیں اس کی روشنی اتنی ہی اور زیادہ پھیل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حسد اور غصے میں اپنے اندر ہی کڑھتے رہتے ہیں اور یہی اسلام دشمنی انھیں شیطانی کام پر اکساتی ہے اور وہ پیارے نبی اکرم ﷺ کی توہین اور قرآن کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کا درس ہدایت تو سب کی بھلائی کے لیے ہے۔ بچو! کبھی ہم نے سوچا ہے کہ جو درس نبی پاک ﷺ نے ہمیں قرآن کے ذریعے دیا...... ہم نے اس پر عمل کیا...... اور اگر کیا تو کیا ہمارا عمل اور ہماری زندگیاں اس درس پر پوری اترتی ہیں۔ جواب ہاں میں ہے تو سجدۂ شکر بجا لایئے...... اور ہمیشہ اس راہ پر چلنے کی کوشش کریں...... اور اگر جواب کا رخ دوسرا ہو تو پھر عہد کریں کہ ربیع الاول کے ماہِ مبارک میں نبوت کامل کا جو چراغ جلا ہے ہمیشہ اس کی روشنی میں اپنے اعمال کو خوب سے خوب تر کریں گے (آمین)

ہم گزشتہ روضۃ الاطفال میں ''حرمتِ رسول نمبر'' کا اعلان کر چکے ہیں۔ پیارے نبی اکرم ﷺ کی پیاری تعلیمات جاننے اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی حرمت کے جانثاروں سے آگاہی کے لیے یہ ''خاص نمبر'' بہت اہم ہوگا۔ ہم نے سوچا ہے کہ اس شمارے کو ایک تاریخی شمارہ بنائیں جس کے لیے ہمیں آپ کی بھرپور مدد کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ مدد اگر تحریر کی شکل میں ہے تو بروقت ہونی چاہئے کیونکہ اس کے بعد تیاری میں ایک مشکل عرصہ درکار ہوگا۔ اس بار بھی ہم نے خاص طور پر ''حرمتِ رسول نمبر'' کا ذکر اسی لیے کیا کہ جن دوستوں نے تحریریں نہیں بھیجی وہ جلد ارسال کر دیں۔ اور جو ابھی تک سوچ رہے ہیں وہ آج ہی لکھنا شروع کریں تا کہ یہ کام جلد اور عمدہ طریقے سے مکمل ہو جائے۔

آپ کی تحریروں اور تجاویز کا انتظار رہے گا۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

نافع مند تجارت

جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے، نماز قائم کرتے اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہ ہوگا تا کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کا پورا پورا اجر دے اور اپنی مہربانی سے کچھ زیادہ بھی دے بلاشبہ وہ معاف کرنے والا قدر دان ہے۔ (فاطر: ۲۹، ۳۰)

[حبیب الرحمٰن قصوری]

حدیثِ نبوی ﷺ

جنت میں داخلے جامع پیکج

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جب آپ کے دیدار سے فیض یاب ہوتا ہوں تو میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، آپ مجھے ہر چیز کے بارے میں بتا دیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔'' میں نے عرض کی: مجھے ایسا کام بتا دیں جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ① سلام پھیلاؤ، ② کھانا کھلاؤ، ③ صلہ رحمی کرو، ④ رات کو قیام کرو جب لوگ سو رہے ہوں، ⑤ پھر سلامتی کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (مسند احمد)

[عاقبہ، صبیحہ، سمیرا عبدالغنی، بہاول پور]

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-37070857

ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

ٹتٹت ٹتٹت ٹت

سٹراپ! سٹراپ! بید کی ضربیں پے در پے مولانا کی پشت پر پڑ رہی ہیں۔ لیکن مجال ہے جو انھوں نے آہ تک بھی کی ہو۔ ضربیں اتنی شدید کہ پتھر پر پڑتی تو دو ٹکڑے ہو جاتا مگر مولانا اگر بولتے تو صرف۔ اللہ! استغفر اللہ! یا الحمدللہ!۔ قریب کھڑے جلاد اور افسران اور کچھ نہ سن پاتے۔ سب حیران ہیں کہ یہ شخص کس مٹی کا بنا ہوا ہے۔ مار کھا کھا کے زخموں سے چور ہے مگر اس کی بات ماننا تو در کنار آہ تک نہیں کرتا۔ آخر تھک ہار کر سب افسران باہر چلے گئے اور کوٹھڑی کو تالا لگوا دیا۔

یہ 1865ء کی بات ہے اور انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے کا دور۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ مولانا جعفر تھانیسری رحمہ اللہ اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت گرفتار ہو گئے۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ انگریزوں کی غلامی کو پسند نہیں کرتے۔ اللہ پر پکا ایمان ہے اور لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے ہیں۔ انگریز انھیں مار پیٹ کر ان سے ان کے دیگر ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے بھائیوں کو اس کڑی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے۔ کیپٹن پارسن اور اس کے جلاد صفت ساتھی جیل کی اس کوٹھڑی سے باہر نکلے تو مولانا بے ہوش تھے۔ جب ہوش آئی، اندازہ لگایا کہ انگریز انھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کسی وجہ سے ان کے رمضان کے چند روزے باقی تھے۔ انھوں نے سوچا "نجانے یہ لوگ کب مجھے مار دیں اللہ کا یہ قرض اپنے اوپر کیوں رہنے دوں؟" اس خیال سے انھوں نے روزے رکھنا شروع کر دیے۔ اگلے دن پھر پارسن آ گیا۔ اب انھیں ایک انگریز افسر کی کوٹھی میں لے جایا گیا۔ اس نے مال و دولت کے ذریعے اپنی بات منوانا چاہی۔ لیکن مولانا کو کب پرواہ تھی مال و دولت کی۔ لہٰذا بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے پارسن سخت غصے میں آ گیا۔ انھیں کوٹھی کے ایک کونے میں لے گئے جہاں چار پانچ نوجوان بھیڑیے کی طرح ان پر جھپٹ پڑے۔ لاتوں، گھونسوں اور جوتوں کی بارش کر دی۔ ہر طرح کی تکلیف کے باوجود ان کی زبان پر ایک ہی دعا تھی۔ "یا اللہ! مجھے ثابت قدم رکھنا۔" ظلم و ستم کا وحشیانہ سلسلہ...... روزے کی حالت...... گرمی کا موسم...... کئی بار مولانا غش کھا کر گرے افسروں نے مایوس ہو کر چھوڑ دیا کوٹھی سے جیل تک چلے تو راستے میں درخت کے پتوں سے افطاری کی۔ اس حالت میں بھی ایمان کی پختگی کا یہ عالم کہ اللہ کی حمد و ثنا میں مصروف ہیں۔ مولانا اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت جو سب معروف علمائے دین ہیں۔ عدالت میں حاضر ہیں۔ دورانِ سماعت عدالت میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ مولانا نماز کی اجازت مانگتے ہیں مگر کہاں......؟ عدالت کا مجسٹریٹ ان کی درخواست کو حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے کہ تمہارے لیے مقدمہ ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ مجسٹریٹ کا یہ کہنا تھا کہ سب نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ مولانا جعفر تھانیسری رحمہ اللہ کے ایک ساتھی مولانا یحییٰ علی رحمہ اللہ اپنی کرسی سے اتر کر کمرہ عدالت کی زمین پر بیٹھ کر مٹی پر ہاتھ مارنے لگتے ہیں پہلے مٹی ہاتھوں پر ملی پھر چہرے پر۔ ان کی پیروی میں دیگر ساتھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ صفیں باندھ کر جماعت کروانا تو مشکل ہے۔ مولانا یحییٰ علی اپنی جگہ پر ہی کھڑے امامت کرواتے ہیں اور باقی ساتھی بھی اپنی جگہ پر ان کے پیچھے نماز ادا کر لیتے ہیں۔ ارد گرد کھڑے فوج کے دو سو افراد مجسٹریٹ کے حکم کے منتظر ہیں لیکن اس پر خوف کا ایک عالم طاری ہو گیا۔ وہ حیران ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں؟ مار پیٹ ان پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ موت سے ڈرتے نہیں ایک ان دیکھے رب کی عبادت اور حکم ماننے کے لیے ہر وقت تیار اس کے حکم کی تعمیل میں ہمارے ہتھیاروں کی بھی کوئی پرواہ نہیں اسی حالت میں یہ جانباز نماز ادا کر چکے۔ عدالت میں دوسرا دن بھی ایسے ہی گزرا۔ تیسرا دن بھی چوتھا دن بھی۔ اب عدالت بازی ہار چکی تھی وہ جان گئی یہ مجاہد انھیں خاطر میں لانے والے نہیں۔ ان کا ایمان، ان کے ہتھیاروں، حکومت سے زیادہ ہے۔ عدالت نے ایک ایک مجاہد کو تین تین مسلح محافظوں کے ہمراہ کمرہ عدالت سے باہر جا کر نماز کی اجازت دے دی انگریز حکومت ظلم و ستم سے چور مسلمانوں میں سے ہر ایک کے ہمراہ حفاظت کے لیے تین تین مسلح فوجیوں کا انتظام حیرت انگیز ہے۔ ان مسلمانوں کے مضبوط ایمان کی طاقت نے کافر انگریز حکومت کو ناقابلِ فراموش شکست دے دی۔ (حوالہ: شاہی قبا از ام عبد منیب)

[انتخاب: عائشہ بنت طارق، گوجرانوالہ]

مشرق و مغرب تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا

پیارے بچو! ایک وقت یہ بھی تھا کہ مکہ میں ایک کمزور آواز سمجھ کر کفار مکہ نے ہمارے پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کر دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑ کر مدینہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہاں سے دعوت و جہاد کے ذریعے غلبہ دین حق کے لیے جہادی قافلے دنیا کے کونے کونے میں پہنچے۔ دس سال کے مختصر عرصہ میں مکہ فتح کر لیا گیا اس کے بعد فتوحات کا سلسلہ تیزی سے شروع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود جہاد میں زخم کھائے اور لہولہان بھی ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانیوں کی ایسی داستان رقم کی کہ وہ تاریخ کا سنہری باب ہے۔

میدان جہاد میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مسلمانوں کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے۔ مختصر وقت میں دنیا کے ایک بڑے حصہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

مگر پھر فتوحات کا دور اس لیے ختم ہوا کہ ملت اسلامیہ پر کچھ ایسے حکمران مسلط ہو گئے جنھیں دنیاوی عیش و عشرت کی زندگی سے پیار تھا۔ وہ میدان جہاد کی پروقار موت [شہادت] سے گھبرانے لگے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم جرنیلوں کے فتح کیے ہوئے علاقے مسلمانوں سے چھینے جانے لگے جن کا مختصر ذکر پیش خدمت ہے۔

① حبشہ جس کے مسلم اکثریت کے ایک حصے کو آج کل [اریٹیریا] کے نام سے دنیا جانتی ہے یہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا وطن اور نجاشی کا مسکن تھا۔ یہاں مسلم اکثریت کے باوجود آج یہاں عیسائی حکمران ہیں۔ ② سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں فلسطین فتح ہوا مسلمانوں نے یہاں بارہ سو باٹھ سال تک حکومت کی مگر جہاد چھوڑنے کے سبب یہاں یہودی حکمران بنے بیٹھے ہیں۔

③ اراکان (برما) ④ پٹانی (تھائی لینڈ) ⑤ نیپال پر مسلمان کا قبضہ تھا۔ ترک جہاد کے سبب آج یہاں ہندو حکومت کر رہے ہیں۔

⑥ بلغاریہ اور ⑦ روس اور ⑧ چین کے بڑے بڑے علاقے مسلمانوں کے ماتحت تھے۔ مگر جہاد سے منہ موڑنے کی وجہ سے آج یہاں غیر مسلم مسلمانوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ ⑨ ہندوستان ⑩ کشمیر اور ⑪ آسام۔ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے تھے یہاں سات صدیوں تک مسلمان حکومت کرتے رہے۔ ترک جہاد کے سبب آج یہاں ہندوؤں نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔

⑫ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قبرص فتح ہوا۔ دوبارہ 1571ء میں اسے عثمانی ترکوں نے فتح کیا۔ ترک جہاد کے سبب آج وہ فرنگیوں کے قبضہ میں ہے۔ ⑬ معروف جرنیل طارق بن زیاد نے اسپین (اندلس) فتح کیا مسلمان یہاں آٹھ سو سال تک حکومت کرتے رہے ترک جہاد کے سبب اب یہاں صلیبی قابض ہیں۔

⑭ اٹلی ⑮ فلپائن ⑯ پرتگال ⑰ چیچنیا ⑱ رومانیہ ⑲ یوگوسلاویہ (سربیا) ⑳ یونان کے وسیع علاقوں پر مسلمان فاتحین نے پرچم اسلام کو لہرایا تھا۔ اور عرصہ دراز تک مسلمان حکومت کرتے رہے ترک جہاد کے سبب آج فرنگیوں کا قبضہ ہے اس کے علاوہ وسیع علاقے پر کفار کا قبضہ ہے۔ ہم نے مثال کے طور پر ان علاقوں کے نام پیش کر کے اہل عقل کو دعوت فکر و عمل دی ہے۔ تاکہ تحریک جہاد کو وسیع تر اور مضبوط بنا کر عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے ملت اسلامیہ کو جہاد کے راستے پر گامزن ہونے کے لیے تیار کیا جا سکے۔ بڑے وسیع علاقے کا ہاتھ سے نکل جانا۔ مسلمانوں کے لیے شرمندگی اور ندامت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری ملت کو شعور عطا فرمائے اور ہم اپنے اسلاف کے نقش پر چل پڑیں۔

(ماخوذ: دفاع جہاد)

[نعیم الرحمان، مرکز یرموک پتوکی]

پاکستان توڑنے والوں کا انجام

بنگلہ دیش کے احوال

مولانا امیر حمزہ کی زبانی

پیارے بچو! راج دلارے بچو! یہ دسمبر کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جب 1971ء میں ہمارا پیارا پاکستان۔ ہمارے دشمن بھارت کی سازشوں سے دو ٹکڑے ہوا تھا۔ مغربی پاکستان جواب "بنگلہ دیش" کہلاتا ہے۔ وہاں کے لوگ کیسے رہتے ہیں، جو ہندوؤں کے آلہ کار بن کو پاکستان کو توڑنے کا سبب بنے ان پہ کیا بیتی؟ بنگلہ دیش کو کن مشکلات اور ہندو کی مکاری کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ اس تحریر سے آپ کو پتا چلے گا یہ ایک المناک اور سبق آموز داستان ہے جس میں ہمارے لیے معلومات بھی ہے اور سبق بھی۔ ہم نے اس سفر نامے کے اقتباسات تحریک حرمت رسول ﷺ کے کنوینر مولانا امیر حمزہ کی کتاب "اور بھارت سینڈوچ بن گیا" سے لیے ہیں۔ سفرنامے میں اعداد و شمار اور تاریخی معلومات پرانی ہیں جسے ہم نے ویسے ہی رہنے دیا ہے دلچسپ اور معلوماتی اس سفرنامے کی جھلکیاں آپ کی نذر ہیں۔ آیئے مولانا امیر حمزہ کے سنگ سنگ بنگلہ دیش اور برما کی سیر کرتے ہیں۔

❀......❀......❀

شروع میں ان رکشوں پر بیٹھنے کو ہمارا دل نہیں چاہتا تھا کہ ڈرائیور پر ہمیں ترس آتا تھا مگر پھر بالآخر مجبور ہو کر کہ ہر سو یہی ہوتا ہے کہ ایک تو آدمی شور سے بچ جاتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اوپن ہونے کی وجہ سے آدمی گھٹن سے بچ جاتا ہے۔ بہر حال ہم رکشے پر بیٹھے۔ جب بھی کوئی پل یا اونچی جگہ آتی بے چارہ اس قدر زور لگاتا کہ پسینے میں شرابور ہو جاتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ جب ایسی جگہ آتی تو رکشے والا پیدل ہو کر رکشے کو اوپر چڑھانا شروع کر دیتا اور جب اترائی آتی تو اوپر بیٹھ جاتا ہے۔ اترائی میں اس کی آسودگی اور راحت کا منظر ہوتا تھا۔ ہمیں تو اس قدر ترس آتا تھا کہ ہم دونوں بھائی ایسی گھاٹیوں پر عام طور پر نیچے اتر جایا کرتے تھے اور رکشے والے کے ساتھ چلنا شروع کر دیتے تھے کہ اس کی پسینے میں شرابور دکھائی دینے والی ہڈیاں پسلیاں ذرا آرام کر لیں۔ اس حالت میں ہم دونوں بھائی ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہتے۔ اب تو پٹ سن کی خوشبو خوب آ رہی ہے۔ غرض بنگلہ دیش میں ہمارا یہ منفرد انداز تھا۔ سائیکل رکشہ کی پچھلی سیٹ آگے کو جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ یوں بنانے کا فائدہ یہی ہے کہ بوجھ آگے کو پڑا رہے اور ڈرائیور کو آسانی رہے۔ ڈھاکہ کی سڑک پر رکشوں کے رش میں جب ٹریفک رکتی تو رکشے والا اگلے رکشے کے پچھلے حصے میں اپنا رکشہ دے مارتا۔ یہ یہاں کی بریک ہے۔ پہلی بار بیٹھے تو ہم گرتے گرتے بچے۔ پھر عادت ہو گئی اور ذرا سنبھل کر بیٹھنے لگے کہ یوں بریک لگانے کی یہ عادت ہے۔ ایک عورت ایسی ہی بریک کی نذر ہوئی اور سائیکل رکشہ سے نیچے جا گری۔

سونار بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ کی سیر ہم نے اسی سائیکل رکشہ پر کی۔ دھان منڈی، اسمبلی، ایوان صدر، جی ایچ کیو اور دیگر چند علاقوں کو چھوڑ کر ڈھاکہ کا اکثر علاقہ غربت و افلاس میں ڈوبا ہوا ہے۔ بھکاریوں کے غول کے غول نظر آتے ہیں اور غیر ملکی تو دیکھ کر جان نہ چھوڑیں گے۔ ڈھاکہ کی بری بڑی سڑکوں اور شاہراہوں کے فٹ پاتھوں پر باقاعدہ بستیوں کی بستیاں آباد ہو چکی ہیں۔ بستیوں کے گھر جھگیاں ہیں۔ ہم سوچ رہے تھے کہ ان بستیوں کے ہزاروں لوگ جو یہاں پڑے ہیں۔ نہانے دھونے کی ضروریات کہاں سے پوری کرتے ہوں گے۔ اسی طرح کھوکھے نما بیسیوں گھروں کے لیے مشترکہ نلکا اور لیٹرین کا نظام بھی ڈھاکہ میں دیکھا۔ باری کے لیے لائنیں لگی ہوئی تھیں اور جو گھر ہیں ان کا حال یہ ہے کہ تالابوں اور جوہڑوں میں بانس گاڑ کر اوپر تختے رکھ کر اور پھر دیواریں بانس کی صفوں کی بنا کر اوپر گھاس پھونس ڈال کر گھر بنائے گئے ہیں۔ یہ تھا سنار بنگلہ دیش کہ جسے ہم دیکھ رہے تھے اور پٹ سن کر بو سونگھ رہے تھے کہ اب یہ اسلام آباد میں تو ناپید ہے۔

❀......❀......❀

ایک جانب غربت کا یہ حال اور دوسری طرف مہنگائی کا ایسا حال کہ ایک کلو دہی کا ریٹ ستر ٹکہ ہے۔ یہاں کی مخصوص دہی جس کا ریٹ اس قدر زیادہ ہے۔ اس میں چینی ڈال کر اسے بنایا جاتا ہے۔ مٹی کے جس پیالے میں یہ دستیاب ہے۔ وزن اس پیالے سمیت ایک کلو ہے اور قیمت ستر ٹکہ ہے۔

مچھلی جو یہاں کی خاص پیداوار ہے، اس کا ریٹ بھی سو ٹکہ سے ڈیڑھ سو ٹکہ تک ہے۔ ٹافی جو ہمارے ہاں آٹھ آنے کی ہے، وہاں ایک ٹکہ کی ہے۔ مسمی مالٹا دس ٹکے کا ایک ہے۔ بال پوائنٹ اچھی پینسل جو یہاں زیادہ سے زیادہ تین روپے کی ہے، وہاں ۲۲ ٹکوں کی مل رہی تھی۔ ۴۵۰ ٹکا کا چالیس کلو آٹا ملتا ہے۔ موٹا چاول ۱۵ ٹکا فی کلو ہے۔ جبکہ پاکستان کا باسپتی چاول یہاں ۵۰ ٹکا کا کلو ملتا ہے۔ آسٹریلین گھی کا نو سو گرام کا ڈبہ دو سو دس ٹکہ کا ملتا ہے اور نمک بارہ ٹکے کلو ہے۔ وہ بھی سمندری نمک جو تم آلود رہتا ہے۔ ٹکا روپے کے برابر ہو چکا ہے خیر سے بے نظیر کا یہ بھی کمال ہے۔ انناس قدرے سستا تھا۔ یہ خوش ذائقہ پھل ہم نے یہاں خوب کھایا۔

یہ ہے سونار بنگلہ دیش جسے ہم نے دیکھا۔ جس نے غریبوں بھکاریوں میں اضافہ کر دیا اور صورتحال یہاں تک پہنچ گئے کہ بھکاری گھر کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ گھر والا مہمان سمجھ کر باہر جاتا ہے تو بھکاری کھڑا ہوتا ہے۔ بہر حال ہمیں اس پر تعجب ہوا تھا۔ ڈھاکہ کے باسیوں کے لیے اب یہ معمول کی بات ہے۔

اللہ نے فرمایا

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یا عبادی! اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے، تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، اس کے سوا جسے میں ہدایت سے نواز دوں، پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں، پس تم مجھ ہی سے کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو، سوائے اس کے جس میں لباس پہنا دوں، پس تم مجھ ہی سے لباس مانگو، میں تمہیں لباس پہنا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم یقیناً رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پس تم مجھ ہی سے مغفرت طلب کرو میں تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم میرے نفع کو بھی نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر، جن و انس، سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کچھ بھی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر، جن و انس، سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر، جن و انس سب ایک کھلے میدان میں جمع ہو جائیں اور وہ سب مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کو اس کی چاہت کے مطابق عطا کر دوں، تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی ہو گی، جتنی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جنھیں میں تمہارے لیے شمار کر کے رکھتا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص خیر و بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اس کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے تو وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔ (مسلم)

سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔ (مسلم)

حبیب اللہ، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ کراچی

کرم سے جنت نصیب کردے۔ اس بوڑھی اماں نے جب سارا قصہ سنا تو مضطرب اور بے چین ہو کر کہنے لگیں کہ کائنات کے امام سیدنا محمد ﷺ کہاں ہیں؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ دیکھو اللہ کے رسول ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ وہ دوڑتی ہوئی آگے بڑھیں، آنکھوں سے آنسو جاری، غم والم کا پہاڑ آپڑا کہ جوان، اکلوتا بیٹا شہید نہیں ہوا۔

مشفق اعظم ﷺ نے دیکھا کہ ایک خاتون آرہی ہے، رک گئے۔ اماں پاس آئیں تو پوچھا کون؟ کہا ام حارثہ فرمایا ام حارثہ کیا چاہتی ہو؟ عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ کو خوب معلوم ہے کہ مجھے اپنے بیٹے حارثہ رضی اللہ عنہ سے کتنی محبت تھی۔ سارا مدینہ میری محبت سے خوب واقف ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ میرا بیٹا قتل ہو گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ مجھے بتایئے قتل کے بعد حارثہ کہاں ہے؟ میرا لخت جگر کہاں ہے؟ اگر تو جنت میں ہے تو میں صبر و شکر کروں اور اگر وہ جنت میں نہیں ہے تو پھر مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا نوحہ کروں۔ خوب روؤں، اتنا روؤں کے اس سے پہلے اس کی مثال نہ ہو، حتی کہ مجھے قرار آجائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا "ام حارثہ رضی اللہ عنہا کیا کہتی ہو؟" کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ! وہی جو آپ مجھ سے سن چکے ہیں اگر جنتی ہے تو صبر اور شکر کروں اور جنتی نہیں تو کم از کم نوحہ تو کرلوں۔ کائنات کی سب سے مشفق شخصیت نے رحمت بھری نظروں سے دیکھا، ایک بوڑھی عورت اپنے بیٹے کے لیے تڑپ رہی ہے، پھر بھی صبر کا مظاہرہ کررہی ہے۔ وہ اگر سامنے ہوتا تو اسے گلے لگاتی، اس کا منہ چومتی، اپنے سے کبھی جدا نہ ہونے دیتی۔

ام حارثہ نہایت اضطراب کے عالم میں کھڑی نتیجہ کا انتظار کر رہی ہے۔ نجانے آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ قدموں میں لغزش ہے، حلق خشک ہو گیا ہے، چہرے پر آنسو ٹھہر گئے ہیں، حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی ہے کہ ابھی وہ زبان حرکت میں آنے والی ہے جس سے صرف سچ نکلتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب اس عورت کی اپنے بیٹے سے محبت اور عجز وانکساری دیکھی تو فرمایا: ام حارثہ تمھیں کیا ہو گیا ہے، بیٹے کہ محبت میں دیوانی ہو گئی ہو، تم ایک جنت کی بات کرتی ہو، رب العزت نے اسے بہت ساری جنتوں کا مالک بنا دیا ہے خوش ہو جاؤ تمھارا بیٹا جنت الفردوس میں پہنچ گیا ہے۔ (بخاری، ترمذی، احمد)

جنت الفردوس کی چھت رحمٰن کا عرش ہے جنت میں سب سے اونچا مقام جنت الفردوس کا ہے جس کے اوپر رحمٰن جل جلالہ کا عرش ہے۔ جب اس بوڑھی عورت نے خوش خبری سنی، سر عجز وانکسار سے جھک گیا، چہرے پر تازگی آگئی اور آنسو رک گئے۔ چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اللہ اکبر، اللہ تیرا شکر ہے، میں شہید کی ماں بن گئی، میرے بیٹے کو جنت الفردوس کی خوش خبری مل گئی۔ میری خوش قسمتی کے کیا کہنے! نہ مالِ غنیمت مقصود، نہ دنیا کی ستائش اور نہ صلہ۔ یہاں تو رب کی رضا، اس کی خوشنودی، اس کی چاہت اور اس کی محبت مطلوب ہے۔ (سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم)

پیارے نبی اکرم ﷺ کی پیاری بیٹی

تنزیلہ رشید، پتوکی

رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہے۔ ایک روایت کے مطابق سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ وہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ اس لیے جب بڑی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ سے کردی۔ راویوں کا خیال ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی پیدائش نبوت سے چھ سال پہلے ہوئی۔

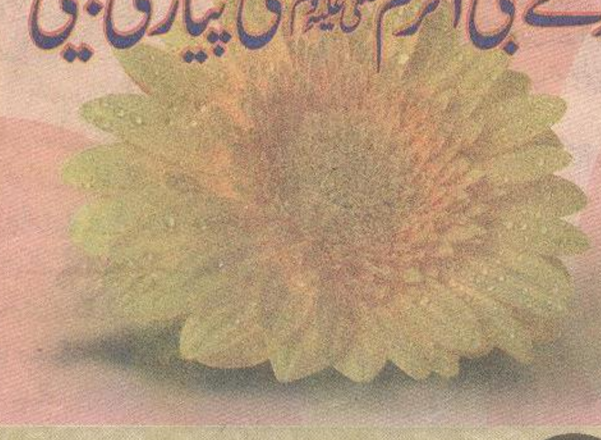
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد مکہ میں ہی رہ گئی تھیں۔ جب مکہ کی حالات زیادہ خراب ہونے لگے اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کے خاندان نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کرلیا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ روانہ ہونے لگیں تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان کے ہمراہ ہجرت کرکے مدینہ روانہ ہو گئی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی دونوں بیٹیوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو قرآن میں سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔

ابولہب نے اپنے دونوں بیٹیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ میری زندگی اور اٹھنا بیٹھنا تم لوگوں کے ساتھ حرام ہے اگر تم نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی۔ یہ سن کر عتبہ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اور عتیبہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

جب ۲ ہجری میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بے حد رنجیدہ رہتے تھے۔ ان کو دوہرا غم تھا۔ ایک جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے کا اور دوسرا وفا شعار اور غم گسار بیوی کی وفات کا۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ان کو حد درجہ غمگین پایا تو پوچھا اے عثمان رضی اللہ عنہ میں تم کو بہت رنجیدہ دیکھتا ہوں اس کا کیا سبب ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ پریشان نہ ہوں تو کیا کروں۔ مجھ پر وہ مصیبت ٹوٹی ہے جو کسی پر نہ ٹوٹی ہو گی۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال سے میری کمر ٹوٹ گئی۔ آپ ﷺ سے جو قرابت کا رشتہ تھا وہ جو ٹوٹ گیا۔ اب میں کیا کروں؟ ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ سے یہ حکم پہنچایا ہے کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اسی مہر پر جو رقیہ رضی اللہ عنہا کا تھا، تمھارے عقد میں دوں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ۳ ہجری کے تیسرے مہینے میں ہو گیا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تم میری بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرلو۔ لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تامل کیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لیے کہ وہ سن چکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا نکاح کا خیال فرماتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر بیوی اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر تلاش کردوں؟ پھر آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حلقۂ ازدواج میں لے لیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عقد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ نکاح کے دو مہینے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اسی طرح پانچ سال گزر گئے۔ یہ عرصہ گزرنے کے بعد شعبان ۹ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ انصاری عورتوں نے آپ کو غسل دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیٹی کے انتقال سے سخت صدمہ پہنچا۔ آپ ﷺ ان کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔



جیسی کرنی ویسی بھرنی

پیارے بچو! انگریز مکار کی مسلم حکمرانی ختم کرنے کے ایک برس پہلے ایک جنگل میں چند شہزادے شکار کھیلتے پھر رہے تھے اور بے پروائی سے چھوٹی چھوٹی چڑیوں اور فاختاؤں کو غلیل سے مار رہے تھے۔ ایک گدڑی پوش فقیر نے وہاں سے گزرتے ہوئے انھیں دیکھا۔ اس نے بڑے ادب سے شہزادوں کو سلام کرتے ہوئے عرض کیا۔ ”میاں صاحبزادو!......؟ ان بے زبان جانوروں کو کیوں ستا رہے ہیں؟ انھوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ یہ جاندار ہیں۔ آپ کی طرح دکھ اور تکلیف کی خبر رکھتے ہیں۔ انھیں نہ ماریں۔“

شہزادہ نصیر الملک بگڑ کر بولا۔ او جا رے جا...... دو ٹکے کا آدمی ہمیں نصیحت کرنے نکلا ہے؟ تو کون ہوتا ہے ہمیں سمجھانے والا؟ سیر و شکار سب ہی کرتے ہیں۔ ہم نے کیا تو کون سا گناہ ہو گیا؟“

فقیر نے کہا۔ ”صاحب عالم! ناراض نہ ہوں۔ شکار ایسے جانوروں کا کرنا چاہیے کہ ایک جان جائے تو دس پانچ آدمیوں کا پیٹ بھرے۔ ان ننھی منھی چڑیوں کو مارنے سے کیا ملے گا؟ بیس ماریں گے تب ایک آدمی کا پیٹ نہ بھرے گا۔“ وہ شہزادہ فقیر کے دوبارہ بولنے پر آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے ایک غلہ غلیل میں رکھ کر فقیر کے گھٹنے میں اس زور سے مارا کہ وہ بے چارہ اوندھے منہ گر پڑا۔ تکلیف سے چلانے لگا۔

”ہائے...... میری ٹانگ توڑ ڈالی۔“

اس کے گرتے ہی وہ تمام شہزادے گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے کی طرف چلے گئے اور فقیر گھسٹتا ہوا جنگل کے سامنے ایک قبرستان کی طرف جانے لگا۔ وہ گھسٹتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا وہ تخت کیونکر آباد رہے گا، جس کے وارث ایسے سفاک ظالم ہیں۔ لڑکے! تو نے میری ٹانگ توڑ دی۔ خدا تیری بھی ٹانگیں توڑ دے اور تجھے بھی اسی طرح زمین پر گھسٹنا نصیب ہو۔“

مظلوم دل سے نکلی ہوئی بددعائیں دیر سے سہی مگر اثر ضرور دکھاتی ہیں، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد توپیں گرجنے لگیں گولے برسنے لگے۔ زمین پر چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر نظر آنے لگے۔ شہر دہلی ویران اور سنسان ہوتا جا رہا تھا۔ لال قلعے سے پھر وہی شہزادے گھوڑوں پر سوار بدحواسی کے عالم میں بھاگتے ہوئے دکھائی دیے۔ وہ پہاڑ گنج کی طرف جا رہے تھے اور بیس پچیس گورے سپاہی ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

یک لخت انھوں نے شہزادوں پر بندوقوں کی باڑ ماری۔ گولیوں نے گھوڑوں اور سواروں کو چھلنی کر دیا اور وہ سب شہزادے زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ گورے جب قریب آئے تو دیکھا، دو شہزادے جاں بحق ہو چکے ہیں لیکن مرزا نصیر الملک سانس لے رہا ہے۔ انھوں نے اسے زندہ دیکھ کر گھوڑے کی باگ ڈور سے شہزادے کے ہاتھ باندھ دیے اور حراست میں لے کر اسے کیمپ پہنچا دیا۔

کیمپ میں جب بڑے صاحب کو معلوم ہوا کہ وہ زخمی شہزادہ بہادر شاہ ظفر کا پوتا نصیر الملک ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ اسے حفاظت سے رکھا جائے۔

انگریزی لشکر یلغار کرتا ہوا شہر میں گھس رہا تھا۔ ایسے میں شریف شہزادیوں کے برہنہ سروں اور کھلے چہروں سے جنگل آباد ہونے لگے۔ باپ اپنے بچوں کے سامنے ذبح ہو رہے تھے اور مائیں اپنے جوان بیٹوں کو خاک و خون میں لوٹتا دیکھ کر بے ہوش ہوئی جا رہی تھیں۔

اسی قتل و غارت میں پہاڑی کیمپ پر مرزا نصیر الملک رسی سے بندھا بیٹھا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک پٹھان سپاہی دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کی رسی کھولتے ہوئے بولا۔ میں نے آپ کی رہائی کے لیے صاحب سے اجازت حاصل کر لی ہے۔ آپ فوراً یہاں سے بھاگ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی دوسری مصیبت میں پھنس جائیں۔

شہزادہ بھلا پیدل چلنا کیا جانے؟ پریشان تھا، کیا کرے؟ مرتا کیا نہ کرتا......؟ پٹھان کا شکریہ ادا کر کے جنگل کی طرف چل دیا۔ نہ راستہ معلوم تھا، نہ کوئی منزل تھی۔ ایک میل چلا ہو گا کہ پیروں میں چھالے پڑ گئے۔ زبان خشک ہو گئی۔ حلق میں کانٹے پڑنے لگے۔ وہ نڈھال سا ہو کر ایک درخت کے سائے میں گر پڑا۔

بھیگی ہوئی آنکھوں سے آسمان کو تکتے ہوئے بولا۔ ”الٰہی......! یہ کیا غضب ہم پر ٹوٹا ہے؟ ہم کہاں جائیں؟ ہمارا ٹھکانا کہاں ہے؟“

ایسے وقت درخت پر نظر گئی تو دیکھا، وہاں فاختہ کا گھونسلا بنا ہوا ہے۔ وہ بڑے آرام سے اپنے انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کی آزادی اور آسایش پر شہزادے کو بڑا رشک آیا۔ اس نے کہا ”بی فاختہ......! ہم سے تو تم لاکھ درجے بہتر ہو۔ آرام سے اپنے گھونسلے میں بے فکر بیٹھی ہو۔ ہمارے لیے تو آج زمین آسمان میں کہیں جگہ نہیں ہے۔“

چاندنی چوک بازار میں پھانسیاں گڑی ہوئی تھیں۔ انگریز افسر جسے سزائے موت کا حکم سناتے تھے اسے فوراً ہی پھانسی مل جاتی تھی۔ ہر روز سیکڑوں افراد دار پر لٹکائے جاتے تھے۔ گولیوں سے اڑائے جاتے تھے اور تلواروں سے ذبح کیے جاتے تھے۔ ہر طرف اس خونریزی سے تہلکہ مچا ہوا تھا۔ ایک برس بعد دہلی کے بازار چتلی قبر، کمرا کش وغیرہ میں ایک چنگیزی نسل کا پیر مرد دکھائی دیا۔ وہ کولہوں کے بل گھسٹتا پھرتا تھا۔ اس کے پاؤں فالج کے باعث بے کار ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ ہاتھوں کو ٹیک کر کولہوں کو گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھتا رہتا تھا۔ اس کے گلے میں ایک جھولی لٹکی ہوئی تھی۔

وہ راہگیروں کو حسرت سے دیکھتا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنی محتاجی ظاہر کرتے ہوئے بھیک مانگتا تھا۔ جن لوگوں کو اس کا حال معلوم تھا۔ وہ ترس کھا کر اسے دیکھتے تھے اور اس کی جھولی میں بڑے فخر سے یوں سکے ڈالتے تھے، جیسے کسی بادشاہ کو خیرات دے رہے ہوں۔

جو نہیں جانتے تھے، انھیں بتایا جاتا تھا کہ وہ بادشاہ کا پوتا مرزا نصیر الملک ہے۔ سرکاری پنشن قرضے میں برباد کر دی اور اب خاموش گداگری پر گزارہ کرتا ہے۔ اس کے اس انجام سے عبرت ہوتی تھی۔

بازار کی ایک گلی میں چند بچے غلیل سے کھیل رہے تھے۔ شہزادہ گھسٹتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک بچے نے ایک غلہ غلیل میں رکھ کر اس شہزادے کے گھٹنے پر اس زور سے مارا کہ وہ تکلیف سے بلبلا اٹھا۔ ہاتھ اٹھا کر اسے بددعائیں دینے لگا۔ پھر بولتے بولتے اچانک ہی چپ ہو گیا۔

اس بچے نے جیسے ماضی کو آواز دے دی تھی۔ نصیر الملک کو شہزادگی کا وہ وقت یاد آ گیا تھا جب اس نے ایک گدڑی پوش فقیر کو غلیل کا نشانہ بنا کر زخمی کر دیا تھا۔ مکافات عمل اسی کو کہتے ہیں۔ اس فقیر کی بددعائیں پوری ہو گئی تھیں۔ وہ شہزادگی کا طمطراق دکھانے والا اب گلیوں میں گھسٹتا پھرتا تھا۔ دیکھا جائے تو وہ ایک شہزادہ ہی نہیں، بلکہ بے شمار ہندوستانی مسلمانوں کی عزت اور غیرت بازاروں میں گھسٹتی پھرتی تھی۔ (بیگمات کے آنسو از خواجہ حسن نظامی)

تیرا کیا بنے کا بندے

بے وفا دنیا پر مت کر اعتبار
تو اچانک موت کا ہو گا شکار
موت آ کر ہی رہے گی یاد رکھ
جان جا کہ ہی رہے گی یاد رکھ
قبر روزانہ یہ کرتی ہے پکار
مجھ میں بسیں کیڑے مکوڑے بے شمار
یاد رکھ میں ہوں اندھیری کوٹھڑی
تجھ کو ہو گی سن مجھ میں وحشت بڑی
میرے اندر تو اکیلا آئے گا
ہاں مگر اعمال لیتا آئے گا

[محمد فیصل، کراچی]

بچوں کی تحریروں سے سجا گلدستہ

اللہ کا خوف

پیارے بچو! سیدنا فضیل ؒ مشہور عالم، محدث ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر چیز کی طرف رہبری کرتا ہے جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں اس کی وجہ سے مجھ پر حکمت اور عبرت کا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا حدیث شریف میں آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو بے فکریاں نہیں دیتا اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت سے ڈراتا ہوں اور اگر دنیا میں ڈرتا رہے تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہو نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہر چیز ڈراتی ہے۔

یحیٰی بن معاذ کہتے ہے کہ آدمی جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا تنگ دستی سے ڈرتا ہے تو سیدھا جنت میں جائے۔

سیدنا ابو سلیمان درانی ؓ فرماتے ہیں جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہے وہ برباد ہو جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو نکل آئے خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس چہرہ پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتے ہیں نبی کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف کے ساتھ کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت سے پتے جھڑتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے دودھ کا تھنوں میں واپس جانا سیدنا ثابت ؓ کی آنکھیں دکھنے لگیں حکیم نے کہا ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھیں اچھی ٹھیک ہو جائیں گی کہ رویا نہ کرو کہنے لگے آنکھ میں کوئی خوبی نہیں اگر وہ روئے نہیں پیارے بچو اس سے ہمیں سبق ملتا ہے اللہ کے آگے روئے تو اللہ اس کا انعام دیتے ہیں نبی کریم خوف خدا اور فکر آخرت سے بعض دفعہ ساری ساری رات روتے رہتے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے آگے رونے کی توفیق دے۔ (آمین)

[قاریہ شمیم حبیب الرحمٰن قصوری]

ماں

ماں جہاں بستی ہے ہر چیز وہیں اچھی ہے
آسماں تیرے ستاروں سے زمین اچھی ہے
ماں کا ہونا عمل خیر کے ہونے کی دلیل
رگ ہستی میں دمکتے ہوئے سونے کی دلیل
ماں کا دل مرکز پر کار نظام ہستی
ماں کے ہاتھوں کے سبب گردش جام ہستی
بار ہستی میرے کاندھوں پہ سبک ہو جائے
مجھ پر یہ چھاؤں سدا، بار خدایا رکھنا

[مہوش امان اللہ، سلانوالی]

مسجدِ قوت الاسلام

دہلی میں پہلے پہل جب 1191ء میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی تو مہروالی کو انھوں نے بھی اپنا پائے تخت بنایا، جہاں پہلے سے پرتھوی راج کا قلعہ اور محل موجود تھا۔ جب مسلمان بڑی تعداد میں بسنے لگے تو انھوں نے عبادت کرنے کے لیے ایک مسجد بنائی اسے مسجد قوت الاسلام کا نام دیا گیا۔ جب یہ مسجد بنائی گئی تو قطب الدین نے اس کے مشرق والے دروازے پر فتح دلی کی تاریخ کندہ کرادی۔

این مسجد بنا کر و قطب الدین ایبک
ایں حصاروتی فتح کرد ایں مسجد بساخت

(قطب الدین ایبک نے دلی کے اس علاقہ کو فتح کیا اور یہ مسجد بنائی)

1195ء میں قطب الدین نے حکم دیا کہ مشرقی دیوار کی طرف پانچ محراب دار دروازے بنائے جائیں۔ شمالی دروازے پر ان پانچ دروں کے بنانے کی تاریخ بھی کندہ کرا دی گئی۔ یہ دوسری تعمیر 594ھ 1197ء میں ہوئی۔

سلطان قطب الدین کے وقت اس مسجد کی لمبائی 72 گز اور چوڑائی پچاس گز تھی اور اس کے دروں اور دیواروں پر سنہرے کلس چڑھے ہوئے تھے۔

شمس الدین التمش کے وقت دہلی میں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے اور یہ مسجد چھوٹی پڑ گئی تو اس نے مندر کے پرانے دروں کو بڑھوانے کے علاوہ دکھن کی طرف تین دروازے اور بڑھائے اور دروں پر کوفی خط میں قرآن کی آیتیں اور بیل بوٹے کندہ کرائے۔ ان دروں کی تعمیر کی تاریخ 627ھ 1229ء دکھنی دروں کے بائیں دروازے پر لکھوادی۔

ان میں چھوٹے در 28 فٹ اونچے اور بیچ کا براور 31 فٹ چوڑا اور 48 فٹ اونچا ہے یہ مسجد مہرولی کے پاس آج بھی موجود ہے۔

[ثوبیہ ہما شیخ، جوہر آباد]

میں اور میری کہانی

میں تو گم تھا کسی گمان میں
سکون ڈھونڈتا تھا سامان میں
جو خود کو ڈھونڈا جہاں میں
ملا اپنا آپ قرآن میں
میں نیند میں تھا کہ خواب میں
جگا دیا اس کتاب نے
میں پھرنے لگا در بدر
نجانے کیا ہو گا میرا حشر؟
کہا رب نے نہ تو اتنا ڈر
کھلا ہوا ہے توبہ کا در
جھکا دے آ کر اپنا سر
اور پالے جنت میں اپنا گھر

[حافظہ سلمیٰ احمد، فیصل آباد]

تیرا کیا بنے گا بندے

بے وفا دنیا پر مت کر اعتبار
تو اچانک موت کا ہو گا شکار
موت آ کر ہی رہے گی یاد رکھ
جان جا کہ ہی رہے گی یاد رکھ
قبر روزانہ یہ کرتی ہے پکار
مجھ میں بسیں کیڑے مکوڑے بے شمار
یاد رکھ میں ہوں اندھیری کوٹھڑی
تجھ کو ہو گی سن مجھ میں وحشت بڑی
میرے اندر تو اکیلا آئے گا
ہاں مگر اعمال لیتا آئے گا

[محمد فیصل، کراچی]

اشعار

اپنے ہی من میں ڈوب کے پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن
زندگی کے گلدانوں میں ایسے پھول لگاؤ
جب بھی کھلیں محبت کی خوشبو آئے

[مزمل حسین، کسووال]

نہ گھبرا کثرت غم سے حصول کامیابی میں
کہ شاخ گل پہ پھول آنے سے پہلے خار آتے ہیں

[ماشطہ عبدالرشید]

جنت کے بازار

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کو جنت والے جائیں گے اور شمالی ہوا چلے گی، جو خوشبو وغیرہ اڑا کر ان کے چہروں اور کپڑوں پر لا کر ڈالے گی، اس سے ان کے حسن و جمال میں اور اضافہ ہو گا، جب وہ اپنے متعلقین کے پاس واپس آئیں گے تو متعلقین کہیں گے۔ اللہ کی قسم! ہمارے بعد تو تمھارے حسن و جمال میں اور اضافہ ہو گیا ہے! وہ کہیں گے: واللہ! تمھارا حسن و جمال بھی تو تمھارے بعد اور بڑھ گیا!“ (مسلم)

[محمد بلال ریاض۔ جڑانوالہ، فیصل آباد]

علاؤ الدین خلجی ہندوستان کے ان مسلمان بادشاہوں میں گنا جاتا ہے جنھوں نے اس ملک میں اسلامی سلطنت کی حدیں آگے بڑھانے کے لیے بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں۔ ہندو راجاؤں کو زیر کیا اور ان کے علاقے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیے۔ اس کے نام کے آگے خلجی اس لیے لکھا جاتا ہے کہ وہ خلجی خاندان سے تھا۔ کچھ تاریخ نویسوں نے خلجیوں کو ترک بتایا ہے۔ مسلمان برصغیر پاک و ہند پر کم و بیش آٹھ سو برس تک حکومت کر چکے ہیں۔ اس پر مختلف وقتوں میں مختلف مسلمان خاندانوں کی حکومت رہی پہلے غزنوی خاندان، پھر غوری خاندان، ان کے بعد خاندان غلاماں اور پھر خلجی خاندان نے راج کیا۔ علاؤ الدین خلجی خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا۔ ان بادشاہوں نے جو علاء الدین سے پہلے گزرے تھے، ہندوستان کا تھوڑا تھوڑا علاقہ ہی فتح کیا تھا مگر علاؤ الدین نے بہت جلد ان سے کئی گنا زیادہ علاقہ فتح کر لیا اور اسلامی سلطنت کی حدیں ایک طرف قندھار سے بنگال تک اور دوسری طرف کشمیر سے راس کماری تک پہنچا دیں۔

خلجی خاندان کا پہلا بادشاہ جلال الدین خلجی تھا۔ علاؤ الدین اس کا بھتیجا تھا۔ اس کے باپ کا نام شہاب الدین مسعود تھا۔ علاؤ الدین کا ایک بھائی بھی تھا۔ اس کا نام الماس بیگ تھا۔ جلال الدین نے اپنے ان دونوں بھتیجوں کو اپنے بیٹوں کی طرح پالا پوسا اور ان کے ساتھ بالکل ویسا ہی سلوک کیا جیسا سگے بیٹوں کے ساتھ کرتا۔ اس نے انھیں شاہزادوں کی طرح رکھا اور بچپن ہی سے سارے جنگی فنون کی تربیت دلوائی۔ جب یہ دونوں بڑے ہوئے تو اس نے انھیں اپنے درباری امیروں میں داخل کر لیا اور اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کی شادی علاؤ الدین سے اور دوسری کی اس کے بھائی الماس بیگ سے کر دی۔ اس نے علاؤ الدین کو الغ خاں کا خطاب دیا (یہ خطاب مغلوں) اور ترکوں میں بہادر آدمی کو دیا جاتا تھا۔ اور اس کو کڑا مانکپور کا گورنر مقرر کر دیا۔

دربار کے بعض امیروں کا خیال تھا کہ شاید علاؤ الدین ایک ناتجربہ کار نوجوان ہونے کی وجہ سے گورنر کا عہدہ نہ سنبھال سکے۔ مگر بادشاہ کو یقین تھا کہ علاء الدین اپنی عقل، انتظامی صلاحیت اور بہادری کی وجہ سے بڑا اچھا حاکم ثابت ہوگا۔ علاؤ الدین نے اپنے عمل سے چچا کے اس اندازے کو صحیح ثابت کر دکھایا۔ وہ بڑا زبردست منتظم اور لائق حکمراں نکلا۔

علاؤ الدین کے کڑا مانکپور کی گورنری سنبھالنے کے چند دن بعد ہی بندیل کھنڈ اور مشرقی مالوے میں شورش پھیلی۔ ان علاقوں کے بعض سردار خلجی خاندان کی حکومت سے خوش نہیں تھے۔ اس لیے انھوں نے بغاوت کر کچلنے کی اجازت مانگی اور جب اجازت مل گئی تو اس نے باغیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ یہ باغی سردار بڑے مضبوط قلعوں کے مالک تھے اور ان کے بارے میں مشہور تھا کہ کوئی انھیں فتح نہیں کر سکتا۔ علاؤ الدین نے ان میں سے ہر قلعے کو نہ صرف فتح کیا بلکہ اس پر قبضہ کر کے قلعہ دار اور اس کے مددگاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ 19 جولائی 1295ء کو علاؤ الدین تخت نشین ہوا۔ بادشاہ بننے کے بعد دوسرے بادشاہوں کی طرح سلطان علاؤ الدین خلجی کے بھی کئی دشمن تھے اپنے بھی اور بیگانے بھی اس کے کئی لالچی امراء بھی اس سے باغی ہو گئے اور انھوں نے آس پاس کی سلطنتوں میں پناہ لے لی تھی ان میں ایک امیر ماہم شاہ بھی تھا جو گجرات کی سلطنت میں جا بسا تھا ماہم شاہ سمیت سلطان نے سب امراء کو پکڑنے کا منصوبہ بنایا اور سلطنت گجرات پر حملے کرنے کی ٹھانی۔

گجرات کے ہندو راجا کرن دیو کو سلطانی لشکر کی روانگی کا بہت پہلے ہی پتا چل گیا تھا اور وہ سلطانی فوج کا مقابلہ کرنے کی تیاری میں مشغول تھا۔ اس کے مشیروں نے آخر تک یہی مشورہ دیا کہ وہ سلطان کے باغیوں کو علاء الدین خلجی کے کمانڈر نصرت خان اور الغ خان کے حوالے کر کے سلطانی عتاب سے بچ سکتا ہے مگر کرن دیو کا جواب تھا ”میں نے اگر سلطان کے مطلوبہ باغیوں کو بہت پہلی دہلی بھیج دیا ہوتا تو سلطان کے عتاب سے بچ جاتا مگر اب جبکہ سلطانی فوج مجھے سزا دینے کے لیے گجرات پہنچنے والی ہے میں اس کے خوفناک ارادوں سے کسی طرح نہیں بچوں گا ہمیں اس کا بہت بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہماری طاقت ہی ہمیں سلطان کے عتاب سے بچا سکتی ہے ورنہ ہم سب یا تو مارے جائیں گے یا پھر زندہ بچ جانے کی صورت میں سلطان کی روبرو قیدی کی حیثیت سے پیش کر دیے جائیں گے۔“

ابھی سلطانی لشکر گجرات نہیں پہنچا تھا کہ نصرت خان کی طرف سے ایک قاصد راجا کرن دیو کو ملا قاصد نے جو پیغام اسے دیا اس میں یہ مطالبہ کیا کہ ماہم شاہ نے گجرات میں پناہ لی ہے اس لیے اسے فوراً ہمارے حوالے کر دیا جائے کیونکہ اسے سلطان کا سب سے بڑا باغی اور مجرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی زندہ گرفتاری کا ہمیں حکم ملا ہے۔

راجا کرن دیو حیران تھا کہ نصرت خان نے جس پناہ گزین کا مطالبہ کیا تھا وہ تو ابھی تک گجرات نہیں پہنچا تھا چنانچہ کرن دیو نے نصرت اور الغ خان کو مودبانہ درخواست کے انداز میں بتا دیا کہ ماہم شاہ ابھی تک گجرات میں داخل نہیں ہوا اگر وہ یہاں ہوتا تو اسے پناہ نہیں دی جاتی اور اس کو گرفتار کر کے دہلی بھیج دیا جاتا۔

بقیہ پناہ گزین باغیوں کے بارے میں کرن دیو نے نصرت خان اور الغ خان کو آگاہ کر دیا کہ یہ سب اب گجرات میں موجود نہیں ہیں اور انھوں نے سلطانی عتاب سے بچنے کے لیے رنتھمبور کے رانا ہمیر کے پاس پناہ لے لی ہے اس لیے اگر سلطانی فوج ان باغیوں کے لیے گجرات پر حملہ آور ہو رہی ہے تو انھیں یہ باغی گجرات میں نہیں ملیں گے اس لیے ہمیں معافی ملنی چاہیے۔“

نصرت خان کو کرن دیو کے اس معذرت خواہانہ جواب پر بے حد غصہ آیا کہ پہلے تو اس نے سلطانی باغیوں کو پناہ دی اور جب سلطان نے گجرات کے خلاف فوج کشی کا حکم دیا تو اس نے باغیوں کو رنتھمبور کے رانا ہمیر کے پاس بھیج دیا اور رہ گیا ماہم شاہ کا مسئلہ تو وہ بھی پہلے یہاں آیا ہوگا اور اس کے بعد سلطانی باغیوں کے ساتھ رانا ہمیر کی پناہ میں چلا گیا ہوگا۔

بالآخر سلطانی فوج نے گجرات کا محاصرہ کر لیا اور راجا کرن دیو نے بدرجہ مجبوری بہ مصداق تنگ آمد بجنگ آمد سلطانی فوج سے دلیری سے مقابلہ کیا۔ خونریز جنگ ہوئی گجرات کے جنگجو راجپوت پہلے ہی سلطانی فوج کے دبدبے اور رعب میں آئے ہوئے تھے اس لیے وہ سلطان کی فوج کا پامردی سے مقابلہ نہیں کر سکے۔ خود راجا کرن دیو ہمت ہار چکا تھا اور اس نے مقابلے سے پہلے ہی راہ فرار اختیار کر لی اور گجرات چھوڑ کر دیوگیری چلا گیا۔

اس معرکے میں راجپوت بہت زیادہ مارے گئے۔

بہت سے بت خانے ڈھا دیے گئے اور ان میں موجود سونا چاندی اور ہیرے جواہرات مال غنیمت کے طور پر قبضے میں لے لیے گئے۔ گجرات بہترین تجارتی اور زرعی جگہ تھی یہاں بڑے بڑے تاجر سکونت رکھتے تھے۔ اس دور کی مشہور بندرگاہ کھمبات بھی گجرات ہی میں واقع تھی اور مقامی تاجروں کے علاوہ یہاں غیر ملکی تاجر بھی رہتے تھے اور ان کے پاس بے اندازہ مال و زر موجود تھا۔

سلطانی فوج میں شامل کچھ نو مسلم سردار بھی تھے جو ہندوؤں کی طرف داری کرتے تھے اور ان سے ملے ہوئے تھے فتح کے بعد انھوں نے لوٹ مار بھی کی اور الغ خان اور نصرت خان کو ان کے مخبروں نے یہ پریشان کن خبر بھی مل گئی کہ سلطانی فوج کے کئی بڑے بڑے فوجی سرداروں نے بہت زیادہ لوٹ مار کی ہے یہ وہ لوگ تھے جن کی ہمدردیاں ہندوؤں سے تھیں یہ خبر بھی مل لوٹ مار کا مال لشکر کے حوالے نہیں کریں گے بہت معمولی زر و جواہر تو دے دیے جائیں گے۔ لوٹ کا بڑا حصہ یہ چور فوجی سردار چھپائے رکھیں گے اس خبر کے بعد یہ سوچا جانے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔

یہ خبر بہت پریشان کن اس لیے بھی تھی کہ وہ جس فوج کے ذریعے گجرات کو فتح کر کے قابض ہوئے تھے اب اسی فوج میں ان دونوں کی سختی سے انتشار اور نفاق پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا اور اس نفاق اور انتشار سے راجپوت فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

الغ خان اور نصرت خان نے اپنی کسی بات یا رویے سے اپنے کسی فوجی سردار کو یہ شبہ بھی نہیں ہونے دیا کہ ان کے خلاف مخبروں نے چوری اور بددیانتی کی خبریں الغ خان اور نصرت خان تک پہنچا دی ہیں اور ان کے خلاف کوئی کارروائی ہونے والی ہے۔ نصرت خان نے ان فوجی سرداروں کو حکم دیا کہ وہ گجرات کے محلات اور دوسری اہم جگہوں میں باغیوں اور ماہم شاہ کو تلاش کریں۔

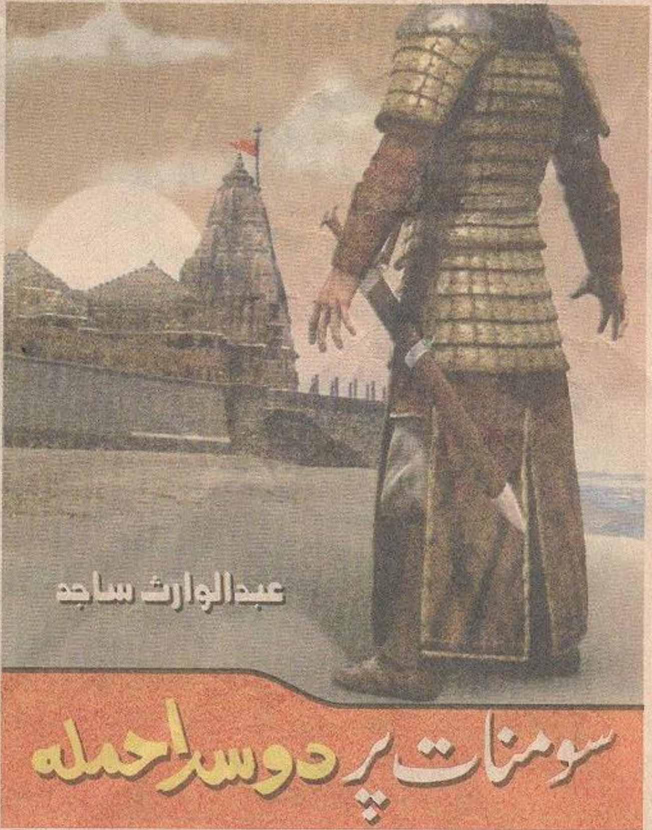
یہ چور اور بددیانت فوجی سردار مذکورہ پناہ گزینوں کی

تلاش میں مشغول ہو گئے اور اس دوران نصرت خان نے اپنے فوجی سرداروں کے خلاف کاروائی کا منصوبہ تیار کر لیا۔ وہ صرف ان بددیانت چور فوجی سرداروں سے چوری کا مال وصول کرنا چاہتا تھا جن کے پاس مخبروں کے بقول بہت زیادہ مال وزر موجود تھا۔ چھوٹے چھوٹے چوروں کو اس نے اس لیے نظر انداز کر دیا کہ جب بڑوں پر مال وزر کی وصولیابی کے سلسلے میں سختیاں ہوں گی تو چھوٹے چور خود ہی ڈر جائیں گے اور بغیر طلب کیے ہی چوری کے مال کو شاہی مال وزر کے ذخیرے میں پہنچا دیں گے۔

نصرت خان نے الغ خان سے مشورہ کیا اور بتایا کہ ہم جن فوجی سرداروں کو حراست میں لینا چاہتے ہیں ان پر سخت نظر رکھی جائے ان کی نگرانی کی جائے اور انھیں فرار نہ ہونے دیا جائے، کیونکہ اگر وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تو ان کے پاس موجود یہاں کا خاصا مال وزر بھی ان کے ساتھ ہی نکل جائے گا اور وہ اپنے ساتھ بہت سے اپنے حامی فوجیوں کو بھی نکال لے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے جس سے سلطانی لشکر کی کمزوری کا شکار ہو جائے گا اور اس وقت ہم دہلی سے بہت دور ہیں اگر جیسلمیر اور رنتھمبور کے رانا نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی اور راجپوتوں کو دوسرے راجاؤں سے کمک مل گئی تو کمزور سلطانی لشکر راجپوتوں کی متحدہ فوجی قوت کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور گجرات سے ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ سب راجپوتوں کے پاس واپس پہنچ جائے گا۔ ہم شکست خوردہ سلطانی فوج کے ساتھ دہلی میں سلطان کو کیا منہ دکھائیں گے۔

الغ خان نے جواب دیا ''نصرت خان! تجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ جن چور اور بددیانت فوجی سرداروں کی فہرست تو نے ہمیں دی ہے۔ میں نے ان سب کو پہلے ہی گرفتار کے چند خیموں میں بٹھا دیا ہے ان پر بہت سخت پہرے داری ہو رہی ہے۔ تجھے راجپوتوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ کرن دیو دیوگیری کے بجائے اگر رنتھمبور کے رانا کے پاس پناہ لیتا تو ہمیں اس وقت واقعی فکر مند ہو جانا چاہیے تھا۔ اب تو ہم کرن دیو کا پیچھا کریں گے راستے میں سومنات ہے اور سومنات سے ہمیں اتنا مال وزر، سونا چاندی اور ہیرے جواہرات مل جائیں گے کہ سلطان علاء الدین میر ابھائی اتنے مال وزر کی توقع بھی نہیں کر رہا ہوگا۔ سومنات کی پامالی کا اثر یہ ہوگا کہ جیسلمیر اور رنتھمبور کے رانا بھی ہمت ہار جائیں گے اور وہ ہمارے خلاف جارحانہ کاروائی کرنے کے بجائے دفاعی حکمت عملی اختیار کریں گے اور ہم یہاں کا حاصل کیا ہوا مال وزر کا ذخیرہ دہلی تک پہنچا کر جیسلمیر اور رنتھمبور کی تسخیر میں مشغول ہو جائیں گے۔''

نصرت خان نے ان خیموں کا جائزہ لیا جہاں الغ خان نے بددیانت فوجی سرداروں کو قید کر دیا تھا۔ ان خیموں کی کئی ہزار جنگجو نگرانی کر رہے تھے۔ نصرت خان نے اپنی فوج کا بھی اچھی طرح جائزہ لیا اور یہ انداز لگاتا رہا کہ ان میں زیر • حراست بددیانت فوجی سرداروں کے حامی تو موجود نہیں ہیں۔ ادھر سے مطمئن ہونے کے بعد نصرت خان نے گجرات کی بہت اچھی طرح تلاشی لی اور اب اسے یقین ہو گیا کہ یہاں کے باغی پناہ گزینوں کے ساتھ ماہم شاہ بھی رانا ہمیر کے پاس رنتھمبور پہنچ گیا ہوگا۔ گجرات کے آس پاس کا بھی بہت اچھی طرح جائزہ لیا گیا اور جب دونوں علائی سرداروں کو یہ اطمینان ہو گیا کہ کہیں دور دور تک راجپوتوں کی کوئی متحدہ قوت موجود نہیں ہے تو نصرت خان اور الغ خان نے بیٹھ کر بددیانتوں سے چوری کا مال وصول کرنے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دیں۔



اسی دوران نصرت خان کو معلوم ہوا کہ کرن دیو نے دیوگیری میں پناہ لے رکھی تھی۔ الغ خان نے فوج کے تین حصے کو جمع کیے، ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا اور دو حصے دیوگیری اور سومنات کی طرف روانہ کر دیے گئے کیونکہ الغ خان کو شبہ تھا کہ راجا کرن دیو سومنات میں بھی پناہ لے سکتا ہے اور اس کے ساتھ مطلوبہ سلطانی غدار اور ماہم شاہ بھی ہو سکتے ہیں۔

یہ دونوں فوجیں سومنات اور دیوگیری روانہ ہو گئیں۔ اب الغ خان اور نصرت خان کو ان دونوں فوجوں کی واپسی کا انتظار کرنا پڑا۔ رہا ہونے والے فوجی حیران تھے کہ الپ خان نے سلطانی حکم سنا کے ان سب کو اذیتوں سے نجات دلوا دی! آخر یہ خبریں سلطان تک کیسے پہنچ گئیں کہ اسے دہلی سے یہ فرمان جاری کرنا پڑ گیا۔

کئی فوجی سرداروں کو اس سلطانی فرمان میں بھی نصرت خان اور الغ خان کی کوئی چال محسوس ہو رہی تھی اور یہ لوگ ان دونوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھے مگر ان کے لیے سلطانی فوج کے نرغے سے اپنے مال وزر کے ساتھ فرار ہو جانا بھی آسان نہیں تھا۔ اس لیے ان سب نے صلاح مشورے کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ فی الحال الغ خان اور نصرت خان سے مال غنیمت کو چھپانے کی کوششیں کی جائیں۔ اس فیصلے نے سلطانی فوج میں امن وامان بحال کر دیا اور اس فوج میں جو انتشار اور بے چینی وقتی طور پر پیدا ہو گئی تھی وہ الپ خان کی تدبیر سے دور ہو گئی۔

راجا کرن کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطانی فوج اب بھی اس کے تعاقب میں ہے تو اس نے سلطانی فوج سے بچنے کے لیے بدحواسی میں ایسی غلطیاں کیں کہ تعاقب کرنے والی سلطانی فوج نے اس کے خزانے اور قیمتی سامان پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔ راجا کرن دیو نے اپنی عورتوں کو بھی جلدی میں پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ان عورتوں کی نگہبانی اس کا غلام کافور ہزار دیناری کر رہا تھا یہی کافور ہزار دیناری بعد میں ملک کافور کہلایا۔ ہزار دیناری اس کو اس لیے کہتے تھے کہ اسے کرن دیو نے ہزار دینار میں خریدا تھا اور اب اس سلطانی فوج بھی کافور ہزار دیناری کہہ رہی تھی۔ سلطانی فوج کے قبضے سے اس غلام کے ساتھ جو مستورات آئی تھیں۔ ان میں کرن دیو کی حسین ترین محبوب بیوی کملا دیوی بھی تھی۔ دیوگیری کے قریب پہنچنے پر سلطانی فوج کو معلوم ہوا کرن دیو کہیں آگے نکل گیا ہے اس لیے اب اس کا پیچھا کرنا بے سود ہوگا۔ اس کی تمام قیمتی چیزیں سلطانی فوج کے قبضے میں آ چکی تھیں۔ اس کے باوجود سلطانی فوج سومنات کی طرف روانہ ہو گئی۔ جاری ہے۔

شخصیت بتائیں انعام پائیں

سلسلہ نمبر 7

وہ ایک انصاری صحابی تھے۔ نہ مالدار تھے نہ کسی معروف خاندان سے تعلق تھا۔ صاحب منصب بھی نہ تھے۔ رشتہ داروں کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی۔ رنگ سانولا تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار تھے۔ بھوک کی حالت میں، ٹوٹے پھوٹے کپڑوں میں، اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے، علم سیکھتے اور صحبت سے فیض یاب ہوتے۔

ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے شفقت کی نظر سے دیکھا اور ارشاد فرمایا ”تم شادی نہیں کرو گے؟“ انھوں نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھ جیسے آدمی سے بھلا کون شادی کرے گا؟“ اللہ کے رسول ﷺ نے پھر فرمایا ”تم شادی نہیں کرو گے؟“ اور وہ جواباً عرض گزار ہوئے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! بھلا مجھ سے کون شادی کرے گا؟ نہ مال نہ جاہ وجلال!، اللہ کے رسول ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا ”کیا تم شادی نہیں کرو گے؟“ انھوں نے پھر ارشاد فرمایا ”اللہ کے رسول ﷺ! مجھ سے شادی کون کرے گا؟ کوئی منصب نہیں، میری شکل بھی اچھی نہیں، نہ میرا خاندان بڑا ہے اور نہ مال و دولت ہے۔“ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ”فلاں انصاری کے گھر جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تمھیں سلام کہا ہے اور فرما رہے ہیں کہ اپنی بیٹی سے میری شادی کردو۔“

آپ ؓ خوشی خوشی اس انصاری کے گھر گئے اور دروازے پر دستک دی۔ گھر والوں نے پوچھا ”کون؟“ ”صحابی نے اپنا نام بتایا۔“ گھر والوں نے کہا ہم تو تمھیں نہیں جانتے۔“ گھر کا مالک باہر نکلا، باہر آپ ؓ کھڑے تھے۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو، کدھر سے آئے ہو؟ کہا اللہ کے رسول ﷺ نے تمھیں سلام بھجوایا ہے۔ یہ سننے کی دیر تھی کہ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سلام کا پیغام بھجوایا ہے۔ ارے! یہ تو بہت ہی خوش بختی کا مقام ہے کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے سلام بھیجا ہے۔ آپ ؓ نے کہا آگے سنو اللہ کے رسول ﷺ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو۔ صاحب خانہ نے کہا ”ذرا انتظار کرو میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کرلوں۔ اندر جا کر لڑکی کی ماں کو پیغام پہنچایا اور مشورہ پوچھا“ وہ کہنے لگی: نہ، نہ، نہ...... قسم اللہ کی، میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے شخص سے نہیں کروں گی، نہ خاندان، نہ شہرت، نہ مال و دولت۔ ان کی نیک سیرت بیٹی بھی گھر میں ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور جان گئی تھی کہ حکم کس کا ہے؟ کس نے مشورہ دیا ہے۔ سوچنے لگی اگر اللہ کے رسول ﷺ اس رشتہ داری پر راضی ہیں تو اس میں یقیناً میرے لیے بھلائی اور فائدہ ہے۔ اس نے والدین کی طرف دیکھا اور مخاطب ہوئی ”کیا آپ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ٹالنے کی کوشش کی ہے؟ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے سپرد کریں (وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں میری شادی کریں)، کیونکہ وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔“ پھر اس لڑکی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی۔ ترجمہ ”اور دیکھو! کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کے بعد اپنے امور میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔“ (الاحزاب:۳۶)

لڑکی کا والد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ کا مشورہ، آپ کا حکم قبول میں شادی کے لیے راضی ہوں۔“ جب رسول اکرم ﷺ کو اس لڑکی کے پاکیزہ جواب کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں یہ دعا فرمائی۔

”اے اللہ! اس بچی پر خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دے اور اس کی زندگی کو مشقت و پریشانی سے دور رکھ۔“

پھر اس صحابی رسول ﷺ کے ساتھ اس لڑکی کی شادی ہوگئی۔ مدینہ منورہ میں ایک اور گھرانہ آباد ہوا جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری تھی۔ جس کی چھت مسکنت اور محتاجی تھی۔ جس کی آرائش و زیبائش تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید تھی۔ اس مبارک جوڑے کی راحت نماز اور دل کا اطمینان تپتی دوپہروں کے نفلی روزوں میں تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی دعا سے بڑی برکتیں ہوئیں اور یہ شادی خانہ آبادی بڑی بابرکت ثابت ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے مالی حالات اس قدر اچھے ہوگئے کہ راوی کا بیان ہے۔

”انصاری گھرانوں میں سب سے زیادہ خرچ کرنے والا گھرانہ اسی لڑکی کا تھا۔“

ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”دیکھو تمھارا کوئی ساتھی بچھڑ تو نہیں گیا؟ مطلب یہ تھا کہ کون کون شہید ہوگیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں، فلاں فلاں حضرات موجود نہیں ہیں۔“ پھر ارشاد ہوا کیا تم کسی اور کو گم پاتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ”نہیں۔“ آپ ﷺ نے اپنے اس صحابی کا نام لیا اور کہا کہ مجھے وہ نظر نہیں آرہا، اس کو تلاش کرو۔ چنانچہ ان کو میدان میں تلاش کیا گیا۔

وہ منظر بڑا عجیب تھا۔ میدان جنگ میں ان کے اردگرد سات کافروں کی لاشیں تھیں۔ گویا وہ ان ساتوں سے لڑتے رہے اور پھر ساتوں کو جہنم رسید کرکے شہید ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو خبر دی گئی۔ رؤف و رحیم پیغمبر تشریف لائے۔ اپنے پیارے ساتھی کی نعش کے پاس کھڑے ہوئے۔ منظر کو دیکھا پھر فرمایا ”اس نے سات کافروں کو قتل کیا پھر دشمنوں نے اسے قتل کردیا، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنے پیارے ساتھی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور شان یہ تھی کہ اکیلے ہی اس کو اٹھایا ہوا تھا۔ صرف آپ کے دونوں بازوؤں کا سہارا میسر تھا۔

آپ ؓ کے لیے قبر کھودی گئی، پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انھیں قبر میں رکھا۔ ان صحابی رسول کا نام بتائیں اور انعام پائیں؟

مرتب: مقصود احمد منظر، لاہور

شخصیت بتائیں انعام پائیں

سلسلہ نمبر 6 کا درست جواب

سیدنا مصعب بن عمیر ؓ

بذریعہ قرعہ اندازی انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب

محمد ظفر اللہ ضیاء...... کمالیہ
عائشہ بنت طارق...... گوجرانوالہ
کنزیٰ بتول...... گوجرانوالہ
عبداللہ انس...... جڑانوالہ
ام بلال یاسر...... ملتان
جویریہ ہارون...... پشاور
نبیلہ خلیق...... فیصل آباد
اخت مزمل ثناء اللہ...... میاںچنوں
اختِ اعظم...... شیخوپورہ
حافظ احمد ذوہیب...... گوجرانوالہ

مقابلے میں شریک دیگر بچے

گلزار احمد...... گجرات، عطیہ شفیق...... گوجرانوالہ، مدثر احمد...... گجرات، محمد کامران...... گجرات، عدنان اسلم...... گجرات، راضیہ نزہت...... عارف والہ، حافظ محمد ریاض حسین...... قصور، محمد اشفاق امرتسری...... کمالیہ، ازمان شہزادہ...... گوجرانوالہ، ذنیرہ، عمارہ، رمشا...... رحیم یار خاں، محمد اویس...... بھائی پھیرو، صائمہ انجم...... حاصلپور، عمر فاروق ارشد...... بہاولنگر، عثمان اللہ ربانی...... منکیرہ، بھکر، محمد سلمان...... منکیرہ بھکر، اختِ ابومرصد جرار...... بھکر، اخت زبیر...... بھکر، عبدالرحمٰن عابد...... فیصل آباد، عائشہ صدیقہ...... فیصل آباد، مناہل حامد...... میاں چنوں، محمد نعمان...... چوآسیدن شاہ، کنزیٰ بتول...... گوجرانوالہ، فوجی محمد خالد...... لودھراں، ظفر اللہ ڈوگر...... لاہور نمبر 40، الیاس جوڑ...... بونیر، حافظ اسامہ کمال...... ٹوبہ ٹیک سنگھ، ایمن رانی...... کمالیہ، محمد ظفر اللہ ضیاء...... کمالیہ، اختِ المجاہدین عائشہ طارق...... گوجرانوالہ، عفیفہ مریم...... گوجرانوالہ، تسلیم حسین...... قصور، اظہار الحق...... بنوں، صبا صدیق...... شیخوپورہ، یاسمین طاہرہ...... قصور، خدیجہ اقبال...... بہاولنگر، حمیرا افتخار، بریرہ مختار...... ضلع منڈی بہاؤ الدین، خدیجہ...... اٹک، حبیب الرحمٰن قصوری، اختِ مزمل ثناء اللہ...... میاں چنوں، اختِ اعظم، منصور آباد شیخوپورہ، قاریہ شمیم حبیب...... قصوری، محمد صہیب...... گوجرانوالہ، آمنہ یاسمین...... حافظ آباد، محمد اشفاق نذیر...... گوجرانوالہ، صباحت مقصود...... فیصل آباد، حافظ احمد ذوہیب...... گوجرانوالہ، حافظ محمد ابوبکر جھنگوی، محمد شہریار صدیق...... اوکاڑہ، رضوان اسماعیل...... ملتان، بنتِ جاوید اسماعیل...... ملتان، محمد فیصل...... ملتان، بلال اسماعیل...... ملتان، جاوید اسماعیل...... ملتان، جویریہ ہارون...... پشاور صدر، نبیلہ خلیق...... فیصل آباد، رضوان جاوید...... ملتان، ابورضوان جاوید...... ملتان، بنت رضوان جاوید...... ملتان، ام رضوان جاوید...... ملتان، سعدیہ بتول...... حاصلپور، حفصہ، عائشہ صدیقہ، عبدالستار...... فیصل آباد، محمد مبشر ضیاء...... چونیاں، بنت ابوبلال یاسر...... ملتان، ابوبلال یاسر...... ملتان، بلال یاسر...... ملتان، ام بلال یاسر...... ملتان، تسمیہ رفیق...... بہاولنگر، محمد صدیق شان...... پاکپتن، عبداللہ انس...... جڑانوالہ، فیصل شہزادہ...... گجرات، سمیع اللہ...... جڑانوالہ، فواز...... اوکاڑہ۔

روضہ اور آپ ساتھ ساتھ

میں نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت ہمارے گھر میں اخبار ''جہاد ٹائمز'' آیا کرتا تھا۔ پھر 2001 میں ''غزوہ'' آنے لگا۔ لیکن اس کے ساتھ بچوں کے لیے کوئی میگزین نہیں تھا۔ ان دنوں مختلف اخبار و رسائل راقم کے زیر مطالعہ رہے۔ جن میں ''پھول کلیاں، پھول، تعلیم و تربیت اور بچوں کا اسلام شامل ہیں۔ ان تمام رسائل میں جھوٹے لطیفوں اور قصے کہانیاں کی بھرمار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ اس وقت بہت دلچسپ لگتے تھے۔ ایک مدت تک تو ہم صرف قاری ہی رہے۔ لیکن پھر قاری سے لکھاری بننے کی خواہش نے جنم لیا۔ تو سب سے پہلے ''بچوں کا اسلام'' میں لکھنا شروع کیا۔ لیکن دل میں یہ خواہش تھی کہ اس طرح کا کوئی رسالہ ہماری جماعت بھی جاری کرے۔ آخر کار عبد الوارث ساجد بھائی نے ''ننھے مجاہد'' کے نام سے ''غزوہ'' میں کالم لکھنا شروع کیا۔ اور پھر اپریل 2004ء کو باقاعدہ ''ننھے مجاہد'' کے نام سے میگزین کا اجراء کیا گیا۔ جس کے پہلے ایڈیٹر ساجد بھائی ہی تھے۔ ''ننھے مجاہد'' کو پا کر پہلے تو بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن جلد ہی یہ خوشی کافور ہو گئی۔ کیونکہ یہ ایک ایسا رسالہ تھا جو جھوٹے لطیفوں اور قصے کہانیوں سے بالکل پاک تھا۔ جبکہ مجھے تو قصے کہانیاں پڑھنے کی عادت پڑ چکی تھی۔ پھر بہر حال آہستہ آہستہ ''ننھے مجاہد'' میں دلچسپی بڑھنے لگی۔

''ننھے مجاہد'' واحد رسالہ ہے۔ جو خالص قرآن و سنت کی تبلیغ کرتا تھا لہٰذا گاہے بگاہے اس میں لکھنا شروع کیا۔ ''ننھے مجاہد'' کے پہلے مدیر عبد الوارث ساجد بھائی تھے جو کہ آٹھویں شمارے کے بعد عارضی طور پر ''معطل'' ہو گئے اور ان کی جگہ علی عمران شاہین بھائی گئے۔ سولہویں شمارے کے بعد ساجد بھائی پھر واپس آ گئے۔ شمارے کو دلچسپ بنانے کے لیے ساجد بھائی نے ''بڑوں کا بچپن'' کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا۔ اور اس کے علاوہ مختلف تاریخی واقعات لکھنے شروع کیے جن میں ''نبوت کی نشانی، شیر کی موت، گستاخ کی سزا، جب پاکستان ٹوٹا، سمندر میں لاش، قاتل کون؟'' وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

عتیق الرحمٰن سکھیکی، حفصہ افضال گجرات، میر طلال فاروق گوندلانوالا۔ یہ بھائی ہمارے ہی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مینا کاشمیری کھاریاں، حافظ عبد الودود عاصم لاہور، ثوبیہ ہما شیخ جوہر آباد، عمر فاروق بن ارشد فورٹ عباس، حافظ صبغۃ اللہ راولپنڈی، حبیب الرحمٰن قصوری، دعا لاہور، آصف خورشید، سلمان نذیر شہید رحمہ اللہ رینالہ خورد۔

اس ننھے مجاہد کی ایک تحریر ''انسانی دل'' جو کہ ''ننھے مجاہد'' کے شمارہ نمبر 8 میں چھپی تھی، انعام یافتہ قرار پائی۔ اور اب وہ خود ان شاء اللہ کے ہاں انعام یافتہ قرار پا گئے ہیں۔ اللہ اس بھائی کی شہادت قبول فرمائے اور ہمیں بھی شہادت کی موت عطا فرمائے۔ (آمین)

یہ وہ ''روشن ستارے'' ہیں۔ جو ''ننھے مجاہد'' کے آسمان پر جگمگاتے رہے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر اب ''روضۃ الاطفال'' میں ''گلاب کے پھول'' بن کر مہک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام بھائیوں اور بہنوں کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[زین عبد اللہ محمدی]

''دیکھو تم کشمیر کو''



دیکھو تم کشمیر کو
ظلم کی تصویر کو

کشمیر، دنیا کی حسین وادیوں میں سے ایک وادی ہے جسے دیکھ کر زمین پر جنت کا گمان ہوتا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے جلوے ہر طرف نظر آ رہے ہیں۔ جہاں کے لوگ بھی اپنی سرزمین کی طرح حسین، خوش اخلاق اور سادہ دل رکھتے ہیں۔ لیکن اب ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ قیام پاکستان سے اب تک بھارتی فوجیوں نے جو مظالم ڈھائے ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ آج تک وہ ان مظالم کو سہتے آ رہے ہیں۔ جہاں کبھی خوشیاں ہوا کرتی تھیں۔ وہاں اب موت بٹ رہی ہے۔ وہاں اب خوف کے سائے لہراتے رہتے ہیں۔ کیا یہ زندگی ہے؟ کہ بھارتی کتے جب چاہیں ان کی عزتوں کو تار تار کر دیں۔ جب چاہیں ان کو قتل کر دیں۔ جب چاہیں ان کے گھروں کو نذر آتش کر دیں۔ کیا یہ زندگی ہے؟ کیا ہم ایسی زندگی گزار رہیں ہیں؟ نہیں نا۔ تو کیا

ابو رضوان جاوید، ملتان۔ سدرہ سحر عمران کراچی، حافظ

ہم کسی کو ایسی زندگی گزارتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ کیا ہم اتنے ہی بے حس اور خود غرض ہو گئے ہیں؟ کہ وہ لوگ ایسی زندگی گزار رہے ہیں اور ہم تماشائی بن کر ان کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو چھ چھ ماہ کی ہڑتالیں سہتے ہیں جن کے رہنماؤں کو قید و بند جیسی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں ہم ان کو دیکھ کر بھی خاموش ہیں۔ کیا ہم اپنے آپ کو سرخرو سمجھتے ہیں؟ ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ کہ وہ ننھی منھی کلیاں جو روتیں رہتی ہیں وہ ہمیشہ روتیں رہیں گی؟ کیا رونا ان کا مقدر بن گیا ہے؟

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو ایک پرندہ اپنی چونچ میں پانی بھر بھر کر آگ پر ڈال رہا تھا کہ قیامت کے دن میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دوں گا میرا بندہ آگ میں جل رہا تھا اور تو نے اس کو بچانے کے لیے کیا کیا؟

ہم تو ہاتھ پر ہاتھ رکھے کر بیٹھے ہوئے ہیں ہم کیا جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ تیرے لاکھوں بندے ظلم سہہ رہے تھے اور ہم اپنی زندگی میں مگن تھے۔

حدیث نبوی ہے۔

''اگر تم برائی ہوتے ہوئے دیکھو تو اسے ہاتھ سے روکو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو زبان سے روکو اور اگر ایسا بھی نہیں کر سکتے تو اسے دل میں برا جانو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

کیا اب ہم میں وہ کمزور ترین جذبہ ہی بچ گیا ہے؟ کیا ہم ان کافروں کو ہاتھ سے نہیں روک سکتے؟ کیا ہم ان کو زبان سے نہیں روک سکتے؟ کیا ہم ایسا اس لیے نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ ہمارے تعلقات خراب نا ہو جائیں؟ تو یہ ہمارے لیے بڑا گناہ ہوگا۔

ہمیں اپنے اندر جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم ان کی مدد کر سکیں چاہے وہ مالی ہو یا جانی۔ آخر میں یہی کہنا چاہوں گی کہ ''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کافروں کا مقابلہ کرنے کی ہمت دے۔ اور ہمیں اپنے مسلمان بہن اور بھائیوں کی زیادہ سے زیادہ مدد کرنے کی توفیق فرمائے۔'' (آمین)

[خدیجۃ الکبریٰ بنت اسلم، چک نمبر 337 ب ج]

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور فکر آخرت

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ عذاب قبر پر بہت روتے تھے ان سے سوال کیا گیا؟ ''جنت اور جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ اتنا نہیں روتے لیکن قبر کے عذاب کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ بہت روتے ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا کہ میں نے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر آخرت کی منزلوں سے پہلی منزل ہے جو یہاں نجات پا گیا اگلی تمام منزلیں اس کے لیے آسان ہیں۔ (مشکوۃ شریف)

[عائشہ صدیقہ عبد الستار، فیصل آباد]

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسانات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ میں نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہم پر اتنے احسانات ہیں جن کا بدلہ قیامت کے دن خدائے رب العالمین ہی عطا فرمائیں گے۔ (ترمذی)

[حبیبہ ایمن، عائشہ صدیقہ عبد الستار، فیصل آباد]

روضہ آرٹ گیلری



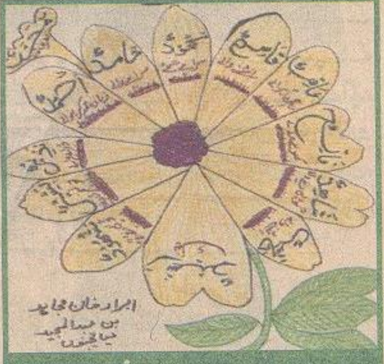
احمد فرحان، جھنگ



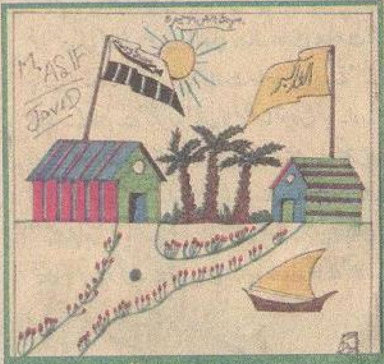
مریم۔ چکوال



فائزہ انور۔ گرین ٹاؤن لاہور



ابرار خان مجاہد۔ میانچنوں



محمد آصف جاوید۔ قصور



محمد آصف جاوید۔ چونیاں



حافظ صبغتہ اللہ۔ راولپنڈی



س۔م۔ ستیانہ بنگلہ



قرۃ العین خنساء۔ اوکاڑہ



ایم عظیم اسلم۔ ڈھلن



حمزہ عمران۔ گرین ٹاؤن لاہور

انٹرویو کے دوران بھی میں نے یہی بات کہہ دی۔ میں سچ کی تلاش میں تھا اور دوران تلاش سچ بولنا چاہتا تھا جھوٹ بول کر اپنے آپ کو اور دوسروں کو کسی فریب اور دھوکے میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں اپنے محبوب استاد پروفیسر وان برگر کے روبرو تھا۔ میں نے کمرے کے دروازے بند کر دیے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر استفسار کیا: ''استاد مکرم! آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نزدیک دنیا کا سب سے سچا مذہب کیا ہے؟'' اسلام انھوں نے برجستہ اور دوٹوک جواب دیا۔ ''پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟''

انھوں نے جواب میں کہا: ''پہلی بات تو یہ ہے کہ میں عربوں سے نفرت کرتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے پاس عیش و عشرت کی زندگی کے جو سامان تم دیکھ رہے ہو کیا سمجھتے ہو کہ میں اسلام کی خاطر انھیں چھوڑ دوں؟''

میں نے اس کی بات سن کر کچھ دیر غور کیا۔ اس کی اور اپنی دونوں کی حالت کا جائزہ لیا۔ اس پروفیسر کے وسائل اسباب، اس کی کاریں سب کچھ میری آنکھوں میں پھر گیا۔ میرے اندر سے یہی جواب آیا کہ یقیناً اسلام کی خاطر یہ سب کچھ تیاگ دینا تو ممکن نہیں نظر آرہا۔

بہرحال پروفیسر وان برگر اسلام قبول نہ کر سکے جبکہ اس وقت تک میرے دل کی کیفیت بھی ان جیسی ہی تھی مگر اس میں آہستہ آہستہ ایک نہایت خوشگوار تبدیلی رونما ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کا کردار عمل بالخصوص عبادات کے طور طریقے میرے دل کو بھلے لگتے۔ وہ نماز پڑھتے ہوئے جس اتحاد، اخوت اور اجتماعیت کا مظاہرہ کرتے وہ بے حد پرکشش محسوس ہوتی۔ جمعہ کے روز اجلے کپڑے پہن کر نماز میں شرکت کے لیے انھیں آتا دیکھ کر میرا دل ان کی طرف لپکتا تھا۔

آہستہ آہستہ میرے دل میں باقاعدہ قبول اسلام کی تحریک اور ترغیب زور پکڑتی گئی اور 2 دسمبر کو میں نے قبولیت حق کے باضابطہ اعلان کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے اسلام قبول کرنے کی طرف میرے بعض خواب لے کر آئے تھے۔ میرے باپ نے مجھے عیسائی بنانے کا خواب دیکھا جبکہ قدرت نے مجھے مسلمان بننے کا خواب دکھایا۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ زندگی میں جو خواب دیکھتے ہیں ان میں سے بعض خواب آپ کو راہ راست کی طرف لے جاتے ہیں اور مجھے میرے خواب اسلام کی طرف لے آئے۔ بہت کم لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے تاہم صدق دل اور خلوص کے ساتھ تلاش و جستجو کی جائے تو معرفت حاصل ہو ہی جاتی ہے۔

کلیسا میں اعلان کیا تو مجھے اہل کلیسا نے سب سے پہلے گھر اور گاڑی سے محروم کر دیا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ زندگی گزارنے کے لیے ان دونوں کی بنیادی ضرورت مسلمہ ہے۔ گھر والے بھی پریشان ہو گئے اور مجھے پریشان کرنے لگے۔ یہاں تک میری اہلیہ نے بھی زندگی کے باقی ماندہ سفر میں میری ہم سفر رہنے سے انکار کر دیا۔ اس نے میرے کپڑے وغیرہ سمیٹے، بچوں کو ساتھ لیا اور چلی گئی۔ حالانکہ میں نے اسے کہا تھا کہ میں نے اپنے لیے جو راستہ تلاش کیا اور جسے میں برحق سمجھتا ہوں اس کے لیے آپ کو ہرگز مجبور نہیں کروں گا۔ تم چاہو تو اپنے مذہب عیسائیت پر قائم رہ سکتی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے ساتھ بھی رہ سکتی ہو۔ میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا مگر اس نے میری بات مان کر نہیں دی۔

اس کے بعد میں اپنے والدین کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے قبول اسلام سے شدید اختلاف کیا۔ برہم ہوئے اور مجھ پر زور دیا کہ واپس اپنے مذہب پر لوٹ آؤ۔ میری والدہ نے کہا: ''میں تمھیں سمجھدار سمجھتی تھی اس نامعقول حرکت کی تم سے مجھے ہرگز توقع نہیں تھی۔'' میں ان کی بات مان سکتا تھا مگر نہ مانی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے خلاف ان کے بھڑکے ہوئے جذبات ٹھنڈے پڑنا شروع ہو گئے۔ رفتہ رفتہ معاملات بہتر ہوتے چلے گئے اور بالآخر ہمارے مابین مصالحت ہو گئی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میں ''کیالا'' چلا گیا۔ یہ تنزانیہ اور ملاوی کے درمیان واقعہ ہے اور میرے خاندان کا آبائی علاقہ ہے۔ میں نے اس سفر کے دوران ''بوسال'' میں قیام کیا۔ وہاں میری ملاقات مستقبل کی شریک حیات سے ہوئی۔ وہ ایک کیتھولک مغنی تھی۔ اس وقت اس کا نام مس گروٹروڈ گبویا تھا۔ الحمدللہ اب وہ سسٹر زینت کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے ساتھ میں کیالا گیا۔ وہاں ایک بزرگ کے پاس قیام کیا۔ اگلی صبح میں نے وہاں اذان دی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ رابطہ کر سکوں لیکن میرے بارے میں سن کر وہاں بعض عیسائی آ گئے۔ انھوں نے میرے میزبان بزرگ سے کہا: ''آپ نے اس پاگل آدمی کو اپنے ہاں کیوں ٹھہرایا ہے۔'' میری ساتھی مغنی نے انھیں مخاطب کر کے کہا: یہ پاگل نہیں، مسلمان ہے۔ یہ وہ عورت تھی جس نے ایک موقع پر میری علالت کے دوران علاج و معالجہ کے تمام اخراجات برداشت کیے تھے۔ یعنی جس دوران میں، میں انگلیشین مشن اسپتال میں زیر علاج تھا۔ اس دوران میں، میں نے اس مغنی سے استفسار کیا: ''تم گلے میں صلیب کیوں پہنتی ہو؟''

''کیوں یسوع مسیح اس صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔ اس نے عقیدت کے انداز میں جواب دیا۔''

میں نے جواب میں کہا: ''اگر کوئی شخص تمھارے باپ کو بندوق سے گولی مار کر ہلاک کر دے تو کیا تم اس بندوق کو اپنے گلے کا ہار بنا لوگی؟'' میری بات پر وہ ناراض ہونے کے بجائے سنجیدگی کے ساتھ سوچنے لگی۔ اس کی سوچ گہرے غور و فکر اور تدبر و تجسس میں بدل گئی۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی معاملات پر گاہے بگاہے تبادلہ خیال کرتے رہے۔ اس مغنی کے دل میں سچ کی چنگاری رفتہ رفتہ شعلہ جوالا بن گئی، ہم ایک دوسرے کے خاصے قریب آ گئے۔ ایک روز میں نے اسے شادی کی تجویز پیش کی۔ اس نے اثبات میں جواب دیا اور مصلحتاً ہم نے خفیہ طور پر شادی کر لی۔ ایک ماہ کے بعد اس نے اپنی انتظامیہ کو چھٹی کی درخواست دی۔ میں جس بزرگ کے ہاں ٹھہرا تھا وہ میری اہلیہ کا چچا تھا۔ ہم نے گھر جا کر اسے بتایا کہ ہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں تو وہ ناراض ہو گیا اور ہمیں گھر سے نکل جانے کو کہا۔ اس نے میری اہلیہ کو مخاطب کر کے کہا: ''تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ تمھارا باپ یقیناً تم سے انتقام لے گا۔ اگر نہیں لے گا تو میں تمھیں گولی مار کر ہلاک کر دوں گا۔''

ہم نے اپنے لیے مٹی کا ایک گھر بنا لیا۔ ایک وقت تھا جب میں کاروں اور کوٹھیوں کا مالک تھا مگر آج مٹی اور گارے سے بنے گھروندے میں رہ رہا تھا۔ میں لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرتا اور پیٹ کا ایندھن پیدا کرتا۔ اس کے علاوہ لوگوں کی زمینوں پر کھیتی باڑی بھی کرنے لگا تھا۔ آزمائشوں کے سلسلہ سے دوچار ہوا مگر اس دوران میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں 1988ء میں دیار حرم گیا مگر بعد میں میرا گھر بم مار کر تباہ کر دیا گیا۔

گھر کے اندر اس وقت میرے تین جڑواں بچے موجود تھے جنھوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اس ظالمانہ اقدام کے پیچھے میری سگی خالہ کا بیٹا تھا جو عیسائی پادری تھا۔ اس کا خیال تھا اس طرح میرے خلاف منافرت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا مگر نتیجہ اس کے برعکس برآمد ہوا نہ لوگوں نے اسلام سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیا اور کثیر تعداد میں عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا جن میں میرا گھر تباہ اور معصوم بچے شہید کرنے والے خالہ زاد پادری کا پادری سسر بھی شامل تھا۔

1992ء میں مجھے میرے ستر ساتھیوں سمیت جیل بھیج دیا گیا۔ 10 ماہ ہم قید میں رہے۔ ہم پر چوری کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو مجھ پر اصل میں غصہ اس بات کا تھا کہ میں نے سور کے گوشت کی دکانوں کے خلاف مہم چلا رکھی تھی۔ اس مہم کے نتیجے میں دارالسلام، تنگا، مافیا، لنڈی اور کیکوما میں شراب خانوں، کلبوں اور سور کے گوشت کی دکانوں کے خلاف ایک قانون بن گیا۔ قسمت نے ساتھ دیا اور مجھے رہائی مل گئی۔ اس دوران میں مجھے پتہ چلا کہ عیسائیوں نے میرے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔ میں نے محفوظ علاقے کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا مگر اس دوران مخالفین کڑی نگرانی کر رہے تھے مجھے ''فرار'' کرنے میں ایک نیک دل مسلمان خاتون نے بھرپور کردار ادا کیا جسے دوسری خواتین کا بھی تعاون حاصل تھا۔ انھوں نے مجھے عورت کا لباس پہنایا اور میں سرحد پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس دوران میں میری اہلیہ نے اسلام قبول کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا اور اپنے لیے زینت نام منتخب کیا۔ وہ اسلام کی مزید تعلیم کے لیے بیرون ملک کا سفر کرنا چاہتی تھی اور اس نے مجھے مشورہ دیا۔ دوسری شادی کر لو۔ میں پہلے تو حیران ہوا مگر بعد میں تفصیلی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ وہ سچے دل سے میرے ساتھ ہمدردی کر رہی ہے اور اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسری شادی کرنے سے بھی کوئی اختلاف یا انقباض نہیں ہے۔ لہٰذا ہم دونوں کی کامل ہم آہنگی اور اتفاق رائے سے میری دوسری شادی زینب نے اپنی سہیلی شیلا کے ساتھ کرا دی۔ میں آخر میں اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے عمل سے عورتوں کو عزت کا وہی مقام دیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے تو آپ دیکھیں گے کہ حوازادیاں کتنے عظیم انقلاب کی پیغامبر بن جائیں گی۔

ان شاء اللہ

عظیم فیصلہ

انتخاب: اخت عبید الواسع گوجرانوالہ

سمر قند کی ایک گہری سرد رات میں ایک شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے، چاروں طرف گھپ اندھیرا ہے۔ اس کا رخ شاہی محل کی طرف ہے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اندھیرے میں راستہ تلاش کرتا بالآخر محل کے قریب جا پہنچتا ہے۔ اس کے ایک جانب معبد ہے۔ اس کے دروازے پر ایک بھاری پتھر رکھا ہوا ہے جس پر مورتیاں کھدی ہوئی ہیں۔ اس پر رعب طاری ہے۔ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ معبد میں داخل ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے اس کو کبھی یہ موقع میسر نہیں آیا۔

یہ بھاری بھرکم نوجوان بزدل نہیں بلکہ نہایت بہادر شخص ہے۔ اس کا قد خاصا لمبا ہے۔ نہایت ذہین و فطین ہے۔ سوچ اور فکر بلند ہے وہ نہایت مدبر ہے۔ مقامی زبان تو اس کی مادری ہے مگر اس میں ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ اس کو عربی زبان پر عبور حاصل ہے اور وہ فر فر عربی زبان بولتا ہے۔ اسے معبد کے سب سے بڑے عہدے دار نے ملاقات کے لئے بلوا رکھا ہے۔ اس ملاقات کے شوق اور خوف نے اسے ایک عجیب کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کا جسم کانپ رہا ہے اس معبد میں بہت کم لوگ داخل ہو سکتے ہیں اور جو اس کے ذمہ داران ہیں وہ بس ایک مرتبہ اندر داخل ہوتے ہیں اور پھر ساری زندگی ان کو سورج کی روشنی نصیب نہیں ہوتی۔

وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھتا گیا۔ اس کے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔ اگلے کمرے کے وسط میں اس نے ایک عظیم الجثہ شخص کو دیکھا۔ اس کی سفید لمبی داڑھی تھی۔ اس نے اس کو اس کے نام سے پکارا اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا وہ سمجھ گیا کہ یہ معبد کا چوکیدار ہے وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا کئی غلام گردشوں سے گزرنے کے بعد کاہنوں کے سردار کے سامنے جا پہنچا۔ ان کو کسی نے نہیں دیکھا وہ معبد سے نہیں نکلتے تھے۔ اس ملک کے حقیقی حکمران یہی کاہن تھے کوئی بھی ان کی مخالفت کی جرات نہ کر سکتا تھا لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ ان کی حکم عدولی دراصل خداؤں کی نافرمانی کے مترادف ہے اور ایسے لوگ لعنت کے مستحق ہوں گے۔

اس نوجوان کی نگاہیں دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس نے دائیں بائیں دیکھا کاہن ایک صف میں کھڑے تھے اس نے بڑے کاہن کی طرف اپنے کان لگا دیئے جو آہستہ آہستہ گفتگو کر رہا تھا پہلے تو اسے کچھ سمجھ نہ آئی مگر بتدریج اس کو مفہوم سمجھ آنے لگا کہ وہ سمر قند کی تاریخ اور اس کا ماضی بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ کس طرح مسلمانوں نے اس ملک پر قبضہ کر لیا ہے ہم نے اس قبضے کے خلاف کتنی ہی ناکام کوششیں کیں مگر ان کا اقتدار بتدریج پکا ہوتا جا رہا ہے اہم ترپ کا پتہ پھینکنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ مسلمانوں کا بادشاہ نہایت عادل شخص ہے وہ دمشق میں رہتا ہے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے پاس اپنا ایلچی بھیجا جائے جس کے ہاتھ ہم اپنی شکایت ارسال کریں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا کرتا ہے چونکہ تم عربی زبان سے واقف ہو لہٰذا ہم نے تمہیں منتخب کیا ہے ہم نہایت ذہین اور دلیر بھی ہو گفتگو کا فن جانتے ہو کیا تم کام کے لئے آمادہ ہو؟ نوجوان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بڑا کاہن کہنے لگا کہ پھر فوری طور پر اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ تمہیں زاد راہ وافر مہیا کر دیا جائے گا۔ نوجوان سے نکلا تو خوشی اور مسرت اس کے چہرے پر عیاں تھی۔ آج سب سے بڑے کاہن نے مجھے شرف باریابی بخشا ہے۔ مجھے ایک عظیم مشن کے لئے منتخب کیا ہے اب وقت ہے کہ میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکوں۔ مسر قند کو آزادی دلانے میں میرا بھی حصہ ہوگا۔ وہ گھر واپس آیا اور سفر کی تیاری کرنے لگا۔ معبد کی طرف سے اس کو زاد راہ وافر مقدار میں مہیا کر دیا گیا اس کا تیز رفتار گھوڑا اس کے ہمراہ تھا وہ اس پر سوار ہوا اس کا رخ بخارا کی طرف تھا وہ مہینوں کا سفر ہفتوں میں طے کرتا حلب پہنچ گیا۔ دمشق اس کی آخری منزل تھی جواب بالکل قریب تھی اور وہ دن بھی آیا جب وہ دمشق میں داخل ہو رہا تھا۔

دمشق جو مسلمانوں کا دار الخلافہ تھا، ان کی عظمت کا نشان، بہت بڑا شہر، نہایت صاف ستھرا، تہذیب یافتہ تھا اسے یہ سمر قند سے کہیں بڑ نظر آیا۔ وہ ایک سرائے میں اترا اور اس کے مالک سے پوچھا کہ امیر المومنین سے ملنے کا کیا طریقہ ہے۔

سرائے کے مالک نے کہا کہ ہمارے امیر المومنین سے ملنا نہایت آسان ہے۔ تم مسجد کی طرف چلے جاؤ وہاں کسی بھی شخص سے ان کے گھر کا راستہ پوچھ لینا۔ وہاں کوئی پہرے دار نہیں ہے نہ ملاقات پر کوئی پابندی ہے۔

وہ مسجد میں داخل ہوا ایسی خوبصورت عمارت اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ یہی شاہی محل ہو سکتا ہے، چنانچہ اس نے ایک شخص سے پوچھ ہی لیا اس کے لہجے اور شکل سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس شہر میں اجنبی ہے۔ اس شخص نے کہا:

کیا تم قصر خلافت کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟

مگر کیا یہ قصر خلافت نہیں ہے؟ اس نے تعجب سے پوچھا اس شخص نے مسکراہٹ بھرے لہجے میں کہا: نہیں، اجنبی دوست یہ تو اللہ کا گھر ہے، یہ مسجد ہے کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ نماز میں کیسے نماز ادا کر سکتا ہوں؟ میں تو سمر قند کے کاہنوں کے دین پر ہوں۔ اس دین کو کاہنوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور وہ اسرار سے بھرا ہوا ہے۔

آدمی نے سمر قندی سے دوبارہ سوال کیا تو اس نے کہا کہ میں نماز کیسے پڑھوں؟ مجھے نماز کا طریقہ ہی معلوم نہیں۔

اس نے پوچھا: تمہارا دین کیا ہے؟

کہنے لگا: میں سمر قند کے کاہنوں کے دین پر ہوں۔

سوال ہوا؟ ان کا دین کیا ہے؟

جواب ملا: مجھے معلوم نہیں

سوال ہوا: پھر تمہارا رب کون ہے؟

اس نے جواب دیا: معبد کا خدا

اس شخص نے موقع غنیمت جانا کہ ایک شخص شکل و صورت سے ذہین و فطین ہے، اجنبی ہے۔ اس کا کوئی دین اور مذہب نہیں، اس کو دین کے اصول بتائے جائیں، چنانچہ اس نے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور پھر چند لمحوں کی بات تھی، اس سمر قندی کے دل کا غبار چھٹ گیا اور اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا۔

اب اس شخص نے اپنے اس نومسلم بھائی سے کہا:

چلو ہم امیر المومنین سے ملنے کے لئے چلتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ وقت انہوں نے گھر والوں کے لئے مختص کیا ہوا ہے پھر بھی وہ بڑے متواضع ہیں مسجد سے نکل کر وہ گلی میں آئے نہایت ہی سادہ سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے اس نے بتایا کہ یہ امیر المومنین کا گھر ہے اس کو تعجب ہوا اس کا خیال تھا کہ بڑا عالیشان محل ہوگا مگر یہ تو معمولی گھر ہے اس نے دروازہ کھٹکھٹایا خلفیہ عادل عمر بن عبدالعزیز نے اس کا حال پوچھا اور آنے کا مقصد معلوم کیا: بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے عظیم سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ ہمارے ملک پر مسلمانوں نے قبضہ کیا ہے۔ یہ دھوکے سے قبضہ ہوا ہے نہ تو اعلان جنگ ہوا اور نہ ہمیں اسلام کی دعوت دی گئی، ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز فرمانے لگے: اللہ کے نبی نے ہمیں ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہمیں عدل و انصاف کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے آواز دی! اے غلام! کاغذ اور قلم لایا جائے۔

غلام کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لے کر حاضر ہو گیا اس پر دو سطریں لکھیں، اس پر مہر لگائی، پھر اس کو سر بمہر کر کے سمر قندی سے کہا کہ اسے اپنے شہر کے حاکم کے پاس لے جاؤ۔

سمر قندی واپس ہوا اب اس کا سینہ توحید کے نور سے بھرا ہوا تھا جہاں جاتا وہاں سیدھا مسجد میں داخل ہوتا نماز پڑھتا، اور اپنے مسلمان بھائیوں سے ملاقات کر کے اپنی منزل کو روانہ ہو جاتا سفر کی ایک عجیب لذت تھی۔ ایک دن آیا جب وہ سمر قند میں داخل ہو رہا تھا وہ سیدھا معبد کی طرف گیا اس نے کاہنوں کو رپورٹ دینی تھی ان کو خلیفۃ المسلمین کے جواب سے مطلع کرنا تھا وہ معبد میں داخل ہوا اب وہ اس کی تاریک گلیوں اور غلام گردشوں سے خائف نہیں تھا پتھروں سے بنے ہوئے بت جو کبھی اس کے لئے معما سے کم نہ تھے اب ان کی حقیقت سے واقف ہو گیا تھا یہ بت تو ہاتھوں کے بنائے ہوئے تھے وہ ان پر ایک حقارت کی نظر ڈالتا ہوا بڑے دروازے پر جا پہنچا۔ دربان اس کو خوب پہچانتا تھا اور پھر اس کے لئے دروازے کھلتے چلے گئے اور وہ چند منٹوں کے بعد بڑے کاہن کے سامنے کھڑا تھا کاہن کو اسے دیکھ کر اعتبار نہ یا اس کا خیال تھا کہ اس کو قتل کر دیا گیا ہوگا۔ مگر ان کا ایلچی ان کے سامنے کھڑا تھا اس نے ان کے سامنے تفصیل سے سفر کے حالات بیان کئے، کیسے گیا، کہاں کہاں سے گزرا اپنا

اسلام لانے کا واقعہ وہ جان بوجھ کر گول کر گیا خلیفہ سے ملاقات اور حکم نامہ حاصل کرنے تک ایک ایک بات ان کے گوش گزار کی گئی۔ کاہنوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ بشاشت ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ ہماری آزادی کا وقت آ گیا ہے۔ خلیفہ کی طرف سے واضح حکم ہے کہ قاضی کے سامنے اس مقدمے کو پیش کیا جائے۔ کاہنوں کو مکمل آزادی ہوگی کہ وہ اپنے دلائل دیں۔ مدعا علیہ قتیبہ بھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہوگا اور پھر قاضی جو فیصلہ دے اس کو نافذ کیا جائے۔

اور پھر وہ دن آ گیا جس کا اہل سمرقند کو انتظار تھا بے شمار لوگ اس تاریخی مقدمے کی کارروائی سننے کے لئے چلے آئے۔ عدالت میں مسجد لگی ہوئی ہے وہ کاہن جن کو کبھی کسی شخص نے نہ دیکھا تھا، مقدمے کی پیروی کے لئے حاضر ہیں مسلمانوں کا سپہ سالار، امیر اور فاتح قتیبہ بھی حاضر ہے سب کے سب قاضی کے منتظر ہیں۔

کاہن کس بات کی امید اور مقدمہ لے آئے ہیں؟ ذرا غور کیجئے یہ کہ ایک فاتح قوم مفتوح علاقوں سے نکل جائے مقدمہ جس شخصیت پر دائر کیا گیا ہے وہ عظیم قائد اور سپہ سالار ہے۔ نگاہیں مسجد کے دروازے کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ کب قاضی داخل ہوتا ہے حاضرین کو بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا ایک چھوٹے قد اور نحیف جسم والا شخص، معمولی لباس پہنے، سر پر عمامہ رکھے ہوئے دروازے سے داخل ہوتا ہے اس کے پیچھے اس کا غلام ہے۔ لوگوں میں سناٹا چھا گیا ہے بعض نے اپنی انگلیاں منہ میں دبا لی ہیں۔ اچھا یہ مسلمانوں کا قاضی یہ خلیفہ اور سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کے خلاف فیصلہ دے گا۔

قاضی مسجد کے ایک کونے میں اپنی نشست سنبھالتا ہے اس کا غلام اس کے سر پر کھڑا ہے بغیر کسی لقب کے امیر کا نام لے کر اسے بلایا جا رہا ہے کہ وہ عدالت کے سامنے حاضر ہو۔ امیر شہر حاضر ہوا۔ عدالت نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اب غلام کاہنوں کے سردار کو بلوا رہا ہے جو امیر کے ایک طرف بیٹھ گیا ہے اور اب عدالت کی کارروائی شروع ہوتی ہے۔

قاضی اپنی نہایت پست آواز میں کاہن سے مخاطب ہے: بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ ... نے کہا:

"قائد عصر قتیبہ بن ... ہمارے ملک میں دھوکے سے داخل ہوئے، اعلان جنگ نہیں کیا اور ... اسلام کی دعوت بھی نہیں دی گئی"

قاضی نے اب امیر کی طرف دیکھا کہ تم کیا کہتے ہو؟

اس نے قاضی کو دیکھا اور گویا ہوا:

"لڑائی تو دھوکہ ہوتی ہے۔ یہ ملک بہت بڑا ملک ہے، اس کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے کفر و شرک سے محفوظ فرمایا ہے اور اسے مسلمانوں کی ملکیت اور وراثت میں دے دیا ہے"

قاضی: کیا تم نے حملے سے پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دی تھی یا جزیہ دینے پر آمادہ کیا تھا یا دونوں صورتوں میں انکار پر لڑائی کی دعوت دی تھی۔

سپہ سالار: نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔

"تو گویا آپ نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا"

قاضی کے الفاظ پر غور کریں:

"اللہ رب العزت نے اس امت کی مدد اس لئے کی ہے کہ اس نے دین کی اتباع کی اور دھوکہ دہی سے اجتناب کیا۔ اللہ کی قسم! ہم اپنے گھروں سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے ہیں ہمارا مقصود زمین پر قبضہ جمانا نہیں ہے۔ اور نہ حق کے بغیر وہاں حکومت کرنا مقصد ہے۔ میں فیصلہ دیتا ہوں کہ مسلمان اس شہر سے نکل جائیں اور شہر اس کے اصل باشندوں کو واپس کریں پھر ان کو دعوت دین دیں۔ جنگ کا چیلنج دیں اور ان سے لڑائی کا اعلان کریں"۔

اہل سمرقند اور کاہنوں نے اس فیصلے کو سنا، ان کے کانوں اور آنکھوں نے جو سنا اور دیکھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے سوچا ہم کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہے۔ قاضی نے حکومت کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ بہت سوں کو تو پتہ ہی نہ چلا کہ عدالت برخاست ہو چکی ہے اور قاضی اور امیر روانہ بھی ہو چکے ہیں۔

بڑے کاہن نے اپنے دماغ پر زور دینا شروع کیا ہے اس کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں اس نے اپنی سابقہ زندگی پر غور کرنا شروع کیا ہے اپنے عقیدے اور منہج کے بارے میں سوچتا ہے کتنا عجیب و غریب عقیدہ ہے اس کا دائرہ کتنا مختصر اور چھوٹا ہے جو صرف کاہنوں کے درمیان گھومتا ہے؟ اور اب اس کا ذہن دین اسلام کے حوالے سے سوچ رہا ہے اس کا دائرہ کتنا وسیع اور بڑا ہے خیر سے بھرپور، عدل و انصاف کرنے والا دین جس کی بلندیوں کو سورج کی شعاعیں اور چاند کی روشنی بھی چھونے سے قاصر ہیں وہ آنکھیں بند کر کے کتنی ہی دیر بیٹھا سوچتا رہتا ہے۔ میں کب تک اندھیروں میں رہوں گا؟ روشنی تو بڑی واضح ہے اسلام عدل و انصاف کا دین ہے اس میں چھوٹا بڑا سب برابر ہیں آج عدالت میں سب لوگوں نے دیکھا قاضی کے سامنے حاکم کس طرح سرنگوں ہو کر بیٹھا تھا کیا ہمارا بادشاہ اس طرح عدالت کے سامنے پیش ہو سکتا ہے؟ اور ابھی اسی غور و فکر میں تھا کہ اسے گھوڑوں کے چلنے کی آوازیں سنائی دیں لوگ بازاروں سے گزر رہے تھے شور برپا تھا اس نے آنکھیں کھولیں۔ آوازوں کی طرف کان لگائے اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے؟

اسے بتایا گیا کہ قاضی کے فیصلے پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے اور مسلم فوجیں واپس جا رہی ہیں۔

ہاں وہ عظیم افواج جن کے سامنے یثرب سے لے کر سمرقند تک کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی جنہوں نے قیصر و کسریٰ اور خاقان کی قوتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا جو طاقت بھی مسلمانوں کے راستے میں آئی اسے وہ خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئے۔ مگر آج اسلامی فوج ایک کمزور سے، نحیف و نزار جسم کے مالک قاضی کے فیصلے کے سامنے دست بردار ہو گئی ہے آج صبح کی بات ہے ایک شخص جس کے ساتھ صرف ایک غلام تھا اس نے مقدمے کی سماعت کی چند منٹوں کی سماعت۔ عدالت میں دو طرفہ بیانات سنے۔ سپہ سالار کا اقرار اور پھر دو تین فقروں پر مشتمل فیصلہ۔ مسلمانوں کے امیر کو عدالت نے شہر خالی کرنے کا حکم دے دیا۔ عدالت کے حکم کے مطابق وہ باقاعدہ چیلنج دیں گے اور پھر دوبارہ لڑائی کریں گے۔

کاہن اپنے ساتھیوں کی باتیں سنتا جا رہا ہے اور پھر اس نے اپنے آپ سے سوال کیا: کیا اہل سمرقند اس سیل رواں کے سامنے ڈٹ سکیں گے؟ کیا ان کے اس مقابلے کی قوت ہے؟ دنیا کے تمام ممالک ان کے سامنے جھک گئے کیا ہمارا دین باطل اس حق کے سامنے ٹھہر سکے گا؟ کیا وہ نور اسلام کا مقابلہ کر پائے گا؟

نہیں ہرگز نہیں۔ رب کا فیصلہ آ چکا ہے کہ ظلم و ستم کی رات کو ختم ہونا ہے۔ دنیا پر نئی فجر طلوع ہو رہی ہے اس نور کے مقابلے میں کوئی بھی ٹھہر نہیں سکتا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پوچھا تمہاری کیا رائے ہے ہمیں کیا کرنا چاہئے کیا ہم ان کا مقابلہ کر سکیں گے؟ ارے جواب کیوں نہیں دیتے؟ اس نے انہیں پکارا۔ سمرقندی مسلم ایلچی زور سے کہنے لگا: ساتھیو! میرا فیصلہ اور مشورہ سنو کان اس کی طرف لگ گئے اس نے کہا:

"میں گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"

اب بڑے کاہن کی یہ کہنے کی باری تھی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"

اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ سمرقند کی گلیاں اور چوک اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہے ہیں۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لی ہیں۔ اس ملک سے واپس مت جائیں ہم اسلامی عدل و انصاف کی ضرورت ہے ہم نے اپنوں کا راج دیکھا، ان کے ظلم و ستم سے ہم خوب واقف ہیں۔ آپ سب لوٹ آئیں ہم نے بھی تمہارے دین کو قبول کر لیا ہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یکا دیکھتے ہیں کہ مسلمان فوج واپس ایک مفتوح شہر میں داخل ہو رہی ہے۔

"کوئی حاکم و محکوم باقی نہیں رہا، کوئی غالب اور مغلوب نہیں رہا، تمام کے تمام اسلامی بھائی بن گئے ہیں"۔

اس طرح ایک عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی وجہ سے سمرقندی کی سرزمین میں اسلامی کی دولت داخل ہو گئی اور پھر اس میں سے کبھی یہ دولت نہیں نکل سکی۔

روضہ آرٹ گیلری



احسن رضا، کوٹ رادھا کشن



ساجدہ، 232 گ ب



سمیرا عبدالغنی، عاقب، صبیحہ۔ بہاول پور



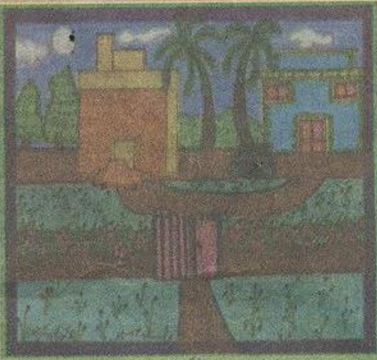
جویریہ بتول، چکوال



عمر بن عبدالرزاق



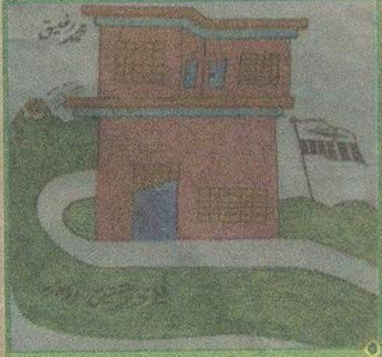
تنزیلہ رشید، پتوکی



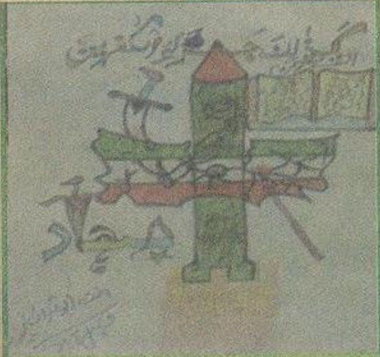
عائشہ، کورنگی کراچی



سحرش ناز، بہاولنگر



ابوذر شفیق، اوکاڑہ



اخت ابو تراب شہید، فیصل آباد



فروا فاطمہ، بہاول پور

فرضی قصے کہانیوں
اور جھوٹے لطیفوں سے
پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

قیمت Rs.6

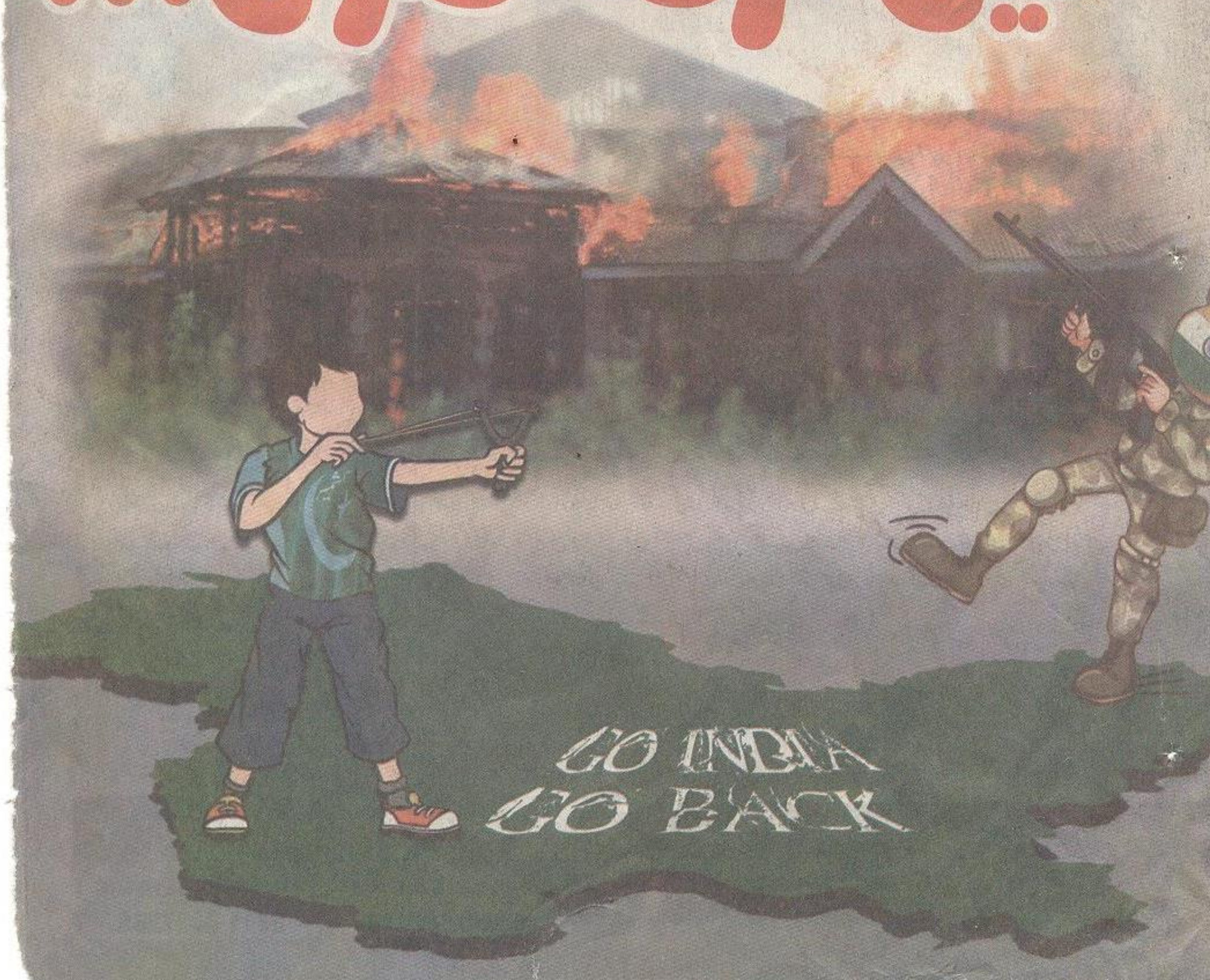
جلد نمبر 18

17 جمادی الاول 1439ھ، 2 فروری 2018ء

شمارہ نمبر 3/262

2018
کشمیر کے نام

میں آ رہا ہوں...



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارے کی زینت

میٹھے بول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
پیارے بچو کیسے ہیں آپ؟

امید ہے سردیوں کے مزے لے رہے ہوں گے۔ نئے سال کا دوسرا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ چند دن بعد 5 فروری ہے۔ یہ دن 1990ء کے بعد سے پورے پاکستان میں یوم یکجہتی کشمیر کے طور پہ منایا جاتا ہے۔ یہ دن اس بات کا اعلان ہے کہ آزادی کشمیر کی اس جدوجہد میں ہر پاکستانی اپنے کشمیری بھائیوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔ کشمیری عوام کی تحریک آزادی اسی روز سے شروع ہو گئی تھی جب انگریزوں نے کشمیر کے ظالم ڈوگرہ حکمران مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ بدنام زمانہ "معاہدہ امرتسر" کے تحت 16 مارچ 1846ء کو کشمیر کا 75 لاکھ نانک شاہی سکوں (اُس وقت رائج کشمیری کرنسی) کے عوض سودا کیا۔ کشمیری مسلمانوں کے حالات ڈوگرہ حکمرانوں کے دور میں بھی بہت خراب تھے انہیں ہندوؤں سے کم تر سمجھا جاتا تھا اور ان پر طرح طرح کی پابندیاں عائد تھیں۔ اسی دوران جب ڈوگرہ حکمرانوں نے کشمیر کے تمام انسانوں اور خطے کو چند لاکھ سکوں کے عوض انگریزوں کو بیچ دیا تو اس ظلم کے خلاف مسلمانوں میں بیداری پھیلنے لگی۔ مزاحمت کی تحریک نے زور پکڑنا شروع کر دیا تو ان کو جیلوں میں بند کیا جانے لگا۔ 13 جولائی 1931ء کو سری نگر جیل کے باہر 22 کشمیری نوجوانوں نے مسلسل شہادتیں پیش کر کے اذان مکمل کی۔ اس واقع پر لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے کے لئے "کشمیر کمیٹی" قائم کی اور شاعر مشرق علامہ اقبال کو اس کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا۔ 1934ء میں پہلی مرتبہ ہندوستان میں کشمیریوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف ملک گیر ہڑتال کی گئی۔

1946ء میں قائداعظم نے مسلم کانفرنس کی دعوت پر سرینگر کا دورہ کیا جہاں قائد کی دور اندیش نگاہوں نے سیاسی، دفاعی، اقتصادی اور جغرافیائی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے کشمیر کو پاکستان کی "شہ رگ" قرار دیا۔ کشمیری نوجوان آج بھی اس ظلم و ستم کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں اور کشمیر کی آزادی کیلئے اپنی جان قربان کر رہے ہیں۔ حالیہ چند برسوں میں مشہور کشمیری جہادی کمانڈروں برہان وانیؒ اور ابو القاسمؒ کی شہادت کے بعد کشمیری تحریک میں بھرپور تیزی آئی اور اس وقت روزانہ کشمیری نوجوان سر پر کفن باندھ کر گھروں سے نکلتے ہیں اور قابض بھارتی فوج پہ پتھر برساتے ہیں۔ پاکستانی قوم کشمیریوں کی ہمت و بہادری کو سلام پیش کرتی ہے اور انہیں یقین دلاتی ہے کہ

اس تحریک میں جانی و مالی ہر طرح سے ان کے ساتھ ہے۔

آپ کے اپنے
ایڈیٹر بھیا جی

نگران عبد الحنان | مدیر اعلیٰ جنید الرحمٰن | مدیر محمد سیاف

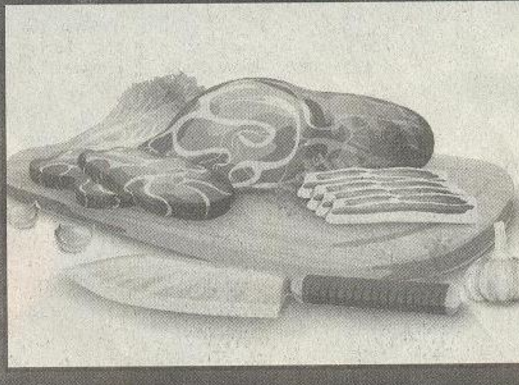
شیخ ایوب نے دار الاندلس پرنٹنگ پریس سکیاں پل لاہور سے چھپوا کر شائع کیا

rozatulatfaal.pak@gmail.com
PO BOX# 102, GPO, LAHORE
0311-6397264
rozatulatfaal.pak

فی شمارہ سالانہ رجسٹریشن 250 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینیجر:
0322-4336456

جس شخص نے اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر سال دور کر دے گا۔ (بخاری)



عربی سخاوت

قیس بن سعد سے پوچھا گیا: کیا آپ نے اپنے سے زیادہ کسی کو سخی دیکھا ہے؟ قیس بن سعد نے کہا: ہاں ایک مرتبہ ہم چند آدمی کسی گاؤں میں ایک عورت کے گھر گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر بھی آن پہنچا۔ عورت نے اپنے شوہر سے کہا: ہمارے ہاں چند مہمان آئے ہیں۔ شوہر فوراً ایک اونٹنی لایا، اسے ذبح کیا، پکایا اور ہم لوگوں سے کہا: چلو کھاؤ دوسرے دن وہ دوسری اونٹنی ذبح کر لایا اور کہا: کھاؤ!

"ہم لوگوں نے اس سے کہا: کل رات جو اونٹنی تم نے ذبح کی تھی۔ اس میں سے تھوڑا سا گوشت ہم لوگوں نے کھایا تھا اور باقی گوشت موجود ہے۔ دوسری اونٹنی ذبح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

عرابی بولا: "مہمانوں کو باسی کھانا کھلانا میری شان کے خلاف ہے۔"

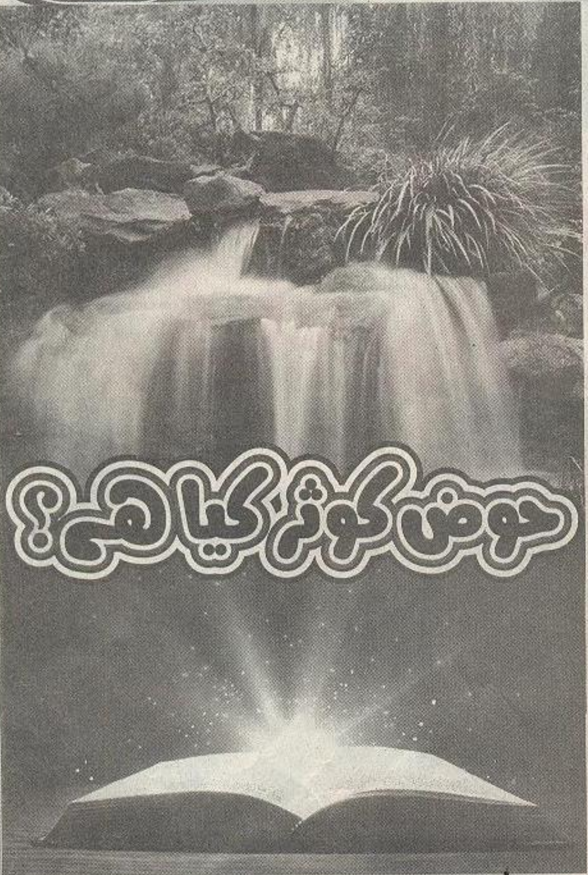
ہم لوگ اس اعرابی کے پاس کئی دنوں تک ٹھہرے رہے، کیونکہ موسم بڑا خراب تھا۔ بارش ہو رہی تھی، وہ ہر روز اسی طرح ہماری مہمان نوازی کرتا رہا۔ جب ہم لوگ وہاں سے چلنے لگے تو اتفاق کی بات اعرابی گھر پر نہیں تھا۔ ہم نے اعرابی کے گھر میں سو دینار رکھ دیئے اور اس کی بیوی سے کہا: ہماری طرف سے معذرت پیش کر دینا۔

پھر ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ جب دن کچھ چڑھ گیا تو پیچھے سے وہ اعرابی "رکو! رکو!" کی آوازیں دیتا ہوا آیا۔ وہ ہم سے قریب ہوتے ہی بولا: یہ لو اپنے دینار پکڑو! مہمان نوازی کی قیمت وصول کرنا میری عادت نہیں۔

اگر تم لوگوں نے یہ دینار واپس نہ لیے تو پھر اس نے اپنے نیزہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا اپنے اس نیزے سے تمہاری دھلائی کر دوں گا۔

چنانچہ ہم لوگوں نے دینار واپس لینے میں ہی عافیت جانی۔

(بحوالہ: سنہرے اوراق، انتخاب: بریرہ بنت عبد الغفور۔ لاہور)



حوض کوثر کیا ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کی کیفیت طاری ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس بات پہ مسکرائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی ہے پھر سورۃ الکوثر کی تلاوت فرمائی۔

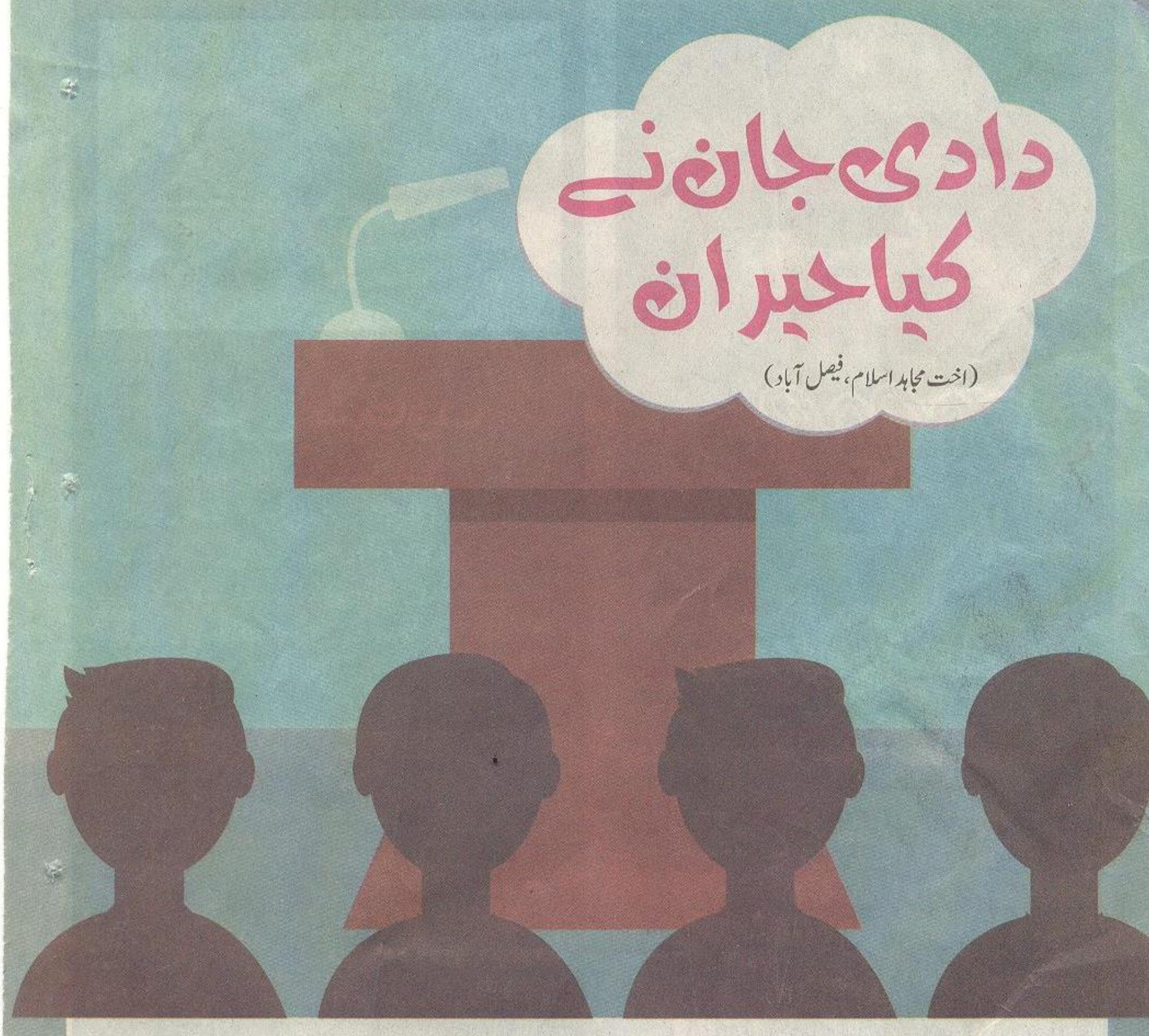
پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ ایک نہر ہے مجھ سے میرے رب نے اس کا وعدہ کیا ہے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت کے لوگ پانی پینے کے لیے آئیں گے اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کی تعداد کے برابر ہے۔ ایک شخص کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا یا اللہ کیا یہ میرا امتی نہیں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں نئی باتیں گھڑی تھیں۔" (کتاب السنہ، سنن ابی داؤد)

(محمد راشد۔ خانیوال)

دادی جان نے کیا حیران

(اخت مجاہد اسلام، فیصل آباد)



ہمارے سکول میں اساتذہ اور والدین کی ملاقات کے لیے ایک دن تقریب رکھی گئی۔ چونکہ امی اور ابو جان دونوں مصروف ہوتے ہیں اس لیے میں نے دعوتی کارڈ اپنی دادی کو تھماتے ہوئے کہا:

دادی جان ہمارے سکول میں ایک تقریب ہے۔

آپ جائیں گی ناں ؟مجاہد نے سوال کیا۔۔۔

دادی جان نے جواب دیا۔۔۔ ہاں ہاں !کیوں نہیں، میں ضرور جاؤں گی ان شاءاللہ۔

دادی جان !برقع پہن کر نہیں جانا، سب ڈر جائیں گے اور پنجابی نہیں بلکہ انگریزی میں بات کرنا۔

دادی جان نے کہا: مجھے تو انگریزی آتی ہی نہیں۔

وہاں تو سب انگریزی بولتے ہیں۔۔۔ چلیں آپ اردو میں بات کرلینا۔" ہم سب اپنی اپنی سنا رہے تھے۔

آپ خوبصورت اور اچھے سے کپڑے بھی پہن لیجئے گا۔ وہاں سب اچھے اچھے کپڑوں میں آئیں گے۔

پورا پروگرام بن گیا۔۔۔ صبح سویرے بہت خوش خوش اٹھے کہ آج پڑھائی نہیں ہوگی بلکہ سکول میں مزے کریں گے۔ میں اٹھتے ہی دادی جان

کے کمرے میں انہیں بلانے کے لیے گئی تو وہ تیار بیٹھی تھیں لیکن یہ کیا انہوں نے تو برقع پہن رکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے برقع کیوں پہنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کو وقت آنے پر بتاؤں گی۔ کچھ دیر بعد ہم تیار ہو کر دادی کے ساتھ سکول کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم سکول پہنچے تو دیکھا کہ کچھ بچے اپنے والدین کے ساتھ اور کچھ اپنے دادی یا دادا جان کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ اساتذہ نے بچوں کی رپورٹ پیش کی پھر اس کے بعد پرنسپل صاحبہ نے دادی جان کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی اور وہ سٹیج پر جا کر صوفے پہ بیٹھ گئیں۔

کچھ دیر بعد پرنسپل صاحبہ نے دادی جان کو کہا کہ آپ بچوں کو کوئی نصیحت کریں۔ ہم بہت خوش ہو رہے تھے کہ ہماری دادی جان کو خطاب کے لیے کہا گیا ہے۔۔۔ دادی جان نے سب سے مخاطب ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو کوئی جواب نہ آیا۔ انہوں نے دوبارہ بلند آواز سلام کیا تو سب نے سے جواب دیا۔ دادی جان کچھ یوں مخاطب ہوئیں:

بچوں سے پہلے میں اپنی بیٹیوں (ہماری اساتذہ) کو نصیحت کرنا چاہتی ہوں کہ اللہ اور اس کے پیارے نبی ﷺ نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم پردہ کا باقاعدہ اہتمام کریں تا کہ پکے سچے مسلمان بن سکیں۔ پھر دادی جان بچوں سے مخاطب ہوئیں:

"پیارے بچو! ہم مسلمان ہیں، ہمارا ہر کام اور ہر بات پیارے نبی ﷺ کے طریقے پر ہو گی تو پھر ہی ہم جنت میں جائیں گے اور اگر ہم نے یہ طریقہ چھوڑا تو جہنم میں جائیں گے۔"

اللہ کے پیارے نبی ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے ہوتے، راستے میں کوئی درخت آ جاتا تو وہاں سے گزرنے کے بعد پھر ایک دوسرے کو سلام کہ جیسے یہ سامنے آپ کا پلر (ستون) ہے برآمدے کا، تو کچھ لوگ پلر کے اس طرف سے گزریں گے اور کچھ اُس طرف سے۔ لیکن جب آپ دوبارہ ساتھ مل جائیں گے تو کہیں گے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اگر آپ صرف السلام علیکم کہیں گے تو آپ کو دس نمبر (نیکیاں) ملیں گے۔ اگر آپ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہیں گے تو بیس نمبر (نیکیاں) ملیں گے اور اگر آپ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہیں گے تو پورے تیس نمبر (نیکیاں) مل جائیں گے۔

اگر آپ "گڈ مارننگ" کہتے ہیں تو ایک نمبر بھی نہیں ملتا کیونکہ یہ مسلمانوں کا نہیں، یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ جبکہ سلام کر کے آپ پورے دن میں بہت ساری نیکیاں حاصل کر سکتے ہیں تا کہ آپ جنت میں جانے کے لیے پاس ہو سکیں۔"

بچوں نے بہت دلچسپی اور توجہ سے بات سنی، اس کے بعد کئی بچوں نے نظمیں پڑھیں اور پروگرام پیش کیے۔



ہم سب بھی بہت خوش تھے کہ ہماری دادی جان نے آج بہت اچھی نصیحت کی ہے اور ہمیں اپنی کل والی بات شرمندگی بھی ہو رہی کہ ہم نے دادی جان کو برقعہ نہ پہننے کا کہا تھا۔

اگلے دن پرنسپل صاحبہ کا دادی جان کو فون آیا کہ: آپ صبح اسمبلی میں چند منٹ ہمارے بچوں اور ٹیچرز کو نصیحت کرنے کے لیے وقت نکال سکتی ہیں؟

جی ہاں! ضرور، مجھے بہت خوشی ہو گی۔ دادی جان نے وعدہ کر لیا کہ وہ ضرور اپنی نئی نسل کی تربیت کریں گی جن کو اسلام سے دور کیا جا رہا ہے۔

پیارے بچو! آج کل ٹی وی اور دوسرے طریقوں سے ہم وہ انداز اختیار کر رہے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کا ہمیں دنیا میں کوئی خاص فائدہ ہے۔ بہت سے بچے ان چیزوں کو اپنا رہے ہیں اور اپنی زندگی اسی انداز پہ گزار رہے ہیں۔ ہمیں بھی اب دادی جان والا کردار ادا کرنا ہے اور صحیح اسلام تمام لوگوں تک پہنچانا ہے۔

پیوستہ رہ روضہ سے امید اشاعت رکھ

بیت المقدس، حکمت کی باتیں، بوجھو تو جانیں، ایفائے عہد، ماں کیا ہے؟	(محمد امین)	ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور اجنبی قاتل	(زین علی)
کرنے کے کام، سنہری باتیں	(ابو عکاشہ)	اچھی باتیں	(عائشہ صدیقہ)
پسندیدہ اشعار، محبت کے یوں جس نے دریا بہائے	(حافظ حسن)	مجھے اللہ سے شرم آتی ہے	(خدیجہ طیب)
تجربہ، زندگی کی حقیقت، رحمت، نہیں چلتی	(محمد اسید)	جنت کی بشارت	(مریم ضیاء)
احسان کی شرارت، اچانک موت، فرمان نبوی ﷺ	(محمد صہیب)	ادلے کا بدلہ	(احمد علی)
کشمیری بیٹی کی پکار، خوبصورت جواب	(عاتکہ مبین)	اقبال کا خواب	(احسن رضا)
حمد، انمول موتی	(زارہ تعبیر)	قبر تنگ ہو گئی	(حفصہ منہاس)
مسلمان موت سے نہیں ڈرتا	(حمزہ ارشد)	وقت ایک تلوار	(طلحہ سیف)
بچوں سے پیار، ماں، سیرت النبی ﷺ	(نمرہ ریاض)	بٹیاں (میمونہ)، مشرک کی پہچان	(مریم بشیر)
بچے کی عمر اور نماز، کعبہ کی چھت پر اذان	(سعدیہ عبد المجید)	بڑھیا کی کٹیا	(وجیہا عمران)
		آواز	(مصبحہ خان)
		تعمیر چمن	(حافظہ ثمرہ)

اللہ کے لیے محبت

ایک آدمی
اپنے بھائی سے ملنے کے لیے نکلا جو
دوسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے
راستے میں ایک فرشتہ بھیجا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو
فرشتے نے اس سے پوچھا: "کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے
جواب دیا: میں اپنے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں کیونکہ میں اس
سے محض اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے
کہا: "میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیامبر ہوں۔ اللہ تم سے اسی طرح محبت فرماتے
ہیں جس طرح تم اس کی خوشنودی کے لیے اپنے بھائی سے محبت کرتے ہو۔ (مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا، میری تعظیم کی وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والے کون ہیں؟

آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔" (مسند احمد)

کیا ہی بابرکت ہے یہ انسانی محبت جو انسان کو اس بلند درجہ پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ اللہ تعالی کی محبت اور خوشنودی کا مستحق بن جاتا ہے۔ تو پیارے بچو! آپ بھی عہد کریں کہ آپس میں اللہ تعالی کی خوشنودی کے لیے محبت کو عام کریں گے۔ ان شاء اللہ

(ام معبد۔ حضرت کیلیانوالہ)

مالٹا کھائیں صحت بنائیں

محمد بن ھاشم، سرگودھا



کئی دن بادلوں کے پیچھے چھپے رہنے کے بعد جب سورج انکل نے منہ دکھایا تو ہم بھی دھوپ سینکنے کیلئے چھت پہ جا بیٹھے۔ دھوپ میں بیٹھے وٹامن ڈی حاصل کر رہے تھے کہ ساتھ ہی کانوں میں آواز پڑی۔

مالٹے، مالٹے
ٹھنڈے میٹھے
مالٹے۔۔۔۔۔

پاس بیٹھے بھائی کہنے لگے۔ محمد بھائی آج وٹامن ڈی کے ساتھ وٹامن سی بھی ہو جائے۔ میں نے کہا مالٹے تو منگوا لیتے ہیں لیکن ایک شرط یہ ہے کہ جو بھائی جتنی خصوصیات یا فوائد بتائے گا وہ اتنے ہی مالٹے کھائے گا یعنی جتنے فوائد اتنے مالٹے۔ میری اس دلچسپ شرط پر سب حیران ہو گئے اور مالٹے کے فوائد سوچنے لگے۔ میں کچھ دیر میں مالٹے خرید لایا۔

پیارے بچو! اس دن سب نے دل کھول کر فوائد بیان کیے اور مزے سے کر مالٹے کھائے۔ اتنے مزے مزے کے فوائد سن کر میں نے سوچا کہ یہی باتیں میں روضۃ الاطفال کے ننھے قارئین کو بھی بتاتا ہوں۔ پیارے بچو! مالٹا ایسا پھل ہے جس کی دنیا بھر میں ایک درجن سے زائد اقسام پائی جاتی ہیں۔ اس کی پیداوار میں 2013 کی رپورٹ کے مطابق 36 ملین ٹن کے ساتھ برازیل سر فہرست رہا ہے۔ پاکستان کا پچانوے فیصد مالٹا پنجاب میں کاشت کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں شاہینوں کا شہر سرگودھا مالٹے کی پیداوار کیلئے دنیا میں ذائقہ کے لحاظ سے سر فہرست ہے۔ ملکی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ یہاں کا مالٹا دوسرے ممالک میں بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ مالٹے کو ہر عمر کے لوگ کھا سکتے ہیں۔ مالٹے میں چونکہ مٹھاس کم ہے اس لیے شوگر کے مریضوں کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی فائدہ مند ہے جو موٹاپے سے نجات چاہتے ہیں۔ مالٹے کا چھلکا جس قدر پتلا ہو گا اسی قدر غذائی اجزاء سے بھرپور اور ذائقہ میں بہترین ہو گا۔ یہ ایسا پھل ہے جس میں وٹامن سی (C) کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس میں کولیسٹرول بالکل نہیں ہوتا۔ وٹامن سی کی وجہ سے مالٹا جسمانی مدافعاتی نظام کو مضبوط کر کے جسم کو بیماریوں اور انفیکشن سے بچاتا ہے۔ مالٹے کا جوس مسوڑوں سے خون آنے کو روکتا ہے۔ مالٹے کا جوس چہرے کی رنگت نکھارتا ہے اور نظام انہضام کو بہتر کرتا ہے۔ مالٹا بھوک بڑھاتا ہے۔ جن بچوں کو بھوک نہیں لگتی اور ان کی امی جان انہیں زبردستی کھانا کھلاتی ہیں انہیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ مالٹے کھائیں تاکہ امی جان کی ڈانٹ ڈپٹ سے بھی بچ جائیں اور کھانا بھی ٹھیک کھائیں۔ مالٹے کے اجزا خون میں شامل ہو کر جسم سے گرمی اور زہریلے مادوں کو خارج کر کے بدن کو چست رکھتے ہیں اور چہرے سے داغ دھبوں، دانوں اور چھائیوں کو دور کر کے چہرہ کو صاف اور تروتازہ رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کو راحت بخشتا ہے۔ مالٹا موٹاپا کم کرنے میں مددگار ہے اور جسم سے پانی کی کمی کو دور کرتا ہے۔ مالٹا تیزابیت کو ختم کرتا ہے۔ مالٹے کا استعمال بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے بھی مفید ہے۔ مالٹا حلق سے نیچے اترتے ہی خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے چھلکوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے سکھا کر عموماً زردہ میں ڈالا جاتا جس سے چاول خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ مالٹے میں ریشے بھی ہوتے ہیں جو قبض جیسی بیماریوں سے بچنے کے لیے مفید ہیں۔ البتہ نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور کھانسی کی صورت میں مالٹا نہیں کھانا چاہیئے۔ روغنی غذاؤں، پراٹھوں، کیک اور مٹھائی زیادہ کھانے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور بدہضمی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں مالٹے کے گودے پر کالی مرچ کا سفوف چھڑک کر کھانے سے کھانا ہضم اور بدہضمی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

پیارے بچو! اتنے فوائد پڑھ کر اب آپ کا بھی دل مالٹے کھانے کو کر رہا ہو گا۔ اس موسم سرما میں خوب مالٹے کھائیں اور اس نعمت پہ اللہ کا شکر ادا کریں لیکن یاد رہے ہر چیز کا استعمال اعتدال میں رہ کر کرنا چاہیئے۔

کافر اور اسے قتل کرنے والا (مجاہد) کبھی بھی جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔ (مسلم)



گلدستہ روضہ

خوبصورت اقوال

اللہ تعالیٰ کے مہربان ہونے کی کوئی حد نہیں ہوتی وہ ہمیشہ مہربان ہوتا ہے۔ چاہے انسان خوشحالی میں ہو یا تنگی میں۔ خوشحالی میں وہ شکر کی نعمت دے کر انسان کی نیکیاں بڑھاتا ہے اور پریشانی میں صبر پر اپنے محبوب بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔

کبھی بھی افسردہ مت ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت امید بھیجتا ہے جب کوئی انسان دل و جان سے کوشش کرتا ہے۔ تیز بارش ہمیشہ گہرے سیاہ بادلوں سے برستی ہے۔

اگر کوئی آپ سے بھلائی کی امید رکھے تو اسے مایوس مت کرو کیونکہ لوگوں کی ضرورتوں کا آپ سے وابستہ ہونا آپ پر اللہ کا خاص کرم ہے۔

شرک سے محفوظ رہنے کی دعا

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لاَ أَعْلَمُ۔

ترجمہ: "اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں (کسی کو) تیرا شریک ٹھہراؤں جبکہ میں مانتا ہوں اور میں تجھ سے ان غلطیوں کی بخشش مانگتا ہوں جنھیں میں نہیں جانتا۔" (مسند احمد)

(اخت حبیب اللہ)

فکر اور غم سے بچنے کی دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غم اور پریشانی سے پناہ مانگا کرتے اور مندرجہ ذیل دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الھَمّ وَ الحُزنِ وَ العجزِ وَ الکَسَلِ وَ الجُبنِ وَ البُخلِ وَ ضَلَعِ الدَّینِ وَ غَلبَۃِ الرِّجَالِ۔ (صحیح بخاری)

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں پریشانی سے اور غم سے اور عاجزی سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور بخل سے اور قرض چڑھ جانے سے اور لوگوں کے غلبہ سے۔

(مسفرہ راشد۔ خانیوال)

کشمیری بیٹی کی پکار

میری چادر کھینچتے ہاتھوں کو کوئی کاٹنے والا ہے کہ نہیں
اسلام کی زخمی حرمت کے دکھ بانٹنے والا ہے کہ نہیں
دنیا کی عیش میں ڈوبے ہوئے یہ دنیا تیری فانی ہے
یہ سارا کھیل تماشہ ہے پانی پہ لکھی کہانی ہے
یہ سودا عین خسارے کا کوئی ماننے والا ہے کہ نہیں
اسلام کی غیرت سانجھی ہے کوئی جاننے والا ہے کہ نہیں
میری چادر کھینچتے ہاتھوں کو کوئی کاٹنے والا ہے کہ نہیں
اسلام کی زخمی حرکت کے دکھ بانٹنے والا ہے کہ نہیں
یہ سینما گھروں میں بیٹھے ہوئے غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے
بازاروں میں بیکار کھڑے رنگوں میں کھوئے ہوئے
میری چیخ سن کر میری طرف کوئی بھاگنے والا ہے کہ نہیں
میری چادر کھینچتے ہاتھوں کو کوئی کاٹنے والا ہے کہ نہیں

(انتخاب: عاتکہ مبین، پنڈ شہیداں)

پہلوان کون؟

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِى يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ » [متفق عليه]

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہت زیادہ طاقتور وہ نہیں جو (مقابل کو) بہت زیادہ بچھاڑنے والا ہے، بہت زیادہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔"

(خدیجہ ضیاء۔ خانیوال)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

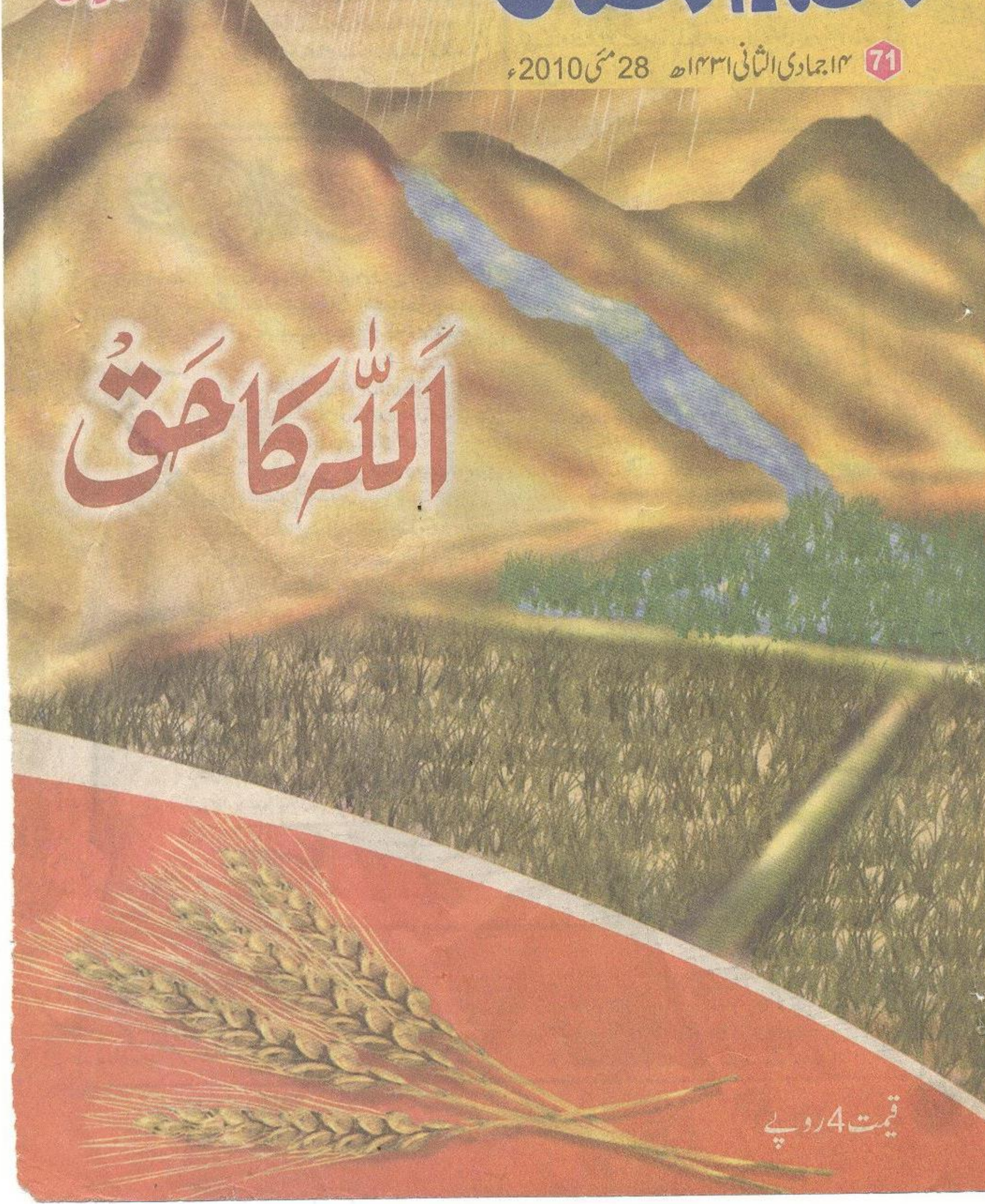
پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

71

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ 28 مئی 2010ء

جھولی لوبہ



اللہ کا حق

قیمت 4 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

کیا یہ چیزیں جہاد سے پیاری ہیں؟

’’کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے افراد اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔‘‘
(سورۃ التوبہ ۲۴)

شفاء بنت محمد عرفان الہ آباد

حدیثِ نبوی ﷺ

ہندوستان سے جہاد

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ’’میری امت میں سے دو جماعتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ نے جہنم کی آگ سے بچالیا ہے۔ ایک جماعت جو ہند سے جہاد کرے گی اور دوسری جو عیسیٰ بن مریم کا ساتھ دے گی۔‘‘

(نسائی، غزوۃ الہند)

عثمان شانی، 75 سویل

ضروری بات

السلام علیکم

پیارے بچو!

ہر انسان اپنا ایک مقام رکھتا ہے وہ صرف اپنی ذات کا مالک نہیں ہوتا بلکہ ایک قوم کا حصہ ہوتا ہے اور خاص طور پر ایک مسلمان تو اس حوالے سے اور بھی ذمے دار ہوتا ہے۔ انسان کو ہر وقت یہ بات ضرور سامنے رکھنی چاہئے کہ وہ قوم اور ملت کے لئے کیا ہے؟ کیا امت کے فائدے میں ہے یا نقصان کا سبب کیونکہ ایک ایک فرد سے قوم بنتی ہے اور قوموں کے عروج وزوال میں بھی ایک ایک فرد کردار ادا کرتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ

ع   ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

گویا افراد سے قومیں بنتی ہیں اور قوموں کا عروج وزوال افراد ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ہم تاریخ پڑھیں تو ہمیں قوموں کے عروج وزوال کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح سے انہیں عروج حاصل ہوا تھا اور پھر کسی طرح وہ زوال پذیر ہو گئیں۔ بعض وقت باہر کی طاقتوں کی وجہ سے بھی انہیں زوال ہوا ہے اور اس میں بھی کچھ غدار قسم کے افراد کا حصہ ہوتا ہے سچ ہے کہ قومیں اپنے عمل سے اپنا حال اور مستقبل بناتی ہیں۔ قومیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہوتی ہیں، قدرت کا قانون تو انصاف پر مبنی ہے۔ وہ نہ تو کسی قوم پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو بے جا نوازتا ہے۔ اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

جب تک کہ وہ خود اپنی اندرونی صلاحیتوں کو تبدیل نہ کرے۔ قوموں کے نیک عمل اور انؐ کے معیار ہی ان کے عروج زوال ہیں۔ نیک عمل قوت اور حسن پیدا کرتے ہیں اور عروج حاصل ہوتا ہے یہ اخلاقی زوال کی طرف لے جاتی ہے۔ اللہ نے افراد اور جماعتوں کو مختلف قسم کی جسمانی، دماغی اور اخلاقی قوتیں اور مادی وسائل عطا کئے ہیں جو ان کا صحیح استعمال کرتے ہیں انہیں کامیابی ملتی ہے، جو اسے قیمتی امانت سمجھ کر ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ جو انہیں ضائع کرتے ہیں، جن کے پاس ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی وہ ان کا غلط استعمال کرتے ہیں، وہ قومیں اندھیرے میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ اس لیے کہا ہے۔ ’’اگر تم شکر کرو گے تو تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا لیکن کفران نعمت کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔‘‘

مگر یہ عذاب خدا کی طرف سے براہ راست نازل نہیں ہوتا۔ قوانین قدرت تک نتیجہ ہوتا ہے جو آتش فشا کو پیاز کی طرح چپ چاپ اپنا کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جو قومیں بظاہر خوش حال اور طاقتور معلوم ہوتی ہیں حقیقتاً قانون کی زبردست پکڑ میں ہو کر خاک میں مل جاتی ہیں۔ اس لیے سب سے پہلی شرط انصاف ہے۔ پھر محنت، جفاکشی اور رزق حلال کی عادت ہے۔ اگر ہر فرد اپنے تئیں خود کو ذمہ دار محسوس کرے اور محاسبہ کرے تو آج پاکستانی قوم اور امت مسلمہ پر جو پریشانیوں کے ان گنت سلسلے ہیں ختم ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے پوری قوم کو اور قوم میں ہر فرد کو اپنا محاسبہ اور کردار ادا کرنا ضروری ہے۔ آپ کو بھی اور ہمیں بھی۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

خط و کتابت کیلئے
پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
E.mail: rozaah@hotmail.com
آفس: 042-38720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

شہید کا محل

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے معراج کی رات دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے پھر مجھے لے کر درخت پر چڑھے۔ پھر انہوں نے مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جو بہت ہی خوبصورت اور بہترین تھا۔ اس جیسا خوب صورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا، ان دونوں نے کہا کہ یہ مکان شہداء کا گھر ہے۔
(صحیح بخاری ص:۱۸۵، ج:1)

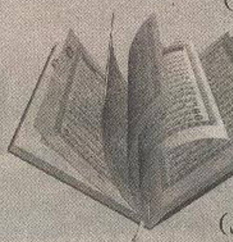
ماں

اے مسلماں توڑ دے ظلم کی زنجیر تو
کیوں بنا بیٹھا ہے خوف کی تصویر تو
ولولہ تو پیدا کر قوتِ ایمان میں
جذبہ پھر سے پیدا کر اپنے جسم وجان میں
سوائے ربِ پاک کے کوئی سپر پاور نہیں
اس کی منشاء کے بنا کوئی بار آور نہیں
ہے زندگی کی ڈور صرف اس کے ہاتھ میں
یہ دنیاوی خدا تو خود اس کے محتاج ہیں
چھوڑ دے تقلید تو دنیا کے سامراج کی
یاد پھر تازہ کر دے اپنے آباؤ اجداد کی
جن کی دہشت سے لرز اٹھتے تھے نصاریٰ و یہود
نام جن کا لے کے کانپ اٹھتے تھے آتشی وہنود
اسد اللہؓ، سیف اللہؓ کی جرات کیوں بھلا بیٹھا ہے تو
محمد بن قاسمؒ کی ہمت کیوں بھلا بیٹھا ہے تو
گزرے ہوئے ادوار کی طرح اپنا مستقبل تابناک کر
لبادہ غلامی کو اپنے زور بازو سے تار تار کر
باطل کو ماضی کی طرح تو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا
اور پرچم اسلام کو ساری دنیا میں لہرا
اٹھ کہ اب بھی مالکِ کل تجھ پر مہربان ہے
رہبر تیرا مصطفیٰ اور ہادی تیرا قرآن ہے

محمد نعمان عزمی، پھول نگر

قرآنِ پاک کیا ہے

القرآن: (بار بار پڑھا جانے والا)
النور (سراپا نور)
ذکر للعلمین: (تمام عالم کے لئے نصیحت)
لاریب: (شک سے پاک)
حبل الله: (اللہ کی رسی)
ایات و محکمات: (اللہ کے واضع احکامات)
احسن تفسیر: (بہترین انداز میں بات کو کھولنے والی کتاب)
ھو خیر مما یجمعون: (قرآن لوگوں کی جمع کی ہوئی تمام چیزوں سے بہتر ہے)
لامبدل لکلمته: (اس کے کلمات کو بدلہ نہیں جا سکتا)
قیما: (مضبوط، سیدھی راہ)
نعمة الله: (اللہ تعالٰی کا انعام)
البیان: (حق کو واضع کرنے والی)
القصص الحق: (سچے واقعات)
الحدیث: (خاص اللہ کی باتیں)
زادتھم ایمانا: (ایمان میں اضافہ کرنے والا)
کریم: (عزت والا)
ذکری: (نصیحت)
بشری: (خوشخبری دینے والا)
الکتاب: (کامل کتاب)
قولا ثقیلا: (بھاری کلام)
ھدی للناس: (تمام انسانوں کے لئے ہدایت)
العلم: (خاص علم)
الروح: (سچائی کی موت)
ماھو بالھزل: فضول کلام سے پاک
الفرقان: (حق اور باطل میں فرق کرنے والا)
عدل: (انصاف کرنے والا)
بصائر (بصیرت کی روشنیاں)
تبصرة: (آنکھیں کھول دینے والا)
کلمة الله: (اللہ کا کلام)
الحکم (فیصلہ کرنے والا)
کتب مکنون: (بہت محفوظ کتاب)
تمت کلمة (تکمیل شدہ کلام)
لایاتون بمثله (اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا)



تنزیلہ، عابدہ، زاہدہ، نادرہ اخت اکرام اللہ وڑائچ

فتح

چاندنگر کی راہ چلیں گے
تاروں کو ہمراز کریں گے
اسلام کی خاطر جینا مرنا
سچائی کا سبق پڑھیں گے
مطلب ہم کو مل جائیں گے
جب حرفوں میں رنگ بھریں گے
فتح ہے اپنی آج اگر ہم
کل کے بارے میں سوچیں گے
اچھوں کی صحبت میں رہ کر
اچھے اچھے کام کریں گے
محنت کرتے رہے تو طاہر
جینے کے سامان ملیں گے۔

علاؤالدین طاہر

بد نصیب لوگ

فرعون: جس کے بارے میں کہا گیا۔ ”فرعون اور اس کے ساتھی صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔“ (۴۰:۴۶)۔

قارون: جس کے بارے میں کہا گیا۔ ”ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو زمین میں دھنسا دیا۔“ (۲۸:۸۱)

ولید بن مغیرہ: جس کے بارے میں کہا گیا ”میں اس کی جان سختی کے ساتھ نکالوں گا۔“ (K:۲۴)

امیہ بن خلف: جس کے بارے میں کہا گیا۔ ”بربادی ہو ھر عیب چیں اور چغل خور کے لئے۔“ (۱۰۴:1)

ابولہب: جس کے بارے میں کہا گیا۔ ”ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہوا۔“ (۱۱۱:1)

عاص بن وائل: جس کے بارے میں کہا گیا۔ ”ہرگز نہیں جو کچھ وہ کہتا ہے ہم لکھیں گے اور اسے زیادہ سے زیادہ عذاب دیں گے۔“ (۱۹:۷۹)

ماخوذ۔ از غم نہ کریں

انتخاب: س، م ستیانہ

حدیث کہانی

فرشتوں کے سلام

بیٹا مسلمان ہو چکا تھا مگر باپ ابھی تک کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ایک دن اہل قریش عمران کے باپ حسین کے پاس آئے اور کہا سردار آپ ہماری طرف سے محمد ﷺ کے پاس جائیں اور انہیں کہیں وہ ہمارے معبودوں کی توہین کرنا چھوڑ دے۔ حسین قریش مکہ کے ساتھ نبی ﷺ کے مکان تک گئے اس سے پہلے حضرت عمرانؓ رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچ چکے تھے رسول اللہ ﷺ نے حسین کو آتے دیکھا تو فرمایا شیخ کے لئے جگہ چھوڑ دو۔ جب حسین نبی ﷺ کے قریب بیٹھ گئے تو کہا:

اے مطلب کے بیٹے! یہ کیا باتیں ہیں جو ہم سن رہے ہیں کہ آپ ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے والد بڑے احتیاط پسند اور بھلے انسان تھے۔

رسول اللہ ﷺ: حسین! بتاؤ کتنے بتوں کی عبادت کرتے ہو۔

حسین: آٹھ کی

رسول اللہ ﷺ: یہ بتاؤ کہ جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کس کو پکارتے ہو؟

حسین: آسمان والے کو

رسول اللہ ﷺ: تمہارے مال پر کوئی آفت آجائے تو کس کو پکارتے ہو؟

حسین: آسمان والے کو

رسول اللہ ﷺ: وہ اکیلا تمہاری پکار سنتا ہے اور تم اس

حبیب الرحمٰن قصوری

کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو مصیبت کے وقت اسے پکارتے ہو پھر امن میں کیوں بھول جاتے ہو؟

شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ آسمان والا تم سے راضی ہے اس لیے زمانہ امن میں آسمان والے سے فریادیں کرنے کی ضرورت نہیں یا تمہیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ مصیبت میں اسے نہ پکارا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ جب یہ مکالمہ ہو رہا تھا تو حسین کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو رہی تھی گویا کہ شرک کی سیاہی اتر رہی تھی اور توحید کا رنگ چڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حسین کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا حسین مسلمان ہو جا اچھا رہے گا۔

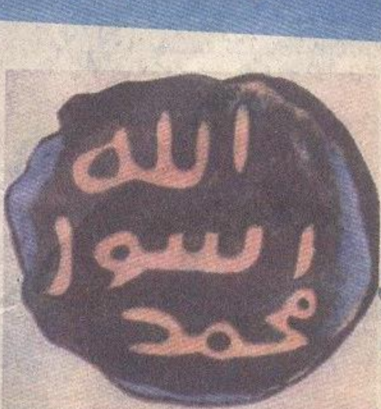
حسین: اللہ کے رسول میں اپنی برادری کو کیا جواب دونگا۔ میں اکیلا کیسے ان کا سامنا کروں گا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا دعا کر۔

"اے اللہ میں تجھ سے ہدایت چاہتا ہوں تو میرے کام کی اصلاح فرمادے، مجھے فراوانی سے نفع والا علم عطا کر" اس دعا کا کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حسینؓ کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا۔ آپ فوراً مسلمان ہوگئے اور بیعت کی سعادت حاصل کی پھر ساری زندگی ہر روز فرشتے آکر سلام کرتے تھے۔ حضرت حسین کے گھر والے کہتے ہیں کہ ہم کسی شخص کو نہ دیکھتے تھے مگر السلام علیکم کی آوازیں آتی تھیں۔

بحوالہ (مسلم، ترمذی شریف)

حرمتِ رسول ﷺ کا محافظ



نبیلہ خلیق، فیصل آباد

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ بحرین کے علاقہ میں کچھ بچے گیند سے کھیل رہے تھے کہ گیند پاس کھڑے شہر کے پادری کو جا لگی جو ان کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ اس نے بچوں کی گیند پکڑ لی، بچوں نے اس پادری سے کہا کہ مہربانی فرما کر ہماری گیند واپس کر دیں لیکن پادری نے انکار کر دیا۔ اس پر ایک بچے نے کہا میں آپ کو اپنے رسول ﷺ کی حرمت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میری گیند واپس کر دیں لیکن اس پادری نے سخت لہجے میں کہا نہیں دونگا اور ساتھ ہی اس پادری نے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی شروع کر دی جب اس نے پیارے نبی کریم ﷺ کی شان کے بارے میں گستاخی کی اور نازیبا الفاظ کہے تو بچے غصے میں آگئے اور اپنی لاٹھیاں پکڑ کر اس پادری پر حملہ کر دیا۔ پادری پر اتنی لاٹھیاں برسائیں کہ وہ بدبخت جہنم رسید ہوگیا۔ اب یہ مقدمہ حضرت عمر فاروقؓ کی عدالت میں پہنچا۔ انہوں نے مقدمہ کی تفصیلات کو سنا، عیسائی اس بات پر زور دے رہے تھے کہ ان بچوں کو قتل کا مجرم ثابت کر دیں۔ بچوں نے اپنی تمام گفتگو امیر المومنین کے گوش گزار کی، جو الفاظ اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں کہے تھے وہ سنائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور آپؓ نے فرمایا آج اسلام کو عزت نصیب ہوئی۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچے مبارکباد کے لائق ہیں کہ انہوں نے نبی کریمؐ کی شان مبارک میں نازیبا الفاظ کو برداشت نہیں کیا ان کو اتنی غیرت آئی کہ اس بدبخت کو جہنم واصل کر دیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم کو بھی ایسا جذبہ اور غیرت عطا فرمائے تا کہ وقت آنے پر حرمت رسولؐ پر جان قربان کرتے ہوئے ہچکچاہٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

آمین

نبی ﷺ کی بیٹی
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ نبوت سے دس برس پہلے جب آپ ﷺ کی عمر 30 سال کی تھی، تب آپ پیدا ہوئیں۔

سیدہ زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جو حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ نبوت کے تیرہویں سال جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل وعیال کو مکہ ہی میں چھوڑ گئے تھے سیدہ زینبؓ بھی اپنی سسرال میں تھیں۔ جب غزوہ بدر میں ابوالعاص کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے تو عبداللہ بن جبیرؓ انصاری نے ان کو گرفتار کر لیا بعد میں انہیں اس شرط پر رہا کیا کہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔

ابوالعاص نے مکہ جا کر سیدہ زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ چونکہ کفار کے راستے میں روکنے کا ڈر تھا اس لئے کنانہ نے ہتھیار لے لئے تھے۔ مقام ذی طویٰ میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا۔ ہبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں جس سے ان کا حمل گر گیا۔ کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ "اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا" لوگ ہٹ گئے تو ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا اور کہا "تیر روک لو، ہم کو کچھ گفتگو کرنی ہے" کنانہ نے تیر ترکش میں ڈال دیئے۔ ابوسفیان نے کہا "محمد ﷺ کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں، اب اگر تم علانیہ ان کی لڑکی کو ہمارے قبضے سے نکال کر لے گئے تو لوگ اسے ہماری کمزوری کہیں گے۔

ہم کو زینبؓ کے روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے، اس وقت چوری چھپے لے جانا" کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور حضرت زینبؓ کو لے کر مکہ واپس آ گئے۔ چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہؓ کو نبی اکرم ﷺ نے پہلے سے بھیج دیا تھا۔ وہ بطن کے مقام پر تھے، کنانہ نے زینبؓ کو ان کے حوالے کیا وہ ان کو لے کر روانہ ہو گئے۔

حضرت زینبؓ مدینہ میں آئیں اور اپنے شوہر ابوالعاص کو حالت شرک میں چھوڑا۔ جمادی الاول ۶ھ میں ابوالعاص قریش کے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو ۱۷۰ سواروں کے ساتھ بھیجا۔ مقام عیص میں قافلہ ملا کچھ لوگ گرفتار کیے گئے اور مال غنیمت

انحت اعظم منصور آباد شیخوپورہ

بھی ہاتھ آیا ان میں ابوالعاص بھی تھے ابوالعاص آئے تو حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دی اور ان کی سفارش سے آنحضرت ﷺ نے ان کا مال بھی واپس کرا دیا۔ ابوالعاص نے مکہ جا کر لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور اسلام لے آئے۔ اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ میں آئے حضرت زینبؓ نے ان کو حالت شرک میں چھوڑا تھا، اس لیے دونوں میں باہم تفریق ہو گئی تھی۔ وہ مدینہ آئے تو حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں۔

حضرت ابوالعاصؓ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی۔ (بخاری)

نکاح جدید کے بعد حضرت زینبؓ بہت کم عرصہ تک زندہ رہیں اور ۸ھ میں انہوں نے انتقال کیا۔

حضرت ام ایمنؓ حضرت سودہؓ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام عطیہؓ نے ان کو غسل دیا، جس کا طریقہ خود آنحضرت ﷺ نے بتایا تھا۔ آنحضرت نے نمازِ جنازہ پڑھائی خود قبر میں اترے اور سپرد خاک کیا۔ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک پر حزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔

حضرت زینبؓ کی اولاد میں علیؓ اور امامہؓ ہیں۔ حضرت زینبؓ اپنے والد آنحضرت ﷺ اور اپنے شوہر ابوالعاصؓ سے بہت محبت کرتی تھیں۔

ماخوذ۔ سیرت الصحابیات مع اسوہ صحابیات

اچھی کتابیں پیاری کتابیں

پیارے بچو!

ایمان ہر مسلمان کی قیمتی ترین متاع ہے۔ ایک مسلمان کا دل اگر ایمان سے خالی ہوگا تو دنیاوی مال ومتاع کے پاس ہوتے ہوئے بھی وہ مفلس ہے۔ ایمان کی دولت سے ہی دنیا میں کامیابی ہے اور اسی سے آخرت میں فلاح ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ہر امتی کو اپنے ایمان کی فکر میں رہنا چاہیے۔ کیونکہ فرمانِ نبویؐ ہے کہ انسان کا ایمان بڑھتا اور کم ہوتا رہتا ہے۔ ایمان کو کم کرنے اور شرک کی طرف راغب کرنے والے کتنے ہی ایسے اعمال ہیں جن سے ہم بے خبر ہیں اور اگر آگاہ بھی ہیں تو انجانے میں وہ کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے مترادف ہوتے ہیں۔ زیر نظر کتاب "ایمان بچائیے" ایسے اعمال وافعال کی نشاندہی اور ان سے بچاؤ کی تدابیر پر مبنی ہے۔ کتاب کا اصل نام "ارکعب معنا" ہے



یہ کتاب سعودی عرب کے ممتاز ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی کی تالیف ہے جسے سعودی عرب میں اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اب تک اس کی 40 لاکھ سے زائد کاپیاں نکل چکی ہیں کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ انصار زبیر محمدی نے نہایت ہی سلیس زبان میں کیا ہے واقعاتی رنگ میں ایمان کے بچاؤ اور شرک سے آگاہی پر مشتمل یہ کتاب نہایت دلچسپی کی حامل ہے۔ خوبصورت سرورق اور دیدہ زیب پرنٹنگ کے ساتھ یہ کتاب، نعمانی کتب خانہ، مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور اور فضلی بک سنٹر کراچی سے 80 روپے میں دستیاب ہے۔

میرا پسندیدہ شعر

طوفان کر رہا تھا میرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے
جویریہ بتول، چکوال

کچھ لوگ سجا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں
مریم، چکوال

قرآن ہمارا رہبر ہے اسلام ہماری منزل ہے
ہر عزم کے بت کو توڑیں گے اسلام سے رشتہ جوڑیں گے
مریم اکرم، صادق آباد

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر وجواں بیتاب ہو جائے
بنت حاجی محمد یعقوب، فاروق آباد

مسلم ہے تو انداز بدل کیوں نہیں جاتا
اٹھ اٹھ کے تو گرتا ہے سنبھل کیوں نہیں جاتا
صفورا مجاہد، راحیلہ مجاہدہ، مریم خنساء

سانپ ڈس لے تو علاج کے ہیں امکان بہت
ڈس لے انسان تو ہر سانس بکھر جاتی ہے
تسکین، فروکہ ضلع سرگودھا

اے رب دے دے توفیق پابند شریعت ہو جاؤں
معراج عمل کو پھر پہنچوں بحر علم میں کھو جاؤں
صبح کا میں آغاز کروں حفظ سے اور قرآت سے
سرشار رہے سجدوں سے جبیں اور دل ایمان کی حلاوت سے
ساجدہ، 232 گ ب

گرتی ہوئی دیوار کا ہمدرد ہوں لیکن
چڑھتے ہوئے سورج کی پرستش نہیں کرتا
چڑھتے ہوئے سورج کے پرستارو! یہ سن لیں
سورج کسی انسان پہ سایہ نہیں کرتا
اخت اعظم، منصور آباد، شیخوپورہ

گواہی دیتے رہے جو حق کی عمر بھر
جسم وجاں مال وزر سبھی وہ لٹا گئے
حدت غیرت سے پیاسے تھے امین
اسی لیے وہ اعزازِ شہادت پا گئے
حمیرا کوثر، شیخوپورہ

سورج ہمیں ہر شام یہ درس دیتا ہے
کہ مغرب کی طرف جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے
حبیب الرحمٰن قصوری

خواہش ہے میری طرح میرے ہم وطنوں کی
سوئے بھی رہیں خواب کی تعبیر بھی مل جائے
ایسا ہو کہ اب اپنی دعاؤں کی بدولت
آزاد فلسطین بھی ہو، کشمیر بھی مل جائے
ادیب عباس، منصور آباد شیخوپورہ

امریکی گدھے

چند دن قبل مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ کی تقریر سننے کا موقع ملا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ بیان فرمایا۔ حمزہ صاحب کہتے ہیں کہ کچھ دن پہلے میری ملاقات افغانستان کے ایک تاجر سے ہوئی وہ کہنے لگا حمزہ صاحب! امریکی واقعی "کھوتے" (گدھے) ہیں میں نے پوچھا وہ کیسے؟ تاجر کہنے لگا بلند وبالا پہاڑوں پر سامان پہنچانے کے لیے امریکیوں کو گدھوں کی ضرورت پڑ گئی۔ انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا میں نے انہیں بتایا کہ گدھے تو مل جائیں گے لیکن ایک گدھے کی قیمت ہزار ڈالر (تقریباً 80,000 روپے) ہوگی وہ راضی ہو گئے۔ چنانچہ میں نے انہیں گدھے لا دیئے کچھ دن بعد انہوں نے مزید گدھوں کی فرمائش کی تو میں نے انہیں بتایا کہ اس وقت گدھے مارکیٹ میں شارٹ ہو گئے ہیں۔

لیکن وہ اصرار کرنے لگے کہ ہمیں گدھوں کی اشد ضرورت ہے لہٰذا جیسے بھی ہو گدھے ڈھونڈوں، چنانچہ میں نے انہیں بتایا کہ گدھے تو مل گئے ہیں لیکن ایک گدھے کی قیمت 2000 ڈالر (تقریبا 160000 روپے) ہوگی انہوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں گدھے لاکر دیئے اور چند دن میں کروڑ پتی بن گیا ہوں۔ یہ بات کہتے ہوئے محترم حمزہ صاحب اتنا مسکرائے کہ میں نے انہیں اس سے پہلے اتنا مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

......☆☆☆......

میں نماز پڑھ رہا تھا نہ

کہ......

ایک روز



نواب مرزا داغ دہلوی نماز پڑھ رہے تھے ایک صاحب ملنے آئے اور ان کو نماز میں مشغول دیکھ کر لوٹ گئے اسی وقت داغ نے سلام پھیرا، ملازم نے کہا: "فلاں صاحب آئے تھے اور چلے گئے۔" فرمانے لگے دوڑ کر جا، ابھی راستے میں ہوں گے۔ وہ بھاگا بھاگا گیا اور ان صاحب کو بلا کر لایا، داغ نے ان سے پوچھا کہ آپ آکر چلے کیوں گئے؟ وہ کہنے لگے "آپ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے میں چلا گیا۔" داغ نے فوراً کہا "حضرت! میں نماز پڑھ رہا تھا، لاحول تو نہیں پڑھ رہا تھا جو آپ بھاگے۔"

اسلام میں تصور مزاح اور مسکراہٹیں، از عبدالوارث ساجد

پانچ اور پچاس

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جماعت سے چندہ اکٹھا کیا کہ وہ ان کے لیے پچاس کتابیں لکھیں گے چنانچہ قادیانیوں نے بڑھ چڑھ کر چندہ جمع کیا، لیکن مرزا غلام قادیانی نے چار کتابیں لکھ کر لکھنا بند کر دیا۔ قادیانیوں نے مرزا سے کہا کہ آپ نے تو پچاس کتابوں کا چندہ جمع کیا تھا، چنانچہ مرزا نے ایک کتاب اور لکھ کر ہمیشہ کے لیے بریک لگا دی۔ قادیانیوں نے پھر واویلا کرنا شروع کر دیا۔ مرزا تنگ آکر بولا پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا فرق ہی تو ہے اور صفر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

اسلام میں تصور مزاح اور مسکراہٹیں، (عبدالوارث ساجد)

زین عبداللہ محمدی گل والا، گکھڑ منڈی

نیکی کے ہم لوگ سپاہی

ہم نے پروگرام کروایا

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب انسان اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کوئی نیکی یا کوئی کام کرے تو اس پر آزمائش نہ آئے؟ ارم بہنا کے بارے میں پڑھا تو یاد آیا کہ اس بیچاری کے پاؤں میں تو موچ آئی مگر ہمارے ساتھ کیا؟ ہوا یہ جنوری 2010ء کا مہینہ تھا میں اور امی جان صبح صبح ناشتہ کر رہے تھے کہ امی نے کہا حبیبہ بیٹی میں نے آپ سے مشورہ کرنا ہے۔

امی نے کہا ہم نے جو چاولوں کی دو دیگیں دینی ہیں کیوں نہ ایسا ہو کہ ساتھ ایک اچھا سا پروگرام ہو جائے خطاب کے لئے تلہ گنگ سے تمہاری باجی کو بلا لیں اور تم لوگ بھی ہوں گے۔

ہم نے تو جیسے ہی سنا خوشی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ناشتہ جہاں تھا وہی چھوڑ دیا۔ موبائل اٹھایا جلدی سے بڑی آپی قراۃ العین سے مشورہ کیا کہ کیا خیال ہے وہ تو جیسے پہلے سے ہی تیار تھیں۔ پھر ابو جان سے مشورہ مانگا انہوں نے ہمیں بخوشی اجازت دے دی پہلی آزمائش جو ہم پر آئی وہ موسم کی خرابی تھی۔ دن بدن موسم خراب ہوتا چلا گیا۔ بالآخر ہم نے تھک کر پروگرام فروری میں رکھ دیا لیکن اللہ کی طرف سے ابھی آزمائش باقی تھی۔ فروری میں موسم نے تو اور شدت اختیار کر لی بارش کی جھڑیاں لگ گئیں بادل تھے کہ چھٹنے کا نام نہیں لیتے تھے اور ادھر ہم پروگرام کے انتظار میں پریشان، واقعی انسان جلد باز ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ پاک فرماتے ہیں ”بے شک انسان بہت جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔“ (المعارج 190) ان دنوں تو ہم روزانہ خیالوں خیالوں میں پروگرام کرتے تھے کہ یا اللہ کب وہ دن آئے ”موسم خراب ہے اس لیے میری مانو تو مارچ میں رکھ دو“ ہمارے شور مچانے پر ابو جان نے ہمیں نصیحت کی۔

ٹھیک ہے ابو جان ہم نے کہا اور جائے نماز پر بیٹھ کر 2 رکعت نفل حاجت پڑھی اور دعا کی۔

دوسری آزمائش جب مارچ کا مہینہ شروع ہوا تو چھوٹا بھائی محمد طلحہ سخت بیمار ہو گیا 19 مارچ کا دن تھا ہم نے کہا اب چاہے سردی ہو، موسم خراب ہو یا کوئی بیمار ہو ہم کسی صورت پروگرام لیٹ نہیں کریں گے۔

قاریہ ام حبیبہ، ڈیرہ چکوال

21 مارچ 2010ء کے دن سب سے پہلے تو گھر کے ایک طرف پردے کا انتظام کر کے عورتوں کے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی۔ الحمدللہ ہمارے اس پروگرام میں ڈیڑھ سو سے زائد عورتوں نے شرکت کی۔

سٹیج سیکرٹری صدیقہ باجی تھیں۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو کہ ننھا مجاہد منیب الرحمٰن آف بھروال نے اپنی خوش الحان آواز میں کیا۔ پھر حمد باری تعالیٰ آپی عینی نے پیش کی، اس کے بعد نعت رسول مقبول ”تن من وارا جس نے دیکھا چہرہ کملی والے کا“ میں نے ”آواز پانچ وقت لگاتی ہے مومنو“ نظم پیش کی اس کے بعد ننھا مجاہد منیب الرحمٰن نے دو نظمیں پیش کیں۔ ”فرش مخمل پہ اے سونے والو، ہے وہی انجام تیرا جو تیرا آغاز تھا۔“ اس کے بعد ننھے مجاہد محمد اسامہ اور محمد حمزہ دونوں نے جہادی ترانے پیش کیے۔ اس کے بعد خطبات کا سلسلہ شروع ہوا آپی قراۃ العین کا موضوع تھا ”اللہ کی ہستی کا بیان“ انہوں نے بہت اچھے انداز میں سمجھایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کے موجود ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں اس کے وجود پر کائنات کی ہر چیز شاہد عدل ہے ذرے سے آسمان تک ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے وجود کا پتہ بتاتی ہے۔ ان کے خطاب کے بعد طوبیٰ رحمٰن نے جہادی ترانہ پیش کیا۔ اس کے بعد اہلیہ قاری عبدالرحمٰن اور بنت مسعود الرحمٰن جانباز نے موضوع ”اصلاح معاشرہ“ پر سامعین سے خطاب کیا جس میں انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کی فرضیت کو نمایاں کیا اور تمام بہنوں کو نماز پنجگانہ پڑھنے کی تلقین کی۔ گانے سننے اور دیکھنے سے منع کیا۔ جب باجی کی تقریر مکمل ہوئی تو بعد از دعا کی گئی اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ عظیم پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

میرا جذبہ

میں نے روضۃ الاطفال (ہمارا پیارا رسالہ) تقسیم کرنا شروع کر دیا ہے شمارہ نمبر 63 سے اور اب تک میں نے خود 50 روضۃ الاطفال لگائے ہیں شمارہ نمبر 65 جو میں نے تقسیم کیا وہ 50 عدد تھا جن میں سے 25 عدد میں نے فری دیئے ہیں اگلی دفعہ کے خط میں آپ کو انشاء اللہ 150 کی امید رکھنی چاہیے۔ ہمارا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور دین اسلام کو پھیلانا ہے اور ناروے والوں سے اپنے نبی کی توہین کا بدلہ لینا ہے اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

رابعہ لطف، کھڈیاں خاص

☆ اللہ آپ کی محنت کو قبول و منظور فرمائے (آمین)

روضہ مقبول ہوتا جارہا ہے

پہلے تو میری فیملی اور کچھ میرے دوستوں کو روضۃ الاطفال پڑھنے کا شوق تھا لیکن تقریباً دو ماہ سے روضۃ الاطفال کو بچوں اور دوستوں میں عام کرنے کے لئے میں نے بہت کوشش کی اب اللہ کے فضل وکرم سے ہماری اکیڈمی کے 100 طلباء اور سکول کے تقریباً 150 طلباء روضۃ الاطفال کو بڑے شوق سے پڑھ رہے ہیں اور تقریباً 100 شمارے ہر ہفتے لے رہے ہیں اب روضۃ الاطفال ہمارے علاقے کے بچوں میں مقبول ہوتا جارہا ہے۔

اللہ کرے روضۃ الاطفال دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے (آمین)

راشد الیاس، اشفاق جٹ عابد
چک نمبر 294 ایچ آر)

بچوں کے لیے معیاری ادب کی تخلیق میری زندگی کا مشن ہے

بچوں کے ایوارڈ یافتہ معروف ادیب نذیر انبالوی کے اوراقِ زندگی

عبدالوارث ساجد





کمرہ چھوٹا تھا اور افراد زیادہ۔ بیٹھنے کی باری آئی تو نشستیں کم پڑ گئیں۔ کون کہاں بیٹھے میزبان اور مہمان دونوں کے لیے مسئلہ بنا رہا۔ جس شخصیت سے ملاقات تھی وہ خود بھی یہاں مہمان ہی تھے۔

البتہ میزبان کا دل اتنا ہی بڑا تھا جتنا کہ کمرہ چھوٹا عارف بھائی بہت پیار، شفقت اور محبت سے ہر کسی کے لیے اپنی نشست خالی کر رہے تھے اور یہی دعوت ظہور الدین بٹ مدیر ماہنامہ ''ذہین'' بھی دے رہے تھے بلا آخر اس نشست پر وہ شخصیت براجماں ہوئی جس کے لیے یہ ''محفل'' سجی تھی۔ ہم، محترم رانا عمر فاروق صاحب مدیر ''زادالفردوس'' گوجرانوالہ اور فاروق بھائی بھی جہاں جگہ ملی بیٹھ گئے۔ بچپن سے کہانیاں پڑھتے جوان کی شخصیت ذہن میں سمائی تھی وہ بالکل ویسے ہی تھے۔

سادگی ان کی پہلی پہچان ہے، دھیما مزاج، باوقار شخصیت، بناوٹ سے عاری چلن اور خوبصورت سوچ ان کا خاصا ہے خود نمائی اور فخر سے پاک اس شخصیت کا نام نذیر انبالوی ہے۔ ان کا اصل نام نذیر الحسن ہے بچوں کے لئے ان کی دو ہزار سے زائد کہانیاں شائع ہو چکی ہیں انہوں نے 280 ایک قول ایک کہانی روزنامہ پاکستان کے لیے لکھیں۔ بچوں کے لئے ان کی 30 بکس شائع ہو چکی ہیں، جب کہ بڑوں کے لیے انہوں نے 7 کتابیں مرتب کی ہیں۔

بچوں کے اس معروف و مشہور ادیب کی پیدائش احاطہ مولچند اچھرہ لاہور میں ہوئی۔ 24 دسمبر ان کی پیدائش کا دن ہے۔ بچپن کا زمانہ بھی اسی علاقے میں گزرا اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ کاغذ قلم سے رشتہ اسی دور کا ہے۔ اگرچہ گھر کا ماحول ادیبانہ نہ تھا مگر اسکول نے کاغذ قلم سے دوستی کروا دی۔ جب سے شعور میں آئے قلم کاغذ سے تعلق ہے۔ پرائمری سکول میں استاذ خیر محمد خیری وہ ادب نواز آدمی تھے، انہوں نے اس شوق کو اور ہوا دی اور نذیر انبالوی نے چوتھی کلاس سے کہانیاں لکھنا شروع کر دیں۔ ان دنوں اخبارات امروز، جنگ، مشرق میں بچوں کے ایڈیشن شائع ہوتے تھے۔ نوائے وقت میں ''پھول اور کلیاں'' کا ایڈیشن ہوتا تھا جس کے انچارج اطہر ہاشمی صاحب ہوا کرتے تھے۔ ان صفحات کا مطالعہ نذیر انبالوی کے لیے اور مفید ثابت ہوا چنانچہ 1981ء میں ان کی پہلی تحریر ''پھول اور کلیاں'' کے صفحات پر آ گئی۔ ساتویں کلاس میں تھے کہ امتحان کے دوران اردو کے پرچے میں ایک سوال تھا کہ ''لالچ بری بلا ہے'' پر کہانی لکھیے۔ انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنی طرف سے ایک کہانی لکھ دی۔ نتیجہ نکلا تو سوال کا نمبر زیرو تھا۔ استاد سے بات کی گئی تو جواب ملا کہ کہانی اپنی طرف سے لکھی گئی ہے، جو نصاب کی کتاب میں ہے وہی لکھنا چاہئے تھی۔ معاملہ پرنسپل صاحب تک پہنچا تو انہوں نے بچے کی صلاحیت پر نہ صرف داد دی بلکہ دس میں سے نو نمبر بھی دے دیئے۔ یہی وہ دور تھا جب ساتویں کلاس کے نذیر کے اندر ایک ادیب کروٹیں لینے لگا۔ مطالعہ تو اس کی گویا غذا تھی کچھ نہ پڑھا تو جیسے پیٹ نہ بھرے گا۔ بیگ میں بچوں کے رسائل ہوتے اور ہاتھ میں قلم، چھوٹی عمر میں ہی کہانی لکھنا اس کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ کہانیاں لکھ کر وہ امروز، جنگ، مشرق میں بچوں کے صفحات اور پھول اور کلیاں میں بھیج دیتے جو شائع ہو جاتیں۔ یہی ان کی ہمت بڑھانے کا واحد سبب تھی ایک روز سکول کی الوداعی تقریب تھی جس میں انہیں بھی اظہار خیال کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت جو بھی کہنا تھا وہ فی البدیہہ لکھا تو سب نے پسند کیا یہ تو ان کی ابھرتی ہوئی صلاحیتوں کا نکھار تھا۔

اب تک لکھنے میں ان کا کوئی استاد نہ تھا جو لکھا خداداد صلاحیتوں کی بناء پر لکھا جو پڑھا وہ استاد ثابت ہوا۔ بچوں کے رسائل اور کتابیں دوست ایک دوسرے سے لے کر پڑھتے تھے ایک روز ان کا ایک دوست اپنے بیگ میں اپنے ابو کی ایک کتاب لے آیا نذیر نے ان سے پڑھنے کے لئے لے لی۔ یہ کتاب ''زادِ راہ'' معروف افسانہ نگار ''پریم چند'' کے افسانوں پر مشتمل تھی افسانوں کا انداز شاندار تھا۔ اس میں ایک افسانہ ایسا تھا جس نے انہیں بے حد متاثر کیا۔ یہ افسانہ ان کو اس قدر اچھا لگا کہ انہوں نے اس سے متاثر ہو کر کہانی لکھنے کی ٹھانی۔ پریم چند ان کے روحانی استاد ثابت ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ کتاب مجھے نہ ملتی تو شاید میں ادیب نہ بنتا۔ انہوں نے میرزا ادیب کو بھی پڑھا میرزا صاحب کے افسانہ ''عیدگاہ'' سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے بچوں کے لیے لکھنے کا عزم کر لیا اور پھر بچوں کے رسائل میں باقاعدگی سے لکھنا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ بچوں کے ہر رسالے میں ان کی کہانیاں شائع ہونے لگیں۔

ابتدا میں ان کی کہانیوں کا سلسلہ ''ایک قول ایک کہانی'' بہت مشہور ہوا۔ جس سے انہیں ابتدائی شہرت بھی ملی۔ یہ 1992ء کی بات ہے ان دنوں روزنامہ پاکستان میں۔ انہوں نے اس عنوان سے لکھنا شروع کیا۔ وہ کہانی لکھتے اخبار کے دفتر جاتے اور استقبالیہ پر کہانی دے کر واپس آ جاتے۔ سال بھر یہ سلسلہ چلتا رہا، وہ یونہی جاتے کہانی دے کر چپ چاپ واپس لوٹ آتے اور اگلے ایڈیشن میں کہانی شائع ہو جاتی اسی طرح ان کی 48 کہانیاں شائع ہو چکی تھیں اور اس سلسلے کو بہت ہی پسند کیا گیا تھا۔ اخبار کو ڈھیروں خط آتے جن میں ان کی کہانی کو سراہا جاتا۔ ان کا نام بھی معروف ہو چکا تھا۔ ایک روز وہ حسب معمول کہانی دینے استقبالیہ پر پہنچے تو انہیں روک لیا گیا۔ استقبالیہ والوں کو پابند کیا گیا تھا کہ جو بھی کہانی دینے آئے اسے ملاقات کئے بغیر نہ جانے دیا جائے۔ یوں انہیں ایڈیشن انچارج سے ملنا ہی پڑا۔ وہ دفتر میں پہنچے تو ایڈیشن انچارج سمیت سب حیران ہو گئے وہ سمجھتے تھے کہ نذیر انبالوی کسی بوڑھے آدمی کا نام ہوگا بلکہ یہ تو لڑکپن کی عمر کا ادیب ہے۔ یہ ان کی زندگی کی بہت بڑی حوصلہ افزائی تھی اب تک نہ کسی نے ان کو سراہا تھا اور نہ ہی کسی نے کوئی مدد کی تھی۔ وہ اپنا راستہ خود بناتے اور خود ہی اپنی مدد آپ کے تحت منزل کی طرف بڑھتے رہے۔

رسائل میں شائع ہونے والے خطوط اور ان میں ان کی کہانیوں پر ہونے والے تبصرے اس کے لیے راہنمائی ثابت ہوئے اور صحیح سمت کے تعین کا انداز اسی سے کرتے رہے۔ انہوں نے میٹرک پاکستان ماڈل ہائی سکول سے کیا انٹر ایم اے کالج سے اور ایم اے اردو پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔

روزنامہ پاکستان کے بعد ان کی

پہچان میں ''الاسد پبلی کیشنز'' نے سب سے بڑھ کر کردار ادا کیا۔ اس زمانے میں مختلف اداروں کی بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں شائع ہوا کرتی تھی۔ الاسد پبلی کیشنز کے لئے انہوں نے بہت زیادہ لکھا۔ وہ کچھ تصویریں دے کے کہتے کہ ان پر کہانی لکھ دو وہ کسی پارک میں جاتے وہاں کسی خوشگوار سے مقام کا انتخاب کرتے اور وہیں بیٹھے بیٹھے کہانی لکھ دیتے۔ قدرتی مناظر، سبزے، درختوں کی چھاؤں، چڑیوں کی چہچہاہٹ میں لکھنے کی عادت ابتدا سے اب تک قائم ہے۔ انہوں نے آج تک جتنا بھی لکھا وہ اسی ماحول میں کسی پارک میں بیٹھ کر لکھا۔ بند کمرے میں تنہائی کے عالم میں انہوں نے نہ ہونے کے برابر لکھا۔ تب سے قائم عادت آج بھی ہے اور وہ ان دنوں بھی کسی کہانی کے لئے کسی نہ کسی باغ کا انتخاب کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی بہت سی کہانیاں باغ جناح اور علامہ اقبال ٹاؤن میں لکھیں۔ ان کا کہنا ہے وہ جب بھی کسی کہانی کے لکھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو کئی دن تک سوچتے ہیں ان کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے ہیں چلتے پھرتے تین چار دن تک خاکے بناتے ہیں، سوچتے ہیں۔ کبھی بھی انہوں نے یونہی لکھنا شروع نہیں کیا۔ انہوں نے خاکے کا صفحہ بنایا ہے جس میں پہلے وہ خاکہ بناتے ہیں پھر وہ لکھنا شروع کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہیرے کو پہلے تراشنا پڑتا ہے۔ وہ اپنی کہانی ایک ہی نشست میں مکمل کرتے ہیں، مختلف نشستوں میں لکھی جانے والی کہانی اپنے اندر تسلسل اور قارئین کی دلچسپی کم کرتی ہے۔ 1991ء میں ان کی کہانی ''ہوا زندہ رہے گی'' پیغام ڈائجسٹ میں شائع ہوئی جسے نیشنل بک فاؤنڈیشن کی طرف سے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اپنی کہانی تو ہر اچھی ہوتی ہے مگر انہیں اپنی کہانیوں میں زندگی کے مختلف اوقات میں ''گلشن منزل'' ''امی امی'' اچھی لگیں پھر سینکڑوں کہانیوں میں سے وقت کے لحاظ سے اچھی سے اچھی کہانیاں آتی رہیں ان کا کہنا ہے کہ ان کے لئے سب سے بڑا ایوارڈ یہی ہے جب انہیں پہلی بار کسی قاری نے کہا تھا کہ ''آپ کی کہانی بہت اچھی تھی''۔

1995ء میں الدعوۃ اکیڈمی نے انہیں ''بچوں کے بہترین ادیب'' کا ایوارڈ دیا۔ وہ نو سے زائد مرتبہ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی طرف سے مختلف کتابوں اور تحریروں پر بچوں کے بہترین ادیب کا ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں جو انہیں بچوں کے رسائل، مجاہد اور پھول سے ملے۔ وہ نشان امتیاز بھی حاصل کر چکے ہیں۔

نذیر انبالوی نے 2005ء میں بچوں کے ادب کا ادارہ ''تحقیق ادب اطفال'' قائم کیا۔ اس کا مقصد بچوں کا معیاری اور اصلاحی ادب شائع کرنا تھا مختلف رسائل میں بچوں کا ادب جو غیر محفوظ ہو جاتا ہے اسے کتابی صورت میں شائع کر کے محفوظ کیا جا رہا ہے۔ ادارہ تحقیق ادب اطفال سے اب تک کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ انہوں نے بڑوں کے لیے بھی کئی کتب ترتیب دی ہیں۔ نذیر انبالوی صاحب ان دنوں ماہنامہ تعلیم و تربیت سے منسلک ہیں اور ادارہ تحقیق ادب اطفال کے تحت بچوں کے ادب کے لئے کام کر رہے ہیں۔

اللہ کا حق

سخت گرمی کا موسم تھا، کہیں بھی کوئی انسان یا جانور نظر نہیں آ رہا تھا۔ لوگ اپنے گھروں میں اور پرندے اپنے گھونسلوں میں دبکے پڑے تھے۔ ہر جاندار اس آگ برساتی دھوپ سے سخت پریشان تھا اتنے میں اچانک ایک طرف سے گردوغبار کا ایک بگولا اٹھا اور چاروں طرف پھیل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اجنبی مسافر اپنے گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ آدمی سفر کی وجہ سے بہت تھکا ہوا تھا۔ گرمی کی وجہ سے اس کا اتنا برا حال تھا کہ پیاس اور بھوک سے مرا جا رہا تھا۔

وہ سائے کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا مگر اسے سایہ کہیں بھی نہیں مل رہا تھا۔ اس نے اپنا توشہ دان کھولا اور اس میں سے پانی پیا اور رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس نے ہمت نہ ہاری اور سایے کی تلاش میں گھومتا رہا۔ آخر اس کو ایک گھنے درخت کا سایہ مل گیا۔ اس نے گھوڑا باندھا اور آرام کے لئے اس کے نیچے بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں اسے نیند آ گئی۔

دور تک بادلوں کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اس کو سوئے ابھی چند لمحے ہی ہوئے تھے کہ آسمان پر بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا ساتھ ہی آواز آئی کہ ''اے بادل آج تو نے میرے حکم سے فلاں شخص کے کھیتوں میں پانی برسانا ہے۔'' وہ آدمی آواز سن کر اٹھ گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر اس کو کوئی نظر نہ آیا۔ آواز ایک بار پھر آئی۔ اس اجنبی مسافر نے آواز سنی اور سوچ میں پڑ گیا کہ وہ کون ہو سکتا ہے جس کے کھیت کو پانی دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو حکم دیا کہ تو جا کر فلاں کے کھیتوں میں پانی برسا؟

یہ سوچتے ہی اجنبی شخص نے اس آدمی کی تلاش شروع کر دی۔ اتنے میں بادلوں کے اندر سے پانی برسنے لگا۔ بارش کا پانی ایک نالی میں جمع ہو کر اس شخص کے کھیتوں کی طرف جانے لگا۔ مسافر بھی پانی کے ساتھ ساتھ اپنا گھوڑا دوڑانے لگا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ بارش کا یہ پانی ایک کھیت میں جا رہا ہے جو کہ بہت سرسبز اور لہلہاتا کھیت ہے۔ لیکن اس کھیت کے اردگرد کے سارے کھیت سوکھے ہوئے ہیں۔

مسافر کھیت کے اردگرد گھومنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا لمبا آدمی زمین کو پانی دے رہا ہے۔ اجنبی مسافر نے اس کے پاس جا کر سلام کیا! کسان نے جواب دیا عبداللہ میرا نام ہے۔ مسافر بولا قسم ہے اس ذات کی جو تمام کائنات کا پالنے والا رب ہے۔ میں نے تیرا نام بادلوں میں سنا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کونسا ایسا عمل کرتے ہیں کہ آپ کے کھیت کو سیراب کرنے کے لئے اللہ بادلوں کو حکم دیتا ہے؟

کسان نے کہا: میرا کوئی خاص عمل تو نہیں ہے البتہ اتنا کام کرتا ہوں کہ جب میری فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو میں اس کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، ایک حصہ غرباء و مساکین کیلئے، دوسرا زمین کی بہتری کے لئے اور تیسرا حصہ اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) کے لئے رکھتا ہوں۔

اجنبی مسافر سمجھ گیا کہ اللہ اس شخص پر کیوں اپنی رحمت برساتا ہے۔ اس نے کسان کو سلام کیا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

پیارے بھائیو! گندم پک کر تیار ہو چکی ہے۔ سب کو چاہیے کہ اس میں سے اللہ کا حصہ بھی ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واتوا حقه یوم حصاده ترجمہ: اور فصل کی کٹائی کے وقت اس کا حق ادا کرو (القرآن) اللہ کے دین کی سربلندی اور مظلوم مسلمانوں کی امداد میں حصہ ڈالیے۔



اے مسلمانو فصل کی کٹائی کے موقع پر ان مجاہدین اسلام کو مت بھلا دینا جو کشمیر اور دیگر علاقوں میں ماؤں بہنوں کی عزتوں کو محفوظ اور انہیں آزاد کروانے اور اللہ کے دین کے غلبے کے لئے گھروں سے نکلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

محمد امتیاز شوکت

چک نمبر 160 گ ب کالیکی تحصیل گوجرہ



جھوٹی توبہ

منصور بن عمار کا کہنا ہے کہ میرا ایک دوست تھا جو بہت گناہ کرتا تھا۔ آخر اس نے توبہ کر لی، پھر میں نے دیکھا کہ وہ بڑی پابندی سے نیک کام کرنے لگا اور تہجد گزار بھی بن گیا ایک دن میری اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ میرے پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے۔ میں اس کے گھر پہنچا، دستک دی تو اس کی بیٹی نکلی، اس نے پوچھا کس سے ملنا ہے؟ میں نے بتایا تو لڑکی نے اپنے والد سے میرے لیے اجازت طلب کی۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اس کے چہرے پر سیاہی چھا گئی تھی، آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں اور ہونٹ پھول گئے تھے۔

میں دہشت زدہ ہو گیا عرض کیا: برادر من! کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھو۔ اس نے پھٹی نگاہوں سے میری طرف دیکھا پھر اس پر غشی طاری ہو گئی۔ میں نے دوبارہ کہا: برادر من! زیادہ سے زیادہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرو۔ اسی طرح میں نے تیسری مرتبہ پھر کلمہ پڑھنے کی تلقین کی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور بڑی حسرت سے بولا: بھئی منصور! میرے اور اس کلمے کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی گئی ہے۔ میں نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا اور پوچھا بھئی آخر ان نمازوں، روزوں اور تہجد و شب بیداری کا کیا ہوا؟ وہ بولا: یہ سب کچھ غیر اللہ کے لئے تھا۔ میری توبہ دکھلاوے کی تھی۔ میں یہ سب اس لیے کرتا تھا تاکہ لوگوں کے درمیان موضوع سخن بنا رہوں اور وہ میرا چرچا کرتے رہیں۔ مجھے یاد کرتے رہیں یہ سب کچھ میں نے لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کیا تھا۔ جب میں تنہا ہوتا تو دروازہ بند کرتا، پردہ گراتا، شراب نوشی کرتا اور اپنے پروردگار کی نافرمانی میں مگن ہو جاتا تھا۔ مدتوں میرے یہ کرتوت رہے حتیٰ کہ مجھے بیماری نے آ پکڑا اور میں ہلاکت کے دہانے پر پہنچ گیا۔ میں نے اپنی بیٹی سے قرآن پاک طلب کیا اور اللہ تعالیٰ کے کلام حق کی قسم کھا کر شفایاب ہونے کی دعا مانگی اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں وعدہ کیا اب ہرگز کسی قسم کا گناہ نہیں کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء یاب کر دیا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء عنایت کر دی تو پھر اپنی پرانی ڈگر پر چل پڑا اور لہو ولعب اور لذات و خواہشات میں ڈوب گیا شیطان نے بھی مجھے تھپکی دی میری گمراہیوں کو بڑھاوا دیا۔ اس نے میرے اور پروردگار کے درمیان کیا گیا عہد و پیمان ردی کی ٹوکری میں ڈلوا دیا اور میں دیر تک طرح طرح کے گناہوں کی طغیانیوں میں ڈبکیاں لگاتا رہا۔

شان الرحمٰن محمد، سلانوالی،
متعلم جامعہ معہد القرآن، 5 چیمبر لین روڈ لاہور

یکایک پھر مجھے بیماری نے آ دبوچا اور میں مرنے کے قریب ہو گیا۔ میرے اہل خانہ نے میرے حکم کے مطابق حسب معمول گھر کے بیچ بستر لگا دیا۔ میں نے قرآن کریم منگوایا اس کی تلاوت کی اور اسے اٹھا کر بے آواز یہ دعا کی۔ ''الٰہی اس قرآن پاک میں موجود تیرے محرمات کی قسم کھا کر عہد کرتا ہوں اگر تو نے مجھے صحت بخش دی تو اب میں ہرگز برائیوں میں ملوث نہیں ہوں گا اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی میری توبہ قبول فرمائی اور مجھے صحت و عافیت سے نواز دیا۔ لیکن افسوس اپنی پستی اور عہد شکنی پر کہ اس رب کریم کی بار بار مہربانی کے باوجود میں پھر لہو ولعب اور لذت و خواہشات کے گرداب میں ڈوب گیا۔ نوبت یہاں تک آ گئی کہ آج اس دردناک مرض میں مبتلا ہو چکا ہوں حسب عادت میرے اہل خانہ نے بیچ گھر میرا بستر لگا دیا ہے جیسا کہ تم بچشم خود دیکھ رہے ہو۔ میں نے پھر قرآن منگوایا، تلاوت کرنے لگا لیکن کچھ فائدہ نہ ہو۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ رب العزت مجھ پر سخت غضبناک ہے، پس میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور دعا کی ''الٰہی زمین و آسمان کے حکمران! میری مصیبتوں سے مجھے نجات دے۔'' لیکن معاً میرے کانوں میں ایک صدا گونجی، پھر یوں لگا جیسے کوئی غیبی آواز یہ کہہ رہی ہے۔

''جب تمہیں بیماری آ لگتی ہے تو گناہوں سے تائب ہو جاتے ہو لیکن جونہی شفا نصیب ہوتی ہے تو گناہوں میں ملوث ہو جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے درد والم سے کتنی دفعہ نجات بخشی ہے اور بارہا آزمائش کے گڑھے سے نکالا ہے۔''

کیا تجھے خواہشاتِ نفسانی کے طوفان میں اڑنے سے پہلے کا خوف دامن گیر نہیں ہوا حالانکہ خطا کاریوں کی بنا پر تجھے بارہا آفت رسیدہ ہونا پڑا تھا۔'' منصور بن عمار کہتے ہیں اللہ کی قسم! جب میں اس سے رخصت ہو کر واپس چلا تو میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں، میں ابھی دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ بے ساختہ آہ و بکا میں بھیگی ہوئی آواز آئی: ''وہ مر گیا!''

(ماخوذ: سنہرے نقوش از عبدالمالک مجاہد صاحب

مسواک

پیارے دوستو!

نبی مکرم ﷺ کے معمولات میں تھا کہ آپ ﷺ رات کو سوتے وقت مسواک کرتے تھے۔ جب بیدار ہوتے تو مسواک کرتے اور بغیر مسواک کے وضو نہیں فرماتے تھے۔ جب بھی انسان کھانا کھا کر مسواک کرے گا، وضو کے وقت مسواک کرے گا اور رات کو سوتے وقت مسواک کرے گا تو بہت سے نقصانات سے بچ جائیگا۔ کئی احادیث میں نبی ﷺ مسواک کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب نبی اکرم ﷺ مرض الموت میں مبتلا تھے اس وقت بھی مسواک کو نہیں بھولے۔ اپنی پیاری بیوی سیدہ عائشہؓ کو کہا کہ مجھے مسواک چبا کر دو۔ مسواک کے بارے میں نبی ﷺ نے یہاں تک فرما دیا کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا مسواک سے اتنا لگاؤ تھا۔ بخاری، مسلم میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ تو ان دس چیزوں میں سے ایک چیز مسواک ہے لیکن مسواک کی اتنی فضیلتوں کے باوجود لوگ اس کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

ابو مصعب شکیل الرحمان
مرکز یرموک پتوکی





مہکتی کلیاں

☆ مومن کی قربانی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

☆ اگر تم چاہتے ہو کہ حکمران نیک نیتی سے اپنے فرائض سرانجام دیں تو اپنے دلوں میں حق گوئی کا جذبہ زندہ رکھو۔

☆ اگر ہم مسلمان ہیں اور اس زمین پر اسلام کی عظمتِ رفتہ دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں اور اگر ہمیں دشمنانِ اسلام کی غلامی گوارا نہیں تو ہمارے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ ہم طوفان کے آگے بھاگنے کے بجائے اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

☆ حکمران ایک فرد کے ہونٹوں پر مہر لگا سکتے ہیں لیکن ایک قوم کی آواز کو نہیں دبا سکتے۔

☆ یاد رکھیے! جو قوم حق وصداقت سے منہ پھیر لیتی ہے اس کی آغوش میں ایسے ہی لوگ جنم لیتے جو ان کی بستیوں کو درندوں سے بھر دیتے ہیں۔ اللہ کی ذات اس کی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیتی ہے اور پھر اس قوم کا ہر قدم منزل کی طرف اٹھتا ہے۔

☆ جو قوم خلوص وصدق کے ساتھ خدا کی راہ پر گامزن ہوتی ہے اللہ کی ذات اسے طارقؒ اور عبدالرحمٰن الداخلؒ جیسے سپہ سالار عطا کرتی ہے۔ دنیا کی زرم گاہوں میں فتوحات ان کے قدم چومتی ہیں اور ان کا ہر قدم بلندی کی طرف اٹھتا ہے۔ یہ ملک شہیدوں کی امانت ہے، آیئے...... صدق دل سے یہ عہد کریں کہ ہم اس امانت میں خیانت نہیں کریں گے۔ انہوں نے شجر اسلام کی اپنے خون سے آبیکاری کی ہم اسے خزاں کی آندھیوں کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے ہمارے لیے امن وعافیت کا جو گھر بنا دیا ہے ہم اس گھر میں ملوکیت اور استبداد کے بت کھڑے نہیں کریں گے۔ انہوں نے ہمیں آزادی کی نعمتوں سے سرفراز کیا ہم آنے والی نسلوں کے لیے غلامی کی لعنت چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

ماخوذ یوسف بن تاشفین از نسیم حجازی

انتخاب: ساجدہ، ستیانہ بنگلہ

دوزخ کا سانس

رسول ﷺ نے فرمایا جب سخت گرمی ہو تو ظہر کی نماز دیر سے پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی سختی دوزخ کی تیزی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پھر فرمایا دوزخ نے اپنے رب کی بارگاہ میں شکایت کی کہ میری تیزی بڑھ گئی ہے حتیٰ کہ میرے کچھ حصے دوسرے حصے کو کھا جاتے ہیں لہٰذا مجھے اجازت دی جائے کہ کسی طرح اپنی گرمی ہلکی کروں چنانچہ رب العالمین نے اس کو سانس لینے کی اجازت دی۔ گرمی کے موسم میں سب سے زیادہ سخت گرمی جو ہم محسوس کرتے ہیں وہ دوزخ کی گرمی کا اثر ہے جو اس کے سانس کے ساتھ باہر آتی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ دوپہر کو روزانہ دوزخ کو دہکایا جاتا ہے۔

انتخاب: ساجدہ پروین، 190 ر۔ب فیصل آباد

جنت میں داخلہ نہ ہوگا اگر......

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔''

سید علی، سید ابوبکر، سید عثمان، عبداللہ، ڈپٹی والا بھوآنہ

کوشش

1۔ کوشش وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے کی جائے۔

2۔ کوشش وہ ہے جو دین اسلام کی سربلندی کے لئے کی جائے۔

3۔ کوشش وہ ہے جو اچھی عادات اپنانے اور بری عادات چھوڑنے کے لیے کی جائے۔

4۔ کوشش وہ ہے جو نیک اعمال کرنے اور فحش اعمال سے بچنے کے لئے کی جائے۔

5۔ کوشش وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان قربان کرنے کے لئے کی جائے۔

6۔ کوشش وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لئے کی جائے۔

7۔ کوشش وہ ہے جو قرآن پاک پڑھنے، اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے کی جائے۔

8۔ کوشش وہ ہے جو مشکل کے وقت کسی کے کام آنے اور اس کی مدد کرنے کے لئے کی جائے۔

عابد علی، لالہ رخ، واہ کینٹ

اللہ کی محبت اور اس کے قرب کا ذریعہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرتا ہے پس بے شک میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے اور مجھے اپنے بندے کا مجھ سے قرب حاصل کرنا کسی اور ذریعہ سے اتنا محبوب نہیں جتنا اس ذریعہ یعنی کام سے ہے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ چھوتا ہے، اس کی ٹانگ بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز طلب کرے تو میں اسے ضرور دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔

(بخاری)

سیدہ عائشہ سیف، ڈپٹی والا بھوانہ

جہاد کے لیے گھوڑا پالنے کا اجر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھوڑا پالے تو بے شک اس کی آسودگی، اس کی سیرابی، اس کا گوبر اور اس کا پیشاب سب قیامت کے دن (نیکیوں کی شکل میں) ترازو میں تولے جائیں گے۔''

(بخاری: ۲۸۰۳)

سید ہارون، سید عثمان عبداللہ، ڈپٹی والا بھوآنہ

چڑیا کی فریاد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے تھے اسی دوران میں ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ چڑیا اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے آئی۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ بھی آ گئے اور یہ دیکھ کر فرمایا:

''اس چڑیا کے بچوں کو اٹھا کر کس نے اسے مصیبت میں ڈال رکھا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو۔''

پھر آپ ﷺ کی نگاہ چیونٹیوں کے ایک مسکن پر پڑی جسے ہم لوگوں نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''اس کو کس نے آگ لگائی ہے؟ آگ سے عذاب دینا آگ کے پروردگار کے سوا کسی کو زیب نہیں دیتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جانوروں کے لیے بھی رحمت بن کر آئے۔

''سنہرے اوراق''، عیسیٰ بلوچ، محمد عثمان باجوہ،

سلمان الیاس مرکز طیبہ مرید کے

روضہ آرٹ گیلری


محمد ضیاء اللہ۔ قصور

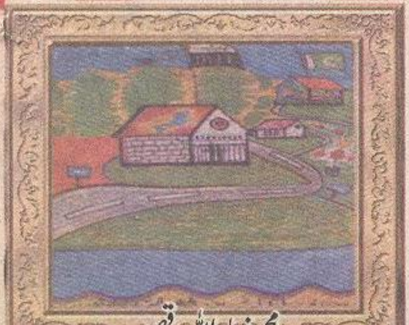

محمد آصف۔ قصور


حبیبہ ابوبکر۔ موڑکھنڈا

انعام یافتہ

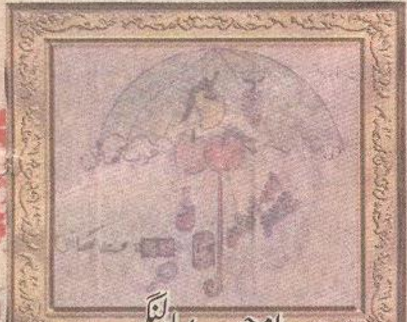

اختر رضا۔ گنگر منڈی

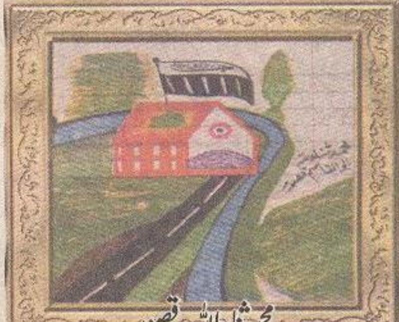

مریم۔ چکوال

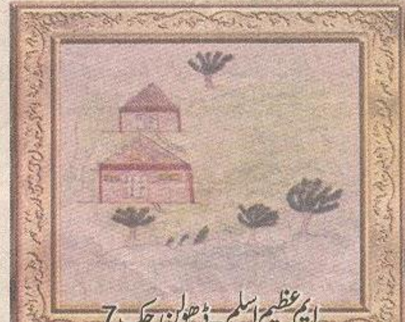

محمد ضیاء اللہ۔ قصور


عابدہ۔ اڈا گیمبر ساہیوال


سیف اللہ۔ کھڈیاں قصور


ام حبیبہ۔ بہاولنگر


محمد ثناء اللہ۔ قصور


ایم عظیم اسلم۔ ڈھولن چک 7


اسد اللہ شاکر۔ L.52/2 اوکاڑہ

وعدے کی پاسداری

انتخاب: ساجدہ، 232 گ ب

بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی تو بنو امیہ کے تمام سرکردہ افراد روپوش ہوگئے۔ انہیں خوف تھا کہ ان سے نہایت برا سلوک کیا جائے گا۔ ادھر بنو عباس کے لوگ بھی ان لوگوں کو تلاش کر رہے تھے۔ بنوامیہ کے اپنے چھپے ہوئے افراد میں سے ایک ابراہیم بن سلیمان بن عبدالملک بن مروان بھی شامل تھا۔ خلیفہ عبداللہ سفاح کے خاص آدمی کی سفارش پر اسے امان دے دی گئی۔

ایک دن خلیفہ سفاح ابراہیم سے کہنے لگا: تم ایک مدت تک چھپے رہے۔ اگر اس دوران میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو جو دلچسپ اور سبق آموز ہو تو ہمیں سناؤ۔ ابراہیم بن سلیمان نے اپنی زندگی کا سب سے نرالا واقعہ بیان کرنا شروع کیا۔ پڑھیے اور عربوں کے صبروثبات، حوصلے اور عہدو پیمان کے احترام کی داد دیجیے......!

ابراہیم بن سلیمان نے بتایا کہ میری تلاش اور گرفتاری کا شاہی پروانہ جاری ہو چکا تھا۔ میں ادھر ادھر بھاگتا پھر رہا تھا۔ بھاگتے بھاگتے حیرہ پہنچا اور صحرا میں ایک بدو کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ میں موت سے بھاگتا پھر رہا تھا، ہروقت پکڑے جانے کا خوف مجھے بے چین کیے رکھتا۔

ایک دن میں چھت پر بیٹھا تھا، مجھے دور صحرا میں کالے جھنڈے نظر آئے۔

کوفہ سے نکلنے والا یہ قافلہ حیرہ کی جانب آرہا تھا میں خوف محسوس کرنے لگا گویا کہ یہ لوگ مجھے گرفتار کرنے آرہے ہیں۔ ممکن ہے کسی نے مخبری کردی ہو۔ قافلہ ابھی دور تھا، میں نے موقع غنیمت جانا اور وہاں سے نکل بھاگا اور کوفہ آگیا میرے سامنے کوئی منزل نہ تھی، نہ یہاں میں کسی کو جانتا تھا جو مجھے پناہ دیتا یا میری مدد کرتا۔ میں ادھر ادھر پھر رہا تھا ایسے میں لوگوں کی نگاہیں ایسی چبھتی ہوئی محسوس ہوتیں جیسے وہ میری تلاش میں ہیں۔ اچانک مجھے ایک بڑا گھر نظر آیا، دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ صاحب خانہ کوئی امیر کبیر اور بارسوخ آدمی ہے۔

میں غیر ارادی طور پر اس گھر میں گھس گیا۔ گھر کا صحن بہت کشادہ تھا، مجھے وہاں اجلے کپڑے پہنے ایک باوقار اور معزز ومحترم شخص نظر آیا۔ اس نے مجھے دیکھا تو فوراً پوچھا: تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: ''میں ایک ایسا آدمی ہوں جو اپنی موت سے ڈرتا پھر رہا ہے اور تم سے پناہ کا طلب گار ہے۔''

اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندرون خانہ اس کی بیویوں کے کمرے کے ساتھ ایک کمرہ تھا، اس نے مجھے وہاں ٹھہرا دیا۔ صاحب خانہ کا حسن سلوک یہ تھا کہ روزانہ میرے لیے انواع واقسام کے کھانے چنے جاتے۔ میری بے چینی اور خوف ختم ہوگیا اور میں نہایت سکون سے رہنے لگا۔ اس نے مجھ سے کبھی میرے بارے میں سوال نہ کیا کہ میں کون ہوں، میرا جرم کیا ہے اور کون لوگ ہیں جو میری تلاش میں ہیں؟ یہاں! ایک بات میں نوٹ کرتا کہ وہ روزانہ صبح سویرے کہیں چلا جاتا اور ظہر سے پہلے واپس آتا۔

ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا کہ میں تمہیں روزانہ صبح سویرے جاتے ہوئے دیکھتا ہوں، تم کہاں اور کس کام کے لئے جاتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میرے باپ کو ابراہیم بن سلیمان بن عبدالملک نے قتل کر دیا تھا۔ مجھے باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ وہ حیرہ ہی میں چھپا ہوا ہے۔ میں روزانہ اس کا کھوج لگانے جاتا ہوں تاکہ اس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکوں۔

امیرالمومنین! جونہی میں نے یہ بات سنی، میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ مجھے اپنی موت یقینی نظر آنے لگی۔ میں نے اس سے اس کا اور اس کے والد کا نام پوچھا۔ اس کے جواب سے فوراً معلوم ہوگیا کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا تم بہت دنوں سے میری میزبانی کر رہے ہو۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں بھی تمہارا حق ادا کروں۔ تم نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا ہے، اب یقیناً اس کا بدلہ میری طرف سے بھی ملنا چاہیے۔ میں بتاتا ہوں تم جس شخص کو تلاش کر رہے ہو وہ کہاں ہے؟ اس نے نہایت بے تابی سے کہا: ہاں ہاں! جلدی بتاؤ، وہ شخص کہاں چھپا ہوا ہے؟

میں نے کہا: میرے معزز میزبان! میں ہی وہ شخص ہوں جسے تم ڈھونڈ رہے ہو۔ تمہارے باپ کا قاتل تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ میرا ہی نام ابراہیم بن سلیمان بن عبدالملک بن مروان ہے، تم خوشی سے اپنا بدلہ لو۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ کہنے لگا: یوں لگتا ہے کہ مسلسل چھپے رہنے اور اپنے گھر والوں کی جدائی کی وجہ سے تم موت کو پسند کرنے لگے ہو۔

جب اس نے تفصیل سے سارا واقعہ سنا اور میری بیان کی ہوئی جزئیات پر غور کیا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کی آنکھوں میں غیظ وغضب کے شرارے کوندنے لگے وہ دیر تک خلا میں گھورتا کچھ سوچتا رہا پھر گویا کہ اس نے ایک قطعی فیصلہ کرلیا ہو۔ وہ دفعتاً میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''تم ایک دن میرے پروردگار اور منصف حاکم کے روبرو میرے والد سے ضرور ملوگے، وہ تم سے تمہارے ظلم، تمہاری سفاکی اور خون ناحق کا بدلہ لے لے گا۔ اب رہا میرا معاملہ تو میں نے تمہیں پناہ دی تھی، تمہیں بچانے کا عہد کیا تھا، میں اپنا وعدہ توڑنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ میں بدعہدی کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ تم میری نظروں سے دور چلے جاؤ۔ ممکن ہے کہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکوں او اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے لوں۔''

پھر اس نے ایک ہزار درہم میری طرف بڑھا دیئے اور کہا یہ رقم بطور زادراہ ہے، یہ لو اور چلتے بنو۔ مجھے شرم آئی، میں نے دینار لینے سے انکار کردیا اور وہاں سے چل دیا۔

امیرالمومنین! یہ میری زندگی کا سب سے انوکھا واقعہ ہے جو میری توقع سے ماورا، نہایت عجیب وغریب، منفرد اور نرالا ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی میں آپ کے علاوہ اگر کسی کو نہایت سخی اور وعدے کی پاسداری کرنے والا پایا ہے تو یہ وہی شخص تھا جس نے مجھے میری وحشت کے دنوں میں پناہ دی اور پھر یہ جان لینے کے باوجود بھی کہ میں اس کے باپ کا قاتل ہوں، مجھے احسن طریقے سے معاف کردیا۔

سنہرے نقوش از عبدالمالک مجاہد

کھیرا



عائشہ عندلیب مقبول ۔۔۔ سرگودھا

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے مختلف موسموں کی مناسبت سے انسان کے لیے مختلف قسم کے پھل اور سبزیاں پیدا کی ہیں۔ اس مخصوص موسم کی مدت کے دوران میں ان پھلوں اور سبزیوں کا استعمال ہمیں موسم کے برے اثرات سے بچائے رکھتا ہے۔

گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی کئی ذائقہ دار لذیذ پھلوں اور سبزیوں کے خوشنما رنگ طبیعت پر فرحت انگیز اثر طاری کرتے ہیں۔ خاص طور پر ایک سبزی ہر جگہ وافر نظر آتی ہے یہ سبزی ہے ''کھیرا''۔ کھیرا ہندوستان اور پاکستان میں وسیع پیمانے پر کاشت کیا جاتا ہے۔ اسے کھانے سے ٹھنڈک اور تروتازگی کا احساس ابھرتا ہے۔ موسم کی شدت کم کرنے اور جسم کو گرمی کا مقابلہ کرنے میں مضبوط بنانے کے لئے اس میں تقریباً تمام لوازمات موجود ہیں۔ کھیرے کی کئی اقسام ہیں جو شکل، جسامت، شباہت اور رنگ میں مختلف ہیں۔ ہلکے سبز رنگ سے لے کر گہرے سبز رنگ میں یہ سبزی مل جاتی ہے۔ پک جانے پر کھیرے کا رنگ پیلا اور براؤن ہو جاتا ہے۔ تازہ کھیرا سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کی جلد تنی ہوئی ہوتی ہے یعنی جھریوں اور سلوٹوں سے پاک ہوتی ہے۔ بہترین قسم کا کھیرا سبز، ملائم، تنا ہوتا ہے۔ جس کی خوشبو تیز ہوئی ہے۔ ہلکا سبز اور کم خوشبودار کھیرا کم تر قسم میں شمار ہوتا ہے۔ تمام لوگ اسے دیسی اور ولایتی کھیرے سے تمیز کرتے ہیں۔ غذائیت کے اعتبار سے کھیرے میں معدنی اجزاء بکثرت موجود ہوتے ہیں۔ بعض لوگ کھیرے کو چھیل کر کھاتے ہیں۔ کھیرے کی جلد یا چھلکا غذائیت کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے۔ تمام قیمتی نمکیات اور وٹامنز جو ہمارے جسم کی بے شمار ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں، کھیرے کے چھلکے ہی میں موجود ہوتے ہیں۔ اس لیے کھیرے کو چھیل کر نہیں کھانا چاہئے۔ بعض لوگ کھیرے کے چھلکے کے سخت اور دیر سے ہضم ہونے کی شکایت کرتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کھانے سے پہلے کھیرے کو خوب اچھی طرح مل کر دھولیں اور دھونے کے لئے ہمیشہ صاف پانی استعمال کرنا چاہیے۔

سڑک کے کنارے ریڑھی پر پھیلائے ہوئے کھیرے جن پر سارے زمانے کی دھول پڑ چکی ہو، ان کو ٹین کے گندھے سے برتن میں ڈبو کر نکال لینا ہرگز دھونا نہیں کہلاتا۔ ایسے برتن کا پانی گندا ہو چکا ہوتا ہے۔ بعض حضرات بس سٹاپ پر کھڑے ریڑھی والے سے کھیرا خرید کر کھاتے ہیں ایسے کھیرے میں جو دکاندار نے کافی دیر سے چھیل کر رکھا ہوتا ہے، ہر طرح کی گندگی اور جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ اور ایسے کھیرے خرید کر کھانا کئی طرح کی خطرناک بیماریوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اکثر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ کھیرا کھانے سے ہیضہ ہو گیا۔ ہیضہ کھیرا کھانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس گند اور غلاظت کی وجہ سے ہوتا ہے جو کھیرے پر موجود ہوتی ہے۔ کھیرے کو خوب اچھی طرح صاف پانی سے دھولیں پھر اسے باریک کاٹ لیں، کھیرے کو منہ میں اتنا چبائیں کہ یہ باریک ہو جائے، اس طرح یہ ہضم ہونے میں زیادہ وقت نہیں لے گا۔ کھیرے کو خالی پیٹ نہیں کھانا چاہیے۔ اگر کھیرے کو صاف کر کے کاٹے بغیر یعنی براہ راست دانتوں سے کتر کر کھائیں تو اس طرح مسوڑھوں کی ورزش بھی ہو جائے گی۔ یہ سبزی جسمانی ضرورت کے لئے درکار نہایت اہم معدنی اجزاء، پوٹاشیم، سوڈیم، میگنیشیم، گندھک، سلی کون، کلورین اور فلورین، سے مالا مال ہے۔ ایک سو گرام کھیرے میں ان اجزاء کے علاوہ تقریباً دس ملی گرام کیلشیم اور 25 ملی گرام فاسفورس ہوتی ہے۔ اس مقدار میں 96.3 فیصد پانی ہوتا ہے۔

کھیرے کا لیبارٹری میں تجزیہ کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ کھیرے میں معدنی اجزاء کا جو تناسب پایا جاتا ہے اس میں 64.5 فیصد کھارا پن بنانے والے معدنیات اور 35.95 فیصد تیزابیت بنانے والے معدنیاتی اجزاء ہیں۔ اس خوبصورت تناسب نے کھیرے کو قدرتی طور پر ادویاتی اور دافع امراض خصوصیات کا مرکب بنا دیا ہے۔ یہ خون کے لیے ضروری کھارے پن کو خودکار طریقے سے قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور خون کی اضافی تیزابیت کو دور کرتا ہے۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

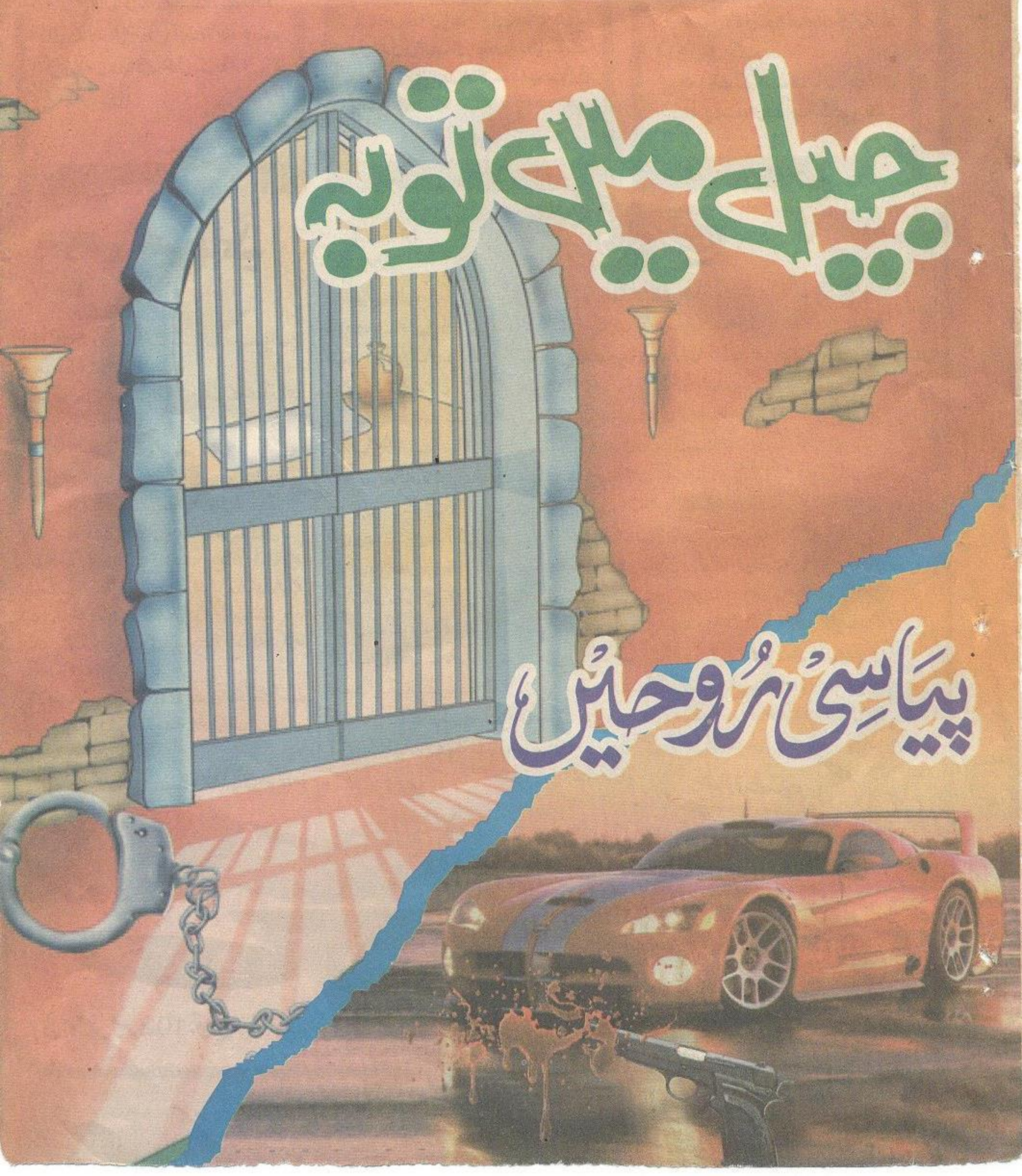
روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

62

۶ صفر ۱۴۳۱ء 22 جنوری 2010ء

غازی کا ہتھیار



حدیث نبوی ﷺ

اللہ سے ڈرتے رہو!

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم جہاں بھی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی کے بعد نیکی ضرور کیا کرو۔ وہ گناہ مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آیا کرو۔'' (ترمذی)

حبیب الرحمٰن قصوری

ربنا

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوْبِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا، وَاَعُوْبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (بخاری)

ترجمہ: اے اللہ میں بخیلی اور بزدلی سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور اس بات پر تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ بری زندگی کی طرف پھیرا جاؤں اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

اُختِ ابوحیدر شہیدؒ، فرزانہ سحر بھوآنہ

اچھی باتیں

- دنیا میں عزت مال سے ہے اور آخرت میں عزت اعمال سے ہے۔
- طاقتور وہ ہے جو غصے کو پی جائے۔
- عقل مند وہ ہے جو میانہ روی اختیار کرے۔
- پہلی ناکامی سے مت گھبراؤ، یہی تمہارے عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔
- وقت کے گزرنے کا احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس سے بہت آگے نکل جائے۔

فریحہ امان اللہ، صبا امان، سلانوالی ضلع سرگودھا

سونے سے پہلے

پیارے بچو!

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

1۔ اس طرح چت نہ لیٹو کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہو۔ (مسلم)

2۔ کسی ایسی چھت پر نہ سوؤ جس پر کوئی رکاوٹ (دیوار، جنگلہ وغیرہ) نہ ہو۔ (ترمذی)

3۔ بستر پر جانے لگو تو اسے جھاڑ لو۔

4۔ باوضو داہنی کروٹ پر لیٹو۔

5۔ داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لو۔ (بخاری)

6۔ اوندھا ہو کر لیٹنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ (ترمذی)

7۔ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو ہرگز اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں داخل نہ کرے یہاں تک کہ اس کو تین مرتبہ دھو لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ رات بھر اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔

8۔ بلاشبہ آگ تمہاری دشمن ہے اسے (سوتے وقت) بجھا دیا کرو۔ (ترمذی)

9۔ جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو کر وضو کرنے لگے تو تین بار اپنی ناک کو جھاڑ دے، کیونکہ شیطان اس کی ناک میں رات گزارتا ہے۔

محمد اکرم ریاض، سرگودھا

ضروری بات

پیارے دوستو!

السلام علیکم

لیجیے ایک سال اور گزر گیا۔ آگے پیچھے اسلامی اور عیسوی سال ختم ہو گئے اور ہماری زندگیوں سے بھی ایک سال کم ہو گیا۔ بظاہر دیکھا جائے تو کل ہی کی بات لگتی ہے۔ آپ بھی شاید سوچتے ہوں کہ ہم ایک سال بڑے ہو گئے۔ دیکھیں تو ایک طرح سے آپ کی سوچ بھی ٹھیک ہی ہے۔ یقیناً ہر گزرتے سال کے ساتھ آپ بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی کی طرف بڑھ رہے ہیں جو دیکھنے میں ایک طرح کی خوش آئند بات ہے مگر قابل غور بھی...... بھئی قابل غور اس لیے کہ جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے ہیں ویسے ویسے ہماری ندگی کے دن بھی کم ہو رہے ہیں اور اگر ہم لڑکپن سے جوانی کی طرف جا رہے ہیں تو زندگی کا یہ سفر بڑھاپے کی طرف بھی تو جا رہا ہے......!!! اور پھر بڑھاپے کے بعد تو یقیناً موت ہی کی آمد ہوتی ہے اور موت زندگی کے اختتام کا نام ہے۔

بس یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے اور وہ اسے چلا رہا ہے۔ آپ دیکھیں! کتنے سو سال ہو چکے ہیں اگر صرف ہجری سن جسے ہم اسلامی سال کہتے ہیں، کا آغاز ہونے کی بات کریں تو اسے 1431 سال ہو گئے اور عیسوی سال کو دیکھیں تو 2009 سال بیت گئے۔ لیکن دنیا تو اس سے بھی پہلے کی قائم ہے اور ان گزرے ہزاروں سالوں میں کتنے لوگ اپنی زندگیاں گزار چکے ہیں۔ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں سے بھی ان کی تعداد زیادہ ہے، اتنی کہ ہم تو کیا، کوئی بھی شمار نہیں کر سکتا۔ جیسے ہم ہیں، ہمارے ابو اور ان کے ابو اور ہمارے دادا اور ہمارے پردادا اور اسی طرح نہ جانے ہماری اگلی نسل کے کتنے لوگ تھے۔ ہمارے اپنے بھی تو کتنے اس دنیا سے چلے گئے اور یہ سلسلہ چلتا چلتا ہم تک آ پہنچا ہے۔ ہم بھی اب اپنی زندگی کے سال گزار رہے ہیں اور یہ سال ایک ایک کر کے گزرتے چلے جا رہے ہیں۔ جیسے ابھی ایک سال اور بیت گیا۔ تو پیارے پیارے دوستو! ہمیں ان گزرتے سالوں سے بھی سبق حاصل کرنا چاہیے۔ خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ جو سال گزر گئے ان میں ہمارے اعمال کیسے تھے؟ یہ سوچ پیدا ہو گئی تو آنے والا سال اور اس کے بعد جتنے بھی سال آئیں گے اچھے گزریں گی ہم نے نیک بن کے اچھی سوچ اپنالی تو ہمیں خوشی ہو گی کہ نئے سال نے ہمیں نئی راہ دکھائی۔

والسلام آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

خط و کتابت کیلئے

e-mail:roza313@gmail.com

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

فون آفس: 8720257-042 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

اللہ کا کلام



پیارے بچو! قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پیغام بھی ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں قرآن پاک کے بارے میں تمام معلومات ہونی چاہئیں تاکہ اگر کوئی آپ سے قرآن سے متعلق کچھ پوچھے تو بجائے شرمندہ ہونے کے، آپ فوراً جواب دیں اور یہی قرآن سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم نہ صرف اس کی تمام معلومات رکھیں۔ بلکہ اس کے احکام پر عمل بھی کریں۔

سورۃ الحشر کی ایک آیت میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

''اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تُو دیکھتا کہ خوف الٰہی سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا۔ (پارہ: 28، آیت 127)

قرآن کیا ہے؟ سورۃ الشعراء کی آیت 192 تا 196 میں ہے کہ ''یہ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا کلام ہے جسے ایک فرشتہ لے کر اترا ہے (اے محمد ﷺ) تمہارے دل پر تاکہ تم لوگوں کو خبردار کرو، یہ عربی زبان میں ہے اور اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔''

قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب بھی تکمیل قرآن کے بعد اللہ کی طرف سے نبی ﷺ پر اتاری گئی گویا اس کی ترتیب بھی ویسے موجود ہے جیسے اللہ نے اتاری۔

632ء میں قرآن مجید کی تکمیل وترتیب ہوئی۔ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے مجلد کیا اور اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا گیا۔ اس جلد کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوایا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ مصحف شریف مختلف علاقوں میں پھیلایا گیا۔

- پورا قرآن پاک 23 سال 5 ماہ اور 4 دن میں نازل ہوا۔
- اس میں ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو چوراسی نقطے ہیں۔
- پانچ سو اٹھاون رکوع ہیں۔
- ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔
- سات منزلیں ہیں۔
- چودہ آیاتِ سجدہ اور تیس پارے ہیں۔
- قرآن میں ''اللہ'' کا لفظ 698 بار، رحمٰن کا لفظ 57 بار اور رحیم 114 بار آیا ہے۔
- قرآن پاک میں 25 نبیوں کا ذکر آیا ہے اور چھ نبیوں کے نام پر سورتیں ہیں۔ (سورۃ یونس، سورۃ ابراہیم، سورۃ یوسف، سورۃ محمد، سورۃ نوح اور سورۃ ہود)
- قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ ''البقرہ'' اور سب سے چھوٹی سورۃ ''الکوثر'' اور سب سے بڑی وبزرگی والی آیت ''آیت الکرسی'' ہے۔ اس آیت کو ''سردار الآیات'' بھی کہتے ہیں۔
- قرآن مجید میں سورۃ طواسین یعنی جن کے شروع میں طس آیا ہے، کل ''تین'' ہیں۔ (سورۃ النمل، سورۃ القصص اور سورۃ الشعراء) اور سورۃ حوامیم یعنی جن کے شروع میں حم آیا ہے۔ کل ''سات'' (سورۃ احقاف، سورۃ دخان، سورۃ مومن، سورۃ حم سجدہ، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف اور سورۃ الجاثیہ) ہیں۔

حافظہ صبغت اللہ، پنڈی

- حضرت مریم علیہا السلام وہ واحد خاتون ہیں جن کے نام پر سورۃ قرآن پاک میں آئی ہے۔
- سورۃ توبہ (سورۃ برأت) ''بسم اللہ'' سے شروع نہیں ہوئی اور سورۃ النمل میں ''بسم اللہ'' دو مرتبہ آئی ہے۔
- قرآن مجید میں چار مساجد (مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، مسجد ضرار اور مسجد قبا) کا ذکر آیا ہے۔
- حجاج بن یوسف نے قرآن پاک میں حرکات (زیر، زبر، پیش) کا اضافہ اور ابوالاسود نے آیت کے نشان کے لیے گول دائرہ مقرر کیا تھا۔
- بہ اعتبار نزول، قرآن مجید کی پہلی سورۃ ''سورۃ علق'' اور آخری ''سورہ النصر'' ہے۔
- قرآن مجید میں حضرت لقمان اور ذوالقرنین کا نام آیا جو پیغمبر نہیں تھے، ان کا نیک لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔
- قرآن پاک میں چودہ حروف مقطعات ہیں اور 29 سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔
- قرآن حکیم میں تقریباً 99 آیات ایسی ہیں جو کسی طریق سے ختم نبوت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔
- قرآن مجید میں ''مکی'' سورتوں کی تعداد 88 اور ''مدنی'' سورتوں کی تعداد 26 ہے۔
- قرآن مجید کی سورت ''المجادلہ'' کی ہر آیت میں ''اللہ'' آیا ہے۔
- قرآن مجید میں سب سے زیادہ دہرائی جانے والی آیت سورۃ رحمٰن کی ''فبای الاءِ ربکما تکذبن'' ہے جو اکتیس (31) مرتبہ دہرائی گئی ہے۔
- قرآن مجید میں ''جانوروں'' میں اونٹ، گائے، دنبہ، بھیڑ، بکری، گھوڑا، خچر، گدھا، بھیڑیا، ہاتھی، کتا، بندر اور خنزیر اور ''پرندوں'' میں سلویٰ (بٹیر کی قسم) کوا، ہدہد، ابابیل، ''حشرات'' میں شہد کی مکھی، چیونٹی، مکھی، مچھر اور گھن (دیمک) ''پانی کے جانوروں'' میں مچھلی، ''ترکاری اور پھلوں'' میں لہسن، پیاز، بن (پودینہ کی قسم) اور پھلوں میں کھجور، زیتون، انگور، انار اور انجیر کا ذکر آیا ہے۔

یہ دنیا میں سب سے زیادہ مقدس اور پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھنے، پڑھانے، سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پیارے دوستو! ہادی برحق ﷺ نے فرمایا:

خَیْرُ کُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرانَ وَ عَلَّمَهٗ

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

معزز قارئین!

قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں ہمیں ہمیشگی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ قرآن پتھر جیسے دل کو بھی نرم کردیتا ہے۔

دس خطرناک غلطیاں

1. اس خیال میں کھوئے رہنا کہ میں ہمیشہ تندرست اور خوبصورت رہوں گا۔
2. اس نیت سے گناہ کرنا کہ دو چار مرتبہ کرکے چھوڑ دوں گا یا آخر میں توبہ کرلوں گا۔
3. اپنا راز کسی دوسرے کو بتا کر اس کو پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔
4. لوگوں کی تکلیف میں ان کے کام نہ آنا اور پھر ان سے ہمدردی کی امید رکھنا۔
5. اپنے آپ کو سب سے زیادہ لائق اور عقلمند تصور کرنا۔
6. جو کام خود سے نہ ہوسکے وہ اوروں کے لیے بھی ناممکن خیال کرنا۔
7. آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمانا۔
8. کوئی کام ادھورا چھوڑ کر کسی اور وقت میں مکمل کرنے کی امید رکھنا۔
9. دوسروں کی موت کا حال دیکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اس سے آزاد سمجھنا۔
10. ادائیگی قرض کے متعلق دلفریب ذرائع آمدنی کا تصور باندھ کر غیر ضروری اخراجات کے لیے بے دھڑک قرض لینا۔

عائشہ عندلیب مقبول، سرگودھا

حدیث کہانی

پیاسی روحیں



حبیب الرحمٰن، قصوری

حدیبیہ کے صلح نامے پر فریقین کے دستخط ہو چکے تھے اور صلح کی شرائط پر عملدرآمد شروع ہو گیا تھا، رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس تشریف لا چکے تھے۔ مکہ والے خوش تھے کہ آئی ہوئی بلا ٹلی، لیکن بعض قریشی جو زیادہ حساس اور دوراندیش تھے ان کی نظریں حالات کے اس ٹھہراؤ کے پس پردہ ایک امڈتے ہوئے طوفان کو دیکھ رہی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی فکر مند نظر آ رہے تھے۔ ان ہی میں خالدؓ بن ولید بھی تھے۔

وہ ایک کھجور کے سائے میں تنہا بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے، چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی، ان کا دل صلح حدیبیہ پر آنسو بہا رہا تھا، ان کی دوراندیشی اس صلح کو مسلمانوں کی فتح تصور کر رہی تھی۔ ان کی عقابی نظروں نے دور دراز کے اندیشوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ایک کامیاب اور تجربہ کار سپہ سالار اور کمانڈر پچھلی تینوں جنگوں کا جائزہ لینے لگا۔

ان کے ذہن میں بدر کا نقشہ تھا۔ ایک طرف ایک ہزار کی مسلح فوج اور دوسری طرف خستہ حال، بے سروسامان تین سو تیرہ افراد کا ایک گروہ، جس کو ملیامیٹ کرنے کے لیے بس ایک حملے کی دیر تھی...... لیکن ہوا کیا......؟ اس کے برعکس...... قلت کثرت پر غالب آ گئی۔ آخر یہ کیسے ہوا......؟ انسانی عقل سمجھنے سے قاصر تھی۔

دوسری طرف احد کی وادی تھی، جس میں مکہ والوں کا ایک ایک سپاہی غصہ سے بھرپور اور جذبہ انتقام سے بھرا ہوا تھا۔ اس دفعہ انہیں یقین تھا کہ فتح ان کی ہو گی...... لیکن پانسہ پھر پلٹ گیا...... سچ پوچھو تو مسلمانوں سے ایک غلطی ہو گئی جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑا...... مگر پھر بھی...... فتح انہیں کو حاصل ہوئی۔

احزاب کا واقعہ بھی کچھ مختلف نہ تھا۔ ''اب تو یا ماریں گے یا مر جائیں گے۔ ان کا بچہ بچہ ختم کر دیں گے۔'' اس عزم کے ساتھ سارا عرب مدینے پر چڑھ آیا تھا۔ مدینے والوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل پایا تھا۔ صرف ایک خندق دونوں فوجوں کے درمیان حدِ فاصل رہ گئی۔ دشمنوں میں خوشیاں منائی جانے لگیں اور پھر...... آستین کے سانپوں نے پھن اٹھانا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان ابر آلود ہو گیا۔ عذاب الٰہی کی تاریکی سے مکہ والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سامان منتشر ہو گیا۔ فوجوں کی حالت یہ تھی کہ جدھر جس کے سینگ سمائے ادھر بھاگ کھڑا ہوا۔

خالد بن ولید مضطرب دل کے ساتھ آنکھیں ملنے لگے۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ ''یقیناً کوئی غیبی طاقت ان کی مدد کر رہی ہے۔'' اور پھر صلح حدیبیہ میں خالد کی دوربیں نظریں مکہ والوں کی پست ہمتی اور ان کی گھبراہٹ کا مشاہدہ کر رہی تھیں۔ ان کے ہونٹوں کو پھر جنبش ہوئی۔

''محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا مقابلہ کرنا عقل مندی کے خلاف ہے۔ بلاشبہ وہ عرب پر غالب ہو کر رہیں گے۔''

☆☆☆

خالد بن ولید خاموش بیٹھے ہوئے دور افق کو تک رہے تھے۔ ان کے چہرے کا اتار چڑھاؤ ظاہر کر رہا تھا کہ ان کا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اتنے میں دور سے ایک سوار آیا اور قریب آ کر رک گیا۔ پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے خالد سے مخاطب ہوا۔

''بہت مواقع مل گئے تھے۔ ورنہ تمہیں تلاش کرنے کی زحمت اٹھانا پڑتی۔'' خالد نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا خیر تو ہے۔ ''میں مدینے سے آ رہا ہوں۔ تمہارے بھائی نے یہ خط دیا ہے۔'' سوار نے کہا۔ خالد نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ ''بھائی خالد...... رسول اللہ ﷺ جب مکے گئے تھے تو آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔ جب میں نے نہ ملنے کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا۔ تعجب ہے کہ خالد جیسا عقل مند اور سمجھ دار شخص اب تک اسلام سے دور کیوں ہے۔ کاش اس کی صلاحیتیں اسلام کے کام آتیں۔ بھائی آپ دیر کر کے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت اور شفقت سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔''

☆☆☆

''مجھے تمہارے خیالات سے پورا پورا اتفاق ہے۔'' خالد کے رفیق خاص عثمان بن طلحہ نے ان کی تائید کرتے ہوئے کہا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام کی حقانیت واضح طور پر سامنے آ چکی ہے۔''

''پھر آخر تمہارا کیا خیال ہے۔'' خالد نے عثمان کو ٹٹولتے ہوئے سوال کیا۔ ''اس معاملے میں میں خود تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن اسلام کی مخالفت میں تمہاری شدت مانع آ رہی تھی۔'' عثمان نے اپنا دل کھول کر سامنے رکھ دیا۔ ''اب کیا ارادہ ہے۔'' خالد نے پھر سوال کر دیا۔ ''آخر تمہارا کیا فیصلہ ہے؟'' عثمان نے الٹا سوال کر دیا۔ ''ہمیں مسلمان ہو جانا چاہیے۔'' خالد نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ ''یہاں کی فضا اب ہمارے لیے سازگار نہیں۔ جلد سے جلد ہجرت کرنی چاہیے۔'' خالد نے تجویز پیش کی۔ ''ہمیں کل ہی یثرب روانہ ہو جانا چاہیے۔'' عثمان نے کہا۔ چنانچہ دونوں مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

دونوں دوستوں نے رات گزارنے کے لیے ایک کھجور کے نیچے بستر لگا لئے اور باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں دور سے ایک مسافر ادھر کو آتا ہوا دکھائی دیا۔ ''یہ کون آ رہا ہے۔'' خالد نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو عمرو بن العاص معلوم ہوتے ہیں۔'' عثمان نے کہا۔ مسافر بالکل قریب آ گیا تھا۔ دونوں نے کھڑے ہو کر اس کا خیر مقدم کیا اور پھر اپنے پاس بٹھا لیا۔ ''کہاں سے آ رہے ہو؟'' ''حبشہ سے'' ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' ''مدینہ کا۔'' ''بہت خوب...... ہمارا تمہارا ساتھ ہو جائے گا۔'' ''تم مدینے کس لیے جا رہے ہو؟'' عمرو نے پوچھا۔ ''ہم پر حق واضح ہو چکا ہے، ہم مسلمان ہونے جا رہے ہیں۔'' خالد نے جواب دیا۔ ''میں بھی اسی غرض سے جا رہا ہوں۔'' عمرو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ''اب آرام کریں۔ صبح تڑکے ہی مدینہ روانہ ہوں گے۔'' عثمان نے کہا۔

☆☆☆

ادھر مسجد نبوی میں صحابہؓ نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے آپ نے اچانک یہ ارشاد فرمایا: ''دیکھو...... مکے نے اپنے جگر گوشے ہمارے طرف پھینک دیئے ہیں۔'' اور پھر حضور ﷺ نے تینوں کے نام بتلا دیئے (وحی کے ذریعے) یہ بشارت سن کر صحابہ کرام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ان کے استقبال کے لیے باہر چلے گئے۔ راستے ہی میں تینوں سے ملاقات ہو گئی۔

جیسے ہی یہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے، حاضرین کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔ ''کہو خالد کیسے آئے ہو؟'' حضور ﷺ شفقت بھرے انداز میں مخاطب ہوئے۔

''ہم مسلمان ہونے آئے ہیں۔'' خالد کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی صحابہ کرام فرط مسرت سے بے قابو ہو گئے اور مسجد نبوی اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بچپن

سیّدنا خبیب رضی اللہ عنہ کے ایّام بچپن

عبدالوارث ساجد



"تم لوگ اس بچہ پر بڑی سختی کرتے ہو......اس ننھی سی جان پر یہ ظلم توڑ رہے ہو! تم جیسے سنگدل، ظالم، پتھر جیسے کلیجے والے آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھے!"

یہ الفاظ کہہ کر اُم انمار بنی عامر کے ان گنواروں میں جا گھسی، کسی کو سینہ پر مکا مار کر ہٹایا اور کسی کو کپڑے کھینچ کر الگ کیا۔ وہ اُن لوگوں کو ایک بچہ پر سے ہٹا رہی تھی جس پر یہ بُری طرح ٹوٹ پڑے تھے اور تھپڑ، چانٹے اور دھول مار رہے تھے اور ساتھ ساتھ جھڑکیاں بھی دیتے جاتے تھے بنی عامر کا یہ گروہ نجد سے آیا تھا اور اپنے ساتھ عراق کا غلہ تجارت کے لئے اونٹوں پر لایا تھا۔ جب انہوں نے اپنا سامانِ تجارت بیچ دیا اور مال اٹھانے والے سواری کے جانور بھی فروخت کر دیئے تو آخر میں اس لڑکے کو بیچنے کی ٹھانی۔ ادھر ادھر اسے لئے پھرے جگہ جگہ فروخت کے لئے پیش کیا، مگر اس کو خریدنے والا کوئی نہ ملا۔ پھر انہوں نے سوچا کہ اس کو لے کر واپس چلیں اور جو قبائل عرب راستے میں آئیں یہ غلام ان کے آگے فروخت کے لئے پیش کریں۔ اس غلام نے کچھ پس و پیش کی اور ساتھ جانے سے بھی انکار کر دیا۔

جب انہیں اس کی سرتابی کا علم ہوا تو اور بھی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی۔ ابھی وہ اس کو مار پیٹ رہے تھے کہ اتنے میں ام انمار خزاعیہ ادھر آ نکلی۔ لڑکے کی تکلیف دیکھ کر اس کا دل پسیجا، ترس کھا کر اسے بچانے لگی اور ان لوگوں کو ہٹانے لگی۔ یہ دیکھ کر بنی عامر کے اس گروہ کا ایک شخص اُم انمار سے کہنے لگا:

"تجھے اس سے کیا؟ ہم نے ایسی بُری عورت کبھی نہیں دیکھی، اگر تو اس حرم سے کہیں باہر ہوتی تو ہم تجھے اچھی طرح مزا چکھا دیتے۔"

ام انمار غصہ کی وجہ سے چپ ہو گئی اور اس کے جھری دار چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ آنے لگی بولی:

"چونکہ میں حرم میں ہوں اس لئے تم مجھ پر دست درازی نہیں کر سکتے، لیکن تمہیں اپنے ان چوڑے چکلے جسموں، لمبی لمبی کالی سفید شانوں تک لٹکی ہوئی زلفوں پر شرم نہیں آتی کہ اس دبلے پتلے کمزور بچے کو مار پیٹ رہے ہو!"

ایک عامری نے کہا:

"اگر اس کے کھلانے پلانے کی فکر اور دوسرا بوجھ جو ہم پر ہے تجھ پر ہوتا تو کبھی تجھے ترس نہ آتا، اور نہ اس پر رحم کھاتی۔ بخدا یہ بالکل ناکارہ غلام ہے، ہم پر ہر طرح کا بوجھ تو ڈالتا ہے لیکن فائدہ کچھ نہیں دیتا۔ یہی نہیں بلکہ ہمارا کہنا بھی نہیں مانتا، ہمارے ساتھ چلنے سے انکار کرتا ہے، جیسے یہ شہر اُسے بہت پسند آ گیا ہے حالانکہ یہاں کا کوئی باشندہ بھی اسے پسند نہیں کرتا۔"

اُم انمار بولی:

"کیوں نہیں، مجھے یہ بڑا اچھا لگتا ہے۔"

عامر کہنے لگا:

"تو پھر اسے خرید کیوں نہیں لیتی، قیمت دے دو اور اس کو لے جا۔ دیوتا برکت نہ دیں اس کم بخت غلام میں!"

بالآخر معاملہ اس طرح ختم ہوا کہ ام انمار نے چند درہم دے کر بہت سستے داموں اُسے خرید لیا۔ اُم انمار بھی اس دُبلے پتلے غلام کو ہاتھ سے پکڑے بنی زہرہ کے قبیلہ میں اپنے گھر واپس آ گئی۔ بھوک کے مارے اس غلام کا بُرا حال تھا، سفر کی تکلیف اور تکان سے بے چارہ چور ہو رہا تھا۔ اُم انمار جب بھی بنی زہرہ کے مردوں یا عورتوں کے جمگھٹ کے پاس سے گزرتی، وہ ہنس کر کہتے:

"واہ! بی اُم انمار! آج یہ کس مردے کو گھسیٹتی لے جا رہی ہو؟"

وہ جواب میں کہتی:

"تمہیں اس سے کیا؟ میں اس کو اپنے پاس رکھوں گی، یہ میری خدمت کرے گا اور میرے بچے کے ساتھ کھیلے گا۔"

اس نے بچے کو گھر چھوڑا، اور کام سے شہر چلی گئی۔

شام کو جب وہ گھر واپس آئی تو اپنے بیٹے اور غلام کو دیکھا کہ طرح طرح کے کھیل، کھیل کر خوب تھک گئے ہیں۔ اُس نے ان کو خوب کھلایا پلایا اور پھر بڑی نرمی اور لطافت سے غلام سے باتیں کرنے لگی۔ بولی:

"بیٹا! تمہارا نام کیا ہے؟"

غلام نے کہا:

"خباب!"

پھر بولی:

"اور باپ کا نام کیا ہے؟"

غلام نے کہا:

"اَرت!"

اُم انمار بولی:

"اچھا بیٹا یہ تو بتاؤ، تمہاری ماں کا نام کیا ہے؟"

یہ سننا تھا کہ وہ بچہ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر رویا کہ بڑھیا کا دل پسیج گیا۔ اس نے مزید سوالات بند کر کے اس کو بہلانا شروع کر دیا اور آنسو پونچھنے لگی۔

قصہ یہ تھا کہ بنی عامر کے وہ لوگ ایک دن دھوکا دے کر اس کے خاندان پر ٹوٹ پڑے۔ اس روز قبیلہ والے کہیں گئے ہوئے تھے کوئی موجود نہ تھا، لہٰذا جہاں تک ہو سکا اس کے والد نے تنہا ان کا مقابلہ کیا، لیکن انہوں نے اس کی بیوی، نوجوان بیٹی اسماء کو اس بچہ کے سامنے قتل کر دیا، پھر اس کا مال و اسباب سب سمیٹ کر لے گئے اور گھر والوں کو قید کر لیا۔ اس کی ماں کو تو عرب کے کسی قبیلہ میں بیچ دیا اور بہن کو ایک دوسرے قبیلہ میں فروخت کر دیا، پھر اس کو اور لوٹے ہوئے مال و اسباب کو ادھر لے آئے۔ مال تو نہایت آسانی سے بک گیا، مگر آخر میں یہ بے فیض بچہ ان کے پاس رہ گیا جس کے اچھے دام انہیں کہیں نہ ملتے تھے۔ آخر اس کو بھی ام انمار نے خرید لیا اور اس کے ساتھ غلاموں کا سلوک نہیں کیا بلکہ اپنے بیٹے کی طرح رکھنے لگی۔ جب وہ کام کاج کے قابل ہو گیا تو ام انمار نے اس کو ایک لوہار کے ہاں بٹھا دیا جہاں اس نے لوہے اور ہتھیار سازی کا کام سیکھا۔ ابھی اس کی عمر سے زیادہ نہ ہوئی تھی کہ وہ اپنے اور اپنی ماں کے لئے تھوڑا بہت کمانے لگا اور ایک دکان میں یہی لوہے اور ہتھیار سازی کا کام کرنے لگا۔

اس غلام نے بھی اپنے جیسے دوسرے ہم مرتبہ غلاموں کی طرح پرورش پائی جو باہر سے مکہ لائے جاتے تھے یا جن کے ماں باپ کو قسمت نے یہاں لا ڈالا تھا۔ وہ اگرچہ ایک غلام کی طرح پروان چڑھا، لیکن غلامی کا بوجھ اسے محسوس نہ ہوا، مگر آزادی کی مٹھاس سے بھی نا آشنا تھا۔ بس ان دونوں حالتوں کے بین بین تھا، نہ پورا غلام نہ پورا آزاد۔

مکہ میں ان جیسے اور بھی غلام تھے جب ایک دوسرے سے تنہائی میں ملتے تو اس ناگفتہ بہ حالت کے متعلق طرح طرح کی خیال آرائیاں کرتے، ان کی یہ باتیں ہمیشہ ایک مردہ حسرت اور بجھے ہوئے غصہ پر ختم ہوتیں۔ جب وہ اپنے قریب گرد و نواح کی بستیوں پر نگاہ دوڑاتے یا عرب کے بادیہ نشین قبیلوں پر نظر ڈالتے تو ان کی تمام امیدیں خاک میں مل

جائیں۔ یاس وحسرت اور ناکامی کے خیالات پھر لوٹ آتے اور ان کی رہی سہی ہمت جواب دے دیتی۔ ان بستیوں کو دیکھ کر انہوں نے اندازہ لگایا کہ ان کو اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو کس طرح کی بھی گزر اوقات کا جب تک یہاں مکہ میں موقع ملتا ہے اس مکہ کی زندگی ہی ان کے لئے بہتر ہے۔ مکہ میں امن وامان تھا، یہاں بغیر کسی سخت محنت اور جان توڑ مشقت کے روزی مل جاتی تھی۔

لیکن خباب ایک روز اپنے ایک دوست سے ملا تو تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اسے محسوس ہوا کہ اس کا دوست حسرت وناامیدی سے نجات پا چکا ہے اور غم و یاس سے بالکل آزاد ہے۔ اب اس میں یاس ونومیدی کے بجائے آس اور امید کی کرن نظر آتی ہے۔ یہ دیکھ کر خباب اپنے دوست سے کہنے لگا۔

اس کے دوست نے اس طریق پر جواب نہیں دیا جیسا کہ ان کا معمول تھا بلکہ اس نے یہ جملے پڑھ کر سنائے۔

''پڑھو، اپنے رب کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ ہاں پڑھو تمہارا پروردگار بڑا بزرگ ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا تک نہ تھا۔ مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو ذرا مالدار اور غیر محتاج دیکھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب کو آپ کے پروردگار ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

(سورہ علق)

یہ کلام سنتے ہی خباب کے بدن میں کپکپی چھوٹ گئی اور جسم پر سخت لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کے دانت بجنے لگے، رونگٹے کھڑے ہوئے اور پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اس کے ساتھی نے کچھ دیر اسے یونہی رہنے دیا۔ پھر جب اس کی کپکپی دور ہو گئی، ہوش وحواس درست ہوئے اور وہ جم کر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اپنے ساتھی سے کہنے لگا:

''ہونہہ! ابھی جو تم نے پڑھا ذرا دوبارہ سنانا۔ دراصل میں اس کی تاب نہ لا سکا، اس لیے کچھ اچھی طرح سمجھ نہیں آیا۔''

خباب کے کہنے پر اس کے ساتھی نے یہ آیات بار بار پڑھ کر سنائیں۔ خباب نے جب اپنے ساتھی کو جواب دیا تو پہلے بڑے تعجب سے یہ آیات دہرائیں۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ○ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ○ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ○

پھر بولا:

''یہ آخر کونسا کلام ہے؟ تمہارا تو یہ ہو نہیں سکتا۔ پھر بتاؤ یہ کہاں سے سُنا؟ میں بھی ایسا کلام سن سکتا ہوں۔''

اس کا ساتھی کہنے لگا:

''ہاں ضرور! اگر تم سننا چاہتے ہو تو چلو ''امین'' کے پاس وہ ہمیں یہ کلام پڑھ کر سناتے ہیں اور یہ اُن پر آسمان سے اُترا ہے۔''

خباب کی وہاں جا کر دنیا ہی بدل گئی من کو جو سکون اور راحت چاہتے تھے وہ مل گئی۔ زندگی روشن ہو گئی وہ مسلمان ہو گئے۔ ابوجہل کو پتہ چلا تو وہ ایک روز صبح کے وقت وہ اپنی قوم کے پاس دانت پھاڑ کر ہنستا ہوا مسجد میں آیا اور رانیں بجا بجا کر کہنے لگا:

''قریشیو! اگر جی چاہے تو کل ہمارے ہاں آ کر ایک دلچسپ تماشا دیکھنا۔ سنو! اس ختانہ کا بیٹا بھی بے دین ہو گیا ہے، کل دوپہر کو ہم اُسے آگ میں جلائیں گے۔'' خباب سب سے بے نیاز تھے انہیں کچھ خبر نہ تھی۔

کچھ قریشی لوگ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے حضرت خباب کی طرف دوڑے جا رہے تھے تاکہ ان سے اپنی تلواریں وصول کر سکیں جو بننے کے لئے انہیں دے رکھی ہیں۔

اور حضرت خباب ماہر تلوار ساز تھے جو تلواریں بنا کر اہل مکہ کے ہاتھوں فروخت کیا کرتے تھے اور انہیں بازاروں میں فروخت کے لئے بھیجتے۔ اپنے معمول کے خلاف جو کبھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے بلکہ اپنے صنعتی کام میں مصروف رہتے تھے لیکن آج اتفاق سے وہ اپنے گھر سے کہیں نکلے ہوئے تھے۔ جب قریش نے انہیں گھر میں موجود نہیں پایا تو وہ بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد خباب آ گئے تو ان کے چہرے پر خوشی کی ایک چمک تھی اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ وہ اپنے گھر آئے مہمانوں کو سلام کر کے بیٹھ گئے۔

اور انہوں نے آتے ہی ان سے پوچھا۔ خباب! کیا ہماری تلواریں مکمل ہو گئیں؟ خباب کے آنسو خشک ہو گئے اور ان کی جگہ ان کی آنکھوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور وہ اپنے آپ سے سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس کا معاملہ بھی عجیب ہے۔

لوگوں نے پوچھا۔ بھائی کیا معاملہ ہے؟ ہم ان تلواروں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ وہ تیار ہو گئیں ہیں؟ اور تم اپنی سوچ میں مگن ہو۔

حضرت خباب نے انہیں بڑے تحمل کے ساتھ دھیان سے دیکھا اور ان سے فرمایا۔ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ اور کیا تم نے اس کا کلام سنا ہے؟ تو وہ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟

پھر ان میں سے ایک مکاری سے ان سے دوبارہ پوچھتا ہے۔ خباب! کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ حضرت خباب اس کی مکاری بھانپ کر اس سے پوچھتے ہیں۔ تمہاری مراد کس سے ہے؟ تو وہ شخص غصے میں جواب دیتا ہے وہی جو تمہاری مراد ہے۔

اور جب حضرت خباب ؓ نے دیکھا کہ یہ لوگ حقیقت سے بہت دور ہیں اور وہ ان کی زبان پر قدغن نہیں لگا سکتے تو آپ نے ان کے سامنے ایمان کا اقرار کر لیا اور جواب دیا کہ انہوں نے حق کو پا لیا ہے اور وہ اس سے بغل گیر ہیں اور آپ ؓ نے کھلے بندوں اپنے ایمان کا اقرار فرمایا اور انہیں جواب میں فرمایا اور وہ اس وقت خوشی و مسرت میں بھرے ہوئے تھے۔ ہاں! میں نے اس شخص کو دیکھا ہے اور ان کا کلام سنا ہے۔ ان کے انگ انگ سے حق پھوٹ رہا ہے اور ان کے منہ سے نور کے پھول جھڑتے ہیں

اور قریش لوگ سب بات سمجھ گئے اور ایک نے ان میں سے چیخ کر کہا۔ اے ام انمار کے غلام! تم کس شخص کی بات کر رہے ہو؟

تو جناب خباب ؓ نے نہایت سکون اور نہایت پاکیزہ لہجے میں انہیں جواب دیا۔ اوہ عربی بھائیو! تم میں سے اس کے سوا اور کون ہو سکتا جس کے انگ انگ سے حق کے سوتے پھوٹ رہے ہیں اور جس کے منہ سے نور کے پھول برس رہے ہیں تو ان میں سے ایک شخص نے نہایت چیں بہ چیں ہو کر کہا کہ لگتا ہے کہ تم حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو حضرت خباب ؓ نے نہایت ہی جوش و مسرت سے سر اٹھا کر فرمایا۔ ہاں! وہی اللہ تعالیٰ کے رسول ؐ بن کر ہمارے پاس تشریف لائے ہیں تاکہ ہمیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں۔

اس کے بعد حضرت خباب ؓ کو معلوم نہیں کہ ان الفاظ کے بعد انہوں نے کفار سے کیا کہا اور اسے کفار کی طرف سے کیا کہا گیا۔

بس آپ بتاتے ہیں کہ مجھے اتنا ہی معلوم ہے کہ جب عرصہ کے بعد مجھے ہوش آیا تو وہ لوگ جا چکے تھے اور ان کا انگ انگ دکھ رہا تھا اور جسم زخموں سے چور چور ہو چکا تھا اور تمام لباس خون سے تر بہ تر تھا۔

آپ نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا تو آپ ؓ ایک تنگ کوٹھڑی میں پڑے ہوئے تھے۔ جس میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ آپ نے اپنے زخموں کی پرواہ کئے بغیر چاروں طرف دیکھا دائیں بائیں نظریں دوڑائیں تو انہیں کوئی فرد وہاں دکھائی نہیں دیا۔ گویا کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر رہ گئے تھے اور وہ مکہ میں رہتے ہوئے بھی مکہ سے دور لگتے تھے اور حقیقت میں وہ گمراہی کی دنیا سے بہت دور ہدایت کی دنیا میں آ گئے تھے اور یہ روشنی انہیں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے کلام سے حاصل ہوئی تھی اور یہ وہی روشنی تھی جس نے دنیا بھر کے گم کردہ راہ انسانوں کو ایک نئی راہ دکھائی تھی۔

حضرت خباب ؓ اس حالت میں دیر تک غور کرتے رہے اور پھر کر اندر کمرے میں آ کر بیٹھ گئے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگالی اور اپنے زخموں کو سہلانے لگے اور ایک نئے عذاب کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے لگے۔

اور اس دن سے حضرت خباب ؓ نے کفار کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھانے والوں میں اپنا ایک خاص مقام حاصل کر لیا اور یہ لوگ باوجود مسکین وناتواں ہونے کے قریش کے سامنے ڈٹ جاتے تھے اور بہت ہی صبر وجفاکشی کے ساتھ کفار کے ظلم وبربریت کا مقابلہ وسامنا کرتے تھے۔

اور پھر حضرت خباب ؓ نے ان مجاہدین کے اندر بھی اپنا نام پیدا کیا جو اسلام کا مشہور جھنڈا لے کر نکلے تھے۔ جس کی عظمت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی اور جسے انہوں نے بت پرستی کی دنیا میں لہرا کر توحید خداوندی کا ڈنکہ بجایا تھا اور قیصر وکسریٰ کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور دنیا کے مشرکوں کو توحید الٰہی کا پیغام سنایا تھا۔

حاتم طائی

مقصود احمد منظر، لاہور

آپ نے حاتم طائی کا نام تو سنا ہی ہوگا۔ حاتم طائی کا نام سنتے ہی ایک عظیم اور بے مثال سخی کا تصور لوگوں کے ذہن و دماغ میں ابھر آتا ہے۔ حاتم نجد کا رہنے والا تھا۔ وہ بہت ہی بہادر اور دلیر تھا۔ اس کو شعر و شاعری سے خاص دلچسپی تھی۔ سخاوت میں اس کی کہیں مثال نہیں ملتی تھی۔ ایک دن حاتم سے کسی نے پوچھا۔ ''کیا کبھی ایسا ہوا کہ کوئی شخص سخاوت میں آپ پر سبقت لے گیا ہو؟''

حاتم نے جواب دیا۔ ''ہاں، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مجھے قبیلہ طے کے ایک یتیم کے گھر ٹھہرنے کا موقع ملا۔ اس کے پاس دس بکریاں تھیں۔ اس نے میری مہمانی کی خاطر ایک بکری ذبح کی اور دسترخوان پر میرے آگے اس کا مغز پیش کیا۔ مجھے مغز بہت ہی لذیذ لگا اور میں نے کھانے کے ساتھ ہی کہا۔ ''واللہ! یہ کس قدر لذیذ ہے۔'' یتیم لڑکے نے جب میری زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس نے ایک ایک کرکے ساری بکریوں کو ذبح کرکے ان کا مغز میرے آگے پیش کر دیا۔ مجھے اس کا علم نہیں تھا کہ میری خاطر اس نے اپنی ساری بکریاں ذبح کر دی ہیں۔ جب میں واپسی کے لیے اس کے گھر سے نکلا تو میری نگاہ گھر کے اردگرد پھیلے خون پر پڑی۔ میں نے دیکھا کہ اس نے بکریوں کو ان کی رسیوں سمیت ہی ذبح کر ڈالا تھا۔ میں نے یتیم سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم نے ان ساری بکریوں کو کیوں ذبح کر ڈالا۔'' وہ کہنے لگا۔ ''سبحان اللہ! آپ جیسے میرے مہمان کو کوئی ایسی چیز اچھی لگے جو میرے قبضے میں ہو، اور میں بخل سے کام لے کر آپ سے اسے روک رکھوں؟ یہ تو عربوں کی شان میں ایک عیب ہوگا۔'' حاتم سے پوچھا گیا۔ ''پھر آپ نے بدلے میں اس یتیم لڑکے کو کیا دیا؟''

حاتم نے کہا۔ ''میں نے اس یتیم کو تین سو سرخ اونٹنیاں اور پانچ سو بکریاں دیں۔''

یہ سن کر لوگوں نے کہا۔ ''پھر تو آپ اس سے زیادہ سخی ہوئے۔''

حاتم نے جواب میں کہا: ''نہیں، بلکہ وہ مجھ سے زیادہ سخی تھا کیونکہ اس نے اپنی ملکیت میں موجود سب کچھ سخاوت کر دیا، جبکہ میں نے اپنی ملکیت کا ایک چھوٹا سا حصہ دیا۔''

حاتم طائی کا ایک دوست تھا جس کا نام اوس بن حارثہ تھا۔ ان دونوں کے درمیان بڑی پکی دوستی تھی۔ دو دوستوں کے مابین لطف و کرم اور اخوت و بھائی چارے کا جو تصور کیا جا سکتا تھا، وہ ان دونوں میں بدرجہ اتم موجود تھا۔

نعمان نامی ایک شخص نے اپنے ہم نشینوں سے کہا ''میں ضرور حاتم طائی اور اوس بن حارثہ کی اس دوستی میں رخنہ ڈال دوں گا۔'' چنانچہ وہ پہلے اوس کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ ''حاتم تو اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ خود کو آپ سے افضل سمجھ بیٹھا ہے۔''

اوس بن حارثہ نے جواب دیا۔ ''اگر میں حاتم کی فضیلت تسلیم نہ کروں تو میری رات لعنت و ملامت میں بسر ہو۔ اس نے سچ کہا۔ بلاشبہ وہ مجھ سے افضل ہے، اگر میں، میرا بچہ اور میری بیوی حاتم پر قربان ہو جائیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔''

پھر نعمان وہاں سے حاتم طائی کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو اوس بن حارثہ سے کہا تھا۔

حاتم نے جواب دیا۔ ''اوس بن حارثہ اپنی بات میں سو فیصد سچا ہے۔ بھلا میں اوس کے درجے کو کب پہنچ سکتا ہوں؟ اس کے دس لڑکوں میں سب سے ادنیٰ حیثیت والا بھی مجھ سے افضل ہے۔'' نعمان نے جب دونوں کی باتیں سن لیں تو پکار اٹھا: ''میں نے تم دونوں سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ عربوں کے فخر کے لیے تم دونوں کافی ہو۔''

حاتم کی وفات رسول اللہ ﷺ کے اعلان رسالت سے 32 سال پہلے ہوئی یعنی جب حاتم طائی کی وفات ہوئی اس وقت حضور ﷺ کی عمر آٹھ سال تھی۔ وہ خود تو دین اسلام کے نور سے روشناس نہ ہو سکا لیکن اس کا بیٹا عدیؓ بن حاتم اور ایک بیٹی رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔

(بحوالہ: سنہرے حروف از عبدالمالک مجاہد)

صدقہ کیا ہے؟

''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی طرح ہے، جس نے سات خوشے لگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرہ)

پیارے دوستو! صدقہ ایسا مال ہے جو انسان اپنے رزق اور نعمت سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔ مثلاً مال و دولت، علم، ذہانت، وقت وغیرہ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صدقہ ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ جس کے پاس مال نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ہاتھ سے کمائی کرے اور اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے، اگر یہ بھی نہیں تو اچھی بات کرے اور بُری بات کو چھوڑ دے۔ مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے کسی مصیبت زدہ کو تسلی دینا بھی صدقہ ہے، وہ جتنی دیر صبر کرے گا ہمیں اتنا ہی اجر ملے گا۔ اسلام خیر خواہی کا نام ہے، ایک تو ہم دوسرے کو دنیاداری میں تسلی دیتے ہیں اور دوسرا ہمیں اجر بھی مل رہا ہے۔ کسی کو اچھا مشورہ دینا بھی صدقہ ہے۔ ذکر الٰہی سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ اور دوسرے اذکار بھی صدقہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ اذکار سے ایک تو ہم فضول باتوں سے بچیں گے اور دوسری ہمیں دہری نیکیاں ملیں گی، جو ختم نہیں ہوتیں۔ ہر کام کے لیے نیت صرف اللہ کی رضا ہونی چاہیے ورنہ یہ برباد بھی ہو سکتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

''جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے پیچھے کسی طرح کا احسان نہیں رکھتے اور نہ کوئی تکلیف دیتے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اچھی بات کہہ دینا اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اللہ بہت بے پروا بے حد بردبار ہے۔''

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ تکلیف دینے اور احسان جتانے سے صدقہ برباد ہو سکتا ہے اور پھر اگلی آیت میں ہے۔ ''اے ایمان والو! اپنے صدقات احسان اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی مثال ایک چٹان کی طرح ہے، جس پر تھوڑی سے مٹی ہو پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے اور مٹی بہہ جائے اور صرف چٹان باقی رہ جائے اور جن لوگوں نے اللہ کی رضا کے لیے خرچ کیا تو ان کی مثال ایک باغ کی طرح ہے جو ان کے لیے دوگنا پھل دے۔'' (البقرہ)

احسان جتانے والوں کی طرف قیامت کے دن خدا دیکھے گا بھی نہیں۔ اپنی پسندیدہ چیز کا صدقہ اللہ تعالیٰ کو بہت عزیز ہے۔ ارشاد باری ہے!

''تم پوری نیکی نہیں حاصل کر سکتے یہاں تک کہ اس میں سے خرچ کرو جو تمہیں زیادہ پسند ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تکلیف میں مبتلا نہیں کیا، فرمایا ساری محبوب چیز نہیں بلکہ اس میں سے کچھ خرچ کرو۔ حضرت ابودرداء نے اس آیت کے اترنے پر اپنا پورا باغ فی سبیل اللہ دے دیا۔ حرام مال کا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ حرام کا تو ایک لقمہ کھانے سے چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی، صدقہ تو دور کی بات ہے۔ دوستو! اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم صرف اس کی راہ میں اس کے بندوں پر خرچ کریں جبکہ شیطان ہمیں برے کاموں کو پرکشش بنا کر دکھاتا ہے وہ ہم سے نمود و نمائش اور غلط کاموں میں خرچ کرواتا ہے۔ فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے مگر اللہ کے وعدے سچے ہیں۔

فرح بنت عبداللطیف، گوجرانوالہ

میں لڑکپن سے جوانی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

میری عمر کوئی سترہ سال ہوگی۔ میرے پاس ہر چیز موجود تھی۔ مال و دولت، دوست احباب اور فراغت و فرصت۔

فراغت اس لئے کہ میں سکول بہت کم جاتا تھا۔

سکول بھی عجیب طرز کا تھا، مجھے اس کی کوئی فکر نہ ہوتی تھی۔ مجھے اس سے کوئی لگن نہ تھی۔

میں ہر چیز میں تبدیلی کا خواہاں تھا۔

کوئی چیز میرے پاس تسلسل نہ رہ سکتی تھی۔

کپڑے روزانہ بدلتا۔ گاڑی آئے دن تبدیل کرتا۔

گھڑی، جوتی اور بالوں کی بناوٹ۔

غرض ہر چیز میں تبدیلی۔

میں اپنی طبیعت میں اکتاہٹ محسوس کرتا۔ اس لئے کسی ایک چیز پر قائم رہنے کو پسند نہ کرتا تھا۔

حتیٰ کہ کسی سے دوستی کرتا تو ایک ہفتہ، دو ہفتے یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ پھر کسی دوسرے دوست کی تلاش میں لگ جاتا۔

میرے گھر کا اندرونی نظام مغربی انداز کا تھا۔ گھر والے مجھ پر اعتماد کرتے تھے، مکمل آزادی تھی۔ میرا کام بدمعاشی اور دہشتگردی تھا۔

میرے پاس ہر قسم کی ویڈیو فلمیں تھیں۔ چوروں، ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کی فلمیں، عشق و محبت کی دردناک فلمیں، وافر مقدار میں تھیں۔ لیکن اس کے باوجود میں بے چین تھا۔

زندگی بالکل جامد اور رکی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

زندگی میں کوئی لطف اور کوئی مزہ نہ تھا۔

میں نے ایک دن سوچا۔

کیوں نہ یاسر کے پاس جاؤں...... شائد اس سے کوئی حل مل جائے...... کیونکہ وہ میری طرح بے راہ ہونے کے ساتھ ساتھ طاقت ور بھی ہے، اور وہ اپنی زندگی کے بارے میں خوب سوچتا ہے۔

چند لمحے بعد...... میں یاسر کے گھر پہنچ گیا۔

ماجد: یاسر! آپ کا کیا حال ہے؟

یاسر: ٹھیک! ماجد تم سناؤ تمہارا کیا حال ہے؟

ماجد: یار! کچھ نہ پوچھو حال بڑا خراب...... زندگی بالکل پریشان ہے۔

یاسر: عجیب بات ہے! جو آپ محسوس کر رہے ہیں عین وہی کچھ میں محسوس کر رہا ہوں۔

ماجد: تو یاسر آپ نے اس کا کوئی حل ڈھونڈا ہے؟

یاسر: ہاں میں نے حل ڈھونڈ لیا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس کا حل نہ ڈھونڈ سکوں؟

ماجد: تو مجھے بھی بتاؤ...... بتاؤ نا جلدی کرو۔

یاسر: حل بہت آسان ہے: تمہاری گاڑی لیں گے اور اندھیرے میں ہائی وے کی طرف چلیں گے، سڑک کے کنارے رک جائیں گے گاڑی کا بونٹ اٹھا لیں گے، تا کہ گزرنے والے یہ سمجھیں کہ گاڑی خراب ہوگئی ہے، تھوڑی دیر انتظار کریں گے، کوئی بڑے دل والا شخص اپنی گاڑی کھڑی کرے گا، گاڑی سے باہر نکل کر سلام کہے گا، لیکن ہم اسے مار کر اس کا مال چھین لیں گے اور پھر اس سے خوب عیاشی کریں گے اور خوب گل چھرے اڑائیں گے۔

تو میرے دوست! اس بارے میں کیا رائے ہے؟ ہے نا بالکل فلموں کی طرح کا کام؟

ماجد: لیکن...... لیکن یہ کام مشکل اور خطرناک ہے۔

یاسر: اس لئے کہ تم بزدل ہو۔

ماجد: نہیں...... نہیں میں بزدل نہیں ہوں، اگر تم چاہو تو ابھی چلتے ہیں۔

یاسر: نہیں میرے دوست! ابھی دن کی روشنی ہے، ہم یہ مہم سر کرنے کے لئے عشاء کے بعد ٹھیک دس بجے چلیں گے، میرے پاس گاڑی لے کر آ جانا، ہم ضرور چلیں گے۔

ماجد: ٹھیک!

یاسر: ٹھیک!

میں جب یاسر کے ہاں سے نکلا تو میرا دل عجیب اضطراب میں مبتلا تھا، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ایک ایسا کام کرنے لگا تھا جس کا مجھے تجربہ نہ تھا...... یا پھر یہ خوشی کا سماں تھا کیونکہ میں عنقریب اپنی زندگی کی روش میں تبدیلی پیدا کرنے والا تھا۔

بالآخر میں نے یہ خطرناک کام کرنے کا تہیہ کر لیا...... رات دس بجے کا وقت تھا میں یاسر کے ہاں پہنچا ہم وہاں سے نکلے اور ہائی وے پر پہنچ گئے...... ہم نے سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کی اور بونٹ اٹھا کر آنے والے شکار کا انتظار کرنے لگے۔

رات کی سیاہی کی طرح ہمارے دل بھی سیاہ ہو چکے تھے۔ محبت اور شفقت نام کی کوئی چیز ہمارے دل میں باقی نہ رہی تھی۔

چند منٹ بعد ایک بڑے دل والا شخص آتا ہے گاڑی سے باہر نکلتا ہے اور ہماری طرف دست تعاون بڑھاتا ہے۔ اس کی عمر کوئی پچاس سال کے لگ بھگ ہوگی، سلیم الفطرت اور پاک طینت شخص تھا، اس کے چہرے کی چمک دل کی صفائی کی عکاسی کر رہی تھی اور گھنی سفید داڑھی اس کے چہرے کو مزید رونق بخش رہی تھی۔

السلام علیکم! نوجوانو! تم پر بے شمار سلام ہو!

اس نے ابھی بات مکمل نہ کی تھی کہ سامنے سے میں نے حملہ کیا اور پیچھے سے یاسر نے...... وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

ہم نے اس کی جیبوں اور گاڑی کی تلاشی لی...... ہمیں ایک بیگ ملا جس میں نو ہزار ریال تھے...... اتنی رقم حاصل کرنا ہمارا ہدف نہیں تھا۔ ہمارا تو صرف یہ پروگرام تھا کہ تھوڑا بہت مال کسی سے چھین کر مزے اڑائیں گے۔

وقت گزرتا رہا۔

رمضان المبارک کی ستائیس تاریخ تھی، عید میں صرف چند دن باقی تھے۔

گھر کی گھنٹی بجی...... مجھے گھنٹی کی آواز عجیب محسوس ہو رہی تھی...... اس میں قلق و خوف شامل تھا...... میری نظریں دروازے پر جم کر رہ گئیں، رنگ پھیکا پڑ گیا، زبان گنگ ہوگئی، گلا خشک ہو گیا اور خلاف عادت پسینہ اتر آیا۔

چند لمحے بعد مجھے آنسوؤں کی دھند کے سوا کچھ نہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ رونے کے سوا کوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔

یہ کیسی رسوائی اور ناگہانی افتاد آن پڑی جو میری گمان میں بھی نہ تھی۔

امی جان کی آنکھوں میں مسلسل آنسو بہہ رہے ہیں...... وہ سپاہی کے کپڑے پکڑ کر چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں: تم ماجد کو کہاں لے جا رہے ہو، یہ تو میرا بڑا معصوم بیٹا ہے، یہاں ماجد نام کے بہت سے لوگ ہیں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا ہاں یہاں ماجد تو بہت ہیں لیکن مجرم ماجد ایک ہی ہے اور وہ تمہارا بیٹا ہے۔

مجھے پولیس کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔

ایسا غمناک منظر میرے سامنے آیا کہ میں زندگی بھر اسے نہیں بھول سکا۔ میری والدہ دروازے پر کھڑی رو رہی ہیں...... ہمسائے کھڑکیوں میں جھانک رہے ہیں۔

مجھے یاد نہیں کہ صبح کا وقت تھا یا شام کا...... لیکن یہ یاد ہے کہ ہر سو سیاہی اور اندھیرا تھا۔

عدالتی کارروائی مکمل ہونے کے بعد...... میں ذلت و رسوائی کا لباس زیب تن کئے جیل میں داخل ہوا تو جیل کی عمارت میرے لئے عجیب تھی۔

ہر طرف زنجیروں کی کھنکھناہٹ تھی جو میرے لئے گراں ثابت ہوئی۔ بڑی خوفناک آواز تھی...... شاید یہ بھی عذاب کی ایک قسم تھی۔

جب دروازہ کھلا، تو سبھی لوگ میری طرف متوجہ ہوئے۔

جب کہ میں خاموش تھا۔

وہاں میرے دن پہاڑوں کی طرح بوجھل اور راتیں پرغم گزرتی رہیں۔

ہفتے میں ایک دن والدہ محترمہ مجھے ملنے کے لئے آتیں...... رو رو کر ان کی آنکھوں کا رنگ بدل چکا تھا اور آواز بھاری پڑ گئی تھی۔

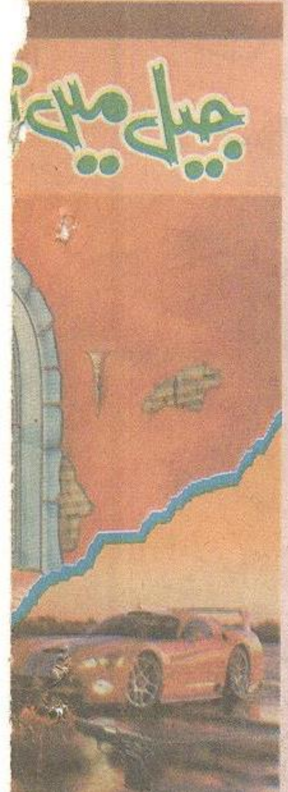
جب کہ میں مسلسل خاموش رہتا تھا کوئی بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ والدہ ہر ہفتے میرے لئے کپڑے، مختلف قسم کے کھانے اور مشروبات لاتیں، میں وہ ساری چیزیں جیل کے ساتھیوں میں تقسیم کر دیتا۔

مجھے تو بھوک محسوس نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اتنے کپڑوں کی ضرورت تھی۔

ابوبکر صدیق

میں ہر چیز سے بے نیاز ہو کر مسلسل خاموش تھا۔

ہفتہ بھر میں ہمیں صرف چند لمحوں کے لے اور سورج کی روشنی دیکھنا نصیب ہوتی تھی۔



ایک روز جیل کا دروازہ کھلا۔

جیلر کی گونج دار آواز ابھری: سب جمع ہو جاؤ...... مولانا صاحب تمہیں درس دیں گے۔

عجیب!

تمام قیدیوں کے چہروں پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔

چند لحات میں جگہ تیار ہوگئی تو مولانا صاحب اندر داخل ہوئے۔

سبحان اللہ! کیا عظیم انسان تھے، پاکیزگی و طہارت کا بہترین نمونہ تھے۔

نہ جانے وہ

یہاں کیسے آ گئے!

قبل اس کے کہ میں ان کے چہرے کو غور سے دیکھ پاتا...... لوگ ان کے استقبال کے لئے انہیں سلام کہنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

پھر کرسی ان کے قریب کی گئی۔

وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بات شروع کی۔

وہاں نہایت خاموشی تھی...... روشنی کی سی چمک تھی۔

وہ بڑے اچھے انداز سے بات کر رہے تھے ان کے دلنشین کلمات اور خوبصورت الفاظ نسیم صبح کی سی نرمی کے ساتھ کانوں میں داخل ہو رہے تھے اور دلوں پر اثر انداز ہو کر روح میں جاگزیں ہو رہے تھے۔

انہوں نے آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ پڑھنا شروع کیں۔

دوسری طرف، سر جھکے ہوئے، روحیں پر کیف، دل رقت آمیز اور سینے پر سوز تھے میں ایک کونے میں خاموش تماشائی بنا بیٹھا تھا۔

آنکھیں خوب برسیں اور دلوں کی صفائی ہو گئی...... وعظ ختم ہو گیا۔

ایک شخص نے کہا: مولانا صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دوسرا: حضور! آپ روزانہ کیوں نہیں تشریف لے آتے؟

تیسرا: کاش آپ یہاں ہمارے ساتھ ہوتے۔

مجھے ہنسی آئی...... شائد وہ اپنے دل میں کہہ رہے ہوں گے:

اسلام آباد

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس عذاب سے محفوظ رکھا جس میں تمہیں مبتلا کیا۔ لوگوں نے انہیں جیل کے دروازے تک الوداع کیا، وہ تبسم کے ساتھ دلنشین کلمات کے ذریعے ان پر شفقت فرما رہے تھے۔



میرے دل میں ایسا خوف پیدا ہوا کہ میں انہیں اٹھ کر سلام بھی نہ کر سکا، کیونکہ میرے پاؤں میرا بوجھ تک نہ اٹھا رہے تھے۔

میں نے سوچا! کوئی بات نہیں اگلی مرتبہ سہی۔

ان کی شکل میرے آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھی...... اور ان کی آواز میرے کانوں سے گونج رہی تھی۔

میں سوچ رہا تھا کہ وہ دوبارہ کب تشریف لائیں گے؟

رات کو میں نے دن کی کیسٹ دہرائی۔ مولانا کی صورت سامنے آئی جیسے وہ وعظ کر رہے ہیں...... اور سامعین کی صورت کہ وہ رو رہے ہیں...... تو میری آنکھوں سے بے اختیار سرہانے پر آنسو ٹپک پڑے...... اگرچہ وہ بہت تھوڑے تھے لیکن ان کی وجہ سے کچھ دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا...... اور کچھ غم دور ہوا۔

نکھر گئی ہیں مری بھی آنکھیں
زمیں کو تھوڑا سا آب دے کر

مجھے رات بھر نیند نہ آئی...... میں نے اٹھ کر وضو کیا۔

قرآن مجید تلاش کیا، اور اسے کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔

میں اپنی آنکھوں پر کنٹرول نہ کر سکا...... میرا سینہ آہوں سے پھٹ پڑا...... آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے روتے روتے آواز اونچی ہوئی۔ ہر طرف سے روشنی ہو گئی۔

سبھی پوچھ رہے ہیں: ماجد! آپ کو کیا ہوا؟

وہ میرے ساتھ بیٹھ گئے...... اور مجھ پر شفقت کرنے لگے۔

میرے اور ان کے درمیان جو حجاب تھا وہ ہٹ گیا...... صبح ہوتے ہی ہم ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔

میں روزانہ دعا کرتا کہ اللہ کرے مولانا صاحب دوبارہ تشریف لائیں تو میں اپنا درد و غم ان کے سامنے رکھوں اور ان سے حل طلب کروں۔

کچھ دن گزرنے کے بعد مولانا صاحب تشریف لائے۔

میں بہت خوش ہوا اور خوشی سے جھوم اٹھا...... میں نے انہیں سلام کا ہدیہ پیش کیا۔

وہ کرسی پر بیٹھ گئے...... اور ان الفاظ سے وعظ شروع کیا۔

پیارے بھائی! تو اپنے رب کو جانتا ہے وہ منفرد و یکتا ہے، غنی و بے نیاز ہے، اس نے تجھے پیدا کیا اور تیری پرورش کی، وہ غفور و رحیم ہے، وہ سخی اور کریم ہے۔

ذرا غور کر! یہ آنکھیں، ہاتھ اور منہ کس نے پیدا کیا؟

کون ہے جس نے تجھے یہ دو آنکھیں عنایت کیں جن سے تو دیکھتا ہے؟

اگر وہ چاہتا تو تجھے اندھا بنا دیتا۔

کیا یہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں؟

کیا اب بھی تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی خیانت کرے؟ تو ان آنکھوں کو ظلم، جبر اور غلط کاموں میں استعمال کرے۔

میرے بھائی! تجھے یہ زبان کس نے عطا کی؟

اگر وہ چاہتا تو تجھے گونگا بنا دیتا۔

کیا یہ اللہ نے نہیں عطا کی؟

کیا تیرے لئے یہ روا ہے کہ تو اسی زبان سے اس کی خیانت کرے؟

تو اسی سے اللہ کی نافرمانی کی باتیں کرے...... اور وہ چیزیں کھائے پیے جو تجھ پر حرام ہیں۔

میرے بھائی! کیا تو اللہ سے محبت کرتا ہے؟

اگر محبت کرتا ہے تو اس کی نافرمانی کیوں کرتا ہے؟

کیا جس سے محبت کی جائے اس کی نافرمانی کی جاتی ہے؟

میرے بھائی! تو کتنی دیر زندہ رہے گا؟

ستر سال، سو سال، ہزار سال، پھر کیا ہوگا، یقیناً موت!!!

اور موت کے بعد اس اللہ سے ملاقات ہوگی جس کی عمر بھر نافرمانی کرتا رہا، پھر اسے کیا جواب دے گا؟

میرے بھائی! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

قل یا عبادی الذین اسرافوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم (الزمر 53/39)

"ان سے کہہ دیجئے: اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو وہ تو تمام گناہ معاف کرتا ہے بے شک وہ غفور و رحیم ہے۔"

میرے بھائی! اس کے باوجود تو معصیت کو کیوں پسند کرتا ہے؟

اللہ کی اطاعت کو کیوں ناپسند کرتا ہے؟

تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ نہیں کیا؟

پھر بھی تو اس کی نافرمانی کرتا ہے...... اور اس کی بات کا انکار کرتا ہے۔

کیا اس نے تجھے پیدا نہیں کیا؟

کیا وہ تجھے رزق نہیں دیتا؟

کیا وہ تجھے شفا نہیں دیتا؟

تو اس سے دور کیوں بھاگتا ہے؟

وہ تو تجھے اپنی طرف بلاتا ہے

کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ کا محتاج ہے؟

ہرگز نہیں...... وہ اس سے بے نیاز ہے۔

میرے بھائی! برائی کی طرف دیکھ اس نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟

اس نے تجھے کھلی فضا سے نکال کر تنگ قید میں ڈال دیا۔

عزت سے محروم کر کے ذلت سے دوچار کر دیا۔

تجھ سے محبت کرنے والے دوست کہاں گئے؟

وہ سب تجھے اکیلا چھوڑ کر...... دور بھاگ گئے۔

میرے بھائی! تو نے اپنے گھر میں اپنے پیچھے کیا چھوڑا؟

دکھی ماں...... جو تجھ پر روتی ہے...... اسے کسی بھی پل چین نہیں...... تیرے لئے سوچتی اور دعائیں مانگتی ہے۔

اور باپ...... جو لوگوں سے چھپتا ہے کہ کہیں وہ تیرے بارے میں نہ پوچھ لیں۔

میرے بھائی! تو نے ہر چیز کو آزما لیا۔

فلمیں، گانے، دوست، سفر، مال غرض دنیا کی ہر چیز کو آزما لیا۔

ذرا اللہ کی اطاعت اور اس کے راستے کو آزما کر دیکھ۔

سن تیرا پروردگار تجھے توبہ و استغفار کے لئے آوازیں دیتا ہے۔

الم یان اللذین امنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق o (الحدید 16/57)

"کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور نازل شدہ حق سے ان کے دل نرم ہو جائیں۔"

کیا ابھی توبہ، رجوع، استغفار، خشوع، ندامت اور آنسوؤں کا وقت نہیں آیا؟

ایک طرف وہ اپنا وعظ جاری رکھے ہوئے تھے...... اور دوسری طرف میری ہچکی بندھی ہوئی تھی۔

چیخ و پکار بلند ہوئی...... آہ و بکا اونچی ہوئی...... آنسو بہنے لگے بالآخر میں بے قابو ہو گیا اور کھڑا ہو کر پکار اٹھا۔

میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

غازی کا ہتھیار



لڑنے والے سپاہیوں کی تعداد اور جنگ کے سازوسامان کے لحاظ سے یہ بہت بڑا لشکر تھا۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ پورا براعظم یورپ اکٹھا ہوکر مسلمانوں پر چڑھ دوڑا تھا۔ انگلستان کا بادشاہ رچرڈ جسے شیردل کہا جاتا تھا، فرانس کا بادشاہ فلپ آگسٹس، جرمنی کا بادشاہ فرڈرک اور ڈیوک آف آسٹریا وغیرہ سبھی اپنی اپنی فوجیں لے کر اس لشکر میں شامل ہوگئے تھے۔ خشکی پر لڑنے والے ان جنگجوؤں کی مدد کے لئے صقلیہ کا بحری بیڑہ اور شمالی یورپ کے بحری جنگی جہاز بھی آئے تھے اور یوں اس کی تعداد ڈھائی لاکھ ہوگئی تھی۔ بھاری تعداد کے علاوہ اس لشکر کو ایک برتری یہ حاصل تھی کہ اس میں شامل ہونے والے مقدس مذہبی جنگ لڑنے کے لئے آئے تھے۔ ان کے دل جوش اور جذبے سے بھرے ہوئے تھے۔ ہر شخص یہ ارادہ کئے ہوئے تھا کہ وہ جان دے دے گا، قدم پیچھے نہ ہٹائے گا۔

اس کے مقابلے میں غازی سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اگر دنیاوی حساب سے دیکھا جائے تو سلطان کو اتنے بڑے لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترنا ہی نہیں چاہئے تھا، لیکن یہاں معاملہ دنیاوی حساب کتاب کا نہ تھا، بلکہ اللہ پر پختہ ایمان اور اس یقین کا تھا کہ ہم حق کی حفاظت اور دنیا میں انصاف اور امن و امان قائم کرنے کے لئے جہاد کررہے ہیں۔

یورپ کے عیسائیوں کا یہ بڑا لشکر فلسطین کے مقدس شہر بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس شہر کی حیثیت آج بھی یہ ہے کہ مسلمان، عیسائی اور یہودی تینوں قومیں اسے مقدس مانتی ہیں۔ اس زمانے میں بھی یہی صورت تھی۔ مسلمانوں نے اسے پہلی بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے (15 ہجری) میں فتح کیا تھا۔ اس فتح کرنے والی مسلمانوں کی فوج کے سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ عیسائیوں نے جنگ کے بغیر اس شرط پر یہ شہر مسلمانوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تشریف لائیں تو شہر کی چابیاں ان کی خدمت میں پیش کردی جائیں گی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فلسطین تشریف لے گئے تھے اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تھا۔

مسلمانوں نے فلسطین، شام اور عراق پر اس لئے حملہ کیا تھا کہ روم اور ایران کے بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کررہے تھے۔ اس دشمنی میں روم کا بادشاہ ہرقل بہت بڑھا ہوا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس حملے کو روکنے کے لئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام کے علاقے تبوک تشریف لے گئے تھے۔ تاریخ میں اسے غزوہ تبوک لکھا جاتا ہے۔ یہ 9 ہجری میں پیش آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے 13 ہجری میں رومیوں اور ایرانیوں کے حملے روکنے کے لئے عراق، شام اور فسلطین لشکر روانہ کئے۔ اس زمانے میں شام اور فلسطین رومیوں کے اور عراق ایرانیوں کے زیر اثر تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی جہاد جاری رکھا اور خدا کے فضل سے یہ سارے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوگئے، جن میں بیت المقدس بھی شامل تھا۔

15 ہجری سے 490 ہجری تک یہ مقدس شہر مسلمانوں کے قبضے میں رہا، لیکن پھر اس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا اور 580

سید نظر زیدی

ہجری تک انہی کے قبضے میں رہا۔ عیسائی اس وجہ سے کامیاب ہوئے کہ مسلمانوں نے آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کردیا تھا۔ اس مقدس شہر کا چھن جانا مسلمانوں کی پیشانی پر ایک بدنما داغ تھا۔ یہ داغ غازی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے مٹایا۔ عیسائیوں کو شکست دے کر انہوں نے اس شہر کو پھر اسلامی سلطنت کا حصہ بنایا اور اس کی حرمت بحال کی۔

یورپ کے عیسائیوں کی یہ بہت بڑی فوج شہر بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے آئی تھی۔ مقامی عیسائی بھی اس کے مددگار بن گئے تھے اور یوں اس کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس فوج کا سالارِ اعلیٰ انگلستان کا بادشاہ شیردل رچرڈ تھا، جس کی بہادری کی کہانیاں بہت مشہور تھیں۔ اسے یقین تھا کہ وہ نہ صرف بیت المقدس آسانی سے فتح کرلے گا بلکہ اس پورے علاقے سے مسلمانوں کو نکال دے گا، لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو اس کے سارے اندازے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ غازی صلاح الدین ایوبی کے پچاس ہزار مجاہدوں نے غرور میں بھرے ہوئے ڈھائی لاکھ صلیبیوں کا کچومر نکال دیا۔ وہ اپنے دو لاکھ آدمی مروا کرنا کام لوٹ گئے۔

ان لڑائیوں کو جو تقریباً دوسو برس جاری رہیں، ہلال اور صلیب کے معرکے کہا جاتا ہے اور ان میں یہ جنگ آخری اور فیصلہ کن تھی۔ اس میں عیسائیوں کو ایسی کھلی شکست ہوئی کہ وہ اس انداز سے دوبارہ حملہ کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ اس آخری صلیبی جنگ میں جس ہتھیار نے غازی صلاح الدین ایوبی کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچایا وہ اس کا حوصلہ اور اللہ پر پکا ایمان تھا۔ یہ جنگ کئی سال جاری رہی اور اس دوران میں کئی موقعوں پر اسے سخت نقصان اٹھانا پڑا، لیکن وہ بے حوصلہ نہ ہوا۔ اس یقین کے ساتھ دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹا رہا کہ بالآخر اللہ کا وعدہ پورا ہوگا اور وہ دشمنوں کی اس بہت بڑی فوج کو تتر بتر کردے گا۔

سلطان کی بہادری، دانائی اور حوصلے کا بہت بڑا امتحان شہر عکہ کی لڑائی میں ہوا۔ صلیبی لشکر نے پہلے ہی ہلے میں اس شہر کا محاصرہ کرلیا تھا اور ایسی سختی سے کیا تھا کہ نہ کوئی چیز شہر کے اندر لے جائی جاسکتی تھی اور نہ باہر لائی جاسکتی تھی۔ کچھ دن سمندر کی طرف کا راستہ کھلا رہا تھا، لیکن پھر یہ راستہ بند کردیا گیا تھا۔ صلیبیوں نے اپنے سمندری جنگی جہاز کھڑے کئے تھے۔

سلطان کا لشکر گاہ شہر سے کچھ فاصلے پر تھی۔ وہ ان دنوں بیمار بھی ہوگیا تھا اور دشمنوں کی فوجی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ محاصرہ توڑنے کے لئے کارروائی نہ کرسکتا تھا۔ بس کچھ ملاح تھے جو سلطان کے احکام شہر کے مسلمانوں تک اور شہر والوں کے حالات سلطان تک پہنچاتے رہتے تھے۔ یہ ملاح اپنا یہ فرض ایسی بہادری سے ادا کرتے تھے کہ ان کی دلیری کا حال تاریخوں میں خاص طور پر لکھا گیا ہے۔ وہ پانی میں ڈبکی لگا کر بہت گہرائی میں اتر جاتے تھے اور جہازوں کے نیچے سے تیرتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچتے تھے اور اسی طرح شہر واپس آتے تھے۔ ان میں ایک ملاح یحیٰی العوام تو بہت ہی بہادر تھا۔ ان ملاحوں کی بہادری کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں ایسا واقعہ بھی لکھا گیا ہے جس سے ان کی بے مثال بہادری کے علاوہ ان کی اپنے دین اور اپنی قوم سے محبت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ جن دنوں صلیبی اپنے جہاز شہر کے قریب لا رہے تھے۔ مسلمان ملاح کھانے پینے کا کچھ سامان کشتیوں میں بھر کر لائے، لیکن وہ ابھی شہر کے قریب نہ پہنچے تھے کہ صلیبیوں نے انہیں گھیر لیا اور ان سے کہا، یہ کشتیاں ہمارے حوالے کردو! وہ دشمنوں میں اس طرح گھر گئے کہ نہ بچ کر نکل سکتے تھے اور نہ مدد کی امید تھی۔ ان کے لئے جانیں بچانے کا آخری طریقہ یہی تھا کہ اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کردیتے، لیکن ان کی ایمانی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کرکے کشتیوں کے پیندوں میں سوراخ کردیئے اور کشتیوں کے ساتھ خود بھی سمندر میں ڈوب گئے۔

محاصرے میں گھرے ہوئے مسلمانوں نے بھی بہادری اور سرفروشی کا ایسا ہی ثبوت دیا، شہر کے حاکم علی بن احمد مشلوب اور چھوٹی سی فوج کے سالار قراطوش نے تقریباً ایک سال دشمن کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا، لیکن بالآخر وہ صلح کرنے پر مجبور ہوگئے۔ شرط یہ مقرر ہوئی کہ صلیبی شہر کے مسلمانوں کو امان دیں گے۔ سلطان نے اس سے اتفاق نہ کیا لڑے کے بغیر شہر دشمنوں کے حوالے کیا جائے۔ اس کا کہنا تھا کہ رچرڈ صلح کی شرطیں پوری

نہ کرے گا اور اس کا یہ اندازہ بالکل ٹھیک نکلا، جیسے ہی مسلمانوں نے شہر کے دروازے کھولے صلیبیوں نے ان کا قتل عام شروع کر دیا۔

بیماری اور حالات کی وجہ سے سلطان شہر کے مسلمانوں کی مدد نہ کر سکا۔ اس نے بہت ہمت اور صبر سے یہ صدمہ برداشت کیا اور آگے چل کر دشمنوں سے بدلہ لینے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ رچرڈ نے کچھ دن عکہ فتح کرنے کا جشن منایا اور پھر اپنی فوج کو بیت المقدس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور یہ بہت بڑی فوج اس طرح مقدس شہر کی طرف بڑھی کہ سمندر میں بحری جنگی جہاز اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

ادھر سلطان نے بھی پہاڑوں کی اوٹ لے کر اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ شکست کے بعد فوجوں اور ان کے سالاروں کے حوصلے عام طور پر ٹوٹ جایا کرتے ہیں، لیکن غازیوں کے اس لشکر اور اس کے سالار سلطان صلاح الدین ایوبی کا حال اسے مختلف تھا۔ عکہ ہاتھ سے نکل جانے سے وہ بے حوصلہ نہ ہوئے تھے۔ بلکہ ان کا یہ ارادہ اور پکا ہو گیا تھا کہ دشمنوں سے نہ صرف شہر عکہ کے شہیدوں کا بدلہ لیں گے بلکہ انہیں ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیں گے۔

صلیبیوں کا لشکر اور ان کے بحری جہاز ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے قیصریہ کی بندرگاہ تک پہنچ گئے۔ کچھ دن رکنے کے بعد یہ پھر آگے بڑھے اور اب سلطان نے اپنے بھائی الملک العادل کو حکم دیا کہ وہ دشمن پر حملہ کرے، صلیبی حملہ کرنے والے مسلمانوں کا تو مقابلہ کرتے تھے، لیکن جم کر نہ لڑتے تھے۔ رچرڈ کی خواہش تھی کہ وہ جلدی سے جلدی بیت المقدس پہنچ جائے اور اس مقدس شہر پر قبضہ کر لے، اس طرح لڑتا بھڑتا وہ عقلان پہنچ گیا۔ بیت المقدس یہاں سے زیادہ دور نہ تھا۔ وہ آدھے سے زیادہ راستہ طے کر آیا تھا۔ اس کے ساتھ اتنی فوجی طاقت تھی کہ آگے بڑھ کر مقدس شہر پر قبضہ کر سکتا تھا، لیکن غازی سلطان صلاح الدین ایوبی کی ایمانی طاقت نے اس کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ ایک معجزہ تو یہ ظاہر ہوا کہ اس سفر میں مسلمانوں اور صلیبیوں میں جتنی جھڑپیں ہوئیں ان میں صلیبیوں کا جانی نقصان بہت زیادہ ہوا۔ ان کے نامی گرامی بہادر مارے گئے۔ دوسرے بیت المقدس کا حاکم بننے کے سوال پر فرانسیسیوں اور انگریزوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور فرانس کا بادشاہ فلپ اپنی فوج لے کر واپس چلا گیا۔ تیسرے اللہ کی طرف سے ان پر یہ عذاب نازل ہوا کہ ان کے لشکر میں بیماری پھیل گئی۔ چوتھے موسم ایسا خراب ہو گیا کہ ان کے لئے آسانی سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا اور ان سب باتوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ خود شیر دل رچرڈ نے انگلستان لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا اور وہ عظیم لشکر جو آندھی اور طوفان کی طرح بیت المقدس کی طرف بڑھا تھا تنکوں کی طرح بکھر گیا۔ یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ اللہ اپنے ان بندوں کی مدد ضرور کرتا ہے جو حق اور انصاف پر ہوں اور اس کے حکموں کے مطابق بہادری، صبر اور حوصلہ سے دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں۔ غازی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اس جیسے جتنے مسلمان فاتحوں نے عظیم کامیابیاں حاصل کیں ان کا اصل ہتھیار ان کا پکا سچا ایمان اور اونچا اخلاق ہی تھا۔ اللہ کا یہ قانون اب بھی اسی طرح ہے۔ جس کا جی چاہے آزمالے۔

گلدستہ

خدا اور بندہ

خالق سے مانگنا شجاعت ہے، اگر دے دے تو رحمت اگر نہ دے تو حکمت۔

مخلوق سے مانگنا ذلت ہے اگر دے دے تو احسان نہ دے تو شرمندگی۔

بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد، ٹبی بنڈالہ، فیصل آباد

بوجھو تو جانیں

1۔ ایک جانور اصلی
جس کی ہڈی نہ پسلی

2۔ جناب عالی سر پر جالی
انتڑیاں بہت پیٹ خالی

(1) جونک (2) چارپائی

عبدالرحمٰن، ساہیوال

یادگار پارٹی

آپا ام عبدالرب صاحبہ کا 7 ذی الحجہ کو دعوت نامہ موصول ہوا۔ انہوں نے عید کے حوالے سے پارٹی کا انتظام کیا تھا۔ پروگرام عید کے دوسرے دن مسجد اقصیٰ "اہلحدیث" اسلام آباد میں ہونا تھا۔ اونٹ کی قربانی پارٹی کا اہم حصہ تھی، جو کہ ہمارے لیے بڑی خوشی کا باعث تھی۔ ہم نے اسی وقت ارادہ باندھ لیا اس پارٹی میں ضرور شرکت کی جائے گی۔ آخر وہ وقت آ گیا جس کا بے چینی سے انتظار تھا۔ 10 بجے ہم نے وہاں پہنچنا تھا۔ ضروری تیاری کر کے ہم مقررہ جگہ پر پہنچے۔ میدان میں خوب گہما گہمی تھی۔ بڑے چھوٹے سب انجوائے کر رہے تھے۔ بچوں کے لیے جھولے، گھڑ سواری، مقابلہ دوڑ، کوئز مقابلہ، رسہ کشی جیسے پروگرام کا انتظام تھا۔ ایک طرف کچھ لوگوں کا رش تھا جہاں "اونٹ نحر" ہوا تھا۔ ہم مسجد کی بالائی منزل کی طرف چلے گئے، وہاں خواتین کے لیے الگ انتظام تھا۔ دوست احباب سے عید ملے۔ پروگرام کے بارے میں کچھ باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد آپا جی نے بیت بازی کا مقابلہ کروایا، رسہ کشی اور بچیوں کا کوئز مقابلہ ہوا، انعامات تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ سب نے باجماعت نماز ادا کی۔ کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اونٹ کے پلاؤ بہت لذیذ تھے۔ الحمدللہ! کھانے کا بڑا مزہ آیا۔ اپنی زندگی کی سب سے بہترین پکنک تھی، جو ہمیشہ یاد رہے گی۔

زہرا شفقت، اسلام آباد

لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کیجیے

پیارے دوستو! دنیا میں ہر طرح کے انسان ہیں اور انسان کا ڈھنگ نرالا ہے۔ اعتراض اور مذمت کرنے کے اعتبار سے بھی لوگوں کے مختلف مزاج ہیں۔ کچھ لوگ واقعی خیرخواہ ہوتے ہیں اور صدق دل سے خیرخواہی کرنا چاہتے ہیں لیکن نصیحت کے فن سے ناواقف ہوتے ہیں۔ نتیجتاً ان کا انداز آپ کو افسردہ کر دیتا ہے۔ بعض حاسد ہوتے ہیں جن کا مقصد ہی آپ کو دکھ پہنچانا ہوتا ہے۔ بعض جاہل ہوتے ہیں اور یونہی بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آئے کہتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ خاموش ہی رہیں تو بہتر ہوتا ہے۔ تنقید بعض لوگوں کی طبیعت کا حصہ ہوتی ہے۔ وہ زندگی کو ہمیشہ سیاہ عینک سے دیکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ جُحا (عربی ادب کا ایک مزاحیہ کردار) گدھے پر سوار تھا اور اس کا لڑکا ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اُن کا گزر چند لوگوں کے پاس سے ہوا تو لوگوں نے کہا: اس سنگدل باپ کو دیکھو! خود مزے سے سوار ہے اور بچہ بے چارہ دھوپ میں پیدل چل رہا ہے۔ جُحا نے ان کی یہ بات سنی تو گدھے سے اترا اور لڑکے کو سوار کر لیا۔ اب وہ دونوں چند اور لوگوں کے قریب سے گزرے تو ایک نے کہا: اس بدطینت لڑکے کو تو دیکھو! خود سوار ہے اور باپ دھوپ میں پیدل چل رہا ہے۔ اب جُحا خود بھی لڑکے کے ساتھ گدھے پر سوار ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: ان بے رحم انسانوں کو دیکھو! "انھیں بے چارے جانور پر ترس نہیں آتا"۔ جُحا نے لڑکے سے کہا: بچے! اتر جاؤ۔ اور خود بھی اتر گیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ان بے وقوفوں کو دیکھو! پیدل چل رہے ہیں جبکہ سواری ساتھ ہے۔ گدھا آخر کس لیے ہے؟ جُحا چیخا، لڑکے کو ساتھ لیا اور دونوں نے مل کر گدھے کو سر پر اٹھا لیا۔

ایک دانا کا قول ہے: جس شخص نے دوسروں کی باتوں میں ٹانگ اڑانا اور خواہ مخواہ کے جھگڑوں میں پڑنا اپنی عادت بنا رکھی ہے وہ کبھی ایک جگہ ٹک کر نہیں رہ سکتا۔

محمد رضوان یوسف، 200 رب لاٹھیانوالہ

انعامی سلسلہ.....

ہم ہیں بے مثال

آپ ذہین ہیں اور آپ نے کسی بھی شعبے میں ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے تو یہ انعامی سلسلہ آپ کے لیے ہے۔ آپ نے کوئی بھی کارنامہ سرانجام دیا ہو، کسی بھی شعبے میں، پڑھائی سے لے کر ایجادات تک آپ اپنے نمایاں کام پر انعام حاصل کر سکتے ہیں۔

اپنی کارکردگی یا کارنامے کے ساتھ اسناد کی تصدیق شدہ فوٹو کاپی ہمیں ارسال کریں، ہم آپ کا انٹرویو کریں گے اور آپ کا تعارف بھی شائع کریں گے اور آپ کو خوبصورت انعام بھی پیش کریں گے۔

☆.... روضۃ الاطفال میں آپ کی آراء کے مطابق چلڈرن رائٹر کے انٹرویو کا سلسلہ "روبرو" کے نام سے شروع کیا جا رہا ہے۔ جس میں پہلے مہمان "میر طلال فاروق" ہوں گے آپ ان سے جو سوال پوچھنا چاہیں ہمیں لکھ سکتے ہیں۔

☆.... پاکستان بھر میں کسی بھی علاقے میں روضۃ الاطفال نہ ملنے کی صورت میں یا تجاویز و آراء یا تنقید کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

عبدالوارث ساجد 0321-4275767

پوسٹ بکس نمبر 102 مین جی پی او لاہور

ادھر مکہ کے باسیوں میں سے 80 جوان تنعیم کے پہاڑ سے اترے۔ وہ پوری طرح اسلحہ سے لیس تھے۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ پر حملہ کے لیے آئے تھے۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ پر بے خبری میں ٹوٹ پڑنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو لڑے بغیر پکڑ لیا اور پھر انھیں چھوڑ بھی دیا۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''وہی اللہ تو ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھوں کو تم پر یلغار کرنے سے روک دیا اور تمھارے ہاتھوں کو انھیں ذبح کرنے سے اس وقت روک دیا جب تم لوگوں کو ان پر قابو پانے کی قوت سے نواز چکا تھا۔'' [الفتح : ٢٤/٤٨]

مسند احمد میں ہے کہ کفار کے اسی (٨٠) آدمی ہتھیاروں سے لیس جبل تنعیم کی جانب سے خاموشی کے ساتھ مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف اتر آئے۔ آپ ﷺ غافل نہ تھے۔ آپ ﷺ نے فوراً صحابہ کو آگاہ کیا، چنانچہ یہ سب گرفتار کر لیے گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے گئے۔ آپ ﷺ نے کمال مہربانی سے درگزر کیا اور سب کو زندہ چھوڑ دیا۔

[مسند أحمد : ١٢٤/٣، ١٢٥، ح: ١٢٢٦٢ و إسناده صحيح۔ مسلم : ١٨٠٨]

رسول رحمت جو احرام کی حالت میں تھے، انھوں نے ان کا خون بہانے سے ہاتھ ہی نہ روکا بلکہ قیدی بھی نہ بنایا اور چھوڑ دیا۔ یہ ایک بہت بڑا پیغام تھا کہ محمد کریم ﷺ قریش مکہ کے چھوکروں کی شرارتوں کے باوجود امن اور صلح چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اس طرز عمل نے قریش کے لوگوں کو اخلاقی طور پر اوندھے منہ گرا دیا۔ بہرحال! اللہ کے رسول گرامی ﷺ نے اب فیصلہ کیا کہ قریش کی جانب اپنا بھی کوئی سفیر بھیجنا چاہیے جو قریش کو ہمارا مقصد اچھی طرح سمجھائے اور انھیں قائل کرے۔

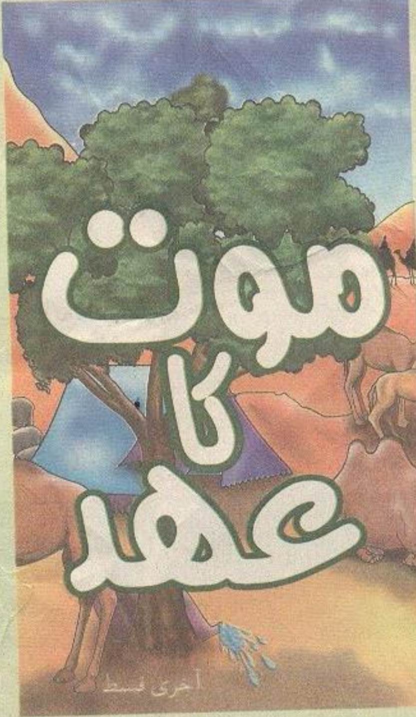
چنانچہ اس مقصد کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا انھیں وہاں صلاح مشوروں میں ٹائم زیادہ لگ گیا جس کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے جہاد و قتال کرنے کی بیعت لینے کا پروگرام بنا لیا۔ پروگرام یہی تھا کہ بیعت لے لی جائے اور اگر شہادت کی خبر درست ہو تو پھر بھرپور لڑائی کر کے بدلہ لیا جائے کہ سفیر کا قتل اس دور میں بھی انتہائی گھٹیا حرکت اور جنگ بھڑکانے کا اقدام سمجھا جاتا تھا۔

چودہ سو صحابہ انھی درختوں کی چھاؤں میں پھیلے ہوئے بیٹھے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سن کر جہاد و قتال کی بیعت لی، اس لیے کہ مسلمانوں کی طرف سے اس قدر نرمی کے باوجود وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرتے ہیں تو سفیر کا قتل جہالت و سنگدلی کی انتہا ہے۔ اس موقع پر جنگ ضروری ہے، لہٰذا آپ ﷺ نے مضبوط قدم اٹھایا اور بیعت لینا شروع کی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کی پھر درمیان میں اور آخر پر، یعنی تین بار بیعت کی۔ الغرض، تمام صحابہ جمع ہو گئے اور سب نے بیعت کی۔

''بے شک اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا، جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں کا حال اسے معلوم ہو گیا، اس نے ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انھیں جلد ہی فتح دے دی۔'' [الفتح : ١٨/٤٨]

قریش کو مسلمانوں کی بیعت جنگ اور عزم مصمم کا پتا چلا تو انھوں نے حالات کی نزاکت کا احساس کیا مگر مکرز بن حفص نامی شخص خود ہی قریش کو یہ کہہ کر کہ میں بھی محمد (ﷺ) کے پاس جاتا ہوں، چلا آیا تھا۔ یہ شرارتی قسم کا آدمی تھا۔ صحیح بخاری (٢٧٣١، ٢٧٣٢) میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے بدترین آدمی کہا تھا۔ قریش کو احساس ہوا کہ اس شخص کا



حدیبیہ میں چلے جانا کہیں مزید خرابی کا باعث نہ بن جائے، چنانچہ انھوں نے فوراً ایک دانا اور سمجھدار سردار سہیل بن عمرو کو

محمد شفیق ، جمبر کلاں

صلح کے اختیارات دے کر روانہ کر دیا۔

قریش مکہ نے عامر بن لوئی قبیلے کے ایک سردار سہیل بن عمرو کو بھیجا اور اسے کہا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے صلح کرو لیکن یاد رہے کہ ان کے ساتھ صلح میں یہ بات بہر صورت ہو کہ وہ اس سال واپس جائیں گے، ہمارے پاس بالکل نہیں آئیں گے۔ اگر انھیں آنے دیا گیا تو اللہ کی قسم! سارے عرب میں یہی بات مشہور ہو جائے گی کہ وہ محض اپنے زور کے بل بوتے پر مکہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ صحابہ کہتے ہیں

مکرز ابھی اللہ کے رسول ﷺ سے گفتگو کرنے ہی لگا تھا کہ سہیل بن عمرو آن پہنچا، جب وہ آ رہا تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ سے کہا:

((قَدْ سَهُلَ اللّٰهُ أَمْرَكُمْ))

''اللہ نے تمھارا معاملہ آسان کر دیا ہے۔''

سہیل نے آتے ہی اللہ کے رسول ﷺ سے کہا: ''آیئے! اپنے اور ہمارے درمیان تحریر لکھیے۔'' چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے کاتب کو بلوا لیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور مشرکوں کے درمیان صلح کے معاہدہ کی تحریر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ اب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔''

اس پر سہیل اعتراض کرتے ہوئے کہنے لگا: ''یہ جو رحمان ہے، اللہ کی قسم! میں تو نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے؟ تم ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' (اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ) لکھو، جس طرح پہلے لکھا جاتا ہے۔''

مسلمان کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کی بجائے کوئی دوسرا جملہ ہمیں نہیں لکھنا چاہیے۔'' اس پر اللہ کے رسول ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' لکھ دو۔ پھر آپ ﷺ نے کہا لکھو: ''یہ صلح کا جو فیصلہ ہے، اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے۔''

سہیل نے پھر اعتراض کر دیا، کہنے لگا: ''اگر ہمیں یہ علم ہو جاتا کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو ہم آپ کو نہ تو بیت اللہ کی زیارت سے روکتے اور نہ آپ سے لڑائی ہی کرتے، ہاں یہ لکھو کہ یہ تحریر محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہے۔'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تو اللہ کا رسول ہوں، تم اگرچہ مجھے جھٹلاتے پھرو، چلو! محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو۔''

(١) سہیل نے کہا: ''ہم اس سال بیت اللہ کی زیارت نہیں کرنے دیں گے، البتہ آئندہ سال کے لیے اجازت ہے۔

اس سال آپ واپس لوٹ جائیں، مکہ میں نہ آئیں اگلے سال آئیں۔ جب تم لوگ آؤ گے ہم مکہ سے باہر نکل جائیں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آئیں۔ تین دن مکہ میں قیام کریں۔ تمھارے پاس ہتھیار اس قدر ہی ہوں جس قدر ایک سوار کے پاس ہوتے ہیں اور تلواریں میان میں رہیں۔''

(٢) سہیل نے کہا: ''یہ شرط بھی لکھ لو کہ ہماری طرف سے جو بھی شخص تمھارے پاس جائے گا، بے شک وہ تمھارے دین ہی پر کیوں نہ ہو، آپ کے ذمہ ہو گا کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کر دیں۔''

اس صلح کی مدت (١٠) سال قرار پائی تھی۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ بھی طے پایا کہ فریقین میں سے جو شخص پسند کرے کہ وہ محمد (ﷺ) کے عہد و پیمان میں داخل ہو تو اسے اجازت ہے۔ جونہی تحریر مکمل ہوئی خزاعہ قبیلے کے لوگ کھڑے

ہوئے اور کہنے لگے ہم اللہ کے رسول ﷺ کے عہد و پیمان میں آتے ہیں۔ ساتھ ہی بنو بکر کے لوگ بھی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ہم قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق حضرت ابوجندل مسلمان تھے۔ مشرکوں نے انھیں مکہ میں قید کر رکھا تھا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم کر رہے تھے۔ انھوں نے جب سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ حدیبیہ میں تشریف لائے ہیں تو وہ کسی نہ کسی طرح موقع پا کر نکلے اور زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آ گئے۔

سہیل کی یہ شرط کہ ہماری طرف سے جو بھی آدمی، خواہ وہ مسلمان ہو، آپ کی طرف بھاگ کر جائے گا تو تمھیں واپس کرنا ہو گا، اسے سن کر مسلمان کہنے لگے: ''سبحان اللہ! ایک شخص مسلمان ہے، اسے کس طرح مشرکوں کے سپرد کیا جا سکتا ہے؟'' ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سہیل ہی کا بیٹا ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں کو گھسیٹتا ہوا آن پہنچا۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے بھاگے تھے۔ انھوں نے خود کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ سہیل کہنے لگا: ''اے محمد! (ﷺ) یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ (ﷺ) اس کو میرے حوالے کر دیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی تو ہم نے تحریر کو مکمل نہیں کیا ہے۔''

اس پر سہیل کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! یہ بات ہے تو میں کسی بھی بنیاد پر آپ سے صلح نہیں کروں گا۔'' یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا: ''اچھا، چلو پھر ابوجندل مجھے دے کر احسان ہی کر دے۔''

سہیل کہنے لگا: ''نہیں، میں یہ احسان نہیں کر سکتا۔'' آپ ﷺ نے پھر کہا: ''نہیں، یہ احسان تو کر ہی دینا چاہیے۔''

سہیل بولا: ''نہیں، میں نہیں کر سکتا۔'' مکرز نے کہا: ''چلو یہ احسان کر دیتے ہیں۔'' لیکن سہیل نے اس کی بات پر دھیان ہی نہیں دیا۔ اب ابوجندل مسلمانوں کے سامنے دہائیاں دینے لگا: ''اے مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، کیا اب مجھے ان مشرکوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا؟''

الغرض، سہیل اپنے بیٹے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو طمانچے مارتا ہوا لے گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے مندرجہ ذیل مکالمہ کیا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''کیا آپ (ﷺ) اللہ کے سچے رسول نہیں؟''

رسول کریم ﷺ: ''کیوں نہیں!''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر؟''

رسول کریم ﷺ: ''کیوں نہیں!''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''یہ بات ہے تو پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں دبے کیوں ہیں؟''

رسول کریم ﷺ: ''یاد رکھو! میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا، اللہ ہی میرا مددگار ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''کیا آپ (ﷺ) ہمیں یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟''

رسول کریم ﷺ: ''ٹھیک ہے، لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''نہیں، آپ (ﷺ) نے یہ تو نہیں فرمایا تھا۔''

رسول کریم ﷺ: ''پھر اے عمر! یاد رکھو! تم بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے یہ انداز اختیار کرنے کی جو جسارت کی، اس کے مداوے کے لیے بہت سے نیک اعمال کیے۔''

صلح نامے سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا: ''اٹھو! جانور قربان کرو اور سر منڈاؤ۔''

اللہ کی قسم! ان لوگوں میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا، حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا جملہ تین بار دہرایا، پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو آپ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں چلے گئے اور ان کے سامنے صحابہ کے طرزِ عمل کا تذکرہ کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ''اے اللہ کے نبی! (ﷺ) اگر آپ (ﷺ) قربانی کرنا پسند کرتے ہیں؟ تو پھر آپ (ﷺ) باہر تشریف لے جائیں، کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ آپ اپنا جانور قربان کر دیں اور اپنے حجام کو بلا لیں جو آپ کے بال مونڈ دے۔'' مسند احمد میں یہ بھی لفظ ہیں: ''یہ لوگ اس وقت جس صدمے سے دوچار ہیں آپ اسے بخوبی جانتے ہیں۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ خیمے سے باہر نکلے، کسی سے کچھ نہیں کہا اور خود عمل پیش کر دیا۔ اپنا اونٹ بھی قربان کر دیا، حجام کو بلوایا اور اس نے آپ ﷺ کا سر بھی مونڈ دیا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور جانور قربان کرنے لگے۔ آپس میں ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ رنج و غم میں ڈوبے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔

صحابہ، صلح کی دفعات پر اس قدر پریشان تھے کہ انھیں اپنے آپ کا ہوش ہی نہ رہا تھا۔ ان حالات میں مومنوں کی ماں اور رسول کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ کا مشورہ خوب کارگر ثابت ہوا، عورت کے مقام کا بھی پتا چلا کہ حکمرانِ مدینہ اور سالارِ صحابہ نے اپنے حکم کے نفاذ کا بہترین اور کارگر مشورہ حاصل کیا تو اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے۔

غم و اندوہ میں ڈوبی صحابہ کی حالت جب معمول پر آ گئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں سمجھاتے ہوئے فرمایا:

''جو ہمیں چھوڑ کر مشرکوں سے جا ملا ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے، اچھا ہوا کہ اسے اللہ نے ہم سے دور کر دیا اور جو شخص ان مشرکوں میں سے نکل کر ہمارے پاس آئے گا تو اللہ اس کے لیے وسعت پیدا کرے گا اور کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا۔''

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''ہم حدیبیہ کے مقام پر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے کہ رات کو بارش برستی رہی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو رخِ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا:

((أَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ؟))

''کیا تمھیں معلوم ہے تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟''

ہم نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) ہی بہتر جانتے ہیں۔'' اس پر آپ ﷺ نے ہمیں آگاہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں نے آج صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ تو مجھ پر ایمان رکھے ہوئے ہیں اور کچھ نے میرے ساتھ کفر کر ڈالا ہے۔ اس طرح کہ جس نے تو یہ کہا کہ ہم پر یہ بارش اللہ کی رحمت سے ہوئی، اللہ کی عنایت اور اللہ کے فضل سے ہوئی، وہ شخص مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کی تاثیر کا انکار کرنے والا ہے اور وہ شخص کہ جس نے اس موقع پر یہ کہا کہ یہ بارش فلاں ستارے کی تاثیر سے ہوئی ہے، وہ ستاروں پر ایمان رکھنے والا اور میرے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔''

[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ: ۴۱۴۷]

شہزادیوں کا کھانا

سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ گھر میں تشریف لائے تو ان کی بیٹیاں کپڑا منہ پر رکھ کر ان سے باتیں کرنے لگیں، آپ حیران ہو کر کہنے لگے: یہ کیا کر رہی ہو؟ منہ پر کپڑا کیوں رکھا ہے؟ تو خادمہ رونے لگی اور بولی: ''امیر المومنین کچھ خبر ہے کہ آپ کی بیٹیوں نے آج کچے پیاز سے روٹی کھائی ہے۔''

آپ کو بدبو سے نفرت ہے اس لیے کپڑے سے منہ کو ڈھانپے ہوئے ہیں، عمر بن عبدالعزیز رونے لگے بولے: ''کون چاہتا ہے کہ اس کی اولاد مصیبت میں رہے مگر عمر بن عبدالعزیزؒ کا تقویٰ دیکھیے کہ فرمانے لگے: میری بیٹیو! میں تمھیں بڑے لذیذ کھانے کھلا سکتا ہوں لیکن میں جہنم کی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ صبر کرو اللہ اچھا کھلائے گا۔ فاقوں پر اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ پالتے ہیں۔ نیکی پر اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ پالتے ہیں۔ حرام پر اللہ کا وعدہ نہیں، اس پر تو یہ وعدہ ہے کہ ذلیل و خوار کروں گا۔

ان کی نسلیں روتی ہیں جو حرام کمائی اولاد کے لیے چھوڑ کر مرتے ہیں اولاد روتی ہے دنیا میں وہ قبروں میں روتے ہیں۔ اب یہاں گزارہ کیسے ہوگا۔''

جاوید شریف، حویلی لکھا و ساویوالہ

ہوا میں اڑتے انسان

یہ 1912ء کی بات ہے کہ جب فرانس سے تعلق رکھنے والے ایک درزی فرانز ریشل نے فرانس کے دارالحکومت پیرس میں واقع ایفل ٹاور سے بغیر پیراشوٹ کے چھلانگ لگا دی۔ لیکن یہ چھلانگ کوئی خودکشی نہیں تھی بلکہ اسی درزی کے اپنے ڈیزائن کئے ہوئے کوٹ کو ٹیسٹ کرنے کا تجربہ تھا جسے پہن کر کوئی بھی بغیر پیراشوٹ کے بلندی سے چھلانگ لگا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کوٹ نے کام نہیں کیا اور لوگوں اور کیمروں کی آنکھوں میں وہ منظر فلم بند ہو کر رہ گیا جس میں مذکورہ درزی ساٹھ میٹر کی بلندی سے نہایت بے بسی کے ساتھ اپنی موت کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اگلی چند دہائیوں تک جو ساٹھ کی دہائی تک پہنچتی ہیں، کئی باہمت لوگ گھروں میں ڈیزائن کئے گئے ٹاٹ، سلک اور لکڑی سے بنے پروں کے ذریعے سے ہوا میں اڑنے کی کوشش کرتے رہے۔ ایسے لوگ زمین پر اترنے کے لئے آخر کار پیراشوٹ کا سہارا ہی لیا کرتے تھے البتہ بنائے گئے ان پروں



کے ذریعے سے وہ کافی دیر تک ہوا میں آگے بڑھ سکتے تھے۔ ان کوششوں کے دوران میں کئی حادثے کا شکار ہو کر جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ ان کے پر اور پیراشوٹ ایک دوسرے میں الجھ جاتے۔ یہ سفر اس وقت تک جاری رہا جب 1990ء میں ایک نیا قدرے محفوظ پروں والا پیراشوٹ متعارف کرایا گیا۔ آج کے دور میں اس سوٹ کی بدولت کئی باہمت لوگ پرندے کی طرح اڑنے کی خواہش پوری کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بلندی پر اڑتے ہوئے جہاز سے چھلانگ لگائیں اور ہوا میں اپنی مرضی سے اڑنے کے بعد زمین پر بغیر پیراشوٹ کی مدد سے اتر سکیں۔

دنیا بھر میں کم از کم دو ٹیمیں ایسی ہیں جو اس کام کو ایک کھیل کے طور پر آگے بڑھا رہی ہیں، لیکن دونوں کا طریقہ کار بہت مختلف ہے۔ اس دوڑ میں پہلے نمبر پر آنے کے لئے کچھ پوشیدہ اصول رکھے گئے ہیں مگر صف اول کے لئے مقابلہ کرنے والوں نے پہلے ہی سے بہتر امیدوں کا انکشاف کر دیا ہے۔ ایک جدید پروں والا سوٹ دراصل پورے جسم کا سازوسامان ہوتا ہے، جس کے پر، بازو، دھڑ اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی جگہ سخت نائیلون سے سی گئی ہے۔ بلندی سے چھلانگ کے دوران میں ہوا کا دباؤ ان پروں کو پھلاتے ہوئے ہوائی جہاز کے بازو کی شکل دیتا ہے اور اس سوٹ کو پہن کر چھلانگ لگانے والا آہستہ آہستہ حرکت شروع کر دیتا ہے۔ اس دوران میں وہ مختلف کرتب بھی دکھاتا ہے۔ بعض باہمت افراد نشیبی زمین پر پانچ میٹر تک نیچے آ کر دوبارہ اوپر اڑ جاتے ہیں۔ پروں والا سوٹ پہن کر چھلانگ لگانے والے ہمیشہ اپنے جسم کی حفاظت کے لئے پیراشوٹ استعمال کرتے ہیں مگر چند افراد نے پیراشوٹ کے بغیر بھی اڑنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا ہے۔ یہ بات آسمانوں میں اڑنے والے اس وقت عموماً کرتے ہیں جب وہ پہلی بار پروں کے سوٹ پر کوشش کرتے ہیں۔ ایک تجربہ کار پائلٹ اور پروں کے سوٹ اڑانے والے ٹام میس کہتے ہیں کہ بڑی تیزی سے اوپر

سحرش اعجاز، راولپنڈی

سے گزرنے کے عادی ہونے کی وجہ سے اب ان کو پروں کے سوٹ "غیر متحرک" لگتے ہیں۔ کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں پروں والے سوٹ اور دیگر ایسے کاموں کے لئے ملبوسات تیار کرنے والے ماریہ وون ایبجیڈی کہتے ہیں کہ پیراشوٹ پر میرا غصہ شروع ہی سے ہے کیونکہ اس کے سائز، حالت اور تربیت کے حوالے سے کافی روک ٹوک ہے۔ کیا پیراشوٹ کے بغیر زمین پر اترنا اصولی طور پر ممکن ہے؟ ماہرین طب اور سینٹ لائش یونیورسٹی میں پیراشوٹ کے محقق جین پوٹون کے خیال میں یہ ممکن ہے۔ اس کے لئے اڑان کی رفتار پر کنٹرول لازمی ہے۔ تیز رفتار اور چھوٹے سے پروں کے ساتھ پروں والا سوٹ کم سے کم غلطی کی گنجائش چھوڑے گا۔

یہ جمبو "جیٹ" کے بجائے ایف سولہ کی طرح ہوگا۔ وون ایبجیڈی، جو "جائی ونگز" (Jii Wings) کے نام سے پروں والے سوٹ بنانے والی کمپنی چلاتی ہے۔ اس نے امید افزا پالیسی اپنائی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زمین کو چھونے سے قبل پیراشوٹ چلانے والوں کو ایک چال استعمال کرنی ہوگی جسے فلیر (پروں کا ابھرنا) کہا جاتا ہے، اس کے تحت کرافٹ کے پروں کی جانب سے اوپر اٹھنا اور رفتار کو کم کرنا ہے۔ بڑے ہوائی جہاز اور پرندے بھی زمین پر اترتے وقت فلیر کرتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے وون ایبجیڈی ایک سوٹ تیار کر رہی ہے جسے اس نے اینگریٹڈ گلائیڈ اینڈ لینڈنگ سسٹم (IGALS) کا نام دیا ہے، جس سے وہ دو اقسام کے اہداف حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ ایک ہموار قسم کے گلائیڈ کا زاویہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وون ایبجیڈی دعویٰ کرتی ہے کہ وہ پروں کا محیط بڑھا کر بازوؤں کو مستحکم کر کے اوپر پروں کی شکل تبدیل کر کے بہتر تناسب حاصل کر سکتی ہے۔ اس ڈیزائن کی سب سے بڑی جدت پائلٹ کو زمین پر اترنے سے قبل ہی اپنے پر نکالنے کی اجازت دیتا ہے اور



آسانی سے فلیر کرتا ہے۔ یہ اس کا دوسرا ہدف تھا کہ زمین پر اترنے سے قبل آرام سے پائلٹ اپنی رفتار کو ختم کر کے محفوظ طریقے سے اتر سکے۔ وون ایبجیڈی جس نے سب سے پہلے سوٹ کے پیچھے چھپے ہوئے نظریات کا انکشاف کیا، اس کا دعویٰ ہے کہ یہ سوٹ تاحیات قائم رہے گا۔ اس کی جانچ کے لئے وون ایبجیڈی نے کرتب کار بھرتی کئے تا کہ دیکھا جا سکے کہ پائلٹ یہ کرتب کر سکتے ہیں یا نہیں۔ انتہائی بلندی سے چھلانگ لگانے کے تجربوں کے بعد یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ اگر گرنے کے دوران میں کوئی غلطی ہو جائے تو پائلٹ فضا میں اسے ختم کر سکتا ہے۔ یونیورسٹی آف کیلی فورنیا سے وابستہ گریگ برائن کے مطابق پروں کا بوجھ بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ وارن ڈیزائن وژن سے وابستہ خلابازی کے انجینئر ایل وین وارن کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ ایک 1.8 میٹر انسان کو اڑنے کے لئے 24 مربع میٹر پر درکار ہوں گے اور پائلٹ کا وزن بھی 90 کلوگرام سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ ڈسکوری چینل کے پروگرام اسٹنٹ جنگریز کی میزبان جیٹ کارلس کا کہنا ہے کہ اگر بڑی تیزی سے نیچے آنے والے پروں والے سوٹ کی رفتار کو کم کرنا ممکن نہ ہو تو متبادل بھی موجود ہے۔ جسٹ کارلس کو پہاڑوں، لمبے ٹاوروں اور دیگر لمبی عمارات سے ایک ہزار سے زائد چھلانگ لگانے کا اعزاز حاصل ہے، اگلے پراجیکٹ کے لئے وہ ایک ہیلی کاپٹر سے کودنے کا ارادہ کر رہا ہے۔

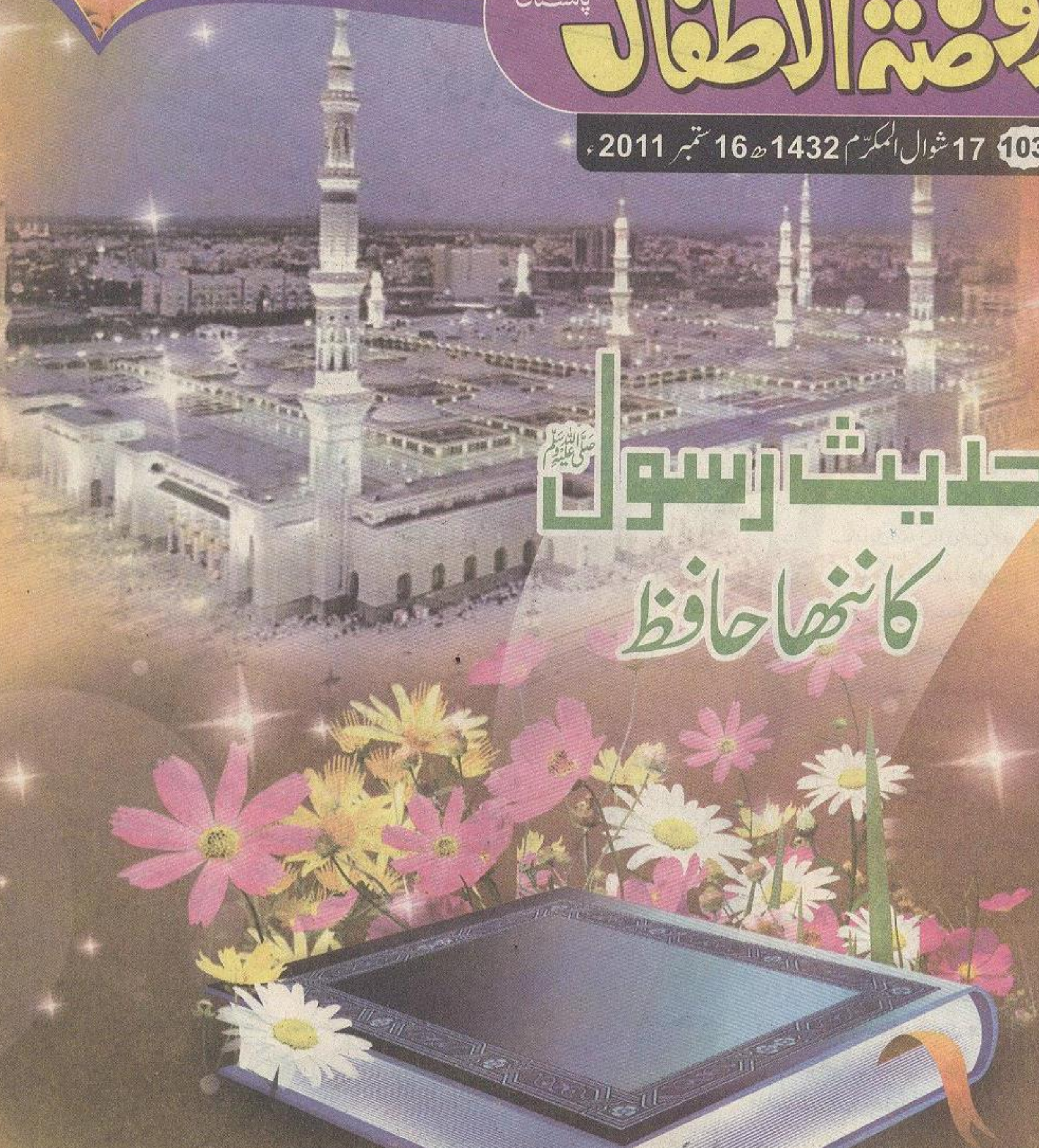
فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

103 17 شوال المکرم 1432ھ 16 ستمبر 2011ء



حدیث رسول ﷺ کا ننھا حافظ

لاڈلی نواسی

خلیفہ کا کوتوال

قیمت 5 روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلی بات

ننھے ساتھیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک آیا گزر گیا۔ہمیں پتہ ہے کہ رمضان کے دوران آپ سب کو عید کا بہت زیادہ انتظار رہتا ہے...... کہ نئے جوتے، نئے کپڑے پہنیں گے...... عیدی وصول کریں گے اور پھر اپنی مرضی سے کھائیں پیئیں گے اور کھلونے وغیرہ خریدیں گے اور کھلونوں میں سے اکثر بچوں کو کھلونا گنیں اور پستول بہت زیادہ پسند ہوتے ہیں۔ہم لوگ بھی بچپن میں سب سے زیادہ کھلونا گنیں وغیرہ ہی خریدا کرتے تھے اور آج ہم آپ کو اس حوالے سے دو باتیں بتائیں گے۔

پہلی بات یہ کہ اسلحہ اور ہتھیار ہمارے دین کا بہت ہی اہم حصہ ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھی اسلحہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔آپ ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو بھی آپ ﷺ کے گھر میں سوائے تیر و تلوار اور جنگی ساز و سامان کے اور کچھ بھی نہیں تھا...... پتہ ہے کیوں......؟ اس لیے کہ دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ اور راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اسلحہ اور جنگی ہتھیار بنیادی چیز ہے۔ہم سب بھی اسلام کے سپاہی ہیں تو ہمیں بھی اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی طرح اسلحہ سے محبت تو کرنی چاہیے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ہر صورت ذہن نشین رہے کہ اسلحہ اور ہتھیار کسی بھی مسلمان پر کسی صورت چلانا تو کجا اٹھانا اور سیدھا تک کرنا بھی حرام ہے...... اس کا استعمال صرف اور صرف ان کافروں کے خلاف ہوتا ہے جو اسلام پر حملہ آور ہوں۔مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہوں۔آپ نے اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ آپ میں سے اکثر ساتھی یہ تو ضرور جانتے ہوں گے کہ ہمارے ملک کے ایک وزیر داخلہ ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن ملک ہے جبکہ وہ خود کو رحمان ملک کہلواتے ہیں حالانکہ ''رحمان'' اللہ کا نام ہے اس لحاظ سے انہیں یہ تو نہیں کہلوانا چاہیے لیکن ان وزیر داخلہ صاحب نے چند روز پہلے بیان دیا ہے کہ عید کے موقع پر بچوں کے لیے بیرون ملک سے پاکستان میں 3 کروڑ کا کھلونا اسلحہ منگوایا گیا ہے جو کہ ہمارے بچوں کی غلط تربیت کر رہا ہے۔ وزیر داخلہ نے مزید کہا کہ اس پر پابندی لگنی چاہیے کیونکہ اس سے بچے تشدد سیکھتے ہیں۔ویسے ہمیں تو امید ہے کہ آپ کو بھی وزیر داخلہ کی بات پر ضرور ہنسی آئی ہوگی کیونکہ ملک میں قتل و غارت گری اور دہشت گردی کرنے والے تو ان سے پکڑے نہیں جاتے اور ذوالفقار مرزا کے بقول عبدالرحمٰن ملک تو خود قاتلوں اور دہشت گردوں سے ملے ہوئے ہیں جب کہ ان کا اب سارا غصہ بچوں کے کھلونا اسلحہ پر نکل رہا ہے۔ہمارے یہ وزیر داخلہ بھی عجیب ہیں کہ کبھی کراچی میں بچوں کی مسلح فورس بنانے کی بات کرتے ہیں اور کبھی کھلونا اسلحہ پر پابندی کی بات...... بہر حال ہمیں ان سب کی ہدایت کے لیے دعا کرنی چاہیے تا کہ یہ بچوں کے کھلونوں کا پیچھا چھوڑ کر اصل دہشت گردوں کا پیچھا کریں اور انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں اور ہمیں ان کی پرواہ کیے بغیر پاکستان کو حقیقی معنوں میں محفوظ و مامون بنانے کے لیے کوشش و کاوش بھی کرنی چاہیے اور ہاں آپ نے وزیر داخلہ کی باتوں سے متاثر بھی نہیں ہونا...... بلکہ اپنے دین کو سامنے رکھنا ہے......

اور چلتے چلتے یہ بات بھی ہو جائے کہ ہم آپ کے لیے اگلے شمارے سے مختلف نئے انعامی سلسلے بھی شروع کر رہے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ ساتھیوں کو شرکت کا موقع دیا جائے گا۔روضۃ الاطفال کو مزید معیاری اور دلچسپ بنانے کے لیے بھی نئے سلسلے شروع کیے جائیں گے اس میں بھی آپ کی تجاویز کا انتظار رہے گا۔آپ بھی نئے اور منفرد سلسلے سوچیے اور ہمیں آگاہ کیجیے۔ جو سب سے بہترین تجاویز دے گا اس کا نام بھی نمایاں طور پر شائع کرنے کے ساتھ ساتھ خصوصی انعام بھی دیا جائے گا۔

تو پھر...... سوچیے...... اور ہمیں لکھیے...... کہ ہمیں آپ کا انتظار ہے......! والسلام

آپکا بھائی علی عمران شاہین

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔ جس طرح اس نے تمھاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی اور ایک گروہ، ان پر گمراہی ثابت ہو چکی، بے شک انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں۔''

(سورۃ الاعراف:30,29)

حدیثِ نبوی ﷺ

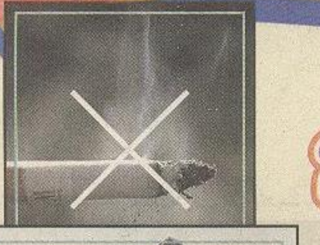
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر زیادتی کرتا ہے، نہ اس کو دشمن کے سپرد کرتا ہے جو اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت پوری کرے گا، اللہ اس کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان سے کوئی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

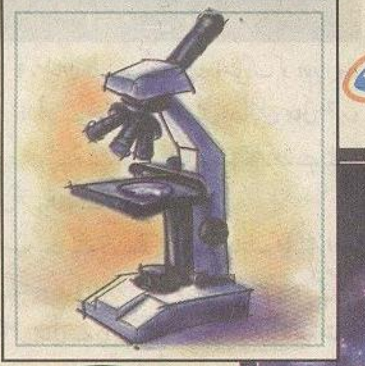
(بخاری و مسلم)

اشفاق مجاہد۔موڑا ایمن آباد

ایڈیٹر: علی عمران شاہین
انچارج: محمد الیاس حامد
خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857
فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-37150890

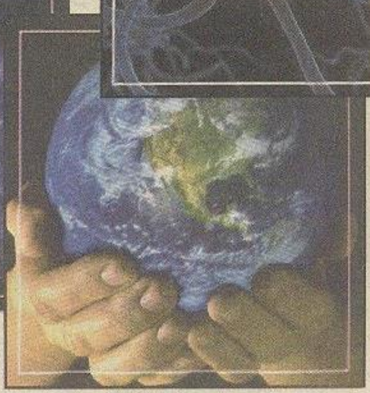
سائنس و ٹیکنالوجی، صحت و طب، کائنات و ماحولیات کی دنیا سے











مرتب
علی عمران شاہین

ننھے ساتھیو! آپ کے پیارے میگزین کے اس سلسلے میں ہم آپ کے لیے ہر دفعہ سائنس، ٹیکنالوجی، صحت، طب، کائنات وماحولیات وغیرہ کی دنیا سے تازہ ترین خبریں، تحقیقی رپورٹیں اور تجزیے پیش کریں گے اور آپ کو یہ بھی بتائیں گے کہ کس طرح آج کی جدید سائنس بھی ہمارے دین کے احکامات اور تعلیم کی خود بخود تصدیق کر کے اسے مقبول کر رہی ہے اور ترقی یافتہ کہلانے والے امیر ترین ممالک کے لوگ انہی باتوں کی وجہ سے بھی تیزی سے مسلمان بھی ہو رہے ہیں۔ اور ہاں...... اگر آپ کے پاس بھی ایسی کوئی رپورٹیں ہوں تو آپ بھی ہمیں ضرور روانہ کریں...... تاکہ ہم انہیں بھی شامل اشاعت کر کے دوسروں تک پہنچا سکیں۔

یورپ کے 16 کروڑ انسان دماغی امراض کے شکار

یورپ کے ممالک میں رہنے والے لوگوں کے پاس دنیا کی کسی چیز کی کمی نہیں، دولت، آسائش و آرام، ہر طرح کی سہولیات اور نجانے کیا کیا...... اسی لیے ان کے ہاں کے ''فقیر'' بھی ہمارے امیروں سے شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں...... لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہاں کے لوگوں کی صورتحال یہ ہے کہ یورپی ممالک کے اتحاد یورپی یونین کی ساڑھے 16 کروڑ آبادی دماغی امراض و مسائل کا شکار ہے۔ یورپ میں صحت کے حوالے سے 21 ویں صدی کا سب سے بڑا چیلنج دماغی بیماریوں میں اضافہ ہے۔

ایک برطانوی جریدے میں یورپین کالج آف نیورو سائیکو فارماکالوجی کی طرف سے فرانسیسی زبان میں شائع ہونے والی ذہنی اور اعصابی صحت کی حالت پر نئی تحقیق کے مطابق یورپی یونین کی 38.2 فیصد یعنی 16 کروڑ 48 لاکھ نفوس پر مشتمل آبادی دماغی امراض و مسائل کا شکار ہے۔

یہ تحقیق یورپی یونین کے علاوہ سوئٹزرلینڈ، آئس لینڈ اور ناروے کے 514 ملین لوگوں کی آبادی کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں بچوں اور نوعمروں (2 سے 17 برس)، بالغ (18 سے 65 برس) اور عمر رسیدہ (65 سال سے زائد) میں پائی جانے والی تمام بڑی دماغی بیماریوں کو شامل کیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ تشویش ناک بیماریوں میں دماغی خلل (14.0 فیصد)، انسومنیا (7.0 فیصد)، ڈیپریشن (6.9 فیصد)، سوماٹوفارم خلل (6.3 فیصد)، شراب اور منشیات پر انحصار 4 فیصد سے زائد ہے۔

آپ نے دیکھا...... کہ اسلام کو چھوڑ کر یہ لوگ کیسی کیسی بیماریوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ اسی لیے یہ لوگ ان مسائل سے جان چھڑانے کے لیے مذہب کا مطالعہ کر کے اب تیزی سے مسلمان ہو رہے ہیں اور ان کی عیسائی حکومتوں کو شدید مسائل و مشکلات کا سامنا ہے۔ ان کے لوگ جس تیزی سے مسلمان ہو رہے ہیں، بہت جلد ان کے ممالک مسلم دنیا میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ان لوگوں کو ان تمام بیماریوں سے نجات اسلام قبول کرنے سے ملتی ہے۔ کیونکہ اسلام ذہنی و دماغی آرام و چین عطا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسی بیماریاں اسلام پر عمل کرنے والوں میں عموماً دیکھنے کو نہیں ملتیں۔ اسی لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اسلام کے ہر حکم اور ہر رکن پر عمل کریں۔

تمباکو نوشی کے ماحول میں رہنے والے بچے سکول سے زیادہ غیر حاضر رہتے ہیں

ننھے ساتھیو! آپ کو یہ تو پتہ ہی ہوگا کہ اسلام میں ہر نشہ حرام ہے۔ اس میں سگریٹ اور نسوار بھی شامل ہے۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ اسے حرام کی بجائے مکروہ کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ سگریٹ اور نسوار بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح دیگر نشے۔ ان حرام اشیاء کے استعمال کے نتائج بھی انتہائی بھیانک اور خوفناک ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے کی گئی ایک تازہ ترین تحقیق کے مطابق تمباکو نوشی کے ماحول میں پروان چڑھنے والے بچے سکول سے زیادہ غیر حاضر رہتے ہیں۔

آسٹریلیا کے نشریاتی ادارے کی رپورٹ کے مطابق اس سے قبل تحقیق میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ سیکنڈ ہینڈ سگریٹ نوشی صحت پر انتہائی منفی اثرات ڈالتی ہے لیکن ان مسائل میں ایک اور اضافہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے، یہ فعل بچوں کو سکول میں جانے میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے اور ان کی تعلیم کے لیے ایک نقصان بھی ہے۔ ایسے بچے جن کی عمریں 6 سے 11 برس کے درمیان ہیں اور سگریٹ نوشی کے ماحول میں رہتے ہیں۔ وہ سکول سے زیادہ غیر حاضر رہتے ہیں۔ شعبہ اطفال کے اس ہفتے کے شمارے میں شائع نئے ڈیٹا سے پتہ چلتا ہے کہ جن گھروں میں سگریٹ نوشی نہیں ہوتی ان کے بچے باقاعدگی سے سکول جاتے ہیں۔ جن

گھروں میں سگریٹ نوشی ہوتی ہے ان کے ہاں بچے ہر سال تین سے چار بار انفیکشن کا شکار ہوتے ہیں۔

تو پھر کیا خیال ہے...... آپ نے اپنے ابو بڑے بھائی یا جو بھی رشتہ دار ہے اس کو اس برے کام سے روکنا ہے اور بتانا ہے کہ اس کا سگریٹ میرے لیے بھی تباہ کن ہے۔ اس لیے اسے چھوڑ دیں تا کہ ہم سب ایسی مصیبتوں اور لعنتوں سے بچ سکیں۔

امریکی بچوں اور نوجوانوں میں فالج کے مرض میں اضافہ

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ امریکہ میں بچوں اور نوجوانوں میں فالج کے مرض میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس کی بڑی وجہ صحت مند طرزِ زندگی کا نہ ہونا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ سخت کاموں 'پیدل چلنے' ورزش وغیرہ کی بجائے آرام طلب اور سہولت پسند ہیں۔

اس حوالے سے سائنسدانوں نے سن انیس سو پچانوے سے سن دو ہزار آٹھ کے درمیان بیماریوں کی روک تھام کے امریکی سینٹرز میں موجود اسی لاکھ افراد کے اعداد و شمار کا جائزہ لیا۔

تحقیق کرنے والوں کا کہنا ہے کہ ہسپتالوں کے نیورولوجی ڈیپارٹمنٹ کے ریکارڈ کے مطابق گزشتہ دس سال سے بھی کم عرصے میں پانچ سے چوالیس سال کی عمر کے افراد میں سٹروک یا فالج کے مرض میں اضافہ ہوا۔

ان کے مطابق فالج کے مریضوں میں ہائی بلڈ پریشر، شوگر اور موٹاپے کی مشترکہ علامات پائی گئی ہیں۔

برطانیہ کی سٹروک ایسوسی ایشن سے وابستہ ڈاکٹر لورنا لیورڈ کا کہنا ہے کہ فالج عام طور پر عمر رسیدہ افراد میں ہوتا ہے لیکن کام کرنے والے ایک چوتھائی افراد میں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ ان کے مطابق برطانیہ میں ہر سال چار سو بچے فالج سے متاثر ہوتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ فالج کی چند بڑی وجوہات میں ہائی بلڈ پریشر، موٹاپا، شوگر، کم خوراک اور سگریٹ نوشی بھی شامل ہے۔

تحقیق کرنے والوں کا کہنا ہے کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ فالج سے نوجوان افراد زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور اس سے محفوظ رہنے کے لیے ہمیں صحت مند طرزِ زندگی اپنانے کے ساتھ ساتھ باقاعدگی سے بلڈ پریشر بھی چیک کروانا چاہیے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انسانی جسم کے کسی حصے میں دورانِ خون کے رک جانے سے فالج ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دماغ سے خون رسنا شروع ہو جاتا ہے۔

سائنسدانوں کے مطابق پندرہ سے چونتیس سال کے افراد میں یہ شرح تیس فیصد جبکہ پینتیس سے چوالیس سال کے افراد میں یہ شرح سینتیس فیصد تک پہنچ چکی ہے۔

محققین کے مطابق ہر عمر کے گروپ میں خواتین کے مقابلے میں مردوں میں فالج کی بیماری زیادہ پائی جاتی ہے۔ (اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خواتین عموماً سگریٹ نوشی نہیں کرتیں اور گھروں میں بھی کام کاج کرتی ہیں)۔

ایک رپورٹ کے مطابق ہائی بلڈ پریشر، موٹاپا اور تمباکو کے زیادہ استعمال نے فالج کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔

اس حوالے سے ایک اور تازہ ترین رپورٹ بھی ملاحظہ کیجئے جس میں بتایا گیا ہے کہ ہفتے میں ڈھائی گھنٹے کی جسمانی سرگرمیاں عارضہ قلب سے محفوظ رکھتی ہے۔ ہلکی یا اوسط درجے کی جسمانی سرگرمیاں عارضہ قلب (دل کے دورہ) سے محفوظ رکھتی ہیں۔ ہفتے میں 150 منٹ یا 2.5 گھنٹے کی درمیانے درجے کی جسمانی ورزش عارضہ قلب کے خطرات سے 14 فیصد کم کر دیتی ہے۔

جبکہ تائیوان میں ایک نئی تحقیق کے مطابق روزانہ صرف پندرہ منٹ کی ورزش سے نہ صرف عمر میں تین سال تک اضافہ ہو سکتا ہے بلکہ موت کے خطرے میں 14 فیصد تک کمی ہو سکتی ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ایک بالغ شخص کے لیے اپنی صحت کے مفاد میں ورزش کی یہ کم ترین حد ہے۔

پرندوں کو ائیرپورٹ سے دور رکھنے کا "ہتھیار" تیار کر لیا گیا

پرندوں کے ٹکرا جانے کے باعث دنیا بھر میں فضائی حادثے ہونا معمول بنتا جا رہا ہے۔ تاہم اب اس کا حل بھی ڈھونڈ لیا گیا ہے۔

نیوزی لینڈ کے سائنسدانوں نے پرندوں کو ائیرپورٹ کی حدود سے دور رکھنے کے لیے ایک نیا "ہتھیار" تیار کر لیا ہے۔ ان سائنسدانوں نے Avanex نامی ایک ایسی مخصوص گھاس تیار کر لی ہے۔ جس پر پھپھوند کا انفیکشن موجود ہے۔ چونکہ پھپھوند والی گھاس پرندوں کے لیے بیماری کا باعث بن جاتی ہے۔ لہٰذا وہ اس سے دور رہنے پر مجبور ہوں گے۔ سائنسدان سمجھتے ہیں کہ اس گھاس کی ٹرف ائیرپورٹس کی حدود میں بچھا دی جائے گی جس سے پرندے ائیرپورٹس پر نہیں اتر پائیں گے۔ واضح رہے کہ پرندوں کے باعث پیش آنے والے حادثات کی مد میں ائیرلائن انڈسٹری کو سالانہ تقریباً 1.5 بلین ڈالر (یعنی ڈیڑھ ارب) تک کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔



سرزمین کشمیر دنیا کی حسین ترین وادیوں میں سے ایک ہے۔ کشمیر وہ خطہ سرزمین ہے کہ جس کی خوبصورتی کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ اسی لیے اسے جنت کا ٹکڑا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسلم اکثریت کی وادی ہے۔ کشمیر پاکستان کے لیے جغرافیائی لحاظ سے انتہائی اہمیت کا علاقہ ہے۔ اسی لیے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے کہا تھا:

"کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔"

جب پاکستان 14 اگست 1947ء کو ایک اسلامی ریاست کے طور پر ابھرا تو کشمیری مسلمانوں نے ہندو بنیے کے خلاف "علم جہاد" بلند کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مجاہدین آزادی سرینگر تک پہنچ گئے۔ جب ہندو بنیے کو اپنی موت صاف نظر آئی تو اس نے عالمی برادری کے آگے آہ و بکا کی۔ عالمی امن کے ٹھیکیداروں نے اقوام متحدہ کو منصف ٹھہرایا۔ جس سے کشمیری مسلمانوں کی آزادی قصۂ پارینہ بن کے رہ گئی۔ کشمیریوں پر جمود کی تاریکیاں مسلط ہونے لگیں۔ کشمیریوں کا حق خود ارادیت سلب ہوتا نظر آنے لگا۔ یہ وہی سرزمین کشمیر ہے جو 90 ہزار مظلوم مسلمانوں کے لہو سے رنگین نظر آ رہی ہے۔ اس میں ہر طرف بھارتی درندے دندناتے نظر آتے ہیں۔ انہیں شاید کوئی بتانے والا نہیں کہ یہاں وہ قوم بستی ہے جس کے جری سپوت کشتیاں جلا کر بھی دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جس کے جری جوان مشرق و مغرب میں اور پوری دنیا میں علم جہاد بلند کر سکتے ہیں۔ آج کشمیر کی دھرتی پہ مٹھی بھر "مجاہدین اسلام" سات لاکھ سے زائد بھارتی فوج کشمیر میں بے بس ہو چکی ہے۔

بھارتی درندوں نے سرزمین کشمیر پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتیں لوٹی جا رہی ہیں۔ جبکہ امت مسلمہ خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن ظلم کی راتیں بہت جلد روشنی میں بدل جاتی ہیں۔

کشمیر میں پچھلی نصف صدی سے بھارتی فوجی ظلم کر رہے ہیں۔ مگر اقوام متحدہ خاموش کیوں؟

کیا مسلمانوں کا خون اس قدر سستا ہے؟ کہ بھارتی فوجی اپنے غلیظ ہاتھوں کو رنگتے چلے جا رہے ہیں۔

ناصرہ عتیق عتیق اللہ عاصم چونیاں

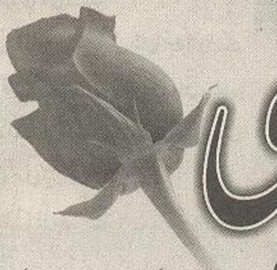
لاڈلی نواسی

اخت مزمل شناء اللہ۔ میاں چنوں

پیارے بچو! وہ خاتون کس قدر خوش نصیب ہوگی جس کے نانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، نانی سیدہ خدیجہ ؓ، والد ابوالعاص بن ربیع ؓ، والدہ سیدہ زینب بنت رسول ﷺ، خاوند علی المرتضیٰ ؓ ہو۔ یہ عظیم المرتبت خاتون سیدہ امامہ بنت ابی العاص ؓ تھی۔

سیدہ امامہ ؓ نے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں جنم لیا۔ آپ کے گھر میں انہیں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ کیونکہ یہ رسول اکرم ﷺ کی پہلی نواسی تھی۔ اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا تو زینب ؓ نے اسلام قبول کیا لیکن ان کے شوہر ابوالعاص ؓ ابھی بت پرستی پر ہی قائم تھے۔ سیدہ زینب ؓ نے بچپن سے ہی امامہ ؓ کے دل میں اسلام کی محبت کا بیج بونا شروع کردیا۔ وہ وحی الٰہی کو کہانیوں کی صورت میں اپنی لاڈلی کو سناتیں۔ ہجرت کے واقعات اور مسلمانوں کی قربانیاں اسے بتاتیں۔ اسی اثناء میں نبی ﷺ نے زینب ؓ کو مدینے آنے کا حکم دیا۔ یوں امامہ ؓ ننھی مہاجرہ بن گئیں۔

مدینے میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر کے قریب ہی ان کی رہائش کا انتظام کردیا۔ امامہ ؓ کو اپنے نانا رسول اکرم ﷺ کی تربیت میں رہ کر اخلاق نبویہ سے فائدہ اٹھانے کا بھرپور موقع میسر آیا۔ اس پاک صاف ماحول میں رہ کر ننھی امامہ ؓ پرورش پانے لگیں۔ اس ہجرت کے چھ سال بعد ابوالعاص ؓ کو بھی اللہ نے اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اب امامہ ؓ کو باپ کا سایہ شفقت بھی حاصل ہوگیا۔ جہاں حضور ﷺ کو حسن وحسین ؓ سے بے حد پیار تھا، وہاں امامہ ؓ سے لاڈ پیار بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ آپ ﷺ سیدہ امامہ ؓ کو کندھوں پر بٹھاکر مسجد نبوی تشریف لے جاتے۔ ان کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھتے جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے جب سجدے میں جاتے تو ان کو بٹھا دیتے۔ (بحوالہ ابوداؤد)



حبیب کبریا محمد مصطفی ﷺ اپنی نواسی سے بہت لاڈ کرتے 'خوش کرنے کے لئے ان کو تحائف دیا کرتے۔ آپ ﷺ بعض اوقات اس سے اس قدر پیار کرتے کہ ازواج مطہرات کو بھی محسوس ہونے لگتا۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ ﷺ کو سنہری ہار تحفے میں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میں اس کو پہناؤں گا جو مجھے اہل بیت میں سب سے پیارا لگتا ہے۔ ازواج مطہرات منتظر تھیں کہ کسے ملتا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اس ہار کو امامہ ؓ کے گلے میں ڈال دیا۔ (مجمع الزوائد)

ایک دفعہ نجاشی نے آپ ﷺ کو زیور بطور تحفہ بھیج دیا۔ نبی پاک ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی سیدہ زینب ؓ کی بیٹی سیدہ امامہ ؓ کو دے دی اور کہا بیٹا! یہ پہن لو۔

آٹھویں ہجری کے ابتدائی دنوں میں زینب ؓ وفات پاگئیں۔ امامہ ؓ کو یہ جدائی بڑی گراں گزری۔ آپ ؓ ہر وقت آنسو بہاتی رہتیں۔ اس کے بعد حضرت امامہ ؓ نے سیدہ فاطمۃ الزہرہ ؓ کی زیر شفقت زندگی بسر کرنا شروع کردی۔

11 ہجری کو نبی ﷺ اور اس کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ ؓ بھی اس جہان فانی سے کوچ کرگئیں۔ فاطمہ ؓ نے سیدنا علی ؓ کو وصیت کی کہ میرے بعد امامہ ؓ سے شادی کرلینا۔ 12 ہجری کو ابوالعاص ؓ بیمار ہوئے اور کچھ عرصے بعد اللہ کو پیارے ہوگئے۔ امامہ ؓ پر غم اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سب چاہنے والے جدائی کا غم دے گئے۔ ابوالعاص ؓ کی وصیت کے مطابق سیدہ امامہ ؓ زبیر بن عوام ؓ کی زیر کفالت رہنے لگیں۔

عمر فاروق ؓ کے دور میں امامہ ؓ کی شادی علی المرتضیٰ ؓ سے ہوئی۔ انہوں نے چوتھائی صدی تک کا وقت علی ؓ کے ساتھ گزارا۔ 40 ہجری کو حضرت علی ؓ شہید کردیئے گئے۔ اس موقع پر امامہ ؓ بہت روئی۔ اس کے بعد آپ ؓ نے مغیرہ بن نوفل ؓ سے شادی کی۔ سیدہ امامہ ؓ نے اپنی ساری زندگی ان کے ساتھ گزاری۔ آپ ؓ کی وفات امیر معاویہ ؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔ خواتین اہل بیت میں سیدہ امامہ ؓ کو بڑا بلند مقام ومرتبہ حاصل ہوا۔ یہ آقا ﷺ کی سب سے لاڈلی نواسی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کو ان سے بے انتہا پیار تھا۔

یہ اس خاندان کی چشم و چراغ تھی جس کے بارے میں رب تعالیٰ نے قرآن میں کہا:

''بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے آلودگی کو دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔''

اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں نبی اکرم ﷺ کی اس لاڈلی نواسی پر اللہ ان سے راضی وہ اپنے اللہ سے راضی۔

خلیفہ کا کوتوال

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز سلیمان بن عبدالملک کو خارجیوں کے قتل کرنے سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے جب تک وہ توبہ نہ کریں تب تک انہیں قید میں رکھو۔

ایک خارجی سلیمان کے پاس لایا گیا تو اس نے اس سے پوچھا اب کیا حال ہے؟ اس نے کہا اے فاسق ابن فاسق میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا عمر بن عبدالعزیز کو بلائیں۔ جب وہ آئے تو کہنے لگے سنیں یہ کیا کہتا ہے خارجی نے پھر وہی الفاظ دہرائے تو سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا اب بتائیں اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو آپ خاموش رہے تو سلیمان نے کہا میں تمہیں قسم دلا کر پوچھتا ہوں بتلائیں اس کے ساتھ کیا عمل کیا جائے؟ تو آپ نے کہا میری رائے تو یہی ہے جیسی زبان میرے سے استعمال کی ایسی ہی آپ بھی استعمال کرو۔

سلیمان نے کہا یہ تو نہیں ہوسکتا۔ پھر اس خارجی کے قتل کا حکم دیا اور عمر بن عبدالعزیز وہاں سے چلے آئے۔ پیچھے سے خالد کوتوال بھی آپ سے آملا اور کہنے لگا: آپ نے تو عجیب ہی رائے دی تھی کہ جیسی اس نے گالی دی ویسی ہی گالی اسے بھی دے لی جائے۔ مجھے تو امید تھی امیر اس کے ساتھ آپ کے قتل کا بھی حکم دیں گے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر وہ حکم کرتے تو تم مجھے قتل کردیتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے اور آپ کے سامنے خالد اپنے مرتبہ ومقام پر آکر کھڑا ہوگیا تو آپ نے فرمایا: اے خالد! یہ تلوار رکھ دو اور پھر فرمایا:

اے اللہ! میں نے تیری رضامندی سے خالد کو برخاست کیا ہے تو بھی اسے کسی مرتبہ پر نہ پہنچانا۔ پھر عمرو بن مہاجر انصاری کو بلا کر کہا اے عمرو تم جانتے ہو میرا تم سے کوئی رشتہ وتعلق نہیں، صرف قرابت اسلام ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ تم اکثر تلاوت قرآن کرتے رہتے ہو اور تم ایسی جگہ نماز پڑھتے ہو جہاں تمہارا خیال تھا مجھے کوئی نہ دیکھے گا اور تم قبیلہ انصار سے ہو اس لیے یہ تلوار اٹھا لیجیے۔ میں نے آپ کو اپنا کوتوال مقرر کرلیا ہے۔

محمد عظیم اسلم۔ ڈھولن چک 7 پتوکی

یوں بھی ہوتا ہے



اخت طلال فاروق گوندلانوالہ

ایک عرب ملک کی ایک بہت بڑی کمپنی تھی۔ جس کے بہت سے بنک ہیں۔ جن کا سرمایہ کئی بلین نہیں بلکہ کئی ٹریلین ڈالر ہے۔ اس کمپنی کے مالک کو اللہ تعالیٰ کا خوف آ گیا۔ وہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے پاس آیا۔ کہنے لگا:

شیخ صاحب! میرے بچنے کی کوئی صورت ہے؟ تمام دنیا میں میرے بنک کی شاخیں ہیں۔ میں سود لیتا ہوں۔ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: جب تم نے رقم لگائی تھی وہ کتنی تھی؟

مالک نے کہا: کہ ایک ملین تھی۔

فرمایا: اتنا تمہارے لیے حلال ہے۔ باقی چھوڑ دو۔ وہ مال تمہارا نہیں ہے اور جو تمہارے پاس کھاتہ دار ہیں ان کی تفصیل تمہارے پاس ہے۔ ان کا مال ان کو واپس کردو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ ''اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے سکتے ہو، نہ تم ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔'' (البقرہ:۲۷۹)

مالک نے شیخ صاحب سے کہا: ہاتھ نکالو! شیخ صاحب نے ہاتھ نکالا۔ اس نے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ کہا میں توبہ کرتا ہوں اور ایسے ہی کروں گا۔ ملک گھر آیا۔ بیٹے کو پتہ چلا کہ اس نے حرام کی کمائی سے پرورش پائی تھی۔ کام بھی ویسا ہی کیا۔

اس نے کیا کیا کہ ڈاکٹر سے ساز باز کر کے اپنے باپ کے لیے پاگل پن کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا۔ پاگل پن کا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے عدالت سے اس پر پابندی لگوا دی اور اعلان کر دیا کہ کاروبار میرا ہے۔ باپ کو کچھ سمجھ نہیں ہے اور والد صاحب کو ایک بہترین مکان کے اندر پابند کر دیا اور ہر قسم کی آسائش کی چیزیں مہیا کر دیں اور ساتھ یہ مشہور کر دیا کہ میرا باپ پاگل ہو گیا ہے۔ بیٹا عیش کر رہا تھا مگر کب تک۔ چند سال گزرے تھے کہ حکومت کو کوئی ضرورت پڑی۔ حکومت نے ملک کے بیٹے سے بات کی کہ ہمیں پیسوں کی ضرورت ہے۔ کچھ نہ کچھ تعاون کرو۔ وہ کہتا اچھا غور کریں گے۔ پولیس والوں نے محسوس کیا کہ یہ شخص دینے پر آمادہ نہیں۔

مگر اللہ کی شان دیکھئے! مغرور بیٹے' دولت کے پجاری' باپ کو پاگل بنانے والے کے ساتھ کیا ہوا؟ بیٹا تو بہت خوش تھا کہ اب یہ دولت ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔ اس کا مالک ہوں مگر......رات کا پچھلا پہر تھا۔ ایک ایمبولینس اس کے گھر کے دروازے کے پاس آ کر رکی۔ ایمبولینس میں ڈاکٹر بھی موجود ہیں......اور مریضوں کی خدمت کرنے والے بھی۔ لباس ڈاکٹروں اور نرسوں کا ہے۔ مگر یہ ہیں سب فوجی......دروازہ کھٹکھٹایا......بیٹا باہر نکلا۔ انہوں نے پکڑ کر اس کو ایمبولینس میں ڈالا۔ بیٹے نے پوچھا: مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ ڈاکٹروں نے کہا:

تم پاگل ہو گئے ہو علاج کروانے کے لیے تمہیں پاگل خانے داخل کرانے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس نے کہا: میں پاگل نہیں ہوں۔ فوجیوں نے کہا: دیکھو! یہ بڑا ڈاکٹر کہہ رہا ہے ''تم پاگل ہو' اس نے سرٹیفکیٹ دیا ہے۔ اب تمہارا پاگل خانے میں علاج کیا جائے گا۔ ملک کے بیٹے کو پاگل خانہ میں داخل کر کے حکومت خود اس کی نگران بن گئی۔

جو کچھ اس نے باپ کے ساتھ کیا' اس کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ نہیں محبت کرتا اس سے جو ناشکرا' گناہ گار ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے کام کرنے سے بچائے کہ جن میں بربادی کا سامان ہو۔ آمین

روضہ سے تعلق

''روضۃ الاطفال'' کا شمارہ نمبر 101 لہولہو داستانیں لیے ہماری نگاہوں کے سامنے پڑا ہوا ہے۔ یقین نہیں آ رہا کہ پہلے شمارے سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ وہ ''روضۃ الاطفال'' بن کر پھیلتا گیا اور پتہ بھی نہ چلا کہ 101 گلشن ہماری نگاہوں میں سما گئے۔ ابھی کل کی بات ہی تو لگتی ہے کہ جب پہلا شمارہ ہمارے گھر آیا تو ہم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ پڑھ کر ہم نے خوشی خوشی اپنے ہمسایوں کو دیا اور کہا کہ بہت اچھا ہے' آپ بھی پڑھ لینا۔ انہوں نے رکھ لیا۔ اگلے دن جب ہم نے واپسی کا تقاضا کیا تو وہ کہنے لگے ''ہاہ ہائے...... اونا کندوچ ٹونگیا سی' (روضۃ الاطفال) بھائی نے کوئی چیز رکھنی سی تے اوایک صحفہ لا کے لے گیا سی' باقی پئے نے۔''

ہمیں بہت غصہ آیا۔ وہ دن اور آج کا دن ہم نے اپنا ''روضہ'' کبھی کسی کو نہیں دیا کیونکہ پہلے شمارے کا خلا جو آج تک پر نہیں ہو سکا۔ ہاں اگر کبھی دو ہوں تو پھر خوشی سے ایک دے دیتے ہیں۔

خیر......بہت بہت مبارک ہو (روضۃ الاطفال کی سینچری ہونے پر) کہ آپ نے اتنے سارے پیارے پیارے گلشن سجا کر شہر' شہر' قریہ' قریہ بھیجے۔

واہ......''روضہ'' تیری شان کہ تجھ میں وارد ہو کر لوگ ''خوشی'' محسوس کرتے ہیں اور داخلہ نہ ہونے پر ''رنج'' ہوتا ہے......روضۃ الاطفال تیری عظمت کو سلام......!

تو بلندیوں کے سنگ مہکتا رہے......آمین

اب بات یہ ہے کہ ایک ''خاص روضۃ الاطفال'' شائع ہونا چاہیے جس کے صفحات بھی زیادہ ہوں اور تحریریں بھی صرف قارئین کی ہوں۔ اب کوئی اور بات نہیں جو زیر قلم کریں......امید ہے کہ اب ہمارا قلم چلتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

میر طلال فاروق۔ پنڈ شہیداں گوندلانوالہ

میرا بستہ



ہے میرا بستہ مجھ سے بھاری
علم کی ہے یہ اک پٹاری
کالا رنگ ہے نیلی دھاری ہے
کرتا ہے یہ مجھ پہ سواری
میں ہوں ننھا منا چھوٹا
یہ ہے لمبا تڑنگا مجھ سے موٹا
دو خانوں کی ہے یہ الماری
ایک میں کتابیں ایک میں نہاری
ہے میرا بستہ مجھ سے بھاری
علم کی ہے یہ ایک پٹاری
ہے میرا بستہ میری آن بان
ہوتی ہے اس سے میری پہچان
بدوں اس کے میں بیکار
یہ ہے میرا ہار سنگار
سکول تک ہے سنگت ہماری
اس کے بعد ہی جھوٹی یاری

(مشتاق ناطق)

حدیث رسول ﷺ کا ننھا حافظ

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ جب رسول مقبول ﷺ فوت ہوئے تو اس وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

عظیم مفسر قرآن، سنت کے محافظ اور علم و عمل کے پیکر سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کے احوال

جنہیں امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی، علم دین کے بحرِ بیکراں، تقویٰ و طہارت کے پیکر، دن کو روزہ اور رات کو عبادت گزار، خشیت الٰہی سے یوں زاروقطار رونے والے کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی اور امت محمدیہ میں کتاب الٰہی کے رموز واسرار کا سب سے زیادہ ادراک رکھنے والے اور مفسر قرآن تھے۔

جب یہ پیدا ہوئے تو والدہ ماجدہ گود میں لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اپنے منہ میں چبا کر گھٹی دی۔ اس طرح ان کے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز اتری وہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کا ارادہ کیا تو میں نے فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں پانی پیش کردیا۔ آپ ﷺ میری خدمت گزاری پر بہت خوش ہوئے۔ جب آپ ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو مجھے بھی اپنے ساتھ نماز پڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں آپ ﷺ کے پہلو کی بجائے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: عبداللہ! تم میرے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے؟

میں نے عرض کی حضور آپ ﷺ کی عزت و احترام اور عظمت و جلال کی بنا پر آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہونے کی تاب نہ لاسکا۔ آپ ﷺ نے میری یہ بات سن کر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی:

"الٰہی عبداللہ کو حکمت و دانائی عطا فرما۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمائی۔ جس کی بنا پر آپ بڑے بڑے حکماء اور دانشوروں پر فوقیت حاصل کر گئے۔

حافظ سلمان غفار زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

حضرت ابن ابی ملیکہ ؒ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس ؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک رہا۔ جہاں کہیں بھی پڑاؤ ڈالا تو آدھی رات کے بعد وہ عبادت میں مصروف ہوجاتے۔ فرماتے ہیں مجھ سے ایوب نے پوچھا کہ حضرت ابن عباس ؓ کی قرأت کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟

میں نے کہا جب وہ اس آیت پر پہنچے۔

وجاءت سكرة الموت بالحق. (سورۂ ق)

"اور موت کی بے یقینی برحق خبر لے کر آ گئی۔"

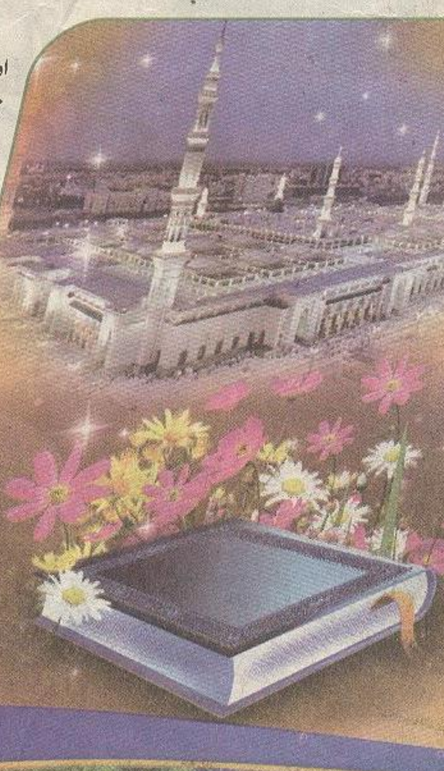
(تو ترتیل سے (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھتے اور روتے روتے انہیں ہچکیاں آنے لگتیں) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے حصول علم کے لیے بہت محنت کی۔ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کے چشمۂ علم سے جی بھر کر سیراب ہوئے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حصول علم کے لیے علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا۔

حضرت مسروق بن اجدع جنہیں تابعین میں بہت بلند مقام حاصل ہے۔ ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جب میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو دیکھتا تو بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ حسین ہیں۔ جب آپ کی گفتگو سنتا تو یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ آپ سب سے بڑھ کر فصیح و بلیغ ہیں اور جب آپ کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ کی عالمانہ گفتگو سن کر یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوجاتے کہ آپ اس دور کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ ؓ حج کے لیے تشریف لائے اور اتفاقاً اس سال حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بھی حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حالانکہ حضرت معاویہ ؓ خلیفہ وقت تھے۔ آپ کے ہمراہ حکومت کے کارندے بھی تھے لیکن عوام کا ہجوم حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے اردگرد ہوتا۔ یہ شان و عظمت آپ کو علمی مقام کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ عمر بھر لوگوں کو علم و دانش اور تقویٰ و طہارت کا درس دیتے رہے یہاں تک کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر اکہتر برس تھی۔

آپ ؓ کی نماز جنازہ میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام نے شرکت کی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لیے چن لے اور ہمیں اپنے سلف صالحین کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



صُفّہ والے

صفہ کسے کہتے ہیں؟ صفہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر چھت پڑی ہو۔ مسجد نبویؐ سے ملحق عورتوں کے لیے ایسا صفہ تھا جہاں وہ مردوں سے الگ تھلگ مخصوص جگہ پر نماز اور جمعہ ادا کرتی تھیں۔ مردوں کے لیے بھی صفہ تھا جہاں وہ شب و روز گزارتے اور تعلیم حاصل کرتے۔ صفہ کو ظلہ بھی کہتے ہیں' اس کا مطلب ہے 'سائبان۔

الغرض ایسا چھپر جس کے اوپر سایہ ہو نیچے چبوترہ ہو اور اردگرد دیواریں نہ ہوں' اسے صفہ کہتے ہیں۔ صفہ میں آنے والے پہلے مہاجرین تھے۔ مدینہ کے اطراف سے یہاں مختلف وفود آتے۔ تاکہ مسلمان ہونے کا اعلان کریں اور اسلام کے احکام سیکھیں۔ اجنبی لوگ بھی صفہ میں ٹھہرتے۔ صفہ میں رہنے والوں کی دیکھ بھال اور خدمت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔

اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف ہوتی۔ جب مدینہ میں وفود زیادہ آتے تو ان کی تعداد بڑھ جاتی۔ جب پردیسی کم آتے تو تعداد کم ہو جاتی۔ عام دنوں میں یہاں حسب معمول ستر کے قریب لوگ رہتے تھے۔ ان لوگوں نے فقر و زہد کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ دنیاوی آسائشوں سے منہ موڑ لیا۔ مسجد کے ہی ہو کر رہ گئے۔

وہ علم حاصل کرتے اور اللہ کی عبادت میں مگن رہتے۔ نوافل پڑھتے۔ تلاوت کرتے' اللہ کی آیات پر غور و فکر کرتے۔ ان میں سے بعض لوگ لکھنے کی تعلیم حاصل کرتے۔ اپنے استاد کو تحائف بھی دیتے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قرآن کی تعلیم بھی دیتے اور لکھنا بھی سکھاتے۔ انہیں ان کے ایک شاگرد نے کمان تحفہ میں دی۔ اہل صفہ کو علم اور عبادت کے لیے دنیا سے کٹ گئے تھے' اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہوں نے دنیا کو خیرآباد کہہ دیا۔ وہ اپنی ضرورت کے مطابق لکڑیاں لا کر بیچا کرتے۔ اسی طرح اسلامی معاشرے کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا' اس میں بھی حصہ لیتے۔ جہاد و قتال میں مجاہد بن کر جاتے' ان میں سے بہت سے بدر میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت صفوان بن بیضاء' خریم بن خاتک' خبیب بن سیاف' سالم بن عمیر اور حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہم فقر و غربت کے باعث کسی کے پاس مکمل لباس نہیں تھا۔ بعض کے پاس ایک ہی چادر تھی' جسے وہ گردن کے ساتھ باندھ لیتے جسم اور ستر کو ڈھانپتے۔ یہ چادر بھی بعض کے تو نصف پنڈلیوں تک

انتخاب: عائشہ بنت طارق۔ گوجرانوالہ

آجاتی اور بعض کے لیے وہ چادریں اس قدر چھوٹی ہوتی کہ وہ گھٹنوں تک بھی نہ آتیں۔ بعض لوگ صرف ازار بند ہی باندھ پاتے اور باقی جسم ننگا ہوتا۔

صفہ چونکہ اردگرد سے کھلا تھا' اس لیے ہوا اور گرد بھی اہل صفہ پر پڑتی۔ جب گرد پڑتی تو جسم خاک آلود ہو جاتا۔

ان کا کھانا اکثر کھجور ہی ہوتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر دو آدمیوں کے لیے کھجوروں کا ایک ''مد'' خوراک مقرر فرمایا۔ اس پر اہل صفہ نے عرض کی:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! کھجوروں نے تو اب پیٹ کو اندر سے بھون کر رکھ دیا ہے۔'' لیکن اللہ کے نبی ﷺ کے پاس اتنی استطاعت نہ تھی کہ دوسرا کھانا وافر مقدار میں مہیا کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ اہل صفہ کو صبر کی تلقین کی اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ انصار لوگ اہل صفہ کی اپنی استطاعت کے مطابق دعوت بھی کرتے۔ بعض اوقات ان کی دعوت دودھ سے ہوتی۔ کبھی ان کو ''حشیش'' کھلایا جاتا۔ یہ کھانا کبھی گندم اور گوشت سے تیار کیا جاتا' کبھی کھجور کو ہی پکایا جاتا۔ دعوت طعام میں میسہ بھی تیار کیا جاتا۔ یہ کھانا بھی کھجور' آٹا اور گھی ملا کر تیار کیا جاتا۔ کھانے کے طور پر کبھی ''جو'' ہوتا تو ''ثرید''۔ بعض اوقات اہل صفہ پر یہ دن بھی آتے کہ دورانِ نماز بھوک اور فاقے سے کچھ لوگ زمین پر گر جاتے۔

نبی اکرم ﷺ اہل صفہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان سے ملاقات کرتے' خیریت دریافت کرتے۔ آخرت کی یاد دلاتے' قرآن پر غور و فکر کی تلقین کرتے' دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کرتے۔ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس صدقے کی کوئی شے آتی تو اہل صفہ کو بھیج دیتے۔ ہدیہ آتا تو اسے بھی اہل صفہ کی طرف روانہ کر دیتے۔ خود بھی ساتھ مل کر کھاتے۔ آپ ﷺ کی محبت کا یہ حال تھا کہ گھر والوں پر اہل صفہ کو ترجیح دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: تمہارے ابا کے پاس غلام' لونڈیاں اور مال آیا ہے جاؤ اور خدمت کے لیے کسی کو لے آؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی اللہ کی قسم! چکی چلا چلا کر میرے ہاتھوں پر چھالے بن گئے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان! کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا بیٹا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگیں بس سلام کرنے آئی تھی۔ شرما گئیں' کچھ مانگے بنا واپس آ گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا بنا؟ کہنے لگی مجھے تو مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ میں خالی ہاتھ ہی آ گئی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ دونوں چلتے ہیں۔ اب دونوں آئے۔ علی رضی اللہ عنہ بولے اے اللہ کے رسول ﷺ! فاطمہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں کہ آٹا پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں چھالے بن گئے ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس مال اور لونڈیاں آئیں ہیں' ہمیں بھی کچھ دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں خادم فراہم کروں اور اہل صفہ کو چھوڑ دوں ان کے پیٹ فاقوں سے دوہرے ہو رہے ہیں۔ صورتحال یہ ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں جو میں ان پر خرچ کروں' اب یہ جو کچھ آیا ہے' انہیں فروخت کروں گا اور ملنے والی رقم ان پر خرچ کروں گا۔''

دونوں میاں بیوی گھر چلے گئے۔ اللہ کے نبی ﷺ جب جب ان کے گھر گئے تو دیکھا علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بستر بڑا چھوٹا ہے۔ اوڑھنے والی چادریں بھی چھوٹی ہیں۔ تو ان کو ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ' الحمدللہ اور اللہ اکبر کے کلمات بتا دیئے اور مال اہل صفہ پر خرچ کیا۔



جس نے میری زندگی بدل دی

فرح عبداللطیف۔ راولپنڈی

جم نیا مسلمان تھا۔ وہ تقریباً 22 سال کی عمر کا نوجوان تھا۔ نہایت زیرک اور معاملہ فہم۔ میں نے (امتیاز احمد) اس سے پوچھا وہ کیا چیز تھی جس نے تمہیں اسلام کے زیور سے آراستہ کر دیا؟ Jim نے سفر کے دوران مجھے گزشتہ زندگی سے آگاہ کیا' کہنے لگا:

اس معاملہ کی ابتدا اس طرح سے ہوئی کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ایک چرچ جایا کرتا تھا۔ میرے والدین اس چرچ میں عبادت کرنے کے لیے اپنی آمدنی کا تقریباً دس فیصد چرچ کو دیتے۔ ان کو اس چرچ کے نظریات اور عبادات کا طریقہ بھی مناسب نہ لگا۔ انہوں نے اس سے مختلف نظریات کے عیسائی چرچ سے رجوع کیا۔ وہاں بھی اپنی آمدنی کا تقریباً 8 فیصد ہر ماہ دینا پڑتا تھا۔ چونکہ میرے والدین کو اس چرچ کے نظریات پہلے سے بہتر لگے۔ اس لیے وہ اسی چرچ سے مستقل طور پر منسلک ہوگئے۔ میری سب سے پہلی الجھن یہ تھی کہ عبادت کرنے کی جگہ کے لیے جبراً پیسے دینے کیوں ضروری ہیں؟ مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں عبادت کرنے کے لیے پیسے دینے ضروری نہ ہوں۔

میں نے ہائی سکول سے فارغ ہونے کے بعد یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ وہاں میں نے کئی بین الاقوامی مسلم طلباء سے پوچھا: کیا تمہیں بھی عبادت کرنے کے لیے پیسے دینے ہوتے ہیں؟ سب نے کہا بالکل نہیں۔ بلکہ عبادت کی جگہ کے استعمال کا حق سب کے لیے برابر ہے۔

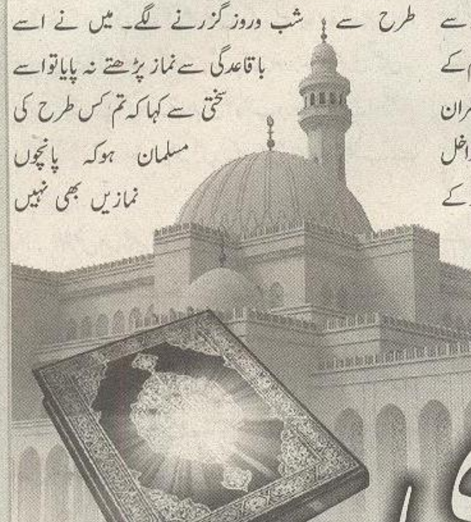
جم نے اپنے دل میں سوچا یہ بات بہت معقول ہے کہ عبادت کے لیے جبراً پیسے دینا لازم نہ ہو۔ ایسے مذہب کے بارے میں مجھے مزید کھوج لگانی چاہیے۔ وہ عیسائی چرچوں سے دل برداشتہ ہو چکا تھا اور والدین کے ساتھ کسی بھی چرچ جانا چھوڑ دیا تھا۔ جم نے باقی حکایت یوں بیان کی۔

کرائے کے مکان میں میرے علاوہ ایک اور ساتھی رہائش پذیر تھی۔ (وہ بدھ مت کی پیروکار تھی۔ اس نے گھر میں جگہ جگہ بت رکھے ہوئے تھے لیکن نہ تو وہ پوری طرح سے بدھ مت پر قائم تھی نہ عیسائیت پر) اسے میری بات چیت سے پتہ چلتا تھا کہ میں کسی نئی راہ کا متلاشی ہوں۔ ایک دفعہ وہ کرسمس پر میرے لیے تحفہ خریدنے کے لیے بازار گئی۔ کرسمس ایسا موقع ہے جس میں کسی مذہب کی قید نہیں۔ مغربی ماحول میں ہر کوئی دوسرے سے کرسمس کے تحفے کی توقع رکھتا ہے۔ میری کمرے کی ساتھی نے مارکیٹ میں ایک کتاب دیکھی جو کہ اسے قدرے فلسفیانہ لگی۔ اس نے سوچا کہ جم ہر وقت انوکھی باتیں کرتا ہے' شاید اس کو یہ کتاب پسند آجائے اس نے وہی کتاب میرے لیے کرسمس کے تحفے کے طور پر خرید لی۔ میں نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ وہ قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ تھا۔ میں نے اسے خوب دل لگا کر پڑھا۔ ہر روز میرے دل میں نئے نئے سوال پیدا ہوتے۔ مجھے مسلم طلباء سے ان کا نہایت معقول جواب مل جاتا تھا۔ میرا دل و دماغ اسلام کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ میں نے مسلم سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن کے ممبران سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھے کلمہ شہادت پڑھایا اور اللہ کے فضل سے میں بھی مسلمان ہو گیا۔ الحمدللہ

مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ نماز اسلام کا بہت اہم رکن ہے۔ میں بعض نمازیں یونیورسٹی کیمپس میں پڑھتا اور بعض گھر میں۔ میں نے اپنی ساتھی سے کہا کہ ڈرائنگ روم سے سب بت نکال لو کیونکہ مجھے یہاں نماز پڑھنی ہے۔ اس کو میری یہ بات بہت شاق گزری کیونکہ کسی کے مذہب میں عمل دخل بہت ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ اس بے چاری نے مجھے خوش کرنے کے لیے بت ہٹا دیے۔ اب جوں جوں میری اسلامی تعلیم اور عقیدہ پختہ ہوتا گیا میں نے اس سے بیزاری کا اظہار شروع کر دیا۔ ہماری کئی بار ان بن ہوئی۔ وہ بار بار کہتی میں ہر طرح سے تجھے خوش کرنے کی کوشش کرتی ہوں اور مجھ میں ذرا بھر تبدیلی نہیں آئی۔ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے تجھے مجھ سے بے رخی اور بیزاری پر آمادہ کر دیا ہے؟

میں نے اسے سنجیدگی سے کہا جو کچھ تم کہتی ہو صحیح ہے لیکن اب میں مسلم ہوں۔ ایک غیر مسلم کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ وہ خوب سمجھتی تھی کہ میں بذات خود کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ میرا رویہ سب کے ساتھ شریفانہ اور بھلا ہے۔ وہ مجھے کسی قیمت پر چھوڑنا نہ چاہتی تھی۔ مجھ سے پوچھنے لگی۔ مجھے کیا کرنا ہوگا جس سے ہمارے تعلقات برقرار رہ سکیں؟ میں نے کہا تجھے مسلمان بننا ہوگا۔

پھر پوچھنے لگی: اسلام کیا ہے؟ میں نے اسلام کی موٹی موٹی باتیں اسے بتائیں۔ اس تھوڑے عرصہ میں یہ باتیں اس کے دل میں پوری طرح نہ اتریں لیکن وہ پھر بھی مجھے خوش کرنے کے لیے مسلمان بن گئی اور خود اپنے ہاتھوں سے اس گھر کو بتوں سے پاک کیا۔



ہماری شادی ہونے کے بعد ہم مقامی مسجد میں جاتے۔ اس طرح سے شب و روز گزرنے لگے۔ میں نے اسے باقاعدگی سے نماز پڑھتے نہ پایا تو اسے سختی سے کہا کہ تم کس طرح کی مسلمان ہو کہ پانچوں نمازیں بھی نہیں پڑھتی ہو۔ وہ کہنے لگی میں کوشش تو کر رہی ہوں۔ پھر مجھے مسلم فیملی نے بتایا کہ یہ نئی مسلمان ہے اسلام جسم و روح میں آہستہ آہستہ رچتا ہے۔ تمہیں ایسی سختی نہیں کرنی چاہیے۔

جم نے بتایا کہ اسلام لانے سے پہلے جب کبھی میں اپنے ہم عمر امریکی دوستوں میں کھڑا ہوتا تو ہم سب بیک وقت باتیں کرتے اور کوئی کسی کی نہ سنتا۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ میں اکثر خاموش رہتا ہوں اور صرف اس وقت بات کرتا ہوں جبکہ دوسرے خاموش ہوں۔ انہوں نے مجھ میں بہت بڑی تبدیلی دیکھی۔ مجھے اور بھی بھلا مانس اور شریف النفس پایا۔ وہ حیران تھے کہ آخر اس کو یکلخت کیا ہوا ہے؟ وہ آپس میں اکثر بے ہودہ باتیں کرتے رہتے۔ مجھے ایسے ماحول میں بہت گھٹن محسوس ہونے لگی۔ والدین کی اور میری سوچ بھی بالکل مختلف تھی۔ مجھے اس فضا میں رہنا دشوار محسوس ہونے لگا۔ میں چاہتا تھا کہ ان اختلافات اور دباؤ سے باہر ہو کر یکسوئی کے ساتھ اسلام پر کاربند ہو جاؤں۔ اس لیے میں نہ صرف اس شہر کو بلکہ والدین اور دوستوں کو چھوڑ کر یہاں ڈیزائٹ (شہر کا نام) آگیا ہوں۔'' (اس طرح انہوں نے صحابہ کی یاد تازہ کر دی)

یہاں مسلم تنظیم کے عہدیداروں نے اسے رہنے سہنے، کھانا غرضیکہ ہر چیز مفت دے دی اور وہ مسجد میں سکون سے آتے اور روحانیت محسوس کرتے۔ جم نے کام کی تلاش کی تو اچھا خاصا کام مل گیا۔ کچھ دنوں بعد بتایا میں نے اس کام کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ میں نیا ملازم ہوں اس لیے کارخانے کا مالک مجھے جمعہ کی نماز پڑھنے کی چھٹی نہیں دیتا۔ جم نے قرآن پاک کی کئی سورتیں زبانی یاد کر لیں۔ ان کا تلفظ بھی بہت اچھا تھا۔ قرآن سے محبت کا عالم یہ تھا کہ کہنے لگے میں گھر میں کمپیوٹر سے بار بار سن کر خود ہی یاد کر لیتا ہوں۔

(الٰہی ہمیں بھی قرآن سے محبت کرنے والا بنا۔ آمین)

ایک دن جم نے پوچھا میں مسجد سے انگریزی میں مترجم قرآن خرید سکتا ہوں؟ میں نے بتایا کہ یہ تو نومسلم کے لیے فری ہے۔ جتنے نسخے چاہو لے لو۔ انہوں نے اپنی ماں کے لیے بھی لینے کی خواہش کی کہ شاید وہ بھی مسلمان بن جائے۔ اس کے علاوہ اپنے دوستوں کے لیے بھی لیے۔ پھر وہ اس گروپ میں شامل ہو گئے جو نومسلم کو نہ صرف ابتدائی تعلیم دیتے بلکہ اسلامی ماحول و معاشرہ سے بھی خوب مانوس کرتے اور کئی ریاستوں میں جانے لگے اور زندگی اور جوانی دینے والی ذات کی خاطر فدا کر دیا جو شیوہ پیغمبری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی پکا سچا باعمل مسلمان بنائے اور گناہوں سے تائب ہونے والا اور دوسروں کے لیے مثالی مسلمان بنادے۔ آمین

اللہ کی گواہی

زبیر بن خالد، عثمان بن خالد مرجالوی

ایک دفعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر یہودیوں کی ایک بستی سے ہوا۔ یہودیوں کا ایک خطیب مجمع میں تقریر کر رہا تھا اور وہ زور زور سے کہہ رہا تھا:

''مسلمانوں کا اللہ کمزور ہو گیا ہے، اس کے پاس خزانے کم پڑ گئے ہیں اور وہ مسلمانوں سے قرض لے رہا ہے۔''

دراصل وہ لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہا تھا۔ ان کے ذہنوں میں اسلام کے خلاف زہر بھر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سورۃ البقرہ کی آیت 245 انہیں سنا رہا تھا:

ترجمہ: ''کون ہے جو اللہ کو قرض دے اور پھر اللہ اسے دوگنا کر کے لوٹائے گا اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنی تو انہیں بہت غصہ آیا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اللہ سے سچی محبت کرتے تھے اور اللہ کی محبت آپ کے خون میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس یہودی خطیب کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ یہودی کو دن میں تارے نظر آ گئے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو واپس آ گئے، ادھر یہودی اپنے لیڈر کا معاملہ نبی ﷺ کے پاس لے آئے اور شکایت کی کہ ''آپ ﷺ کے عزیز دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمارے عالم کی توہین کی ہے اور تھپڑ مارا ہے۔ وہ لہٰذا ہم سے انصاف کریں۔''

انہیں پتہ تھا کہ آپ ﷺ کی عدالت میں پورا پورا انصاف کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے استغاثہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور الزام کے بارے میں صفائی چاہی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے تھپڑ ضرور مارا ہے لیکن اس نے اللہ کی شان میں گستاخی کی تھی۔''

یہ کہہ کر ساری بات آپ ﷺ کے سامنے بیان کر دی۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ نے اس یہودی سے پوچھا تو وہ بدبخت صاف مکر گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''آپ گواہ پیش کریں۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر بہت پریشان ہوئے اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ یہاں تو سارا مجمع یہودیوں کا تھا۔ اب وہ میرے حق میں کہاں گواہی دیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

''پھر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہودی آپ کو ایسے ہی تھپڑ مارے جیسے آپ نے مارا۔''

رسول اللہ ﷺ کا جواب سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور دل ہی دل میں اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

''اے اللہ میں نے جو کچھ کیا تیرے لیے کیا؟ میرے پاس تو گواہ نہیں مگر تو سب کچھ جانتا ہے۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموشی سے اپنے آپ سے گواہی کی درخواست کر رہے تھے۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہودی خوش تھے کہ ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھپڑ کا بدلہ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی اثناء میں آپ ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ کی زبان پر سورت آل عمران کی آیت 181 جاری ہو گئی۔

ترجمہ: ''تحقیق سن لی اللہ نے ان لوگوں کی بات جو کہتے ہیں کہ اللہ مفلس ہے اور ہم مال دار۔''

اللہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں گواہی دے دی اور آپ رضی اللہ عنہ باعزت بری کر دیئے گئے اور یہودیوں کو ناکام و نامراد لوٹنا پڑا۔ (ماخوذ: تاریخ ابن کثیر)

عکاشہ رضی اللہ عنہ سبقت لے گیا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے امتیں دکھائی گئیں، مجھے میری امت دکھائی گئی۔ میں نے ان کی کثرت کو دیکھا تو بہت اچھا لگا کہ ان سے میدان بھرے پڑے ہیں۔ مجھے کہا گیا کہ اے محمد ﷺ! آپ خوش ہیں؟ تو میں نے کہا: ''ہاں''، پھر مجھے بتایا گیا کہ اے محمد ﷺ! آپ خوش ہیں تو میں نے کہا: ''ہاں۔''

پھر بتایا گیا کہ ان میں سے 70 ہزار لوگ ایسے ہوں گے جن کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور وہ وہ ہوں گے جو نہ دم کرواتے اور نہ کرتے ہیں اور نہ بدشگونی پکڑتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی اللہ ان میں سے بنادے۔ آپ ﷺ نے دعا کی، اے اللہ! عکاشہ کو ان میں سے بنادے۔ ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے لیے بھی دعا کر دیں کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔

(محمد بن سلیم۔ دارالہدیٰ سکول داروغہ والا لاہور)

ہزار درہم کا نگینہ



سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے کسی صاحبزادے نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں جڑنے کے لیے ایک ہزار درہم کا نگینہ خریدا۔ جب سیدنا عمر بن عبدالعزیز کو اس کے بارے میں معلوم ہوا تو اپنے بیٹے کو یہ لکھا: امابعد! ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک ہزار درہم میں نگینہ خریدا، تم اس نگینے کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت سے ایک ہزار بھوکے لوگوں کو کھانا کھلا دو اور چینی لوہے کی ایک انگوٹھی بنالو اور اس پر یہ لکھوالو۔ ''اللہ تعالیٰ اس بندہ پر رحم کرے جس نے اپنی زمینی حقیقت پہچان لی۔

انتخاب: انعم شہزادی۔ دینواں اکالی



ٹینکوں کا حملہ

عبد الرحمن سلیم۔ مرکز طیبہ مرید کے

بھارت نے 6 ستمبر 1965ء کو کسی اعلان کے بغیر پاکستان پر حملہ کر دیا۔ بھارتی فوج نے چوروں کی طرح رات کے اندھیرے میں حملہ کیا تھا۔ اسی دن بھارت کی پارلیمنٹ میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ بھارت کی فوج شام تک لاہور پر قبضہ کرے گی۔ لیکن جب پاکستان کی بہادر فوج حرکت میں آئی تو بھارت کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔

اسی روز دن کے گیارہ بجے اس وقت کے صدر، جنرل ایوب خان نے قوم کے نام ایک پیغام نشر کیا اور عوام کو یقین دلایا کہ پاکستان کی مقدس زمین کے چپے چپے کی حفاظت کی جائے گی۔ جب لاہور کے محاذ پر بھارت کی فوج کو ناکامی ہوئی اور اسے منہ کی کھانی پڑی تو بھارت نے نئے محاذ کھول دیئے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح پاکستان کی فوج مختلف محاذوں پر تقسیم ہو جائے گی لیکن بھارت کو یہ معلوم نہ تھا کہ پاکستانی فوج کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔

8 ستمبر کو بھارت نے سیالکوٹ پر حملہ کر دیا۔ شہر پر گولہ باری کی اور ساتھ ہی ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری بھی کی۔ سیالکوٹ کے محاذ پر اس حملے میں بھارت نے اپنی فوج کے تین ڈویژن استعمال کیے۔ جن میں سے ایک بکتر بند ڈویژن استعمال کیا۔ یعنی ٹینکوں کا ڈویژن بھی تھا۔ اس ڈویژن میں بھارتی کمانڈر انچیف کی خاص رجمنٹ فخر ہند بھی شامل تھی۔ بھارت نے سیالکوٹ اور چونڈے کا محاذ اس لیے چنا تھا کہ یہاں میلوں تک کھلا میدان ہے۔ اس علاقے میں نہ دریا ہیں اور نہ نہریں۔ اس واسطے یہ علاقہ ٹینکوں کی جنگ کے لیے بہترین جگہ تھی۔ اس لڑائی کو دوسری عالمی جنگ کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی کہا جا سکتا ہے۔ بھارتی فوج چاہتی تھی کہ چونڈہ فتح کرنے کے بعد گوجرانوالہ اور وزیر آباد پر قبضہ کر لے اور لاہور کو دوسرے علاقوں سے کاٹ دے۔

بھارتی فوج نے چونڈہ کے محاذ پر 8 ستمبر کی رات کو پہلا حملہ کیا۔ اس حملے میں ڈیڑھ سو ٹینک، بھاری توپ خانہ اور ایک ڈویژن پیدل فوج شامل تھی۔ اس کے علاوہ ایک سو ٹینک ایسے بھی تھے جن کو کسی وقت بھی میدان جنگ میں لایا جا سکتا تھا۔ بھارت کی فوج کے مقابلے میں ہماری فوج کی تعداد کم تھی لیکن ہمارے چھوٹے چھوٹے دستوں نے ان کے ٹڈی دل لشکر اور ٹینکوں کو کئی کئی گھنٹے روکے رکھا اور انہیں کافی نقصان پہنچایا۔ اس محاذ پر پاکستانی فوج نے پہلے ہی روز ان کے 25 ٹینک تباہ کر دیئے اور پانچ میدانی توپوں پر قبضہ کر لیا۔

9 ستمبر کو حملہ آور فوج کے 35 ٹینک اور تباہ کر دیے گئے۔ یہاں تک کہ 11 ستمبر کو بھارتی فوج کو پاکستانی سرحد سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کے بعد جنگ بھارتی علاقے میں ہوتی رہی۔ جس میں اس کے 36 اور ٹینک تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

12 ستمبر کو بھارتی فوج نے چونڈہ کے محاذ پر سب سے بڑا حملہ کیا۔ اس حملے میں چار سو ٹینک، سینکڑوں بکتر بند گاڑیاں اور پچاس ہزار پیدل فوج حصہ لے رہی تھی۔ چونڈہ اور سیالکوٹ کے درمیان دشمن کے ٹینک ایک فولادی دیوار کی صورت میں بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ہماری فوج نے بہت بہادری اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اس دیوار کو توڑنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ چند ٹینک ایک دوسرے کے پیچھے بڑھتے ہوئے پوری طاقت سے حملہ آور ہوں اور بھارتی فوج کے ٹینکوں کی صف میں شگاف کر دیں۔ جب دشمن کے ٹینک دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں تو دوسرے ٹینک دائیں اور بائیں سے حملہ کر دیں۔

ٹینکوں کے دستے میں چند جانباز اپنے ٹینکوں کو لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ ان کا حملہ اتنا اچانک اور زبردست تھا کہ بھارتی ٹینکوں کی صف بری طرح ٹوٹ گئی۔ بھارت کی فوج دونوں جانب سے برابر گولہ باری کرتی رہی لیکن یہ جانباز اپنے ٹینکوں کو ان کی صفوں کے اندر داخل کر کے دور تک آگے لے گئے۔ ان کے پیچھے چند اور ٹینک بھی گھس آئے۔ اس طرح ہمارے ٹینکوں کے چھوٹے چھوٹے دستوں نے بھارتی فوج کی صفوں کو توڑا اور ان کے ٹینکوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

اس محاذ پر 14 ستمبر بڑی آزمائش کا دن تھا، اس دن ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کا حملہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ حملہ آور فوج کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی لیکن اس دن بھی بھارتی فوج کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔ اس محاذ پر بھارت کی بکتر بند فوج کا ایک تہائی حصہ تباہ ہو گیا۔ پاکستان کے ٹینک شکن دستوں نے اس سلسلہ میں بہت بڑی خدمت انجام دی۔

پاکستانی ہواباز بھی اس جنگ میں برابر شریک رہے، جہاں اس بری فوج کو امداد کی ضرورت ہوتی، یہ فوراً پہنچ جاتے۔ ہمارے ہواباز حملہ آور فوج پر ہر پہلو سے حملہ کرتے اور انہیں شدید نقصان پہنچاتے۔ اکثر اوقات ان کا حملہ اس قدر سخت ہوتا تھا کہ جب وہ نیچے آ کر گولیوں کی بوچھاڑ کرتے تو دشمن کے توپچی اپنی توپوں کو چھوڑ چھوڑ کر مورچوں میں پناہ لے لیتے۔ اس محاذ پر ہمارے طیاروں نے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کو بہت نقصان پہنچایا۔

چونڈہ پر دشمن نے بارہ مرتبہ حملہ کیا۔ اس کے ٹینک ہمیشہ ایک دیوار کی شکل میں بڑھتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ توپ خانے کے ذریعے گولہ باری بھی کی جاتی تھی۔ بھارتی فوج کی سب سے بڑی کوشش یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح چونڈہ کے ریلوے سٹیشن پر قبضہ کر لیا جائے لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے دستے سولہ دن تک برابر اس حصے پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن ناکام رہے۔

اس طرح بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے ہمارے جانباز سپاہیوں اور مجاہدوں نے بھارت کے اس حملے کو ناکام بنایا جو کہ تاریخ کا سب سے بڑا ٹینکوں کا حملہ تھا۔ دشمن کو ذلیل و رسوا ہو کر ناکام واپس لوٹنا پڑا۔

اور جناب! روضہ سوسائٹی والوں کو کیوں بوریا بستر گول کروادیا۔ راحت جبین بہنا کی تجویز 'اسلامی ہیروز کے واقعات' سے ہم پوری طرح اتفاق کرتے ہیں۔ روضہ میں ضرور ایسا سلسلہ ہونا چاہیے۔ روضہ کوئز پروگرام اتنا کو مشکل تو نہیں جناب جو قارئین گھبرا گئے۔

(قاریہ ام حبیبہ۔ڈیرہ چکوال)

السلام علیکم!

102 نمبر شمارہ میں عزم پورا کردیا' یوم دفاع پاکستان اور تاریخ اسلام کا روشن ستارہ بیسٹ کہانیاں تھیں۔ لیکن کشمیری ماں کا بیٹا سب سے بڑھ کر تھی۔ اس کہانی کو پڑھتے پڑھتے ہی میری آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے۔ اس کے علاوہ بھی سب کہانیاں اچھی تھیں۔

(عائشہ علی اعوان۔L-168/9۔ چیچہ وطنی)

السلام علیکم!

پچھلے کئی سالوں سے ہم روضہ کے ساتھ منسلک ہیں اور ہمارا ایک گہرا رشتہ ہے' جو شاید ہی ختم ہو۔ مگر قسمت دیکھیے ہم نے ہمت کر کے ایک خط اور دو ڈرائنگ بھیجیں' امید تھی کہ ضرور شائع ہوں گی اور دن رات کے انتظار کے بعد 15 دن (جو بہت طویل عرصہ ہے) گزرے تو شمارہ نمبر 101 موصول ہی نہ ہوا۔ کئی بار کوشش کی مگر ناکام۔ ہم نے ہمت نہیں ہاری اور اب شمارہ نمبر 103 کے لیے ایک بار پھر سے کاغذ قلم لے کر بیٹھے ہیں اور ان شاءاللہ اب کی بار کامیابی ملے گی۔ روضہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ میری دعا ہے یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے۔ آپ کی کوششیں کامیاب رہیں۔ ناامید مت کیجیے گا۔

(عبدالرحمن ارشد۔گجرات)

السلام علیکم!

بہادر بہن' عزم پورا کردیا' یوم دفاع پاکستان اور تاریخ اسلام کا روشن ستارہ پسند آئیں۔ کشمیری ماں کا بیٹا پڑھ کر دل خون کے آنسو رونے لگا کہ کشمیریوں پر کس طرح ظلم کیا جاتا ہے۔ اللہ کشمیر کو جلد آزادی دے۔ آمین

کھجور واقعی اللہ کی عظیم نعمت ہے اور مسواک کے بارے میں بہت سی باتیں ایسی پڑھیں جن کے بارے میں علم نہ تھا۔

(محمد حسان طلحہ۔ٹیکسلا)

السلام علیکم!

جہادی منظر لیے شمارہ 102 کا ٹائٹل دل کو بھا گیا۔ "عزم پورا کردیا" تحریر رسالے میں نمبرون تھی۔ کشمیری ماں کے لیے لبوں پر دعائیں جاری ہوگئیں۔ جہادی وایمانی قوت سے بھرپور "یوم دفاع" کی تحریر بھی بلاشبہ زبردست تھی۔

بھائی! ایک تجویز ہے کہ کوئز پروگرام میں انعام یافتگان کی جگہ خوش فہم قارئین لکھ دیا کریں۔ اللہ گواہ ہے کہ ماہ بذولت کا شمارہ 85 میں انعام نکلا جو آج تک نہ ملا۔ اس پر فاتحہ پڑھ کر صبر کرلیا تو شمارہ 100 میں پھر سے ہم انعام یافتہ بن گئے۔ امید نظر آئی کہ شاید اب ہی مل جائے مگر نہ جی..... ایڈیٹر بھیا! اگر روضہ کی انعامی کتابیں اتنی سبق آموز نہ ہوں تو میں آپ سے کبھی مطالبہ نہ کروں۔

(اخت مزمل ثناء اللہ۔میاں چنوں)

☆.....انعام یافتگان کو انعام ضرور بھیجے جاتے ہیں۔ تاخیر یا کسی اور وجہ سے نہ پہنچ پائیں تو علیحدہ بات ہے۔

السلام علیکم!

شمارہ نمبر 101 ..... افسردہ ٹائٹل اور آزادی کے کربناک واقعات کے ساتھ ملا۔ قیام پاکستان کے وقت جو قیامت برپا ہوئی تھی' وہ کسے معلوم نہیں۔ مگر دیکھنا' سننا اور پڑھنا اور بھی اذیت ناک ہوتا ہے۔ آنسو خود بخود گرنے لگتے ہیں۔ دل درد سے پھٹنے لگتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ دی جانے والی قربانیوں کے یہ پردرد واقعات چیخ چیخ کر کھائے جا رہے ہیں۔ اس نسل کو بتائے جائیں جو آج ہندوؤں اور انگریزوں کے دلدادہ ہیں۔ ان کے رنگ میں رنگنے کے لیے ہردم کوشاں ہیں جو ساری قربانیوں اور قیام پاکستان کے مقصد کو فراموش کیے بیٹھے ہیں۔

شمارے کی ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک تھی مگر "آزادی کے زخم" سب سے زیادہ پراثر تحریر تھی۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم پاکستان میں لاالہ الااللہ کو نافذ کرسکیں۔ آمین

(اقراء ریاض۔ڈلوال)

کوشش جاری رکھیں

ابوبکر صدیق' واہنڈو (ثابت قدمی' ارکان اسلام' بہادر مجاہدہ)۔ لبابہ بنت فاروق (انصاف کہاں ہے)۔ وجیہا عبدالمجید' مرکز طیبہ مرید کے (اصلاحی واقعہ)۔ اعجاز الحق' پتوکی (احادیث)۔ سائرہ اعجاز (اقوال)۔ نعمان الٰہی (آرٹ گیلری' سیب' توشہ دان)۔ افشاں اسلم' ننگل ساہداں مرید کے (معصوم دنیا)۔ اسامہ عبدالوہاب بھٹی (بہتر دولت یا علم)۔ آصف فصیح' چک نمبر 204/RB (قرض) اقراء سیماب (شعر' مظلوم بہن کی دعا) ابوبکر صدیق' واہنڈو (ماں' گستاخی کی سزا' احادیث)۔ ابوبکر یوسف' سانگلہ ہل (نبوی)۔ حافظ احتشام ضیا (خط)۔ جویریہ سعدیہ' عتیق الرحمٰن کسووال (کیا آپ جانتے ہیں)۔ سائرہ اعجاز' پسرور (ایک گھونٹ پانی' وہ بلا کا ذہین تھا)۔ فوزیہ طاہرہ' قصور (سنہری باتیں' کلمہ کی پکار)۔ ابن چاند محمد و شہلا عروج' کراچی (ایک امید)۔ عابد علی' لالہ رخ واہ کینٹ (شہادت)۔ حافظ عبدالمجید' میاں چنوں (کچھ باتیں حکمت کی)۔ ثمرہ اسلم' فیصل آباد (والدین سے حسن سلوک)۔ عبدالقدوس حیدر' عبدالحکیم (قرآن کی فریاد)۔ غلام محی الدین' ساہیوال (خط)۔ شگفتہ منیر' فیصل آباد (حمد' عالمی معلومات)۔ حافظہ سلمٰی احمد' فیصل آباد (عید اور سیرت رسولؐ)۔ انزلنا ایمان' محمد معاذ' فیصل آباد (نماز کی ادائیگی' جرأت کی ندا' حدیث نبویؐ)۔ شیخ فہیم' رینالہ خورد (زندگی)۔ زبیر بن خالد (قیامت کی نشانیاں)۔ میمونہ بنت فاروق' شاہ کوٹ (جہاد)۔ اعجاز شفیق' منہالہ کلاں (اساتذہ کا ادب)۔ محمد عتیق الرحمٰن' حافظ آباد (علم کی فضیلت)۔ عمر فاروق (نبی کا میزبان)۔ حمیرہ محمد یحییٰ' فیصل آباد (جہنمیوں کی خوراک)۔ اسامہ لیاقت' میرپور (پینٹنگ)۔ عمر فاروق (سیاہ ہاتھ)۔ ساویہ عبدالشکور' ڈیرہ آرائیاں (دنیا کی حقیقت)۔ ابوبکر عسکری (شہید کی فضیلت)۔ منیب' ابونعمان (پانچ چیزوں کی محبت)۔ مریم بشیر' لونگو کے قصور (بچوں کے لیے)۔ مزمل حسین' کسووال (مسجد کی فضیلت' کن لوگوں کی نماز قبول ہوتی ہے' حضورؐ کے اوصاف)۔ اسریٰ بنت انور' سیالکوٹ (توحید باری تعالیٰ)۔ اخت نعیم الرحمٰن (سنہری باتیں)۔ عائشہ صدیقہ' فیصل آباد (لیلۃ القدر' میرے قلم سے' عید کے مسائل' ماہ رمضان اور قرآن)۔ ابومعاویہ' سیالکوٹ (استقامت فی الدین)۔ میمونہ عظمت' جہلم (ماں محبت کا بے لوث موتی)۔ قاریہ ام حبیبہ' ڈیرہ راجگاں (حضرت عمرؓ کا قبول اسلام)۔ عبدالرحمٰن ارشد' گجرات (پینٹنگ)۔ صوبیہ طاہرہ' تارا گڑھ قصور (ہم مسلمان ہیں)۔ ربیعہ قبول' ٹیکسلا (پینٹنگ)۔ اقراء ریاض' ڈلوال (مرجائیں گے ایمان کا سودا نہ کریں گے)۔ عبدالمنان' جہلم (منافق کی نشانیاں' سات مہلک اشیاء' ننھے محمدؐ کی تشریف آوری)۔

حرکت

☆..... ہر حرکت میں برکت ہوتی ہے۔

☆..... ہر حرکت میں جستجو کروٹ لیتی ہے۔

☆..... ہر حرکت ایک تجربے کی پیش خیمہ ہوتی ہے۔

☆..... ہر حرکت کسی کام کی ابتدا ہوتی ہے۔

☆..... ہر حرکت کسی مسئلے یا اس کے حل کی طرف بڑھتی ہے۔

☆..... اگر کچھ سیکھنا چاہتے ہو تو پھر ہر وقت متحرک رہو۔

(سائرہ اعجاز۔راکے تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ)

جوتا پہننے اور اتارنے کے آداب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں سے شروع کرے اور دایاں پہننے میں پہلا اور اتارنے میں آخری ہو۔" (بخاری ومسلم)

(اخت محمد طاہر احمد خلیق۔مرضی پورہ فیصل آباد)



پاکستانی سائنسدانوں کے کمالات

مرتب ابو رضوان جاوید ملتان

ہمارے پیارے پاکستانی طلباء ماہرین اور سائنسدانوں نے عجیب وغریب کمالات اور کارنے سرانجام دیئے کہ دنیا حیران ہی نہ رہی بلکہ پاکستانیوں کی عظمت کو سلام کیے بغیر نہ رہ سکی۔ ان ''پاکستانی ہیروں'' نے کیا کیا کمالات کیے ذرا دیکھتے ہیں۔

جاسوس طیارہ:

زکریا یونیوسٹی ملتان کے شعبہ الیکٹریکل انجینئرنگ کے طلباء نے 1500 میٹر کی بلندی پر اڑنے والا جاسوس طیارہ تیار کرلیا ہے۔ یہ طیارہ یونیورسٹی الیکٹریکل انجینئرنگ کے طالب علم تنویر احمد کی نگرانی میں دیگر طلباء نے تیار کیا ہے' اس میں ویڈیو







کیمرہ بھی ہے اور یہ 1500 میٹر کی بلندی پر جاکر ویڈیو تصاویر لے سکتا ہے۔ اس کا کامیاب تجربہ پچھلے دنوں شعبہ الیکٹریکل انجینئرنگ میں کیا گیا' جس میں شعبہ کے اساتذہ بھی موجود تھے۔ واضح رہے کہ ایبٹ آباد میں امریکی آپریشن کے بعد طلباء نے سخت محنت کے بعد جاسوس طیارہ تیار کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

(خبریں ملتان: 13 مئی 2011ء)

انوکھی موٹر:

گکھڑ منڈی کے طالب علم چودھری عامر سلطان کولادنے سورج کی روشنی سے چلنے والی موٹر تیار کر کے نواحی گاؤں کالے والا میں فارم پر چالو کردی جس سے دوانچ کے پائپ سے بھرپور پانی حاصل ہورہا ہے۔ کہیے تو پھر پاکستانی طالب علم بھی کسی سے کہاں کم ہیں۔

(خبریں ملتان 9 مئی 2011ء)

انوکھا پھول:

پنجاب کے مثالی کاشتکار امیر علی بھولا کے زرعی ماڈل فارم ماچھیوال وہاڑی روڈ سے سبزی کی دنیا میں ساڑھے سات کلوگرام گوبھی کا پھول حاصل کر کے پاکستان میں تاریخی ریکارڈ قائم کیا ہے۔ بھلا ہم پاکستانی بھی کسی سے کم ہیں۔ یہ اللہ رب للعالمین کا خاص فضل وکرم اور اس بھائی کی محنتوں کا صلہ ہے۔

(نوائے وقت ملتان۔ 11 فروری 2011ء)

پاکستانی سائنسدان:

پاکستان کے ایک زرعی ماہر نے کلراور تھورزدہ رقبوں پر فصلوں کی کامیاب کاشت کے طریقے متعارف کروادیئے ہیں۔ ان کو ''شیلائن ایگریکلچر'' کا نام دیا گیا ہے۔ ایک سروے کے مطابق پاکستان میں کلر اور تھور سے پونے دولاکھ ایکڑ رقبہ متاثر ہے۔ مگر کاشتکار کلرزدہ زمینوں میں اوپر والی دوانچ سطح کلر ہٹا دیں تو بیج کے اگاؤ میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔ ان زمینوں میں سبز کھاد کے استعمال سے خاطر خواہ فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ گندم' کپاس' مکئی' سورج مکھی' دھان' سبزیات وغیرہ ان علاقوں میں کاشت کی جاسکتی ہیں۔ (خبریں ملتان۔ 11 مئی 2011ء)

کمپیوٹر سافٹ ویئر کا ماہر:

فیصل آباد (سمندری) کے معروف ماہر تعلیم ظفر حبیب نے 300 سے زائد کمپیوٹر سافٹ ویئر تیار کر کے تہلکہ مچادیا۔ انگلش' اردو' ریاضی اور سائنس کی تعلیم سیکھنے کے لیے جدید اور اچھوتے انداز میں تیار کیے گئے ان سافٹ ویئرز کو ملکی اور غیر ملکی ماہر تعلیم نے بے حد سراہا ہے اور امریکی ماہر تعلیم فل شپیر و اور آسٹریلوی ادارے میکروکس کے ایم ڈی شین ڈیوس نے ظفر حبیب کے کام کو سراہتے ہوئے ان سافٹ ویئرز کو تعلیمی میدان میں انقلاب قرار دیا ہے۔

گدھا کیا جانے لیموں کا اچار' اندھے کے آگے رونا اپنی آنکھیں کھونا۔''

پاکستانی بے قدرے ہیں' وہ ان ''ہیروں'' کی قدر و قیمت کیا جانے۔ غیر مسلم تعلیمی اور ٹیکنالوجی کی قدر جانتے ہیں اور وہ دنیا بھر ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسے ''ہیروں'' سے اپنی کارکردگی کو ترقی کے آسمان تک پہنچادیا ہے اور ہم مسلمان بے چارے کہاں ہیں' کوئی تو لمحہ بھر کو سوچے۔

ظفر حبیب نے کہا کہ اگر حکومت سافٹ ویئرز کی تیاری میں ان کی معاونت کرے تو وہ اپنے کام کو بڑھا کر پوری دنیا میں ملک وقوم کا نام روشن کرسکتے ہیں۔

(ایکسپریس فیصل آباد: 14 جولائی 2009ء)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

90

5 ربیع الثانی 1432ھ 11 مارچ 2011ء



اور صلیب گر گئی

قیمت 5 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

مال جمع کرنے کا عذاب

"جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو قیامت کے دن دردناک عذاب کی خبر سنا دیں جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھ داغی جائیں گی اور کہا جائے گا لو اب تم اس جمع کیے ہوئے مال کا مزہ چکھو۔" (التوبہ: 34)

اسد محمود چک نمبر...... 57 گ، ب

حدیثِ نبوی ﷺ

منافق کی نشانیاں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (بخاری و مسلم) اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ "جب لڑتا ہے تو گالی بکتا ہے۔"

قاسم طارق......شائن فیوچر ماڈل سکول، ملتان

پہلی بات

پیارے بچو! مارچ کا مہینہ آ گیا۔ یہ آپ کے امتحان کا مہینہ ہے۔ سارا سال آپ نے تعلیم حاصل کی۔ محنت کی، اب امتحان ہو گیا اور محنت کا پھل رزلٹ کے دن آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے تاکہ آپ کے ماں باپ اپنے بیٹے اور بیٹی کی کامیابی پر خوش ہو جائیں۔

پیارے بچو! تعلیم کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ بدر کی جنگ جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئی۔ اس جنگ میں مکہ کے مشرکین شکست سے دو چار ہوئے، مارے گئے اور بہت سارے قیدی بن کر مدینہ منورہ میں لائے گئے...... سرکارِ مدینہ حضور نبی کریم ﷺ جو تمام انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے فرمایا: وہ قیدی جو پڑھے لکھے ہیں وہ ہمارے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھلا دیں تو انکو رہا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مدینہ کے بچے ان قیدیوں سے تعلیم حاصل کرنے لگ گئے۔

پیارے بچو! اندازہ لگائیں کہ ہمارے حضور نبی کریم ﷺ بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کتنے فکر مند تھے۔ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والے ہر ماں باپ کو ایسی فکر مندی ہونی چاہیے۔ آپ کے والد بھی آپ کے لیے فکر مند ہیں۔ آپ کو ٹیوشن پڑھاتے ہیں۔ جو ماں پڑھی لکھی ہوتی ہے وہ خود بھی اپنے بچوں کے لیے وقت دیتی ہے۔ باپ بھی وقت نکالتا ہے۔ آپ بھی محنت کرتے ہوں گے...... مگر اب محنت کا پتہ چل جائے گا جب امتحان کے بعد نتیجہ آئے گا۔

تعلیم کے میدان میں آج کل پنجاب حکومت بھی بڑی کوشش کر رہی ہے۔ پرائیویٹ ادارے بھی بہت سارے سکول بنا چکے ہیں...... ان سکولوں اور اداروں میں الدعوۃ سسٹم آف سکول بڑا منفرد ہے۔ محترم سیف اللہ خالد اس سسٹم کے مدیر ہیں۔ ان سکولوں کو اعلیٰ اور شاندار بنانے میں انھوں نے بڑی کوشش کی ہے۔

ان سکولوں کا امتیاز یہ ہے کہ یہاں کے بچے نمازی بنتے ہیں، ماں باپ کا ادب کرنے والے ہوتے ہیں، محنتی ہوتے ہیں، تعلیم بھی خوب حاصل کرتے ہیں۔ اس سسٹم کے بچے پچھلے سالوں سے بورڈ میں پوزیشنیں بھی لے رہے ہیں۔ آپ کے قریب اگر الدعوۃ سسٹم کا سکول ہو تو اس سکول میں ضرور جائیے۔ یہاں دین اور دنیا دونوں کی بھلائی اور بہتری ملتی ہے۔ یہاں سے نکلنے والے بچے ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، استاذ تو بنتے ہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ بہترین مسلمان اور باعمل مومن بھی بنتے ہیں...... آپ کو بھی ایسا ہی انتخاب کرنا چاہیے کہ دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی بن جائے۔

آپ کا خیر خواہ

امیر بابا

E.mail: rozaah@hotmail.com
آفس: 042-37070857
ترسیل: 042-7240945
فیکس نمبر: 042-37362863
خط و کتابت کیلئے
پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

علم کی اہمیت

بچو! علم کے بغیر اسلامی معاشرہ نہ صرف یہ کہ آگے نہیں بڑھ سکتا اپنی جگہ پر قائم بھی نہیں رہ سکتا اس لیے نبی ﷺ نے اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے علم کو تیزی سے پھیلایا اس سے وہ معاشرہ جو جہالت کا گڑھ تھا علم و تہذیب کا گہوارہ بن گیا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں تعلیم کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے ناموں کی تعلیم دی۔"

قرآن مجید میں علم والے کو غیر عالم پر برتری بخشی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے:

"کیا علم رکھنے والے اور نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔" (الزمر: 9)

اسلام میں سب سے افضل علم قرآن سیکھنے کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"

ایک اور حدیث میں فرمایا: "باعمل حافظ قرآن کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔" اس کے بعد علم حدیث کی اہمیت ہے اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا اور اسے یاد کیا پھر اسے آگے پہنچایا۔"

اسلامی نظام تعلیم خوف خدا کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔"

انعم منظور......الدعوۃ سائنس کالج، مرکز یرموک پتوکی

گمشدہ میراث

ہمیں اس بات کا بہت افسوس ہے کہ علوم و فنون پر ہمارے آباؤ اجداد کی لکھی ہوئی کتابیں اہل یورپ اپنی لائبریریوں میں لے گئے ہیں اور آج ہمارے بزرگوں کی کتب کو پڑھ کر نئی ایجادات اپنے نام سے منسوب کر رہے ہیں، مسلمان عالموں اور سائنس دانوں کی لکھی ہوئی کتابیں آج یورپ کے کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، لیکن اس بات میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی پوری تاریخ بھی پوشیدہ ہے۔ اگر سلطان ٹیپو اپنوں کی غداری کی بھینٹ نہ چڑھتا تو اس کا نادر و نایاب کتب خانہ انگریز کے قبضے میں کیسے آتا؟

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان علماء اور مسلمان سائنس دانوں نے ایسے عظیم کارنامے انجام دیے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ہمارے بزرگوں کے علمی کارنامے ایسے ایسے حیران کن ہیں، جنھیں پڑھ کر آج بھی اہل یورپ انگشت بدنداں ہیں۔ یورپ کے دانشوروں نے البیرونی کی کتب سے بھی پوری طرح استفادہ کیا۔ اس کی کتاب آثار الباقیہ اور کتاب الہند انگریزی میں ترجمہ ہو کر 1888ء میں لندن پہنچی اور شائع ہوئی ابو القاسم زہراوی عظیم مسلمان سائنس دان تھا اور فن جراحت میں آج تک اس کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔

اس کی کتاب التصریف آج بھی یورپ کی لائبریریوں میں موجود ہے۔ بلکہ وہاں کی یونیورسٹیوں میں نصاب کا حصہ بنی رہی ہے۔ اسی طرح عبدالمالک اصمعی، ابوبکر محمد زکریا رازی، حکیم ابونصر فارابی، بوعلی سینا، جابر بن حیان، ابوالہیثم، ابوالحسن علی بن سہل وغیرہ کی عظیم تصانیف سے یورپی اقوام نے بھرپور استفادہ کیا اور بہت سی نئی جہتوں سے واقفیت حاصل کی۔ یہ محنت ہمارے بزرگوں کی تھی مگر اس سے فائدہ اغیار نے اٹھایا۔

بس اس بات کا افسوس ہے کہ علم و حکمت کے انمول موتی جو ہماری میراث تھی، ہم اس کا تحفظ نہ کر سکے اور اس خزانے کو اغیار لے گئے۔ یہ شعر جوش ایمانی سے بھرپور ہے۔

حبیب ابوالحسن......لاہور

آئیے اسلام سیکھیں

ذکر کی فضیلت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

"تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور مجھ سے کفر نہ کرو۔" (البقرۃ: 52)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو بہت یاد کرنا۔" (الاحزاب: 41)

"اور وہ مرد یا عورت اللہ کو یاد کرتا ہے یا کرتی ہے اللہ نے ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب: 35)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔" (صحیح بخاری)

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا: مجھ پر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہو گئے ہیں، آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جو میں مضبوطی سے پکڑ لوں، آپ ﷺ نے فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ کی یاد سے تر رہے۔" (ترمذی)

پیارے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو بتاتے ہوئے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اگر وہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرے تو میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اگر وہ کسی جماعت میں یاد کرے میں ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہے اگر وہ میرے ایک بالشت قریب آئے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آئے تو میں دونوں ہاتھ کے پھیلانے کے برابر اس کے قریب آتا ہوں اگر وہ چل کر میرے پاس آئے تو میں دوڑ کر اس کے پاس آتا ہوں۔" (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ایسی جگہ بیٹھا جس میں اس نے اللہ کو یاد نہ کیا تو وہ (جگہ اور مجلس) اللہ کی طرف سے نقصان کا باعث ہوگی اور جو شخص کسی ایسی جگہ لیٹا جس میں اس نے اللہ کو یاد نہ کیا تو وہ اس پر اللہ کی طرف سے نقصان کا باعث ہوگی۔" (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی قوم کسی ایسی مجلس سے اٹھتی ہے جس میں انھوں نے اللہ کو یاد نہ کیا ہو تو وہ مردار گدھے جیسی چیز سے اٹھتی ہے اور وہ مجلس ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی۔" (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمھارے سب اعمال سے بہتر، تمھارے مالک کے ہاں سب سے پاکیزہ، تمھارے درجات میں سب سے بلند اور تمھارے سونا، چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کو یاد کرنا۔" (ابن ماجہ)

ثمرہ اسلم......فیصل آباد

میں نے حق پا لیا

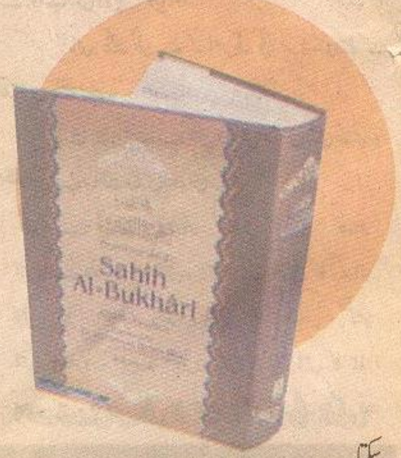
صلیب سے ہلال تک کا سفر



ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، یعنی وہ مسلمان ہوتا ہے، لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔ مجھے بھی اللہ نے دین فطرت پر پیدا کیا تھا، مگر میرے والدین عیسائی تھے، اس لیے انھوں نے مجھے عیسائی بنا دیا۔ میں چونکہ دودھ پیتا بچہ تھا، عقل و شعور سے بیگانہ، اس لیے والدین مجھ سے جو کچھ کہتے گئے اور جو کچھ میرے کانوں میں آتا گیا، میں اسی پر یقین کرتا گیا، میری والدہ پاک مریم کو مانتی تھی، ان کا کہنا مجھ سے یہ ہوتا تھا کہ پاک مریم کو ماننے اور ان کے آگے عقیدت سے سر جھکانے سے کچھ مل جاتا ہے۔ پاک مریم جس پر مہربان ہو جائیں، اسے دونوں جہاں کی برکتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ میری والدہ کو یقین تھا کہ انھیں جو کچھ زندگی میں حاصل ہوا ہے، وہ پاک مریم کی مہربانی ہی سے ہوا۔ وہ مجھے بتاتی تھیں کہ شادی کے بعد ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ میرے والد میری والدہ پر بہت ظلم کرتے تھے۔ وہ میری والدہ کو بانجھ کہتے تھے۔ میری والدہ سخت پریشان تھیں۔ ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ وہ شہر کے بڑے گرجا گھر میں جا کر بزرگ پادری سے رابطہ قائم کریں اور انھیں اپنی مشکل بتائیں۔ والدہ کے بیان کے مطابق وہ گرجا گھر میں گئیں اور بزرگ پادری سے مل کر اپنے اولاد نہ ہونے کا درد ان کو بتایا۔ پادری نے میری والدہ کو ہدایت کی کہ وہ پاک مریم کے آگے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتی رہیں۔ پاک مریم ضرور مہربان ہو جائیں گی اور میری والدہ کے ہاں اولاد پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ میری والدہ روز گرجا گھر جا کر پاک مریم کے آگے دوزانوں ہو کر دعا مانگتی رہتیں۔ دو ماہ تک لگاتار دعا مانگنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن فیملی ڈاکٹر نے انھیں یہ خوشخبری دی کہ وہ ماں بن جائیں گی۔ چنانچہ میری پیدائش ہوئی، اس لیے میری والدہ کو یقین تھا کہ میری پیدائش پاک مریم کی مہربانی سے ہے۔ اس لیے جب میں نے ہوش سنبھالا تو میری والدہ مجھے پاک مریم کے مجسمہ کے آگے لے جا کر کھڑا کر دیا کرتی تھیں اور مجھے حکم دیتی تھیں کہ میں پاک مریم کے علاوہ کسی کے آگے سر نہ جھکاؤں، بس یہ ایمان اپنے دل میں اتار لوں کہ پاک مریم ہی میری سب کچھ ہیں اور ان کی ہی مہربانی سے میں زندگی میں کامیابی حاصل کر سکتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ میں پاک مریم کے مجسمہ کے آگے بہت دیر تک اپنی والدہ کے ساتھ کھڑا رہتا تھا اور ہر طرح کی دعائیں ان سے مانگتا تھا۔ لگاتار پاک مریم کے مجسمہ دیکھتے رہنے کی صورت میں مجسمہ کے نقش و نگار میرے ذہن پر چھا گئے تھے اور اکثر خواب میں پاک مریم کو میں دیکھا کرتا تھا۔ جب میں ان کا ذکر اپنی والدہ سے کرتا، تو وہ مجھے یقین دلاتیں کہ پاک مریم مجھ پر بہت مہربان ہیں اور وہ لازماً میری عبادت کو قبول کریں گی۔

لیکن میرے والد کا انداز فکر میری والدہ سے مختلف تھا، وہ مجھے سمجھاتے تھے کہ پاک مریم سے زیادہ با اختیار یسوع مسیح ہیں۔ دنیا میں وہی کچھ ہوتا ہے، جو یسوع چاہتے ہیں۔ وہ مجھے تلقین کرتے تھے کہ میں گرجا گھر میں جا کر یسوع مسیح کے مجسمہ کے آگے دوزانوں ہو کر دعائیں مانگا کروں۔ ان کا کہنا تھا کہ بائبل میں سب سے زیادہ تعریف یسوع مسیح کی کی گئی ہے۔ کبھی کبھی جذباتی ہو کر وہ یہ کہتے تھے کہ میں پاک مریم کے مجسمہ کے آگے کھڑے ہو کر دعائیں نہ مانگا کروں، بلکہ اپنا سارا وقت یسوع مسیح کے مجسمہ کے آگے کھڑے ہو کر گزارا کروں۔ میرے والد بائبل کے حمدیہ ترانے گاتے رہتے تھے۔ انھوں نے مجھے بھی کئی حمدیہ گیت یاد کرا دیے تھے، جب میں ان حمدیہ گیتوں کو اپنی والدہ کے سامنے گاتا تھا، تو وہ اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتی تھیں اور پاک مریم کی شان میں گیت گانے کے لیے مجھے حکم دیتی تھیں۔

میرے لیے سخت مشکل تھی کہ میں اپنی والدہ کے حکم کی تعمیل کروں یا پھر والد کے کہنے پر عمل کروں۔ میرا ذہن معصوم تھا اور یہ پیچیدہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اکثر میرے والدین اس مسئلہ کو لے کر نزاع کا شکار ہو جاتے۔ جب میں شعور کی منزل میں پہنچا تو میں نے سوچا کہ اس پیچیدگی کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ میں نے مسیحیت کے راز دانوں سے رابطے قائم کیے اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ پاک مریم کا مرتبہ زیادہ ہے یا یسوع مسیح کے اختیارات زیادہ ہیں۔ مجھے کس کی عبادت کرنی چاہیے، کس کی عبادت سے مجھے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس سوال کے دریافت کرنے سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ پادری بھی یہاں جواب دینے میں بے بس ہیں۔ خیالات کا تضاد اس سوال کے جواب میں موجود ہے۔ عیسائی دنیا کے بڑے پادری کے نمائندہ نے مجھے سمجھایا کہ پاک مریم عیسائی عورتوں کی طرف زیادہ مہربان ہوتی ہیں۔ مردوں کی دعاؤں پر وہ زیادہ توجہ نہیں دیتیں۔ اس نمائندہ کی نصیحت میرے لیے یہ تھی کہ میں یسوع مسیح کی عبادت کروں۔ وہ میری سفارش خدا تک کریں گے اور خدا ان کی سفارش کو نامنظور نہیں کرتا۔ ان تضادات سے بچنے کے لیے میں نے بائبل کا مطالعہ کیا، لیکن معلوم ہوا کہ بائبل ایک نہیں ہے، بلکہ اس کے بہت سے نسخے ہیں اور سارے نسخے یکساں نہیں ہیں۔ ان میں اختلاف ہے تاہم یہ بات مجھ پر واضح ہو گئی کہ پاک مریم اور یسوع مسیح سے زیادہ با اختیار خدا کی ذات ہے۔ خدا نے خاص اختیارات اپنے پاس رکھ کر باقی اختیارات پاک مریم اور یسوع مسیح کو دے دیے ہیں اور یہ دونوں کائنات کو چلانے میں مددگار ہیں۔ اچانک میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب سارے اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں تو پھر عبادت اکیلے خدا کی کرنی چاہیے۔ میں نے جب اپنے اس نقطۂ نظر کا اظہار پادریوں سے کیا، تو وہ مجھ پر سخت ناراض ہوئے، بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ پاک مریم اور یسوع مسیح کی محبت سے میرا سینہ خالی ہے۔ اس لیے میں ایک سچا عیسائی نہیں ہو



سکتا۔

اسی دوران مجھے گوا سے دہلی آنے کا اتفاق ہوا۔ دہلی میں عیسائیوں کی ایک بہت بڑی کانفرنس ہونے والی تھی۔ مہمانوں کی فہرست میں مجھے کچھ ایسے پادریوں کے نام نظر آئے، جو دنیا کے مختلف ملکوں سے دہلی پہنچ رہے تھے۔ میں نے سوچا موقع اچھا ہے۔ ان چند پادریوں سے مل کر میں اپنے ذہن کی الجھن ان کے سامنے رکھوں گا اور وہ مجھے مطمئن کر دیں گے۔ یہ تو میرے لیے ممکن نہیں تھا کہ عیسائی مذہب کی ان بین الاقوامی شخصیات سے ملنے کے لیے میں کوئی پروگرام بناؤں، اس لیے اس موقع کو میں نے بہت غنیمت جانا کہ گوا سے دہلی پہنچ کر عیسائی دنیا کے ان چاند ستاروں کو دیکھ لوں اور ان احکام سے اپنا دامن مراد سے بھرلوں۔

دہلی آنے پر مجھے معلوم ہوا کہ اجلاس میں کچھ مسلم علماء اور دانشوروں کو بھی بلایا گیا ہے اور یہ سب کچھ خیر سگالی کے جذبہ کے تحت کیا گیا ہے۔ مجھے اس سے اور بھی زیادہ خوشی ہوئی۔ خیر سگالی کا جذبہ پیدا کرنے اور دو اہل کتاب امتوں میں دوستی پیدا کرنے کے خیال سے اجلاس کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے کیا گیا۔ تلاوت کے دوران مکمل سناٹا چھایا رہا۔ اس کے بعد تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ سنایا گیا۔ جس میں دنیا کے تمام انسانوں کو آواز دے کر کہا گیا ہے کہ خدا ایک ہے، وہی زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کا خالق ہے۔ کائنات پر اسی کا تصرف ہے۔ یسوع مسیح خدا کے پیغمبر ہیں اور پاک مریم ان کی والدہ ہیں۔ تثلیث کفر ہے، یعنی عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ خدا نے اپنے اختیارات پاک مریم اور یسوع مسیح کو دے دیے ہیں، قطعاً غلط ہے اور جہنم میں لے جانے والا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کردہ آیات میرے غور وفکر کے عین مطابق تھیں جو راز برسوں میں غور وفکر کے باوجود سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔ وہ پندرہ منٹ میں سمجھ میں آ گیا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ میں مسلمان علماء سے گفتگو کروں گا اور اسلام کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اپنے سارے وسائل کا استعمال کروں گا۔ عیسائی پادریوں اور مسلمان علما کے علاوہ دیگر مذاہب کے نمائندوں نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، لیکن میرے ذہن پر اسلام کی وحدانیت کا تصور نقش ہو چکا تھا۔ اجلاس کے اختتام پر میں نے مسلمان علماء سے ملاقاتیں کیں۔ سارے مہمان مسلم دانشوروں کو میں نے بہت فراخ دل پایا۔ میں ان سے جو سوالات کرتا تھا، ان کے جوابات وہ بہت آسان طریقے پر دیتے تھے۔ میرے سخت رویہ سے انھیں کسی طرح کی ناراضگی نہیں ہوتی تھی۔ میں نے وحدانیت کے تصور کو بہت اچھی طرح سمجھ لیا اور میرے اندر یہ یقین کامل پیدا ہو گیا کہ اسلام دین حق ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے یہ کسی انسان کا تشکیل کردہ نہیں ہے۔ عیسائی مذہب بھی آسمانی مذہب ہے، لیکن یہ مذہب اب اپنی شکل میں موجود نہیں ہے۔ اس میں تحریف کر کے اسے کچھ سے کچھ بنا دیا گیا ہے، لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو روز اول سے اپنی اصلی حالت میں برقرار ہے اور رہتی دنیا تک اپنی اصلی حالت میں برقرار رہے گا۔

جب میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا، تو اندازہ ہوا کہ اسلام کو مٹانے کے لیے روز اول سے دشمنوں نے نئے نئے حربے استعمال کیے ہیں، لیکن اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے، نہ قرآن میں کوئی تبدیلی آئی ہے، نہ شریعت اسلامیہ میں کوئی تغیر واقع ہوا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے۔ اس کو مٹانے والے خود مٹ جاتے ہیں، لیکن اسلام نہایت شان وشوکت کے ساتھ زندہ وتابندہ ہے۔

ان حقائق کا ادراک کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اسلام قبول کر لوں گا۔ میرا یہ فیصلہ میرے دل کا فیصلہ تھا، چونکہ میرے دل میں اسلام کا نور داخل ہو چکا تھا اور جہاں اسلام کا نور پہنچ جاتا ہے، ضلالت اور کفر کا اندھیرا وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ الحمد للہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اب میری زندگی بالکل بدل چکی تھی۔ اب میرا نام عبدالرشید ہے، اپنا پرانا نام بتاتے ہوئے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کر دی ہے۔ بہت مختصر طور پر میں نے اپنی زندگی کے حالات قلم بند کیے ہیں، میری دعا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے ہدایت دی ہے، روئے زمین پر رہنے والے سارے گمراہوں کو بھی اسی طرح ہدایت کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

تلخیص: عبدالسمیع

سنّت نبوی ﷺ اور نئی تحقیق

- دائیں کروٹ لیٹنے سے معدہ اور آنتوں کا بوجھ دل پر نہیں پڑتا، جس کی وجہ سے دورانِ خون متاثر نہیں ہوتا۔
- دائیں کروٹ سونے سے دل معلق رہتا ہے اور شدید، گہری نیند نہیں آتی، یعنی ذرا سی آہٹ پر آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور کسی بھی اچانک آفت میں انسان اپنی حفاظت کر سکتا ہے اور صبح سویرے بیداری کی عادت کا سبب بنتا ہے۔
- بیداری کے بعد بستر پر چند لمحوں کے لیے بیٹھنے سے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے سے دل کی دھڑکن کو جسم کی نئی پوزیشن کے مطابق درست حالت میں لانے میں مدد ملتی ہے۔
- دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد قیلولہ کرنے سے دل کی شریان پر بوجھ نہیں پڑتا۔ دل پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ماہ نور خالق، لاہور

استقامت کو تیری سلام عافیہ

ظلم تجھ پر بڑا ظالموں نے کیا
استقامت کو تیری سلام عافیہ
قید میں غیر کی اپنی عزت رہے
قوم کی ہوتی پامال حرمت رہے
شرم والوں کا سر شرم سے جھک گیا
استقامت کو تیری سلام عافیہ
ہم سے جو ہو سکا کر دکھائیں گے ہم
بہنا تجھ کو رہائی دلائیں گے ہم
عہد پورا کریں گے جو ہم نے کیا
استقامت کو تیری سلام عافیہ
اک نیا عزم اور حوصلہ دے دیا
قوم کو تو نے ساری کھڑا کر دیا
تیرے سر پر رہے سایہ کبریا
استقامت کو تیری سلام عافیہ
داستاں تیری گھر گھر سنائیں گے ہم
قوم سوئی ہے اس کو جگائیں گے ہم
ایک دن دیکھ بدلے گا جغرافیہ
استقامت کو تیری سلام عافیہ

عطیہ، مریم، صبا، خدیجہ، سدرہ ...... مرکز رموک پتوکی

اصلی دہشت گرد کون؟

آج پوری دنیا میں دہشت گردی کے موضوع کو ٹی وی چینلز اخبارات اور رسائل میں نمایاں جگہ دی جارہی ہے اور دہشت گردی کو یوں اسلام کے ساتھ منسلک کیا جارہا ہے کہ جیسے یہ اسلامی تعلیمات کا جزو لاینفک ہو بغیر سوچے سمجھے بغیر کسی معقول دلیل کے احمقانہ طریقے سے ہر حادثے، ہر واقعے میں مسلمانوں کو ملوث کرنا اور اس کے تار کسی نہ کسی طرح دہشت گردی سے ملا دینا یہودی عیسائی اور ہندو بازی گروں کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

کئی برس سے ہندوستان، ناروے، ہالینڈ اور ڈنمارک میں حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے کارٹونوں کی اشاعت ہورہی ہے اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود مسلسل وقفے وقفے سے اس کی اشاعت بار بار کی جارہی ہے اور اب حال ہی میں ہالینڈ میں قرآن مخالف فلم انٹرنیٹ پر جاری کر کے ان اسلام دشمن عناصر نے اخلاقیات اور مذہبی رواداری کے بخیے ادھیڑ دیے ہیں۔ ایسے میں یورپ اور امریکہ میں برسرِ اقتدار حکومتوں کو کچھ احساس نہیں ہوتا کہ یہ اشتعال انگیزیاں کس کس طرح پرامن مسلمانوں کا جینا حرام کررہی ہیں۔

تو دنیا جانتی ہے کہ ہر عمل کا ردِعمل ضرور ہوتا ہے اور کسی برائی کی ابتدا کرنے والا ہی مجرم ہوتا ہے۔ اور اشتعال کے عالم میں قتل تک کے مجرم کو ریلیف دیا جاتا ہے۔

آج تک کسی سچے مسلمان نے کسی مذہب کے بارے میں اشتعال انگیز لٹریچر شائع نہیں کیا پھر یہ اسلام دشمن کیوں اس طرح دہشت گردی کر کے پرامن مسلمانوں کو کسی حادثے کا سبب بنانا چاہتے ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ ہم مسلمان کسی طور پر بھی دوسرے مذاہب کی طرح اپنے نبی پاک ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو معاف کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آپ آزادیٔ اظہار کی بات کرتے ہیں تو آزادی تو ذمہ داری کے ساتھ ہوتی ہے۔ آزادی دل آزاری کے ساتھ نہیں ہوتی۔

آپ کانٹے بوئیں گے تو پھولوں کی فصل کیسے حاصل کریں گے آج دنیا بھر میں کس کس طرح مسلمانوں کی تذلیل کی جارہی ہے مسلمانوں کی قوت برداشت کو آزمایا جارہا ہے اس سے اسلام دشمن عناصر آخر کس خیر کی توقع کریں گے۔

ایک عراقی مسلمان تھا، جس کا سب کچھ امریکی حملے سے جل کر راکھ ہوگیا، بیوی، بچے، ماں، باپ، بہن بھائی، سب جل کر کوئلہ ہو گئے وہ اس وقت وطن سے دور کینیڈا کی یونیورسٹی میں جرنلزم پڑھ رہا تھا، ایک دفعہ اسے یونیورسٹی سٹڈی ٹور کی وجہ سے امریکہ جانے کا اتفاق ہوا، ایئرپورٹ پر ان کا استقبال کرنے والے ایک امریکی نے اسے مخاطب کر کے کہا:

''خوش آمدید! آپ کو فخر ہونا چاہیے کہ آپ امریکہ کی سرزمین پر کھڑے ہیں۔''

وہ امریکہ کی دہشت گردیوں سے سخت نالاں تھا، اس کے جواب میں وہ یوں گویا ہوا:

''ہاں مجھے فخر ہے کہ امریکہ کی سرزمین میرے قدموں تلے ہے۔''

بات بظاہر ایک ہے لیکن دونوں جملوں میں ظالم اور مظلوم کی بے ساختہ عکاسی ہورہی ہے۔

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز
اس کے دنوں کی تپش، اس کے شبوں کا گداز
اس کا مقام بلند، اس کا خیال عظیم
اس کا سرور، اس کا شوق، اس کا نیاز اس کا ناز

اخت ابوبرق عبداللہ (الدعوۃ سائنس کالج، پتوکی)

سالگرہ

عزیز ساتھیو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب بھی کسی بچے کو اس دنیا میں ایک سال ہوجاتا ہے تو پھر ایک جشن منعقد کیا جاتا ہے۔ سب رشتے داروں کو بلایا جاتا ہے، ہزاروں لوگوں کے جلوس میں دو منزلہ کیک کے سامنے کھڑے ہو کر موم بتیوں کو پھونک مارتے ہوئے تالیوں اور ''ہیپی برتھ ڈے'' کا ہنگامہ شور کیا جاتا ہے اور اس پروگرام اور ہنگامے کو ''سالگرہ'' کا نام دے دیا گیا۔ مگر کبھی کسی نے یہ سوچنے کی زحمت کی کہ سالگرہ کی حقیقت کیا ہے۔

عزیز ساتھیو! اگر سالگرہ کا دن منانا اتنا اہم ہوتا تو کیا اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ اس کو منا کر اپنی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ اظہار رغبت نہ کرتے۔ ان کو بھی تو اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ پیار تھا۔ وہ بھی تو کہہ سکتے تھے، نا! فاطمہ ''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو''

سالگرہ کے لفظی مطلب پر اگر غور کیا جائے تو اس کا معنی جانتے ہیں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا کہ سالگرہ کا حرف دو الفاظ کا مجموعہ ہے اور وہ الفاظ ہیں ''سال'' اور ''گرہ'' یعنی ہماری زندگی کی ڈور کو ایک اور گرہ لگ گئی تو اس پر تو ہمیں اپنے سابقہ گناہ اللہ سے معاف کروانے چاہییں۔ اور آئندہ زندگی اچھے طریقے سے گزارنے کے لیے اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔ بجائے اس کے کہ ہم خوشیاں مناتے نہ تھکیں کہ آج ہماری زندگی کا ایک سال کم ہوگیا ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سالگرہ تو نہیں کرتے ہم تو صرف چھوٹا سا ایک منگوا کر کاٹ لیتے ہیں اب ان کو کون سمجھائے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''کہ جس شے کی کثیر مقدار حرام ہے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ ان کا تو یہی حال ہوا کہ

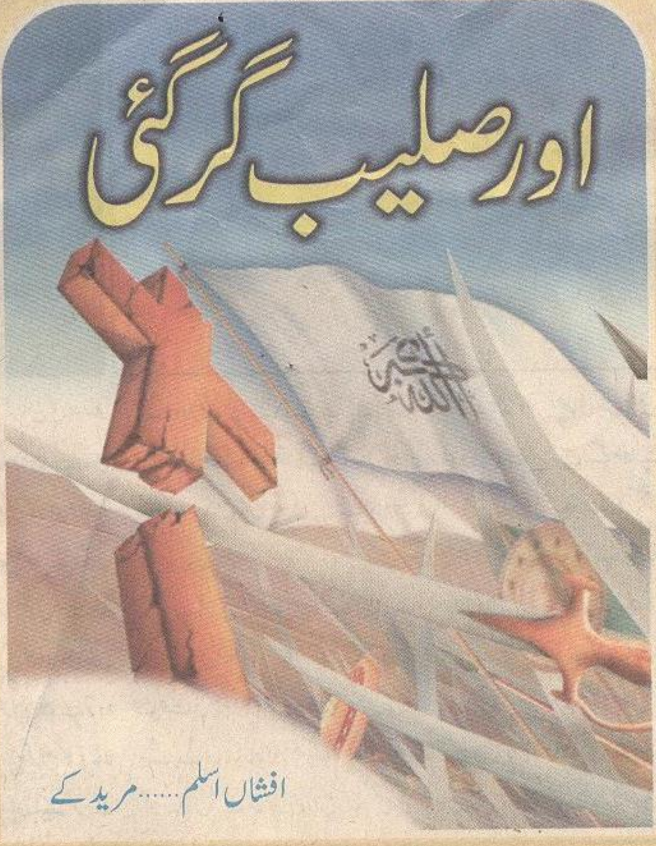
دل بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

بعض لوگ برادری کا رونا روتے ہیں کہ اگر وہ سالگرہ نہیں کریں گے تو برادری والے کیا کہیں گے اب ان لوگوں کو برادری کی ناراضگی گوارہ نہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کو خوشی سے قبول کرلیں گے۔



عزیز ساتھیو! یہ رسم بدسکاٹ لینڈ کے عیسائیوں نے محض تفریح کے لیے شروع کی۔ رفتہ رفتہ یہ رسم پورے یورپ میں پھیل گئی بعد ازاں اسلامی معاشرے میں موجود نقالی سوسائٹی نے بھی اسے اپنا لیا اور اب یہ رسم پورے مسلم معاشرے میں رچ بس گئی ہے۔ بچوں کو کچی عمر سے ہی اس رسم بد کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ظاہری طور پر جو چھری اس دو منزلہ کیک پر چلائی جاتی ہے۔ حقیقتاً وہ چھری اسلامی اقدار پر چلائی جاتی ہے اور ہزاروں تالیوں کی گونج میں اس زخمی اقدار کی سسکیوں کا شور بھی پنہاں ہوتا ہے جو کسی کو سنائی نہیں دیتا۔ یاد رکھیے میرا اور آپ کا رب ہم پہ مسلسل نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

عاصمہ نذیر ...... الدعوۃ سائنس کالج، پتوکی



وہ ستمبر 634ء کے تیسرے ہفتے کی ایک صبح تھی۔ دمشق کا محاصرہ ابھی جاری تھا مدینہ کے لشکر کے سپہ سالار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے آٹے میں نمک کے برابر فوج کے ساتھ دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یوں کہنا غلط نہ تھا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک چٹان سے ٹکر لیے ہوئے تھے۔ واقعی ...... رومی چٹان ہی تھے۔

رومی اپنے اس خوبصورت ترین شہر سے دشمنوں کو دور رکھنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ لیکن ان کے مدمقابل بھی کوئی عام قسم کے لوگ نہ تھے۔

وہ تو جنون کی حد تک موت کے دیوانے تھے۔ وہ بھاگ بھاگ کر موت کو گلے لگا رہے تھے۔ لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا موت خود ان سے بھاگ رہی ہے۔

لشکر مدینہ کا قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود یوں موت سے بے پرواہ ہو کر لڑنا رومیوں کے لیے بہت خطرناک ثابت ہو رہا تھا۔

دمشق کا سب سے بڑا دروازہ ''باب توما'' کے سامنے مدینہ کے مجاہدین بڑی بے خوفی سے دیواروں اور برجوں پہ کھڑے رومیوں پہ تیر برسا رہے تھے۔ یہ چنے ہوئے تیر اندازوں کا دستہ تھا۔ دستے میں ہر مجاہد کو اپنے متعلق یہ معلوم تھا کہ ان کا پھینکا کوئی ایک آدھ تیر ہی خطا ہوا ہوگا۔ رومیوں نے بھی اپنے تیر انداز آگے کر دیے۔ یوں آمنے سامنے تیر اندازی شروع ہو گئی۔ اب رومی دیواروں پر کھڑے ہو کر تیر برسا رہے تھے اور مجاہدین نیچے زمین پر کھڑے ہو کر اوپر تیر برسا رہے تھے۔ اس لیے مجاہدین کا نقصان زیادہ ہو رہا تھا کیونکہ اوپر سے برسائے گئے تیر نیچے مجاہدین کے برسائے ہوئے تیروں کی نسبت زیادہ نقصان کر رہے تھے۔ رومیوں کی پہلی ہی تیروں کی بوچھاڑ سے کئی مجاہدین شہید ہو گئے یہ واقعہ تمام مشہور مورخ واقدی، طبری، ابو سعید نے لکھا ہے کہ

''رومیوں کے تیروں سے شہید ہونے والے مجاہدین میں ایک تیر انداز مجاہد ابان بن سعید تھے۔ ان کا پورا نام ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کی شہادت کی خبر فوراً ہی ان خیموں تک پہنچ گئی کہ جن میں دوسری عورتوں کے ساتھ ابان بن سعید کی بیوی بھی تھی۔ ان کی شادی کو ابھی چند روز ہی ہوئے تھے۔

ابان بن سعید کی بیوی دوسری عورتوں کی طرح لشکر کے ساتھ زخمیوں کی دیکھ بھال اور پانی پلانے کے فرائض ادا کرنے کے لیے لائی گئی تھی۔ (یاد رہے اس دور میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوا کرتی تھیں)

اسے جب پتا چلا کہ اس کا خاوند شہید ہو چکا ہے تو وہ اٹھ کر دوڑی اور تیر اندازوں کے دستے تک جا پہنچی:

''کہاں ہے میرے خاوند کی لاش؟''

وہ دستے کے درمیان کھڑی ہو کر چلائی، کسی مجاہد نے کہا: تم پیچھے چلی جاؤ یہاں تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ تم جاؤ...... ہم تمھارے خاوند کی لاش پیچھے بھیج دیں گے۔

لیکن وہ تو جیتے جی ہی اپنا توازن کھو بیٹھی تھی۔ بس آگے آگے بھاگتی ہی جا رہی تھی کسی مجاہد نے اسے وہ جگہ دکھا دی جہاں ابان شہید کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ابان کی بیوی جلدی سے لاش کی طرف لپکی۔

ابان کے جسم پر کئی تیر اترے ہوئے تھے تیر کمان اس کی لاش کے قریب پڑا ہوا تھا۔ ابان کی بیوی نے جلدی سے تیر کمان اٹھایا اور بھاگ کر تیر اندازوں کی صف میں جا کھڑی ہوئی۔

''حیرت ہے کسی تیر نے ابھی تک اسے زخمی نہ کیا تھا''

سامنے دیوار پر ایک پادری کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں بڑے سائز کی صلیب تھی جو اس نے اوپر اٹھا رکھی تھی، یہ اس دور کا رواج تھا کہ صلیب کو فوج کے سامنے رکھتے تا کہ فوج کو معلوم ہو کہ وہ صلیب کی ناموس کی خاطر لڑ رہے ہیں۔

ابان رضی اللہ عنہ کی بیوی مجاہدین سے بھی آگے نکل گئی۔ وہ جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی تیر اس کے دائیں بائیں زمین میں دھنس رہے تھے۔ مجاہدین نے اسے روکا لیکن وہ تو کسی کی نہ سن رہی تھی۔ ایک تیر اس کے کپڑوں میں لگا اور وہی اٹک کر رہ گیا وہ تیر بھی اسے آگے بڑھنے سے نہ روک سکا۔ نہ معلوم وہ کیا کرنا چاہتی تھی؟

آخر وہ دیوار کے بالکل قریب جا کر رک گئی اور اس نے کمان میں تیر ڈالا۔ کمان اس نے اتنی زیادہ کھینچ لی تھی جتنی ایک طاقتور مرد کھینچ سکتا تھا اور پھر اس نے تیر چھوڑ دیا۔ اس کا تیر رومیوں کے تیروں کی بوچھاڑ کو چیرتا ہوا اس پادری کی گردن میں اتر گیا۔ اور وہ صلیب سمیت دیوار سے نیچے گر گیا۔

ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نعرہ لگایا...... میں نے انتقام لے لیا...... سہاگ کے بدلے صلیب گرا دی۔

صلیب اور پادری کے گرنے کا اثر مسلمانوں پر یہ ہوا کہ ان کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس حوصلے کی وجہ یہ تھی کہ یہ تیر ایک عورت نے چلایا تھا۔ رومیوں کا حوصلہ پست ہو چکا تھا کیونکہ ان کی مقدس صلیب دشمنوں نے گرا دی تھی وہ نہایت ہی بے دلی سے لڑ رہے تھے۔

تھوڑی سی اور لڑائی نے فیصلہ کر دیا کہ دمشق مسلمانوں کا ہے رومیوں کے سپہ سالار توما نے شکست تسلیم کر لی اور مجاہدین سے یہ درخواست کی کہ اسے اور اس کی بچی کھچی فوج کو یہاں سے زندہ سلامت جانے کی اجازت دیں یہ درخواست قبول کر لی گئی اور مسلمان دمشق میں فاتحانہ انداز سے داخل ہو گئے۔

ایک چھوٹی سی بات

پیارے بچو! ہم اپنے گزرے ہوئے دنوں کو بھول کر اپنے آئندہ دنوں کو اپنی کامیابی کی راہ سمجھتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی اپنے ماضی کو بھی یاد کیا ہے کہ نہیں؟ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے ماضی کی کوئی اچھی بات یاد کر لیں تو بہت خوش ہوتے ہیں، بالکل ایسے جیسے کوئی اپنے اچھے خواب کو یاد کر کے خوش ہوتا ہے۔

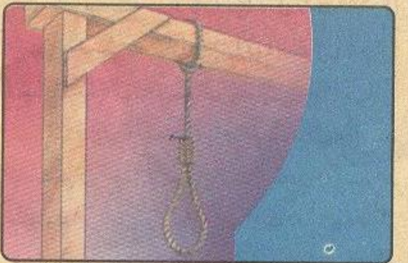
اور اگر کوئی بری بات یاد آئے تو ہم اکثر پریشان ہو جاتے ہیں جیسے کوئی اپنے برے خواب کو یاد کر کے ہوتا ہے۔ تو آیئے! پھر ہم سب بہن بھائی مل کر عہد کریں کہ آئندہ ہم اپنی باقی زندگی اچھے کاموں میں گزاریں گے، تاکہ آئندہ دنوں میں ہماری یہ زندگی اچھے خواب کی مانند ہو سکے۔ آمین!

انیلہ بنت مختار......خانیوال

استقامت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استقامت کے جو کارنامے سر انجام دیے وہ بھی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے اپنی مصیبتوں کا حال بیان کر کے دعا کی درخواست کی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم سے پہلے لوگوں میں ایسا بھی ہوا کہ ایک آدمی کو زمین میں گاڑھ دیا گیا، اسے آرے سے چیر کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا مگر وہ ثابت قدم رہا اور لوہے کی کنگھیوں سے کسی کا گوشت نوچ کر الگ الگ کر دیا گیا لیکن پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ ہٹا اور پھر ایسے ہی سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے، حتیٰ کہ ایک دن زمین پر کوئلے دہکا کر انھیں اس پر چت لٹا دیا گیا۔ ایک شخص ان کی چھاتی پر پاؤں رکھے کھڑا رہا کہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ یہاں تک کہ کوئلے آپ کے جسم کی چربی پگھلنے سے خود ہی ٹھنڈے پڑ گئے اور یہ نشان عزیمت و استقامت کے تمغے کے طور پر ساری عمر کے لیے آپ کے جسم پر ثبت ہو کر رہ گیا۔ ایک صحابی سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ نیزوں کے کچوکے اور تلواروں کے گھاؤ لگا لگا کر اذیتیں دی گئیں، کسی ستم ظریف نے پوچھا کیا خیال ہے۔ خبیب! تو چاہتے تو ہو گے، کاش! میری جگہ محمد (ﷺ) ہوتا اور میں اس عذاب سے بچ جاتا۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے سو دفعہ اس طرح



اذیتیں دے دے کر مارا اور زندہ کیا جاتا رہے مجھے منظور ہے لیکن یہ گوارا نہیں کہ میرے پیارے رسول ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔

پیارے بچو! دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح ثابت قدم رہے اور ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو بچائیں، اللہ کا دین غالب کریں۔ کیسے ان ظالموں کی جیلیں ہمارے مسلمانوں سے بھری ہوئی ہیں، اللہ ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

اخت ابوبکر صدیق......جنوبی سرگودھا

دو مسافر

محترم قارئین! کائنات کی ہر چیز کا خالق اور مالک صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ جس کے ہاتھ میں پوری دنیا کا نظام ہے اور وہ پوری کائنات کو رزق فراہم کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے نام کے علاوہ دنیا کی کسی ہستی کے نام پر خواہ وہ کوئی پیغمبر ہو یا پھر کوئی ولی ہو کوئی چڑھاوا نہیں چڑھایا جا سکتا۔ اگر انسان کوئی ایسا کام کرے گا تو پھر وہ شرک کا مرتکب ہو گا۔ اور شرک ایسا گناہ ہے جو کبھی بھی معاف نہیں ہو گا اور انسان کو جہنم میں لے جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص مکھی کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا اور ایک جنت میں چلا گیا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ مکھی جیسی حقیر چیز کی وجہ سے بھی کوئی جنت اور جہنم کی راہ پا سکتا ہے۔ عرض کرنے لگے:

''اے اللہ کے رسول ﷺ کیسے......؟''

پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دو شخص سفر پر جا رہے تھے اور چلتے چلتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک بت پرست قوم رہتی تھی۔ اور وہ بت پرست قوم تب تک کسی مسافر کو آگے نہیں جانے دیتی تھی۔ جب تک وہ ان کے بتوں پر کوئی چڑھاوا نہ چڑھا دیتے۔ جب یہ دونوں مسافر پہنچے تو ان دونوں کو روک لیا گیا۔ اس قوم کے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم بھی ہمارے بت پر کوئی چڑھاوا چڑھاؤ۔ انھوں نے یہ صورتحال دیکھ کر کہا ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم خالی ہاتھ ہیں۔ نہ ہمارے پاس کوئی درہم و دینار ہے۔ اور نہ ہی کچھ کھانے پینے کا سامان ہم اس بت پر کوئی چڑھاوا نہیں چڑھا سکتے۔ بت پرست قوم نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اس بت پر بغیر کچھ دیے گزر جاؤ۔ اگر تم ایسے ہی مفلس ہو تو ایک ایک مکھی پکڑو اور اس کو ہمارے بت کے نام پر مار دو۔ پہلے مسافر نے کہا یہ کونسی مشکل بات ہے۔ فوراً ایک مکھی پکڑی اور اسے بت کے نام پر مار دیا۔ اور اپنی جان بچالی۔ لیکن اس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے جہنم میں پھینک دیا۔ کیونکہ وہ مکھی اللہ کی مخلوق تھی اور غیر اللہ کے لیے ماری گئی تھی۔ اب دوسرے مسافر کی باری آتی ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتا کہ اللہ کی مخلوق کو کسی اور کے نام پر ماروں۔ چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اس مسافر کو ان لوگوں نے مار ڈالا۔ اور اسے جنت مل گئی۔ صرف اس بنا پر کہ اس نے جان دینا گوارہ کر لیا، لیکن اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر کوئی چڑھاوا نہیں چڑھایا۔

(مسند أحمد، كتاب الزهد: ۳۳ رقم ۷۴)

پیارے بہن بھائیو! اس حدیث مبارکہ سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ دنیا کی کسی ہستی کے لیے کوئی چڑھاوا نہیں چڑھایا جا سکتا۔ نذر و نیاز صرف اللہ کے لیے ہی دی جا سکتی ہے۔

''گلدستہ''
روضۃ الاطفال کے نام

روضہ میرے آنگن کی بہار بن کے آیا
روضہ میرے دل کا قرار بن کے آیا
آج کے اس پرفتن دور میں
نور کا ہمارے لیے مینار بن کے آیا
قرآن و سنت کے دلکش پھولوں سے سجا
خوشبوئیں بکھیرتا گلزار بن کے آیا
ہیں اور بھی رسالے ایک دوسرے سے بڑھ کر
روضہ ان سب سے باوقار بن کے آیا
فحاشی و عریانی کی تیز ہواؤں میں
شرم و حیا کا حصار بن کے آیا
اپنوں کے لیے ہر دم پیغام محبت
کفر کے لیے ننگی تلوار بن کے آیا
''غیر جانبدار ہیں ہم'' کے اصول سے ہٹ کر
حق کا ہمیشہ طرف دار بن کے آیا

محمد عبداللہ ورک......پھلوکی کلاں

ننھے ساتھیو ! ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہ واحد شخصیت ہیں جو دنیا بھر کے لیے رحمت بن کر آئے۔ آپ ﷺ کے آنے سے پرندوں کو چہکنا، پھولوں کو مہکنا مل گیا...... ! اس سے قبل زندگی اداس اور ویران تھی...... اور اس کی صبح اداس شاموں میں ڈھلتیں...... اور رات کی تاریکیاں ویرانی کو اور ہوا دیتیں...... ! زندگی جو موت کا ہی روپ دھار چکی تھی...... اب پھر دبیز تہوں سے نکل کر سانس لینے لگی تبھی تو امریکی مصنف مائیکل ہارٹ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف:

"The 100: A Ranking of the most influential persons in History"

''دنیا میں سو عظیم انسان'' میں ''حضرت محمد ﷺ'' کو سرفہرست رکھتا ہے وجہ کیا لکھتا ہے؟ ؟ کہ اسے ایسی شخصیت کا انتخاب کرنا تھا جو مذہبی اور دنیاوی ہر دو محاذوں پر کامیاب و کامران ہو اور تاریخ کو چھانٹ مارنے پر کوئی ہستی ''محمد ﷺ'' کے سوا نہ ملی جو ہر محاذ پر کامیاب رہی ہو...... اور آپ ﷺ مذہبی و دنیوی محاذوں پر انقلابی شخصیت ہیں سو اسی لیے اس کتاب میں ''محمد ﷺ'' کو فہرست رکھا گیا۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام جنھیں عیسائیت میں خدا کا درجہ بھی دیا جاتا ہے کو دوسرے نمبر پر شمار کیا گیا ہے......!

ساتھیو! مسلمان وہ قوم ہے کہ جو تمام انبیاء اور ان کی تعلیمات کا احترام کرتے ہیں اور تمام رسولوں کو مانتے ہیں اور یہ ہیں وہ حقائق جن کو ہر دور کے مسلمانوں نے ہی نہیں غیر مسلموں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مگر گزشتہ کچھ عرصے سے ایک شیطانی ٹولہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایک سازش کے تحت مسلم امہ کے جذبات کو مجروح کرنے کے لیے توہین آمیز رویہ قائم کیے ہوئے ہے......! جو کہ امت مسلمہ پہ پے در پے کیے جانے والے واروں کا حصہ ہے...... لیکن یہ جسارتیں اور توہین آمیز حرکتیں میرے نبی رحمت ﷺ کے مقام و مرتبہ میں ذرا بھر کمی نہیں لاسکیں...... ہر سال سامنے آتے اعداد و شمار مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کا مژدہ بن رہے ہیں...... تحقیق کا جذبہ ابھر رہا ہے...... اسلام کی آغوش میں پناہ لینے والے افراد بڑھ رہے ہیں...... ! آج مغربی دنیا رواداری و مساوات کا ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتی۔

لیکن غور تو کرو...... رواداری تو مرگئی تھی...... ! اسے وجود ملا تو میرے نبی محترم ﷺ کی آمد سے...... آزادی تہہ خاک پڑی تھی اگر محمد عربی ﷺ نے اس آزادی کو گہری قبر سے نہ نکالا ہوتا تو آج اس آزادی پر اترانے والے شاید اس کا چہرہ نہ دیکھ پاتے...... یہی آپ ﷺ کا اعجاز ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں کسی کا حق تلف نہ ہوا...... کسی پر ذرا بھر ظلم نہ ہوا...... ہر ایک کو آزادی تھی...... اور ہر ایک کو حقوق دستیاب تھے...... تو پھر آیئے ! نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں...... اور آپ ﷺ کے کامل اسوۂ سے سبق سیکھتے ہیں......!

یہودیوں کا ایک وفد آیا اور اللہ کے رسول ﷺ سے اجازت چاہی آپ ﷺ نے اجازت دے دی وہ آئے اور کہنے لگے: ''السام علیکم'' یعنی تم پر موت ہو! سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فوراً کہا: بل و علیکم السام واللعنة ''یہ موت تم پر ہو اور لعنت بھی''۔



نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

میرے نبی ﷺ نے ام المومنین کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی پسند فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کے جواب میں میں نے وعلیکم کہہ دیا تھا، بس اتنا کافی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب السلام)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے موت کے ساتھ لعنت کا لفظ بھی شامل کر دیا تو یہ بات بھی آپ ﷺ کو گوارا نہ ہوئی یہ میرے نبی ﷺ کا حسن اخلاق تھا، جو گھر میں آئے یہودی مہمانوں سے تھا......!

صحیح بخاری کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ میرے والد محترم نے دیکھا کہ ایک تاجر کے ہاں ریشمی کپڑا فروخت ہو رہا ہے اللہ کے رسول ﷺ بھی اس وقت موجود تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: ''یارسول اللہ! یہ جوڑا بہت نفیس و عمدہ ہے آپ ﷺ اسے لے لیجیے اور جمعہ کے دن پہنیے گا''۔

نبی اقدس ﷺ گویا ہوئے: ''اسے تو وہی پہنے گا جسے آخرت میں کچھ نہ ملے گا''۔

کچھ ہی دنوں بعد اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بہت سارے ریشمی جوڑے آگئے ان میں سے ایک جوڑا آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا۔ ابن خطاب رضی اللہ عنہ بولے یارسول اللہ! آپ کے ریشمی جوڑے کے بارے میں ارشاد کے بعد یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عمر ریشمی جوڑا زیب تن کرلے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا کہ یہ جوڑا میں نے تمھاری طرف اس لیے بھیجا ہے کہ بیچ دو یا کسی غیر مسلمان کو پہنا دو۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ جوڑا اپنے بھائی کی طرف بھیج دیا جو ابھی مشرک تھا اور مسلمان نہیں ہوا تھا۔

یہ میرے نبی ﷺ کے رویے اور اخلاق ہیں جو آپ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ روا رکھے اور احسان کرنے اور تحفہ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

میرے نبی ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی پاداش میں میری اس بیٹی کو سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

غور کرو! مکہ فتح ہوگیا...... اسلام جزیرۃ العرب پر قوت بن کر چھا گیا ہے...... آنحضرت ﷺ اب سارے عرب کے حکمران ہیں، حبار بن اسود کہ جس نے اس اونٹ کو بدکانا شروع کر دیا تھا جس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سوار ہو کر مدینہ منورہ جا رہی تھیں اور وہ لاڈلی اور پیار سے پلی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اونٹ سے گر پڑیں اور آپ کا بچہ جو پیٹ میں تھا پیدائش سے قبل ہی مرجھا گیا......!

لیکن میرے حضور ﷺ کی رحمت و شفقت کے انداز دیکھو کہ اس شخص کو بھی معاف فرما دیا جو آپ ﷺ کی بیٹی پر ظلم کرتا رہا...... اگر کوئی اور حکمران بن کر آپ کی جگہ ہوتا تو کوئی سر آج سلامت نہ رہتا...... اور ایک ایک کر کے بدلے چلا دیے جاتے ابتدائے اسلام میں ظلم و جور کے پہاڑ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر توڑنے والوں کو آن کی آن میں معافی فرما دیا۔ فرمایا:

﴿ لاتثریب علیکم الیوم ﴾

''جاؤ آج کے دن تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے''۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے رواداری کے سبق پڑھانے والو! رواداری سیکھنی ہے تو میرے نبی ﷺ کی سیرت سے سیکھو۔ دنیا و آخرت میں فلاح پاؤ گے......! آج کفار دنیا میں امن کے استحکام کی نام نہاد باتیں کرتے ہیں...... اور سفر وحشت و خون اور ناانصافی کی طرف جاری ہے...... ایسے میں امن کے خواب دیکھنے کیسی بڑی حماقت ہے؟

جوابی ردعمل پر واویلا و چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے کہ مسلمان انتہا پسند ہیں...... ! نہیں...... نہیں...... ! مسلمان تو نرم دل ہوتا ہے...... وہ کبھی ظلم نہیں کرتا...... اس کے نبی ﷺ

مچھلی کھائیے حافظہ مضبوط بنائیے

آج کل سردیوں کا موسم ہے اس موسم پر گرم اشیائے خورد و نوش کا استعمال بہت زیادہ ہے لوگ اس موسم میں مچھلی بھی بڑے شوق سے کھاتے ہیں لیکن کیا آپ کو پتا ہے کہ مچھلی کھانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کی ذہانت اور حافظہ مضبوط ہوتے ہیں۔ جی ہاں! امریکہ میں شائع ہونے والے ایک سائنس میگزین 'دی جنرل آف نیورو سائنس'' نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ مچھلی کا استعمال یادداشت کو متاثر کرنے والی بیماری الزائمر سے بچاؤ میں مدد دیتا ہے اور دماغی امراض کے حملے کو بھی روکتا ہے اس لیے جہاں مچھلی کھانے کے اور بہت سے فوائد ہیں ان میں سے ایک بڑا فائدہ ہم نے آپ کو آج بتا دیا ہے۔



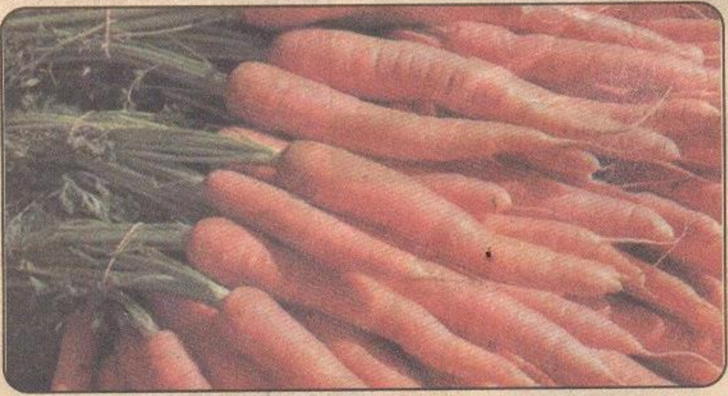
گاجر زیادہ کھائیے، بے شمار فائدے اٹھائیے

ابوغزوان

گاجر دیکھنے اور لکھنے میں تو انتہائی عام اور سستی سی سبزی ہے اور ہمارے ہاں اسے زیادہ سے زیادہ سلاد بنانے، حلوہ بنانے، یا پھر کبھی کبھار بطور سبزی پکا کر کھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے...... البتہ کچھ لوگ اس کا جوس بھی نکال کر بڑے شوق سے پیتے ہیں آج ہم سے یہ بات بھی سن لیجیے کہ گاجر کے جوس میں وٹامن ''اے'' کا بہت بڑا ذخیرہ ہوتا ہے جو نہ صرف پیٹ کے کیڑے ختم کرنے میں مفید ہوتا ہے، بلکہ اس کے استعمال سے دل کے دورے سے بھی محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

ایک اور جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ گاجر کا مسلسل استعمال کینسر کے موذی مرض پر بھی قابو پانے کے لیے معاون ثابت ہوا ہے۔ کئی سال کی طویل تحقیق کے بعد اب یہ بات منظر عام پر آئی ہے کہ دراصل گاجر کا زیادہ استعمال جسم میں کینسر کی گلٹیاں بننے کے عمل کو روکتا ہے۔

دیکھ لیجیے! کہنے اور دیکھنے میں تو ایک معمولی سی سبزی ہے...... آج کل ہر طرف ہی دیکھنے کو ملتی ہے لیکن اس کے کتنے فائدے ہیں وہ شاید ہم کبھی خیال ہی نہیں لاتے...... تو پھر ہو جائے گاجروں پر یلغار...... اس سے پہلے کہ ان کا موسم ختم ہو جائے اور وہ مہنگی ہو جائیں۔



فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

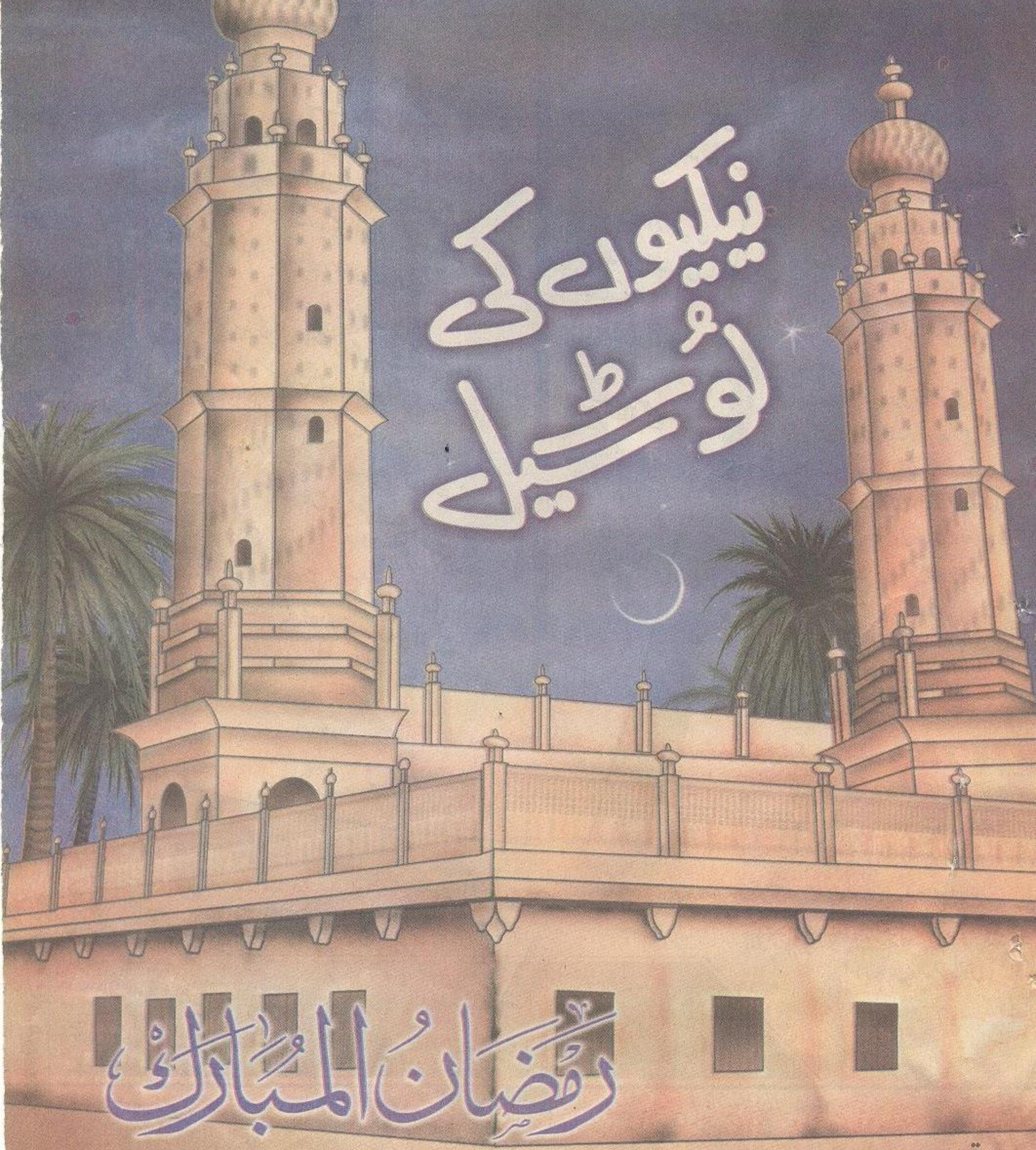
پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

100

26 شعبان 1432ھ 29 جولائی 2011ء



قیمت 5 روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پہلی بات

پیارے ننھے منے ساتھیو!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ آپ خوش وخرم، ہنستے مسکراتے، کلیوں اور پھولوں کی طرح چہکتے اور مہکتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ وہ مالک الملک آپ کو ہمیشہ خوش اور ہنستے مسکراتے ہی رکھے اور آپ سے ہر طرح کی پریشانی اور تکلیف کو دور رکھے۔

آپ جانتے اور خوب جانتے ہوں گے کہ رمضان المبارک کا مبارک اور مقدس مہینہ ہمارے اوپر سایہ فگن ہے اور ہم سب اس کی تیاری میں مصروف ہیں کہ اس رمضان میں کھانے پینے، سحری افطاری کی دیگر اشیاء کو جمع کرلیا جائے تاکہ روزے آسانی سے رکھ سکیں اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوشنودی کے طلبگار یقیناً اپنی کمر کس چکے ہوں گے کہ اس دفعہ اس رمضان سے خوب فائدہ اٹھائیں اور اپنی خطاؤں اور غلطیوں کو اللہ میاں سے معاف کروالیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ بھی اس ماہ مقدس میں کہ جسے نیکیوں کا موسم بہار کہتے ہیں، خوب فائدہ اٹھانے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ایک مسلمان کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے...... کہ اللہ تعالیٰ اسے پھر روزوں جیسی نعمت سے نوازے اور وہ اس میں خوب نیکیاں کرکے اپنے خالق اور مالک کو خوش کرکے اپنی آخرت کا سامان بنالے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ان مبارک لمحات میں اپنی دعاؤں میں مجاہدین کو بھی خصوصی یاد رکھیں۔ جو ہمارے اور اسلام کے دفاع میں مصروف ہیں اور جو اس گلشن کی آبیاری کے لیے خون پسینہ بہا رہے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے شمارے میں بھی تذکرہ کیا تھا کہ آزادی نمبر کے حوالے سے اچھی اچھی تحریریں جلد از جلد ارسال کریں۔ اس سے اگلا شمارہ آزادی نمبر ہوگا۔ آج کے لیے اتنا ہی کافی، باقی پھر سہی۔ ان شاء اللہ

اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔

آپ کا بھائی

محمد الیاس حامد

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''بے شک جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جولوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان کی دوستی سے کوئی تعلق نہیں، یہاں تک کہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں آپ سے مدد مانگیں تو آپ پر مدد کرنا لازم ہے مگر اس قوم کے خلاف کہ آپ کے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

(انفال:72)

(عثمان بن خالد مرجالوی)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''دو کلمے جو رحمان کو بہت پیارے ہیں زبان پر بہت ہلکے ترازو میں بہت بھاری ہیں۔'' یہ ہیں (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم) یعنی ''میں اللہ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد کے ساتھ اللہ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں جو بہت بڑائی والا ہے۔'' (بخاری)

(زبیر بن خالد مرجالوی)

چیف ایڈیٹر: امیر بابا
ایڈیٹر: محمد الیاس حامد
خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857
فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-37150890

امید سحر ابھی باقی ہے

آزادی......!!! یہ پانچ لفظی حرف سوچو تو راحت کا احساس ہوتا ہے' ادا کرو تو لب مسکرا اٹھتے ہیں......! لیکن...... پیارے ساتھیو! اسے حاصل کرنے کے لیے مال' دولت' دھن' جائیداد' اولاد سب کچھ لوٹانا پڑتا ہے جیسے ہمارے بزرگوں نے پاکستان کے حصول کے لیے لوٹایا۔

آزادی کی تڑپ ایسا جذبہ ہے' جسے کسی دباؤ سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ گویا جتنا اسے دباؤ گے' اتنا ہی یہ ابھرے گا...... اگر دباؤ یا تشدد سے یہ جذبہ ختم ہوسکتا ہے تو آج پاکستان صفحہ ہستی پر موجود نہ ہوتا۔ ہمیں فخر ہے اپنی قوم پر' فخر ہے جن میں جذبہ جہاد موجود ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اپنے لہو کی قربانیاں دے کر آزادی کو حاصل کیا......!!!

ساتھیو! انتہا پسند ہندوؤں نے اپنے ناپاک منصوبوں سے اپنی ثقافت مسلمانوں پر ٹھونسنی چاہی۔ بندے ماترم' سنسکرت' زبان مسلط کرنے کی کوششیں کیں۔ 1939ء میں جب کانگریس کو بعض صوبوں میں حکومت کرنے کا موقع ملا انہوں نے ہر طرح سے مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی انتہا کردی اور مسلمانوں پر ہندوؤں کی ذہنیت کھل کر سامنے آگئی۔ مسلمانوں نے باور کرلیا کہ ان کے دین و ایمان کی بقاء الگ وطن کے قیام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے......!!!

پیارے ساتھیو! قیام پاکستان کے ساتھ ہزاروں ظلم' زیادتی اور غموں کی داستانیں جڑی ہیں۔ جو ہمارے شعور کو بیدار کرنے کے لیے اور ہمارے دل و جگر کو زندہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

انہی داستانوں میں ایک میری دادی جان کی ہے' جن کی عمر 98 سال ہوچکی ہے۔ ان کا نام غلام فاطمہ ہے۔ جنہیں ہم سب ماں جی! کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان کی کہانی یہ ہے کہ مٹی کی محبت انسان کی فطرت کا حصہ ہے۔ زمینیں' گھر' جائیدادیں چھوڑنا جبکہ سامنے گہرا اندھیرا ہو' منزل کا کوئی سراغ نہ مل پارہا ہو بہت مشکل ہے۔

لیکن ہم نے صرف اللہ پر توکل کرکے اپنے بچوں کو ٹرک پر سوار کردیا کیونکہ اس وقت ہمارے ہاں اللہ نے بیٹا دیا تھا' جس کا نام رحمت اللہ رکھا۔ اس وجہ سے ہمیں رکنا پڑا لیکن بہت ہولناک خبریں مل رہی تھیں...... ابن آدم اپنی محرومیوں پر صدائے احتجاج بلند کرنے کا بھی حق نہیں رکھتا تھا......!! سکھوں اور ہندوؤں نے گٹھ جوڑ کرکے بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ ہزاروں عصمتیں آزادی کی بھینٹ چڑھیں......!! بچوں کو نیزوں پر اچھالا گیا......!!

ہم 20 دن جالندھر کے ایک گاؤں کاکی پور میں رکے اور پھر اپنا سفر پاکستان کے لیے شروع کیا۔ ہم جس ٹرین میں تھے' اس میں فوجی بھی تھے لیکن سکھوں نے نیزوں اور کرپانوں سے حملہ کردیا۔ فوجیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن سکھ بہت سے مسلمانوں کو شہید کرگئے۔ میرے دیور نور محمد کے دونوں بازو کاٹ دیئے گئے لیکن ہم اور باقی مسلمان سب چیزوں کی قربانیاں دے کر بھی پاکستان کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جہاں اسلامی معاشرت ہوگی......!! جہاں گائے ذبح کرنے پر فساد نہ ہوگا......!! حلال و حرام میں تمیز ہوگی...... جان' مال اور آبرو کو تحفظ ملے گا۔

الغرض! ہم مصیبتوں' پریشانیوں کی چکی میں پستے پاکستان کی زمین پر پہنچے۔ ہماری آنکھیں اس مقدس دھرتی کو دیکھتے ہی چھلک اٹھیں۔ رب کے حضور سجدہ شکر ادا کیا تو ہمیں اپنے معصوم بچوں کی فکر ہوئی۔ ہم انہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔ میرا دل ممتا کے جذبے سے مجبور ہوکر دھڑک رہا تھا۔ میرے معصوم پھول پتا نہیں کہاں ہوں گے؟ میرے بچے الگ پریشان تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملا دیا اور میں اپنے بچوں کو صحیح سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ یہ ساری داستان سنانے کے بعد ماں جی کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہ جو پاکستان کے قائم کرنے کا مقصد ہے وہ تو آج 64 سال گزرنے کے بعد بھی پورا نہیں ہوا؟؟

پیارے ساتھیو! واقعی ہم نے پاکستان کا مقصد تو حاصل نہیں کیا۔ ہمارے پاکستان میں مظلوموں کے سینوں سے اٹھتی آہیں اور سسکیاں اندر ہی اندر دم توڑ رہی ہیں۔ تاریکی کے گہرے بادل چھائے ہیں۔ جان' مال' آبرو کو تحفظ میسر نہیں۔ زندگی بوجھل' سسکتی' بلبلاتی' تھکن سے چور ہے۔

پاکستان کے قیام کے جو مقاصد تھے پورے نہ ہوئے۔ پاکستان کا مقصد کیا لاالہ الا اللہ...... کا نعرہ صرف نعرہ ہی رہا۔ ہم لوگوں نے جشن آزادی تو منالیا لیکن پاکستان کس لیے حاصل کیا' اس بات پر غور نہیں کیا۔

پیارے بچو! پاکستان کا خواب دیکھنے والی آنکھوں کو کیوں اشکبار کیا گیا۔ کیوں گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا......؟ کیا ان کا قصور صرف اسلامی معاشرے کا خواب دیکھنا تھا......؟ مگر سلام ہے' ان مسلمانوں پر جنہوں نے جسم تو چھلنی کروائے' ظلم و جبر کی چٹانوں سے تو ٹکرائے مگر ڈٹے رہے اور الگ وطن حاصل کرلیا۔ آج ہمیں آگے بڑھ کر اس ملک کو استحکام کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ ہم مسلم امت ہیں جو کبھی ہمت نہیں ہارتی اور ہمارے بزرگ' اسلاف ہیں جنہوں نے اپنے خون سے اس گلستان کی آبیاری کی ہے۔ آج ہمیں انفرادی طور پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ میں پاکستان کے لیے کیا کرسکتا ہوں۔

کچھ اور بڑھ رہے ہیں
اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو
نہیں ہیں امید
سحر سے ہم

حافظ سلمیٰ احمد ۔103/RB فیصل آباد

ہمسائیوں سے نیکی کرو

انسان فطری طور پر معاشرتی زندگی گزارتا ہے۔ وہ معاشرے سے کٹ کر خوش وخرم زندگی نہیں گزار سکتا۔ معاشرے میں رہتے ہوئے ہمیں بہت سے لوگوں سے میل جول رکھنا پڑتا ہے۔

پیارے ساتھیو! اسلام بہت ہی پرامن فلاحی اور میٹھا دین ہے جو ہر ایک کے حقوق کی ضمانت مہیا کرتا ہے...... ان حقوق میں ہمسائیوں کے حقوق بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ جنہیں ادا کیے بغیر مثالی اور پرامن معاشرے کا قیام ممکن نہیں ہے۔

رب رحمان نے سورۃ النساء میں والدین کے بعد رشتہ داروں اور اس کے بعد پڑوسیوں کے حقوق بیان کیے ہیں؛ جس میں قرابت دار ہمسائے اور اجنبی ہمسائے کے حقوق الگ الگ واضح کیے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

"مجھے جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ ہمسائے کے متعلق وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ عنقریب وہ ہمسائے کو ترکہ (مرنے والے کی جائیداد) میں وارث بنا دیں گے۔" (بخاری)

پیارے ساتھیو! پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ محض ترغیب ہی نہیں بلکہ تکمیل ایمان کی شرط اور انسان کے صالح اور متقی ہونے کی بھی دلیل ہے کیونکہ نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں...... اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں...... اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں...... عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔" (بخاری ومسلم)

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین، رشتہ دار یتیم، رشتہ دار پڑوسی، بیگانہ پڑوسی، مسافر اور اپنے مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

اگر کوئی ہمسایہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کی جانب سے اذیت میں مبتلا ہے تو اس مسلمان بھائی یا بہن کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔ اذیت کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر موجودہ زمانے میں فلیٹوں میں بھی اکثر لوگ رہائش پذیر ہیں۔ فلیٹ کی دھلائی کرتے وقت اگر بے احتیاطی برتی جائے تو وہ پانی نیچے منزل والے لوگوں کے لیے اذیت کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح اوپر منزل پر رہنے والے بچے اگر بے وقت بھاگ دوڑ یا دھم مچائیں یا بھاری اشیاء فرش پر گرائیں تو نیچے والوں کی نیند حرام ہوجاتی ہے۔

پیارے بچو! ہمیں ہر طرح سے اپنے ہمسائیوں کا خیال رکھنا چاہیے اور کوڑا کرکٹ یا پھلوں کے چھلکے وغیرہ بھی اپنے ہمسائیوں کے دروازے کے پاس نہیں پھینکنے چاہئیں۔ اللہ عزوجل ہمیں اپنے ہمسائیوں کے حقوق پورا کرنے اور ان کی راحت کا سامان پیدا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

عدنان اکرم اعوان۔ 103/RB فیصل آباد

چہرہ گلاب پسینہ خوشبو! اور

"ہمارے پیارے نبی ﷺ کا حلیہ مبارک"



رسول اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک خوبصورت، گورا، پرکشش اور رنگ سرخی ملا ہوا تھا۔ چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتا تھا۔ جب آپ ﷺ ہنستے تو چہرہ مبارک اس طرح دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ چہرے کی لکیریں اور دھاریاں اس طرح چمکتیں جیسے روشن بادل چمکتا ہے۔ گویا سورج اس میں دوڑ رہا ہے بلکہ اس طرح کہہ لیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ کو دیکھا جاتا تو یوں محسوس ہوتا گویا طلوع ہوتے سورج کو دیکھا جارہا ہے۔

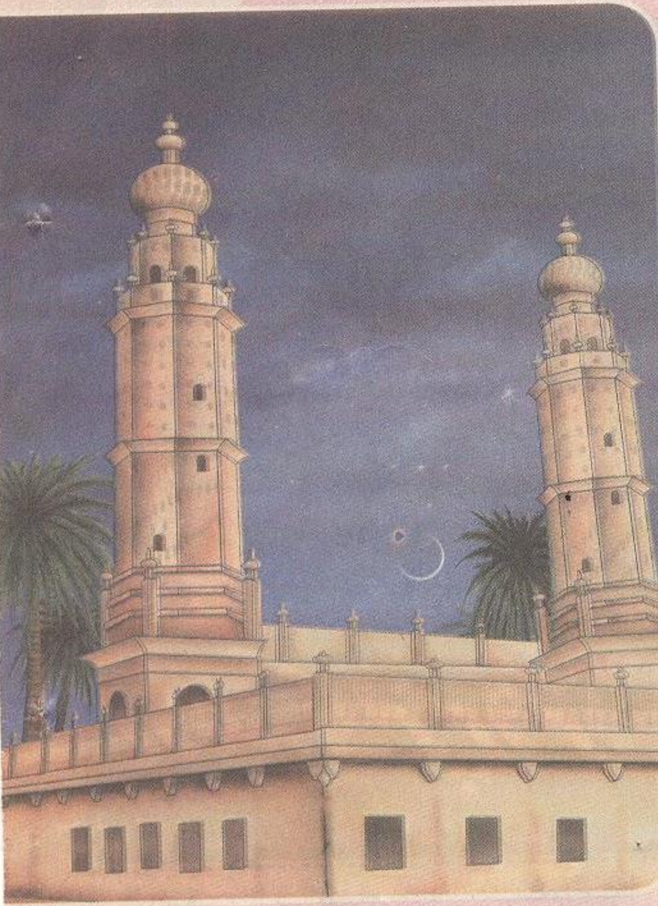
چہرہ مبارک پر پسینہ یوں محسوس ہوتا گویا موتی ہیں اور پسینے کی خوشبو مشک خالص سے بڑھ کر ہوتی۔ جب آپ ﷺ غصہ میں ہوتے تو چہرہ مبارک سرخ ہوجاتا۔ گویا دونوں رخساروں میں انار کے دانے نچوڑ دیے گئے ہیں۔ دونوں رخسار ہلکے، پیشانی کشادہ، ابرو کمان دار، باریک اور کامل تھے۔ دونوں رخسار ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ نہیں ملے ہوئے تھے۔ آنکھیں موٹی موٹی تھیں اور ان کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی۔ آنکھوں کی تپلی بہت زیادہ سیاہ تھی، پلکوں کے بال لمبے اور گھنے تھے۔ سرمہ نہ بھی لگایا ہوتا پھر بھی یوں محسوس ہوتا آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے۔

چہرہ خوبصورت اور کشادہ تھا۔ سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا فاصلہ تھا، باقی دانت بھی الگ الگ تھے۔ تمام دانت موتیوں کی طرح چمکدار تھے۔ جب آپ ﷺ مسکراتے تو ایسے لگتا گویا برف کے اولے ہیں اور جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان سے موتی جھلکتے۔

انتخاب: میمونہ عظمت، ٹوبہ، ضلع جہلم

نیکیوں کی لوٹ سیل

محمد الیاس حامد



لوگوں کا بہت ہجوم تھا۔ ہر کوئی اس کوشش میں تھا کہ وہ جلد از جلد اپنی ضرورت کی چیزیں لینے میں کامیاب ہو جائے۔ بجلی بند تھی ہال میں شدید حبس اور گرمی تھی۔ ہر کوئی پسینے میں شرابور اور گرمی کے باعث نڈھال تھا۔ ہر طرف دھکم پیل تھی اور افراتفری کا عالم۔ اس طرح کا ماحول بنا ہوا تھا جیسے بھیڑ بکریوں کا ریوڑ جہاں یہ بھیڑ بکریاں چارا آنے پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ ہر کوئی اپنی طاقت اور بساط کے مطابق کھانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اگر چہ اس ہال میں بھیڑ بکریاں تو نہ تھیں لیکن انسانوں کی بدنظمی اور بے انتظامی ان جانوروں کو بھی پیچھے چھوڑ گئی تھی۔ کہیں سے آواز آ رہی تھی بھائی مجھے وہ سوٹ دے دو مجھے اوپر والا دکھاؤ' اس کا ریٹ بھی پہلے جتنا ہے اور کہیں سے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور جلدی فارغ ہونے کے لیے بحث وتکرار کا شور۔

عزیز بچو اور ننھے ساتھیو! آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ کیا بیان کیے جا رہے ہیں...... کیسی باتیں کر رہے ہیں...... آپ کو بتائے دیتے ہیں کہ یہ منظر ایک بڑی دکان کا ہے جہاں کپڑوں اور ملبوسات کی لوٹ سیل لگی ہوئی ہے اور جہاں سے انتہائی سستے داموں بہترین کوالٹی کے حامل کپڑے مل سکتے ہیں۔ جب معیاری چیز انتہائی مناسب اور معقول داموں مل رہی ہو تو پھر کون اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے رہتا ہے؟ بالکل اسی طرح اس بہت بڑی دکان کا حال تھا۔

لیکن پیارے بچو! کیا آپ نے سنا نہیں کہ ایک اور لوٹ سیل بھی ہے جو چند دنوں میں شروع ہونے والی ہے۔ لوگ دنیا کے مال ومتاع کو پانے کے لیے تو کوئی موقع نہیں جانے دیتے مگر افسوس کہ وہ لوٹ سیل جو اس دنیا کے خالق اور مالک کی طرف سے ہے اس کی طرف توجہ ہی نہیں۔ یہاں نہ تو کوئی رش اور ہجوم کی پریشانی ہے۔ یہ سیل تو عام دنوں میں بھی بہت سستی اور ارزاں ہے۔

اس لوٹ سیل میں صرف 40 فیصد' 50 فیصد یا 60 فیصد ڈسکاؤنٹ نہیں بلکہ اس سیل میں ایک کے بدلے دو یا تین سے زیادہ ملتا ہے۔ اس سیل میں ایک کے بدلے سات سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ مل سکتا ہے۔ اگر لینے والا چاہت اور خلوص دل سے لے۔ ہاں تو آپ یقیناً جان گئے ہوں گے کہ یہ رمضان المبارک کی بات ہو رہی ہے اور یہ برکتوں' رحمتوں اور اللہ کی خوشنودیوں والا مقدس مہینہ ہماری زندگی میں پھر آنے والا ہے۔ اس میں نور ایمان کی کیفیت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

پیارے ساتھیو! تو پھر تیار ہو جائیں اور اس لوٹ سیل سے نیکیوں اور اللہ کی رحمتوں کو خوب سمیٹیں۔ اپنی سستیاں چھوڑ کر تیز تر ہو جائیں۔ نمازوں کو اور بہتر بنالیں' تلاوت قرآن پاک کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کریں' ذکر واذکار اور بارگاہ الٰہی میں ہمیشہ اپنے آپ کو مصروف رکھیں۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان المبارک کا چاند طلوع ہوتا ہے تو فرشتے گلیوں بازاروں اور چوکوں' چراہوں میں آواز لگاتے ہیں کہ ''اے اللہ! کی نافرمانی اور سرکشی کرنے والے اب بس کر ٹھہر جا' اپنے کالے دھندے اور گناہ چھوڑ دے۔ نیکی کرنے والے اور خیر کے کاموں میں دلچسپی لینے والے تو مزید تیز ہو جا' اپنی نیکیوں کو زیادہ سے زیادہ کر۔''

پیارے ساتھیو! جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ رمضان میں ہم صبح سے لے کر شام تک کھانے پینے اور دیگر کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اس عمل کو ''الصوم'' یعنی روزہ کہتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ بھلا صبح سے لے کر شام تک بھوکے پیاسے رکھ کر اللہ کو ہم سے کیا چیز مطلوب ہے خصوصاً گرمیوں کو تو روزہ نبھانا اور پورا کرنا بہت ہی مشکل اور کٹھن کام ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے بھوکے پیاسے رہنے سے کوئی فائدہ تو نہیں اور نہ ہی اس کے خزانوں میں کوئی کمی ہے کہ چلو تھوڑی بچت ہو جائے بلکہ اللہ رب العزت تو ایسی ذات ہے جو ہر بندے کو اس کی چاہت اور مطالبے کے مطابق بھی دے تو اس کے خزانوں میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی۔

تو یقیناً اس میں کوئی راز یا حکمت پوشیدہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ' ہمیں اس حالت میں رکھ کر کوئی خاص تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے تم پر اور تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کیے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کی اصلاح اور دل کی پاکیزگی' ستھرائی اور بہتری کے لیے ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں جو پیچھے رہ گئے اور سستی اور کاہلی پیدا ہو گئی اسے دور کریں۔

اگر روزہ رکھنے کے بعد نیکی' تقویٰ اور خوف الٰہی پیدا نہ ہو تو اللہ کو ہمارے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ویسے ہی جھوٹ' غیبت' چغلی گالیاں دینا اور دوسرے گناہ والے کام نہ چھوڑے تو اس روزے کا کوئی فائدہ نہیں۔

دیکھا بچو! یہ کتنے افسوس والی بات ہے کہ ایک شخص سارا دن محنت کرے' مشقت اٹھائے اور جب اس کو صلہ اور بدلہ ملنے

کا موقع آئے تو کہہ دیا جائے کہ تم کو کوئی معاوضہ یا مزدوری نہیں ملے گی۔ ثابت ہوا کہ روزہ رکھ کر اس کی حفاظت کرنا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ صرف صبح کو سحری کھالینا اور شام کو افطاری کرلینا ہی روزہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ نیکی کے کام اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا بہت ضروری ہے۔ یاد رکھیں کہ اگر اس لوٹ سیل میں ہم کچھ حاصل کرنے میں ناکام رہے تو بہت ہی نقصان والی بات ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے اس شخص پر جس کی زندگی میں رمضان آیا اور اس نے اپنے گناہ معاف نہ کرائے تو اس پر اللہ کی، اس کے نبی ﷺ کی اور فرشتوں کی لعنت ہے۔

پیارے ساتھیو! ہمیں اس رمضان میں روزے رکھنے سے کچھ ایسے سبق ملتے ہیں جن کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جب ایک مسلمان صبح سے لے کر شام تک بھوکا پیاسا رہتا ہے اور اس کو پیاس اور بھوک نڈھال کر دیتی ہے تو اسے اس بات کی طرف خیال کرنا چاہیے کہ جو لوگ بھوکے پیاسے رات کو سونے پر مجبور ہوتے ہیں، ان کی غمگساری کی جائے۔ غریب، کمزور اور محروم لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے وقت انہیں بھی یاد رکھنا چاہیے۔

اسی طرح بھوکے پیاسے رہ کر اس کا عادی ہونا، ایک بہت بڑی تربیت ہے۔ تاکہ ایک مسلمان کو جب اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے بھوک و پیاس کا سامنا ہو تو اسے پریشانی نہ ہو۔

اسی لیے دوستو! ہمیں بھی ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خیال رکھنا چاہیے کہ ہماری بھی تربیت ہو۔ اسی طرح جو آپ کے ننھے منے ساتھی اور دوست روزہ رکھنے کے بعد نماز نہیں پڑھتے یا لڑتے جھگڑتے ہیں، انہیں سمجھائیں کہ روزہ رکھنے کے بعد ان باتوں سے بچنا چاہیے اور اسی طرح اگر کوئی آپ سے لڑے، جھگڑے یا گالی نکالے تو اسے کہیں کہ ''انی صائم'' یعنی میں روزے سے ہوں۔ میں اس لڑائی جھگڑے میں شریک نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

روزے کی حالت میں جھوٹ اور جہالت والے کام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو کوئی روزہ رکھ کر جھوٹ بولے اور دوسرے جہالت کے کام کرنے سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو ترک کر دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

جہالت سے مراد ہر وہ کام ہے جس کو کرنے سے اسلام نے منع کیا ہے کیونکہ دین اسلام علم اور نور ہے جبکہ اس کے برعکس جہالت اور اندھیرا ہے۔

اس سلسلے میں شور مچانا بھی مناسب نہیں۔ یعنی روزے دار کو جہاں اخلاق سے گرے ہوئے گفتار اور کردار سے بچنا ہے، وہاں شور وغوغہ سے پرہیز ضروری ہے۔ جب کوئی مومن بندہ اپنے رب کا حکم مان کر روزے کا حق ادا کرتا ہے تو اس کا اجر بھی بے حد وحساب ہے، اس بات کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ بھی میں ہی دوں گا۔''

یہ ایک عام سی بات ہے کہ جو جتنا بڑا اور معزز ہو وہ انعام و اکرام میں بھی بہت کچھ دیتا ہے اور اللہ رب العزت سے بڑھ کر عزت وشرف اور مقام والا کون ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس سے انعام و اکرام میں بھی بہت زیادہ امید کی جانی چاہیے۔

ننھے ساتھیو! اگرچہ روزہ رکھنے کے بعد بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور گرمیوں میں روزے کا نبھانا تو مزید دشوار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ ہم پر جس قدر پیاس اور بھوک کی شدت آئے گی، ہم اس پر اجر و ثواب کی امید رکھیں گے اور اس مشقت کے بدلے اللہ کی خوشنودی اور اعلیٰ نعمتوں والی جنت کا خیال اور تصور ذہن میں رکھیں تو ہمت اور حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور پھر شدید پیاس میں بھی انسان کو اتنی مشکل نہیں آتی۔ اس کے ساتھ ساتھ مومن اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تروتازہ رکھے تو سختیوں اور مشکلات میں بہت مدد ملتی ہے۔

حدیث نبوی ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک روزہ کھولتے یعنی افطاری کے وقت اور دوسری اللہ رب العزت کے ساتھ ملاقات کا شرف ملنے کے وقت۔ یقیناً جو لوگ سارا دن اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں تو وقت افطار سامنے کھانے پینے کی چیزوں اور اللہ کی نعمتوں سے خوشی تو بہت ہوتی ہے اور ہاں افطاری سے پہلے قبولیت کا وقت ہے۔ اس موقع پر جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔

آپ اس موقع کو ضائع مت کریں۔ اس سے خوب فائدہ اٹھائیں۔ اپنے لیے، والدین کے لیے، حاجت مندوں، پریشان حال، مریضوں کے لیے خوب دعائیں کریں اور خصوصاً دعائیں ان اللہ کے محبوب بندوں یعنی مجاہدین کے لیے جن کی قربانیاں اور خون سے اس محفل دنیا میں رونق اور رعنائی ہے کہ اللہ رب العزت ان کی مدد اور نصرت فرمائے۔ دشمنان اسلام کو نیست ونابود کرے اور اسلام اور اہل اسلام کو فتح وکامرانی سے نوازے۔ آمین

آئیں ہم اس بات کا عزم کریں کہ اس رمضان میں ہم اپنے اللہ کو منائیں گے اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کی لوٹ سیل سے خوب خوب خزانے لوٹیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں ان میں سے شمار کرے اور جو اس کی رحمتوں کے حقدار ہوتے ہیں اور یہ رمضان ہمارے لیے نجات اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

چرواہے کا تقویٰ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے کسی کنارے کی طرف نکلے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے چند ساتھی بھی تھے۔ ساتھیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا، اسی دوران وہاں سے ایک چرواہے کا گزر ہوا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا چرواہے آؤ آؤ اس دسترخوان سے تم بھی کچھ کھا پی لو۔ چرواہا بولا میں روزے سے ہوں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس طرح کے سخت گرم دن میں تم روزے کی مشقت برداشت کر رہے ہو جبکہ لُو نہایت تیز ہے جبکہ ان پہاڑوں میں تم بکریاں بھی چرا رہے ہو۔ چرواہے نے جواب دیا جی ہاں! میں ان خالی ایام کی تیاری کر رہا ہوں، جس میں عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اسی لیے دنیوی زندگی میں عمل بجالا رہا ہوں۔ جن میں عمل کرنے کا موقع ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے چرواہے کے تقوے اور خوف الٰہی کا امتحان لینے کے ارادے سے اس سے کہا کیا تم اس ریوڑ میں ایک بکری بیچ سکتے ہو۔ ہم تمہیں اس کی نقد قیمت دیں گے۔ تمہیں افطار کے لیے گوشت بھی دیں گے۔ چرواہے نے جواب دیا:

یہ بکریاں میری نہیں کہ جنہیں میں بیچ دوں لیکن یہ میرے آقا کی ہیں، اس لیے میں تصرف نہیں کرسکتا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا آقا اگر کوئی بکری گم پائے تو اسے کہہ دینا کہ وہ بکری گم ہوگئی ہے کیونکہ ریوڑ سے ایک دو بکریاں پہاڑوں میں گم ہوتی رہتی ہیں۔ یہ سننا تھا کہ چرواہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا۔

جب چرواہا چلا گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کا یہ جملہ دہرانے لگے کہ اللہ کہاں ہے، اللہ کہاں ہے اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو چرواہے کے آقا کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور اس سے چرواہے کو خرید کر اسے آزاد کر دیا اور بکریاں بھی خرید کر اسے دے دیں۔

اخت نعیم الرحمٰن ۔ فیصل آباد



پیارے بچو!

14 اگست کا مہینہ ہمیں ہر سال 1947ء کے ان شہدا کی یاددلاتا ہے جنہوں نے اپنی جانیں پاکستان کے قیام کی خاطر قربان کیں۔

بچو! پاکستان کا قیام کوئی دودن کی محنت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ سالوں کی محنت اور قربانیوں کے بدلے اللہ رب العزت نے اپنی خاص رحمت اور فضل کے باعث یہ نعمت ہمیں عطا فرمائی۔ تقریباً دس لاکھ مسلمان اس مملکت کے حصول کے لیے کٹ گئے اور ان میں بچوں کی کثیر تعداد تھی۔

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے بچوں کی اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ صرف ہمارے مستقبل کو بہتر اور محفوظ بنانے کے لیے آگ اور خون کے سمندر میں اتر گئے۔ تلواروں کی دھاروں اور نیزوں کی انیوں پرودیے۔

آیئے! میں آپ کو ایسا ہی ایک سچا واقعہ سناؤں......!!

گورداسپور سے ایک خاندان ہجرت کر کے چلا۔ جب یہ خاندان اپنے گھر سے روانہ ہوا تو بے شمار افراد تھے۔ خاندان کے افراد بھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ راستے میں سکھ حملہ آوروں نے گھیر لیا۔ خاندان کے سارے افراد کٹ گئے۔ پورے خاندان میں صرف ایک عورت اور گود کا معصوم بچہ زندہ بچا۔

بلوائیوں نے تلوار کی نوک اور نیزے کی انی بچے کی طرف بڑھائی تو ماں تڑپ اٹھی۔ کہنے لگی ''ظالمو! میرے خاندان کی صرف ایک نشانی بچی ہے۔ اسے زندہ چھوڑ دو' کچھ نہ کہو۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں۔

بلوائیوں نے قہقہے لگائے اور کہنے لگے۔ مائی اگر تو چاہتی ہے کہ تیرا بچہ بچ جائے تو صرف ایک دفعہ ''پاکستان مردہ باد کہہ دے۔ خاتون نے ایک نظر بچے کو دیکھا' پھر آسمان کو دیکھا' بچے کو سینے سے لگایا' خوب پیار کیا اور پھر کہنے لگی ''یہ تو ایک بچہ ہے' ہزاروں بچے بھی ہوں پاکستان پر قربان کر دوں گی۔ آنکھوں کے سامنے کٹتے دیکھ لوں گی مگر تم پاکستان کے خلاف کوئی نعرہ میری زبان سے سن سکو گے۔'' پھر یہ ہوا کہ بلوائیوں نے بچے کو ماں کی گود سے چھینا' فضا میں اچھالا اور نیزے کی انی میں پرودیا۔ ماں کے سامنے بچے نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

ایک اور واقعہ میری نظروں سے گزرا جو کہ رُلا دینے اور تڑپا دینے والا ہے کہ ایک بزرگ 14 اگست والے دن بہت رو رہے تھے۔ کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کیا تم میری داستان سن کر بدلہ چکا سکو گے...... بہت زیادہ اصرار پر سنانے لگے کہ میری تین بیٹیاں تھیں۔ 14 اگست کو مجھے کہنے لگیں...... ابا جان! آج ہم بھی پاکستان جائیں گی اور مسلمانوں میں زندگی بسر کریں گی۔ اتنے میں ہندو سکھ گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ میری بڑی بچی نے اندر سے چھری نکالی اور کہنے لگی ابو جی! اس سے پہلے کہ ہندو ہماری عزتیں لوٹیں' ان کے اندر آنے تک ہمیں ذبح کر دیں۔ کہنے لگے بیٹا! میں نے آزادی کی خاطر اپنی دو بڑی بچیوں (جو میری ساری کائنات کی دولت تھیں) ذبح کر دیا۔ جبکہ تیسری بچی جس کی عمر 9 سال تھی ذبح کرنے والا تھا کہ درندے اندر آ گئے...... انہوں نے میری بچی چھین لی اور میں روتا ہوا پاکستان آ گیا۔

ہم سب کا فرض کہ ان معطر و محسور کن پھولوں کے لہو کو رائیگاں نہ جانے دیں اور قیام پاکستان کے اصل مقصد کو پالیں۔ جو عوام کھو چکے ہیں۔

آیئے......!!! اس چودہ اگست کو ہم سب کو یہ سوچنا ہو گا کہ ''آخر پاکستان کیوں بنا تھا......؟؟''

عبیر۔ گوجرانوالہ

اعمال ونتائج

سورج کافی نکل چکا تھا...... لوگ گھروں کے کام کاج سے فارغ ہو کر روزی کمانے کی تلاش میں نکلنے ہی والے تھے...... پرندے اپنے رب کی تسبیح بیان کر کے خاموش ہو چکے تھے لیکن بستی میں چند لوگوں کے دروازے بند تھے اور وہ ابھی تک نہیں اٹھے تھے جبکہ دھوپ کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا اور لوگوں کا تجسس بھی بڑھتا جا رہا تھا کہ کچھ لوگوں نے ان کے دروازے توڑے جبکہ کچھ دیواریں پھلانگ کر ان کے گھروں میں داخل ہو گئے اور پھر جو منظر انہوں نے دیکھا وہ ہوش وحواس گم کر دینے والا منظر تھا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ تمام دوست جو رات تک تو ان کے ساتھ تھے بندر بن چکے تھے۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ان کے نوجوان بندر اور بوڑھے خنزیر بنا دیے گئے۔ یہ واقعہ بنی اسرائیل کی قوم کا ہے۔ ایک بستی میں یہ لوگ بستے تھے اور ان کے لیے ہفتہ کے دن کو فضیلت والا بنا دیا تھا' اس دن کی حرمت ان پر واجب تھی اور وہ اس دن کوئی شکار نہ کر سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس دن ہی دریا میں مچھلیاں زیادہ آتی تھیں۔ اس وقت ان لوگوں کے تین گروہ بن گئے۔

1- شکار کرنے والا گروہ۔
2- جو نہ شکار کرتے تھے اور نہ ہی شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔
3- جو نہ خود شکار کرتے اور دوسروں کو بھی منع کرتے۔

اب جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو اس وقت پہلے دو گروہ عذاب کا شکار ہوئے جبکہ تیسرا گروہ بچ گیا۔ یاد رہے کہ یہ لوگ مع بچوں اور عورتوں کے بندر بنائے گئے تھے اور ان میں سے ہر کوئی پہچانا جاتا تھا کہ یہ فلاں مرد اور فلاں عورت ہے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ہم نے اس واقعہ کو اگلوں اور پچھلوں کے لیے عبرت کا باعث بنایا ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت۔'' (البقرہ: 66)

اس میں اگلے سے مراد ہم لوگ ہیں یعنی ہم میں سے جو برائی کرے تو کوئی شک نہیں کہ رب کعبہ کی پکڑ بڑی سخت ہے اور جو برائی کو دیکھے لیکن منع نہ کرے تو وہ بھی ان میں ہی شمار ہو گا اور اسے برائی سے خود کو باز رکھنے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا کیونکہ گناہ تو ان کے برابر کا ہی ملے گا۔ البتہ اگر ہم خود برائی سے باز رہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکیں تو ہم اجر عظیم کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

بریرہ شاہین۔ میر پور آف شاہ کوٹ

پاکستان کی کہانی پاکستان کی زبانی

میرا نام پاکستان ہے، میرے چار بیٹے ہیں، الحمداللہ میرے چاروں بیٹے بڑے خوبصورت ہیں۔ میری داستان بڑی غمناک ہے ایک تو میرا بھائی دشمنوں نے الگ کر دیا جس کا نام بنگلہ دیش ہے جبکہ میرا دوسرا بھائی ظلم و سربریت کی چکی میں پس رہا ہے جس کا نام جموں و کشمیر ہے اس کی سر سبز و شاداب دھرتی خون سے سرخ ہو چکی ہے۔ وہ جنت نظیر وادی انگاروں میں بدل گئی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ خوبصورتی سے نوازا تھا جسے دنیا جنت کہتی تھی آج وہ وحشت کا نشان بن گئی ہے جہاں کبھی جیلوں میں پانی اور پھول ہوتے تھے آج وہاں خون اور لاشیں ہیں۔ قتل وغارت نے اس کا حسن ختم کر دیا ہے ایک لاکھ سے زائد شہداء اپنی جانیں لوٹا چکے ہیں۔ میرے اس بھائی کی سرزمین کے ہر گاؤں میں قبرستان بن گئے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے سینکڑوں گمنام قبریں دریافت ہو چکی ہیں۔ پوری دنیا اس کے حال سے واقف ہے کہ وہ اس وقت کن اذیتوں سے گزر رہا ہے۔ میرے دشمنوں کہ میرا سکون پسند نہیں اور میرے دشمن میرے سکون کو برباد کرنے کے لئے ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے میرے خاندان میں ہلچل مچا رکھی ہے۔

میری گود میں بننے والی مساجد کو میرے دشمنوں کے اشارے پر شہید کر دیا گیا۔ میری دفاع کی خاطر لڑنے والی فوج کی گنوں کا رخ میرے وجود کی طرف کر دیا گیا..... آئے دن میرے وجود کے گوشے گوشے میں بم دھماکے ہوتے رہتے ہیں جس سے میری حالت روز بروز نازک ہوتی چلی جا رہی ہے..... آئے دن علماء کو قتل کیا جا رہا ہے..... نیک لوگ مسلسل گولیوں کا نشانہ بنتے جا رہے ہیں..... اس کے جسم سے خون فواروں کی طرح نکل رہا ہے..... اس کا انگ انگ دکھ رہا ہے اس طرح یہ کہانی دردناک بنتی چلی جا رہی ہے میرے دشمن مجھ پر ہر طرح کے طعنے کستے ہیں کبھی دہشت گردی کا بہانہ بنا کر کبھی شدت پسندی کا الزام لگا کر، کبھی نوجوان نسل کا جذبہ جہاد دیکھ کر، میرے خاندان کی تعلیمی صلاحیتوں کو اور کبھی ایٹمی صلاحیتوں کو دیکھ کر اب تو سارا جسم چھلنی ہو چکا ہے اور پورے جسم سے خون رس رہا ہے..... یہ سب کچھ دیکھ کر دشمن خوش ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ جیسے میں 1947ء سے پہلے غلام تھا اب پھر ایسی ہی غلامی قبول کر لوں گا۔ مگر میرے جیتے جی اب کبھی ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں اپنے حق میں لڑوں گا اور اللہ میری ضرور مدد کرے گا (ان شاء اللہ) دشمن پوری کوشش کر رہا کہ میرے چاروں بیٹوں (سرحد، بلوچستان، پنجاب، سندھ) میں تفرقہ ڈال دے..... اور انہیں ایک دوسرے سے جدا کر دے..... لیکن میں پہلے ہی اپنے بیٹوں کو دشمن کے عزائم سے خبردار کر چکا ہوں..... وہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے..... پہلے ہی دشمن میرے ایک بھائی کو چھین چکا ہے اور دوسرے بھائی (کشمیر) پر ظلم کیا جا رہا ہے..... میری آزادی کا دن چودہ اگست ہے سال میں جب میری آزادی کا دن آتا ہے تو میرے باسی آزادی والے دن شہر کے بڑے بڑے چوکوں اور بڑی بڑی عمارتوں پر چراغاں کرتے ہیں نوجواں مکانوں کی چھتوں پر قومی پرچم لہراتے ہیں اور اونچی آواز میں ڈیک لگا کر انڈین گانے بجاتے ہیں ..... راتوں کو آتشبازی اور پٹاخے چلا کر لوگوں کو تنگ کرتے ہیں ہر طرف افرتفری کا عالم ہوتا ہے..... میرا مظلوم اور ظلم میں پستا ہوا بھائی کشمیر جب یہ دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو جاتے ہیں سسکیوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہتا ہے کہ آزاد وطن کے باسیوں! بزرگو، بچو اور جوانو! مبارک ہو کہ تم آزاد ہو..... شکر کرو کہ شکر ہی مومن کا طریقہ ہے ..... مسرت وجذبات میں..... آزادی کے لمحوں میں ..... آخر تم بھول گئے ..... کہ ہم بھی تمہارے شریک سفر تھے ..... ہم نے اک ساتھ زخم سہے تھے..... اک ساتھ لاشیں اٹھائیں تھیں..... پھر آخر تم منزل پر جا پہنچے..... اور ہم قافلے سے بچھڑ گئے..... تم آج بھی ہماری دعاؤں کا محور اور امیدوں کا سہارا ہو..... کہ آخر تم ہمارے بھائی ہو..... آج ہم غلام اور تم خودمختار و آزاد ہو..... لیکن جب تم آزادی کے جشن مناؤ گے..... ہم زنجیر میں تمہیں صدائیں دے گے..... ہمارے گھر جل رہے ہوں گے ..... اور بچے پڑپ رہے ہوں گے..... ہمیں تمہارا بھائی ہونے کے جرم کی سزا دی جا رہی ہے..... تم خوش وخرم ہونگے اور ہمیں سبز ہلالی پرچم لہرانے کی پاداش میں گولیوں سے بونا جائے گا ..... یاد کرو!

ہم تمہارے ہی وجود کا حصہ ہیں..... میں تمہارا بھائی لہولہو کشمیر ہوں..... ہندو بنیئے جب میری آنکھوں کے سامنے میری بیٹی پر ظلم کرتا ہے تو میں بے ہوش ہو جاتا ہوں..... میری سانس اس وقت چلنے لگتی ہے جب چند نوجوان میرے جسم پر پاؤں رکھ کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان ہندوؤں سے بدلہ لیں گے..... بس ان کے منہ سے نکلے ہوئے یہ کلمات میرے زخموں پر مرہم ہوتے ہیں پھر وہ نوجوان جو دور دراز کے علاقوں سے اٹھتے ہیں..... اپنی ہمت سے کہیں زیادہ کام کر جاتے ہیں تو میرے منہ سے بے اختیار ان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں..... اب میرے بھائی کشمیر کی آزادی میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں (انشاء اللہ) عنقریب میں اپنے بھائی کے دشمنوں کو اپنے بیٹوں (مجاہدین) کے ذریعے شکست دے کر اپنے مظلوم اور کئی سالوں سے غلام بھائی کشمیر کو آزاد کرا لوں گا۔ (ان شاء اللہ)



یاسر ذوالفقار ..... عطرے والہ، خانیوال

انگور
لطیف ولذیذ پھل

پھلوں کی غذائیت تمام غذاؤں میں اہم ترین اور مفید ترین حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کے لیے مختلف اقسام کے اجناس، سبزیاں، ترکاریاں اور دیگر مختلف النوع نعمتیں پیدا کی ہیں، وہاں مختلف قسم کے پھل بھی ایسے پیدا فرمائے ہیں جو تاثیر قوت بخشی اور ذائقہ ولذت کے اعتبار سے بھرے ہوئے ہیں۔

قدرت نے ان پھلوں میں حیاتیاتی جوہر اور شفا بخشی کے کمالات سمودیے ہیں کہ انسانی عقل اس پر حیران رہ جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ طبعی نقطہ نظر سے اکثر و بیشتر پھلوں میں جسم کو قوت اور طاقت بخشی کے ایسے ایسے حیران کن جوہر پوشیدہ ہیں کہ ان کے سامنے بیشتر دوائیں بھی محض رسمی اور عمومی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ایسی ہی نعمتوں میں ایک نعمت انگور ہے جو انتہائی نادر لذیذ اور بے مثال قوت بخش پھل ہے، اسے صحت و توانائی اور فرحت و تازگی فراہم کرنے کے لحاظ سے ایک اچھوتا اور پرکشش پھل تصور کیا جاتا ہے۔ انگور کی تین بنیادی خصوصیات ایسی ہیں کہ سوائے انار کے دوسرے پھلوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

1- کثیر الغذا ہے۔
2- زود ہضم ہے۔
3- خون صالح کرتا ہے۔

انگور محض پیٹ بھرنے والی یا لذت بخشنے والی نعمت نہیں بلکہ یہ جسم میں تازہ اور صاف خون بھی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ تمام ڈاکٹرز اور حکیم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ انسان کی تندرستی کا دارومدار صالح خون کی پیداوار سے ہے۔ اگر جگر خون پیدا کرنا بند کردے، انسانی صحت جواب دے جاتی ہے۔ جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ رنگ پیلا پڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن افراد میں خون کی کمی ہوتی ہے وہ اکثر لاغر اور کمزور ہوتے ہیں۔ نئے خون کی پیداوار کے بغیر جسم سوکھنا شروع ہو جاتا ہے۔ قدرت نے انگور کو یہ خوبی بخشی ہے کہ اس کے استعمال سے صاف خون پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کی شکل وصورت بھی اتنی پیاری اور پرکشش ہے کہ اس کو دیکھتے ہی طبیعت اسے کھانے پر مچل اٹھتی ہے۔

انگور کی دوسری بڑی خوبی اس کا جلد ہضم ہونا ہے، اس کے استعمال سے طبیعت بوجھل ہوتی ہے نہ معدے میں کسی قسم کی گرانی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کثیر الغذا پھل ہے۔ اس کے اندر غذائیت اور توانائی کے بھرپور خزانے ہیں۔ خصوصاً اس پھل پر جب پختگی آتی ہے، اس کی ایک مناسب مقدار ناشتہ کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد کھائی جائے تو اچھے سے اچھے گوشت اور اعلیٰ ترین پروٹینز اور وٹامنز والی غذاؤں سے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے۔ خوش قسمتی سے یہ پھل ہمارے پیارے وطن پاکستان میں کوئٹہ کے علاوہ دیگر پہاڑی علاقوں میں یہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہ اتنا مہنگا نہیں ہوتا کہ اسے کھانا عام آدمی کے لیے ناممکن ہو۔ اس لیے اس سے زیادہ سے زیادہ افراد مستفید ہو سکتے ہیں۔ انگور کی بھی کئی اقسام ہیں جو رنگ، حجم اور تاثیر کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوئی ہیں۔ عام طور پر ہمارے ہاں انگور کی تین اقسام زیادہ مشہور اور مقبول ہیں۔

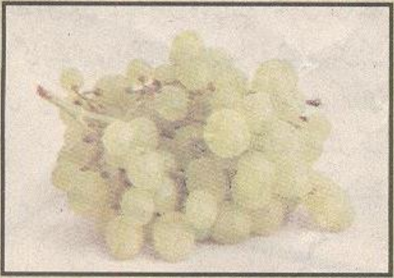
سفید، سرخ اور سیاہ۔

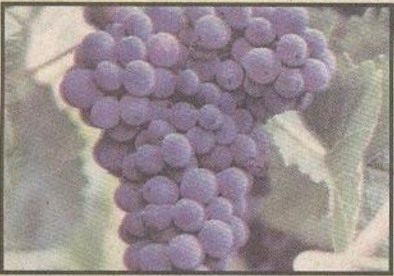
انگور کی ان اقسام میں سفید قسم سب سے زیادہ مقبول ہے اور فائدہ مند ہے لیکن اس انگور کو کچا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خام اور کچے انگور میں غذائیت شیرینی اور قوت نہیں ہوتی جو پکے ہوئے انگور میں ہوتی ہے۔ پکا ہوا شیریں انگور قبض کشا ہوتا ہے۔ اس کے خشک پھل کو کشمش کہتے ہیں۔ مویز منقیٰ بھی ایک قسم کا خشک انگور ہے۔ بعض حکماء کے نزدیک جو خواص تازہ انگور میں پائے جاتے ہیں، وہی کشمش اور مویز منقیٰ میں پائے جاتے ہیں۔ اگر تازہ دستیاب نہ ہوں تو کشمش استعمال کی جاسکتی ہے جو بہت حد تک انگور کا نعم البدل ہے۔

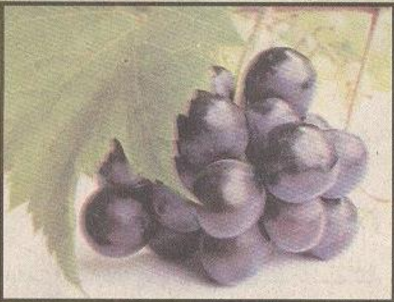
انگور کے چند اہم فائدے:

1- اس کا رس نہ صرف معدے کی رطوبت کو مزید ہاضمہ اور صاف بناتا ہے بلکہ نظام ہضم کے بعد خون میں شامل ہو کر خون کو صحت مند بناتا ہے۔
2- بدن کو معقول اور پرکشش اور قوت دینے میں بھی دوا کا کام کرتا ہے۔
3- بلغمی امراض میں اعتدال کے ساتھ شریں انگور کا استعمال متعدد فوائد رکھتا ہے۔
4- انگور کا اعتدال کے ساتھ استعمال جسم میں فاسد مادوں کے اخراج میں بھی مفید ہے۔
5- کھانسی زکام وغیرہ کے لیے بھی مفید ہے۔
6- انگور کا رس درد شقیقہ (آدھے سر کی درد) معدے کی بیماریاں، تپ دق یا قبض، کھانسی، جسم کی کمزوری، خون کی کمی اور دیگر امراض کے لیے بہت مفید ہے۔

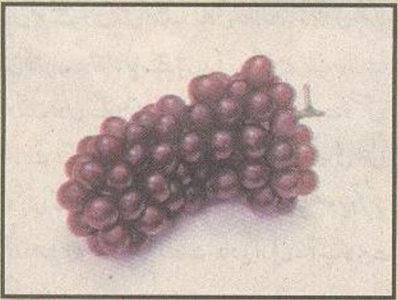
عاتکہ عندلیب۔ گجر کالونی لاہور











حق کی تلاش



عبدالعزی کا باپ فوت ہوا تو اس کی تربیت اس کے چچا کے سپرد ہوئی۔ آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا تھا اور اس کی نورانیت سے مکہ کی وادی چمکنے لگی تھی۔ اتفاق سے نور اسلام کی چند شعاعیں عبدالعزی کی طرف لپکیں اور اسے عبدالعزی سے عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ بنا گئیں۔

اب اگرچہ اس کا سینہ تو نور اسلام سے روشن اور دل گرویدہ رسول ﷺ تھا۔ مگر ابھی چچا کے تیور بدلے نہ تھے۔ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ منتظر تھا کہ چچا بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو جائے تو ایمان کا اظہار کروں۔ مگر بدنصیب چچا اس دولت کو نہ پاسکا۔ آفتاب نور اب مکہ کی بجائے مدینے کی گھاٹیوں سے طلوع ہونے لگا تو عبداللہ سے رہا نہ گیا' وہ ساری مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر زور زور سے پکارنے لگا۔ میں مسلمان ہوں...... میں مسلمان ہوں......

ان کے چچا نے اظہارِ اسلام کی خبر سنی تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ گرجتا برستا ہوا آیا' اس نے عبدالعزی کو دھڑا دھڑ پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ ضرب پر ضرب لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا تمہیں ایمان کا مزہ چکھاؤں؟؟

اپنی تمام تر بے دردی' بے رحمی اور سفا کی کے ساتھ جلوہ گر چچا کے ہاتھ پر جو پڑتا وہ دے مارتا' ڈھول دھپا' اینٹ پتھر' ڈنڈا گھونسا سارے مرحلے ایک ایک کر کے گزر گئے۔ مارتے مارتے چچا تھک گیا' اس کی ہمت جواب دے گئی' بازو شل ہو گئے مگر عبدالعزی کی زبان پر کلمہ توحید کا ورد جاری رہا۔ وہ تپتی ہوئی زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ جسم ساکت تھا۔ اعضاء بے حرکت تھے۔ مگر ابھی تک بدستور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا وظیفہ ہی لگا رہے تھے۔ چچا تھک ہار کر چلا گیا۔ بار بار تشدد کیا گیا لیکن جب بات نہ بنی تو ان کے چچا نے پوری املاک پر قبضہ کر لیا' اس کی جیب سے ایک ایک پائی نکلوائی' گھر بار' مال ومتاع' بھیڑ بکری' اونٹ' کھجور ہر شے سے اسے محروم کر دیا۔ لیکن عبداللہ ذوالبجادین کلمہ توحید سے باز نہ آئے تو ان کا چچا سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا آگے بڑھا اور دھکے مار کر ننگ دھڑنگ گھر سے یوں نکال دیا کہ ستر پوشی کے لیے ایک تار بھی جسم پر نہ چھوڑا۔ انہوں نے رات کے اندھیرے میں ماں کے دروازے پر آ کر فریاد کی کہ صرف ستر پوشی کے لیے ایک کپڑا اچھینک دیا جائے۔ بیٹے کی حالت پر ماں کا دل کچھ نرم ہوا اس نے ایک پھٹا پرانا کمبل دور کھڑے ان کی طرف پھینک دیا۔

جسے اس ستم رسیدہ راہ حق کے مسافر نے بعد شکریہ قبول کیا۔ پھر کمبل کے دو ٹکڑے بنائے۔ ایک ٹکڑا ٹانگوں پر لپیٹ لیا اور دوسرے سے باقی جسم ڈھانپ لیا۔ یہ مسافر دو ٹاٹوں میں لپٹا ہوا' دن رات سفر کرتا رہا مکہ سے تین سو میل (418 کلومیٹر) کا سفر' دن کے وقت آفتاب کا آگ برسانا جس سے پاؤں میں چھالے پڑ جاتے' رات کو نوکیلے پتھروں پر چلنے سے زخم بن جاتے' درختوں کے پتوں سے بھوک مٹاتے ہوئے کئی دن بعد بالآخر راہ حق کا مسافر مسجد نبویؐ میں طلوع فجر کے وقت پہنچ کر بیٹھ گیا۔ تاکہ چند لمحوںؑ تک کف پائے محبوب سے اڑنے والی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا سکے۔

رسول اللہ ﷺ کو اس راہ حق کے مسافر کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ مسجد تشریف لائے تو پوچھا تم کون ہو؟ عرض کیا عبدالعزیٰ' پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ (دو ٹاٹوں والا) عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور ﷺ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ساری تکلیفیں اور ان کی تھکاوٹیں دور ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت ہی محبوب ہو گئے۔ ایک دن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی عادت کے مطابق بلند آواز سے تلاوت قرآن میں مصروف تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹوکا اور کہا آہستہ پڑھو۔ نبی رحمت ﷺ پاس ہی تشریف فرما تھے۔ فوراً ارشاد فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! اسے کچھ نہ کہو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے بھاری قیمت ادا کی ہے۔

غزوہ تبوک کے لیے تیاری جاری تھی کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے اس جنگ میں شہادت کی دعا فرمایئے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: عبداللہ اللہ کی راہ میں نکل کر اگر تم بخار سے بھی فوت ہو گئے تب بھی شہید ہی قرار دیے جاؤ گے۔ تبوک میں صرف ایک روز بخار آیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کو وہاں ہی تبوک میں رات کو دفن کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ چراغ بکف کھڑے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر کھود رہے تھے۔ قبر تیار ہو چکی تو آپ ﷺ خود قبر میں اترے' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نعش کو سہارا دیتے ہوئے آگے کیا۔ دفن کر چکے تو حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

''یا اللہ میں اس شخص پر خوش ہوں تو بھی اس پر خوش ہو جا۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے راوی ہیں کہ تدفین کا یہ باوقار منظر اور آپ ﷺ کی محبت میں ڈوبی ہوئی یہ دعا سن کر میں تڑپ گیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا:

یالیتنی کنت صاحب اللحد

''اے کاش! یہ میت میری ہوتی۔''

(بحوالہ: الاصابہ' واسد الغابۃ' والاستیعاب)

حافظہ سلمیٰ احمد۔ 103/RB فیصل آباد

نئی ایجادات کی دنیا

مرتبہ: ابوحارث

جاسوس اُڑن کیمرے

سی سی ٹی وی کیمرے حفاظتی نقطۂ نگاہ سے ہر جگہ لگائے جاتے ہیں لیکن اب ایسا اڑن کیمرا بنالیا گیا ہے جو ڈرون کی طرح کام کرتا ہے اور گھومتے پھرتے ہوئے یہ روبوٹ کیمرا پوری وڈیو بنالیا کرے گا۔ ''ایریون اسکاؤٹ'' میں دنیا کا سب سے اچھا جاسوسی نظام نصب ہے جس کی مدد سے یہ مشکوک افراد کا فوراً سراغ لگالیتا ہے' اس کے ٹچ اسکرین کے گوگل میپ پر کسی بھی جگہ انگلی رکھیں' یہ اڑتا ہوا وہاں جائے گا' وہاں سے نہایت عمدہ ویڈیو ریکارڈ بھی کرے گا اور آئی فون پر براہ راست بھیجتا بھی رہے گا۔ یہ مطلوبہ مقام تک 30 میل فی گھنٹے کی رفتار سے جائے گا۔ یہ زمین سے پانچ سو فٹ کی بلندی تک اڑ سکتا ہے۔ تین سو میٹرز کی دوری سے کسی بھی چیز کو زوم ان کر کے فلم بنا سکتا ہے' اس کی بے آواز اڑان کسی کو چونکنے کا موقع بھی فراہم نہیں کرتی' یہ نہ صرف آج تک دستیاب دنیا کا سب سے بہترین جاسوسی نظام ہے بلکہ اس سے حاصل ہونے والی ویڈیو دنیا میں کسی بھی کمپیوٹر پر براہ راست حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسکاؤٹ اور اس کے لیپ ٹاپ کنٹرول پینل کو کسی بھی سوٹ کیس میں رکھا جاسکتا ہے۔ یہ 50 ہزار ڈالر کا ہے' اس کی بے شمار خوبیاں ہیں۔ مثلاً جب یہ اپنے ہدف کو پالیتا ہے تو اس پر ''لاک'' ہو جاتا ہے اور اسی پر مرکوز رہتا ہے۔ کافی فاصلے پر ہونے کے باوجود مشکوک شخص کا چہرہ واضح طور پر دکھاتا ہے۔ سکیورٹی ماہرین کا خیال ہے کہ جاسوس کیمروں کا یہ نیا نظام اب دنیا بھر میں تیزی سے رائج ہوگا اور اس سے جاسوسی اور نگرانی کے نظام میں انقلاب آجائے گا۔ یہ جدید سکیورٹی سسٹم جرائم اور مجرموں کی روک تھام میں نمایاں کردار ادا کرسکتا ہے۔



یہ کار بھی ہے اور دفتر بھی

تازہ ترین ایجادات میں سے ایک ایسی کار کا اضافہ ہے جو کہ ایک بزنس روم یا دفتری کمرے کا کام بھی دے گی۔ یہ کار 219 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ بھی سکتی ہے اور یوں یہ چلتا پھرتا' بھاگتا اور سڑکوں پر چکر لگاتا دفتر ہے۔

یہ ہائی پرفارمنس کار آفس چیف ایگزیکٹو آفیسرز کے لیے ہے' اس میں تمام ضروری آلات ایپل کے نصب کیے گئے ہیں۔ اس آئی بزنس کار کا ٹوئن ٹربو وی 12 انجن 788 ہارس پاور کا ہے۔ یہ اس کی بڑی خوبی ہے' اس میں دو آئی پیڈ نصب ہیں۔ ایک ڈرائیور کے لیے اور ایک اگلی نشست پر اس کے ساتھ بیٹھنے والے کے لیے بلیوٹوتھ کی بورڈز ہیں۔ MACMINI اور 64 جی بی کا آئی پوڈ ٹچ بھی ہے۔ آپ میوزک سے خوب لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ یہ پہلی ایسی کار ہے جس کی ہر چیز ٹچ سکرین ہے اور جو تمام آلات سے لیس ہے۔ اس میں تھری جی انٹرنیٹ کنکشن' 15.2 انچ کی سکرین بھی ہے۔



آنکھ سے کمپیوٹر کھولیں

زیادہ سے زیادہ رازداری قائم رکھنے یعنی کمپیوٹر سکیورٹی کے لیے ایسی ٹیکنالوجی تیار کرلی گئی ہے جس کے نتیجے میں کمپیوٹر استعمال کرنے والے کی آنکھ کے رنگدار پردے IRIS کو شناخت کرکے ہی کھلے گا۔ یہ کمپیوٹر میں آئی اسکینر نصب کرنے کی ٹیکنالوجی ہے۔

اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ کمپیوٹر کا مالک پلک جھپکنے میں محفوظ طریقے سے آن لائن ہوجائے گا اور نیٹ کی دنیا سے منسلک ہوکر سوشل نیٹ ورکنگ اور ای میلز تک رسائی حاصل کرسکے گا۔

کمپنی کا دعویٰ ہے کہ یہ پہلا اور واحد پورٹیبل آئی اسکیننگ آلہ ہے۔ بزنس کارڈ سائز آلے کا وزن چار اونس ہے' اسے یو ایس بی کیبل کے ذریعے کسی بھی کمپیوٹر کے ساتھ منسلک کیا جاسکتا ہے۔ جب اس کا سافٹ ویئر منسلک ہوجاتا ہے تو اب استعمال کرنے والے کو اس کے کیمرے کے سامنے آنکھیں جھپکنا ہوتی ہیں۔ یہ فوراً ''لاگ ان'' کر دیتا ہے۔ اب کمپیوٹر کی ہیکنگ ناممکن ہوجائے گی کیونکہ جب تک یہ آپ کی آنکھوں کے رنگین پردے کو شناخت نہیں کرے گا' کھل نہیں سکے گا۔ فنگر پرنٹس کی طرح یہ بھی شناخت کا محفوظ طریقہ ہے۔ فنگر پرنٹس کے لیے اسکیننگ میں وقت صرف ہوتا ہے لیکن اس طریقے میں آنکھ کی اسکیننگ پلک جھپکتے ہوجائے گی۔



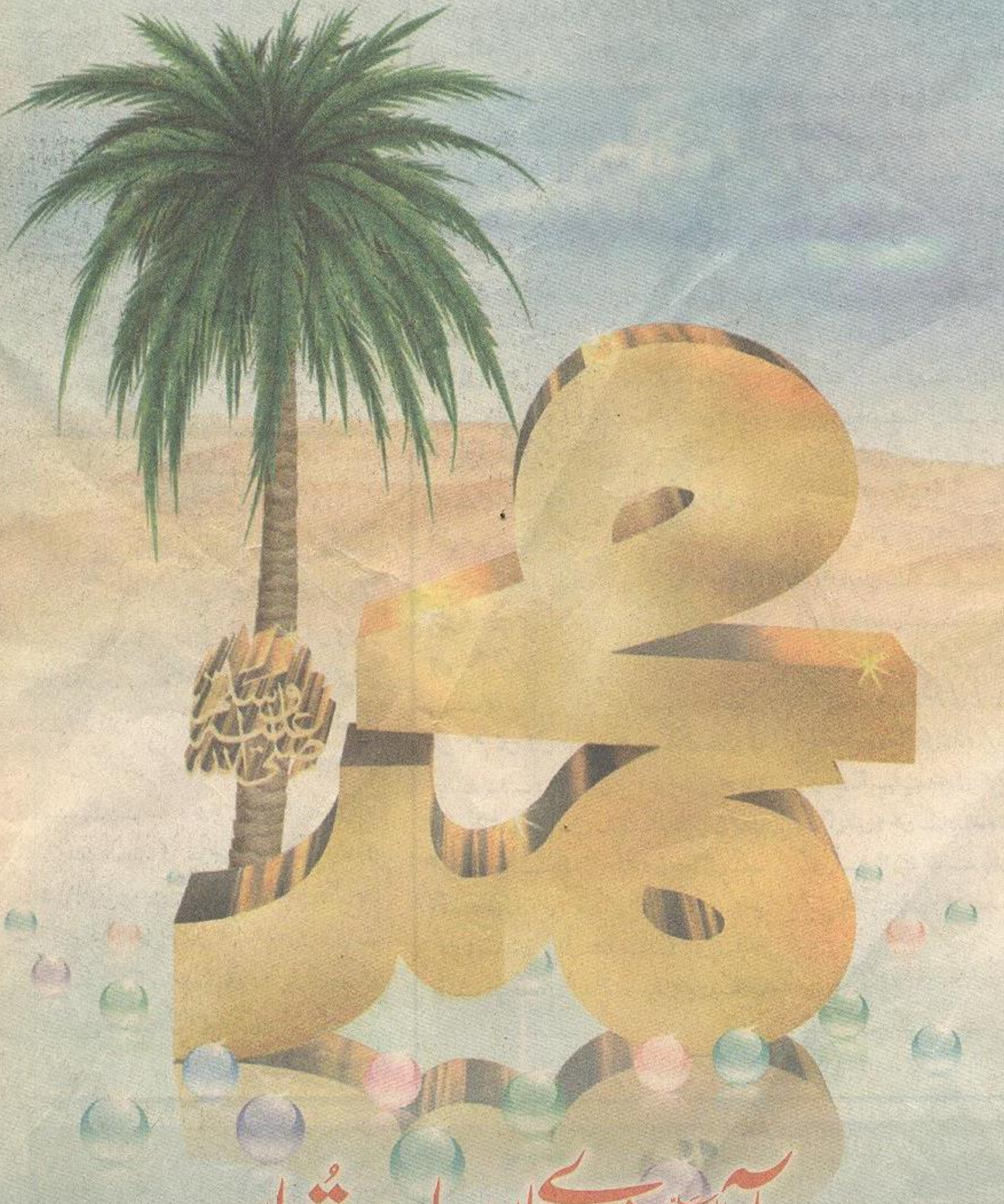
فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

89 21 ربیع الاول 1432ھ 25 فروری 2011ء



آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان

قیمت 5 روپے

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''ان لوگوں سے کہیے بھلا بتلاؤ تو سہی کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام کچھ حلال قرار دے لیا آپ پوچھیے کہ کیا یہ حلال وحرام کرنے کا اللہ نے تمھیں حق دیا تھا یا پھر تم خود اپنی طرف سے ہی اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کا اللہ تعالیٰ نے حق نہیں دیا۔''

(سورۃ یونس: ۵۹، ۶۰)

اسد اللہ شاکر......اوکاڑہ

حدیثِ نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے سامنے جہنم کی آگ کو لایا گیا جس وقت تم نے مجھے دیکھا کہ میں دورانِ نماز تھوڑا سا پیچھے ہٹا کہ کہیں اس کی جھلسا دینے والی آگ مجھے نقصان نہ پہنچا دے۔ حتیٰ کہ میں نے اس میں مڑھی لاٹھی والے کو بھی دیکھا جو اپنی آنتوں کو جہنم میں کھینچ رہا تھا اس کا جرم یہ تھا کہ ٹیڑھے سرے والی لاٹھی کے ساتھ حاجیوں کا سامان چراتا تھا' گزرتے ہوئے لاٹھی کے مڑھے سرے کے ساتھ کسی حاجی کا سامان وغیرہ اچک لیتا' اگر حاجی کو پتا چل جاتا تو اسے کہتا کہ تمھارا سامان بغیر ارادہ میری لاٹھی کے ساتھ اٹک گیا تھا اور اگر حاجی کو خبر نہ ہو پاتی تو وہ سامان لے کر چلا جاتا۔'' (صحیح مسلم)

فضہ شاکر......اوکاڑہ

پہلی بات

پیارے بچو! سردی رخصت ہورہی ہے اور گرمی آرہی ہے۔ یوں اس موسم کے آنے جانے میں فروری کے آخری پندرہ دن، مارچ کا مہینہ اور اپریل کے ابتدائی دن......یعنی کل ملا کر تقریباً دو ماہ بنتے ہیں......یہ دو مہینے موسم بہار کے ہوتے ہیں اس موسم میں پھول کھلتے ہیں نرم نرم ہوائیں چلتی ہیں بارش بھی خوب مزہ دیتی ہے......جب دن نکھرتا ہے تو وہ بھی لطف دیتا ہے اور بچے بھی خوب مزے لیتے ہیں اس لیے کہ موسم بڑا شاندار ہوتا ہے کھیلتے کھودتے بچے بھی پیارے لگتے ہیں، بچہ تو جانور کا بھی بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ انڈے سے جب چوزہ نکلتا ہے تو وہ بھی بڑا ہی پیارا لگتا ہے بطخ کا بچہ جب ٹب میں تیرتا ہے تو دل کو بہت بھاتا ہے الغرض ہر جاندار کا بچہ خوبصورت ہوتا ہے۔ مگر انسان کا بچہ تو حسن اور خوبصورتی کا شاہکار ہوتا ہے۔

پیارے بچو! جب بہار کا موسم آتا ہے تو میرا دل بے چین ہو جاتا ہے میں دکھی ہونا شروع ہو جاتا ہوں......

آپ سوچتے ہوں گے کہ امیر بابا خود ہی موسم بہار کی باتیں کر رہے ہیں اور پھر دکھ اور غم کا اظہار بھی کر رہے ہیں......آخر کیوں......؟

پیارے بچو آپ کا امیر بابا غمگین اس لیے ہو رہا ہے کہ اس موسم میں کہیں ہمارے حکمران پتنگ بازی کی اجازت نہ دے دیں۔ میں یہ سوچ کر دکھی ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ پتنگ بازوں نے پتنگ اڑانا شروع کر دی تو پیارے پیارے بچے ذبح ہونا شروع ہو جائیں گے۔ پتنگ دھاتی ڈور والی آسمان میں اڑتی ہوئی تلوار ہے یہ تلوار جب زمین پر گرتی ہے تو بچے ذبح کر دیتی ہے وہ پیارے بچے مجھے نہیں بھولتے جو اپنے ابو جان کے موٹر سائیکل پر آگے بیٹھے ہوتے ہیں پیچھے ان کی ماں ہوتی ہے۔ اچانک ڈور کا دھاتی خنجر پھرتا ہے اور بچے کی شہ رگ کاٹ دیتا ہے بچہ ماں باپ کے سامنے ذبح ہو کر، تڑپ تڑپ کر اپنے اللہ کے پاس چلا جاتا ہے۔

پیارے بچو! پنجاب کا سابق گورنر جو قتل ہو چکا وہ بھی پتنگ اڑانے کے لیے زور لگاتا رہا موجودہ گورنر لطیف کھوسہ کی بھی یہی کوشش ہے مگر امید یہی ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف اس کی اجازت نہیں دیں گے موجودہ وزیر اعلیٰ بچوں سے بڑا پیار کرتے ہیں طلباء سے محبت کرتے ہیں وہ ضرور طالب علم بچوں کا خیال رکھیں گے (ان شاء اللہ)

پیارے بچو ہندوؤں کے مذہبی راہنماؤں کو سادھو اور پنڈت کہا جاتا ہے۔ بسنتی رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور موسم بہار میں پتنگیں اڑاتے ہیں انہی کی نقل کر کے ہمارے نام نہاد روشن خیال اور بے شرم قسم کی عورتیں یہی بسنتی لباس پہنتی ہیں ڈانس کرتی ہیں ڈھول بجتے ہیں ہندو گلوکاروں کے گانے گائے جاتے ہیں اور پھر ان پتنگوں کی ڈوروں سے گلے کٹتے ہیں۔

پیارے بچو آیئے عزم کریں کہ آپ یہ پتنگ نہیں اڑائیں گے ہندو ظالم فوجی جو ہمارے کشمیری بچوں کو شہید کرتا ہے وہ پتھر بھی ٹائر کو مارے تو جواب میں گولی لگتی ہے۔ آپ ایسے ہندو کی رسم پر عمل کر کے بچوں کے گلے بھی نہیں کاٹیں گے اور اللہ کو ناراض بھی نہیں کریں گے۔ آیئے! اپنے اللہ سے پتنگ نہ اڑانے کا وعدہ کریں اللہ سب بچوں کو سلامت رکھے۔

آپ کا اپنا

امیر بابا

خط وکتابت کیلئے
پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
E.mail: rozaah@hotmail.com
آفس: 042-37070857
ترسیل: 042-7240945
فیکس نمبر: 042-37362863

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار

وہ کون سی عظیم شخصیات ہیں جن کا اب تذکرہ ہونے چلا ہے۔ تو سنیے وہ ہیں میرے محبوب آقا، ساقی کوثر، شفیع المذنبین، رؤف الرحیم، رحمۃ اللعالمین جناب محمد ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے نبی ﷺ کی خاطر اپنا ماں باپ، بہن بھائی، مال و دولت غرض کہ تن من سب کچھ قربان کر دیا۔ آئیں ان کا ذکر کریں اور ان سے اپنا تعلق مضبوط کریں اور ان سے اپنی محبت بڑھائیں اور ان کی سیرت اپنائیں۔

لیجیے شروع کرتے ہیں حضرت زبیر بن العوام ؓ کو نبی ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ وہ ہر وقت نبی رحمت ﷺ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کافروں نے نبی ﷺ کو گرفتار یا شہید کر دیا ہے۔ حضرت زبیر ؓ تڑپ اٹھے، ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور تیزی سے دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں آپ ﷺ کو خیر و عافیت کے ساتھ موجود پایا تو جان میں جان آگئی۔

نبی ﷺ نے ان سے پوچھا کیوں بھائی خیر تو ہے؟ یہ ننگی تلوار کیوں پکڑ رکھی ہے؟ فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان میں نے سنا تھا کہ آپ ﷺ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شہید کر دیا ہے۔

فرمایا: اچھا یہ بات ہے۔ اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟ حضرت زبیر ؓ نے بڑے جوش سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم! میں مکہ کے کافروں سے لڑ مرتا۔"

یہ جواب سن کر نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے اور حضرت زبیر ؓ کو دعا دی۔

آگے چلیے! ایک دن مکہ والے نبی کریم ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر کپڑے کو جل دیتے ہیں کسی نے نبی کریم ﷺ کے یار غار کو بتایا کہ آج مکے والے تیرے نبی ﷺ کو مار رہے ہیں۔ ابوبکر صدیق ؓ دوڑ کر آئے اور آکر فرماتے ہیں تم اس بندے کو شہید کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ مکے والے نبی ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں اور ابوبکر صدیق ؓ کو اتنا مارتے ہیں کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے ہیں۔ ان کا چہرہ سوج گیا۔ جب کئی گھنٹوں کے بعد ہوش آیا تو یہ نہیں کہا کہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے بلکہ فرماتے کیا ہیں کہ مجھے سب سے پہلے یہ بتاؤ محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔

یہ تھے نبی ﷺ کے سچے جانثار۔ ایک اور نبی ﷺ کے جانثار کا تعارف کریں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ جب مسلمان ہوئے تو ماں نے کہا بیٹا اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھاؤں گی، نہ پیوں گی جب تک کہ تو نبی ﷺ کے ساتھ کفر نہ کرے گا اور اسلام کو چھوڑ نہ دے تو جانثار نبی نے جواب دیا۔

وہ اللہ کی قسم! سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا: اللہ کی قسم! آپ جیسی ہزار مائیں ہوں نبی ﷺ کی خاطر قربان کر سکتا ہوں لیکن ماں یاد رکھنا! میں نبی ﷺ کو اب نہیں چھوڑ سکتا۔ بے شک بھوکی پیاسی رہ لو۔

اس طرح جنگ احد میں حضرت انس بن نضر ؓ چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کو پریشان حال دیکھا۔ پوچھا کیا بات ہے، پریشان کیوں ہو۔ جواب ملا کہ حضور ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ تو حضرت انس ؓ نے فرمایا:

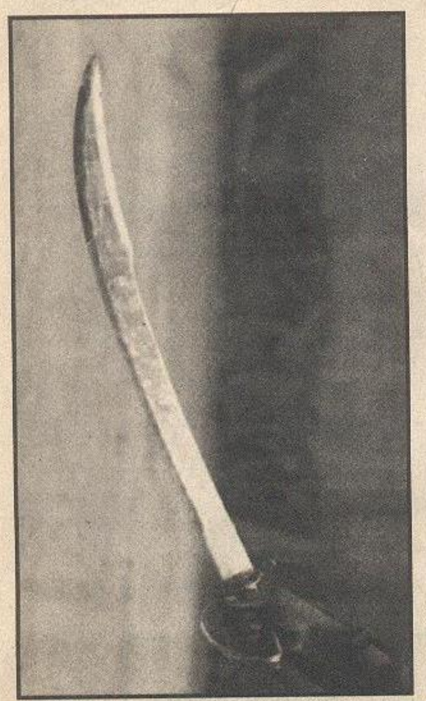
"اگر ہمارے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ شہید ہوگئے ہیں تو پھر ہمارے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے۔" تلواریں پکڑو اور چل کر تم سب بھی شہید ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت انس ؓ نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک شہید نہیں ہوگئے۔

ایک دفعہ عبداللہ بن ابی منافق نے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ایک گستاخانہ بات کہی۔ کہا جب ہم عزت والے مدینے میں داخل ہوں گے تو ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ (نعوذ باللہ) جب حضرت عبداللہ ؓ ابن ابی کے بیٹے نے اپنے باپ کی یہ بات سنی تو حضرت عبداللہ ؓ نے مدینے پہنچتے ہی تلوار نکال کر مدینے کے دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ لوگ گزرتے گئے لیکن جب باپ آیا تو فرمانے لگے پیچھے ہٹ جاؤ تمہیں مدینے میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ جب تک تو اس بات کا اقرار نہ کرے کہ میں ذلیل ہوں۔ نبی اکرم ﷺ عزت والے ہیں۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ تشریف لے آئے۔ پوچھا تو نے اسے کیوں روک رکھا ہے؟ فرمایا: اس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ جب تک یہ اپنی بات واپس نہیں لے گا اس رؤف الرحیم نبی ﷺ کی بات سنیے اور ان پر درود و سلام پڑھیں۔ عبداللہ ؓ کوئی بات نہیں اس کو گزرنے دو۔ سبحان اللہ

گستاخیاں کرتے ہو، خاکے بناتے ہو اسی نبی ﷺ کے جو اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں اور صرف معاف نہیں کرتے بلکہ ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ شرم کرو تمہارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ بتاؤ میرے نبی ﷺ کا کیا قصور ہے۔ سنو! تم بھی انہی عرب کے مشرکوں میں سے ہی ہو جنہوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کو جو بھی دیکھتا ہے وہ نبی ﷺ کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے۔ کیوں نہ نبی ﷺ کے مشن کو ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے لوگوں میں مشہور کر دیا یہ جادوگر ہیں، کبھی دیوانہ ہونے اور جھوٹ کے الزامات لگاتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اللہ کی قسم! یہ سب باتیں نبی ﷺ پر انہوں نے بہتان باندھے تھے۔ تاکہ نبی ﷺ کے اخلاق سے دین پھیل نہ جائے۔ حالانکہ انہیں پتہ تھا کہ یہ نبی ﷺ سچے ہیں۔ صرف نبی ﷺ سے یہ حسد تھا کہ انہیں نبی نہیں بننا چاہیے تھا۔ تم کو بھی پتہ ہے کہ ہمارے آقا جناب محمد ﷺ سچے ہیں۔ تمہیں بھی میرے نبی ﷺ سے حسد ہے، تم اپنے حسد کی آگ میں خود ہی جل کر مر کھپ جاؤ گے اور سن لو! وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے۔

(بنت ارشد۔ حافظ آباد)



اللہ سے محبت کا انعام

محمد طاہر نقاش

اللہ کی یہ بندی انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہتیں: میں کیسے اللہ کریم کے علاوہ کسی اور کو مشکل کشا اور نفع ونقصان کا مالک مان لوں۔ اللہ کریم نے ہی تو مجھے ہدایت سے نوازا ہے۔ میں نے اس کے آخری نبی ورسول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر اسلام جیسے سچے دین کو بھی اپنا لیا ہے۔ جب اس رب کریم نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے تو میں کیسے گمراہی میں دوبارہ واپس چلی جاؤں۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکی ہوں کہ میں ان پتھر کے بتوں کو کبھی سجدہ نہ کروں گی اور نہ ہی ان کو اپنا مشکل کشا مانوں گی۔ میں صرف ایک ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہوں...... اور صرف اسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتی ہوں...... اور وہ ہستی میرا خالق ومالک رب کریم ہے۔ میرا معبود صرف اللہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ جن کو تم مانتے ہو، یہ تو محض پتھر کے بت ہیں۔ جنہیں تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے۔ اگر کوئی ان کو نقصان پہنچانا چاہے تو یہ خود اپنے آپ کو بھی مخالف کے حملہ سے بچا نہیں سکتے۔ تمہیں اور مجھے کیسے بچائیں گے!!؟؟

ایک جلاد چیخ کر بولا: چپ ہو جاؤ اے عورت! یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ یہ صرف پتھر ولکڑی کے بت ہیں۔ یہ بہت بڑے بزرگوں کی شبیہیں (ماڈل) ہیں۔ ہم جب ان کے سامنے اپنی مشکلات رکھتے ہیں تو یہ سنتے ہیں اور ہماری مشکلات وبلائیں ہم سے ٹالتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا اور تمہارے آباء واجداد بھی ان کی پوجا اور پرستش کرتے آئے ہیں۔ تم ان کے دین سے منہ پھیر بغاوت کر رہی ہو۔ تجھے پتہ ہے باغیوں کا انجام کیا ہوتا ہے!!؟ ہم اپنے معبودوں (بتوں) کی توہین کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔

پھر وہ غصے کے عالم میں کانپتا ہوا دھاڑا: بولو! سجدہ کرو گی لات وعزیٰ (بت) کو یا نہیں؟...... تکلیف سے بھرپور کراہتی ہوئی آواز ابھری...... نہیں نہیں...... ہرگز نہیں...... خواہ مجھے اپنی جان دینی پڑے، میں ان پتھر کے مجسموں کو سجدہ نہیں کروں گی۔ میرا سر تو صرف اس کے آگے جھکے گا کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

دیکھو! یہ ہمارے معبودوں (بتوں) کو غصہ دلا رہی ہے۔ یہ ان کی توہین وتذلیل کر رہی ہے۔ اس کی یہ جرأت...... یہ کہہ کر ایک سفاک جلاد نے ایسی زور کی چوٹ لگائی کہ اس کمزور وناتواں جان کی دل ہلا دینے والی کراہ فضاء میں بلند ہوئی۔ بے چین ومضطرب لوگ خاموشی کے عالم میں قریب سے گزر رہے تھے۔

پیارے بچو!...... یہ کمزور سی جان کون تھی؟ پتا ہے...... زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہم بتائے دیتے ہیں، یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ایک محترمہ صحابیہ تھیں۔ ان کا نام سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ قریش کے خاندان بنو مخزوم کی لونڈی تھیں۔ دین اسلام کے ابتدائی زمانے میں پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتوں کو سنا، تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔ وہ بتوں کی پوجا چھوڑ کر صرف ایک اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے لگیں۔ اس ''جرم'' کی وجہ سے مشرک کافر ان کی جان کے دشمن بن گئے۔ ان کا کوئی آگے پیچھے وارث ورشتہ دار نہ تھا جو ان کی حفاظت کرتا۔ کافروں نے ان کو بے یارومددگار، بے سہارا اور اکیلا دیکھ کر پکڑ لیا تھا۔ وہ ہر روز ظلم وتشدد کرنے کے نئے سے نئے طریقے نکالتے اور ان پر آزماتے۔ ابوجہل کافروں کا چوہدری اور سردار سمجھا جاتا تھا۔ وہ اس اللہ کی بندی پر نئے سے نئے اذیتناک طریقے سے ظلم کرتا اور انہیں شرک پر مجبور کرتا لیکن سفاک درندے اور جلاد اسے مسلسل مار رہے تھے...... اس کے نازک جسم کو ڈنڈوں سے پیٹ رہے تھے...... اس کے کمزور وناتواں جسم پر بیٹھے اسے مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے...... وہ اس کے بالوں کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیتے اور ڈنڈا مار کر کہتے: کہو! لات، عزیٰ اور ہبل مشکل کشا ہیں...... وہ خدا ہیں، وہی سب کچھ دیتے ہیں...... بارش برساتے...... بیماریاں لگاتے اور بیماری سے شفا دیتے ہیں...... وہی مارتے اور زندہ کرتے ہیں...... دشمنوں پر فتح دیتے ہیں...... پھر وہ کہتے: لات کے سامنے سجدہ کرو۔

ان کا جواب ہوتا کہ جان تو دے دوں گی لیکن شرک کا ارتکاب نہ کروں گی۔ مسلمان ابھی کمزور تھے۔ تعداد میں بالکل تھوڑے تھے، جیسے کہ آٹے میں نمک ہوتا ہے۔ وہ سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا کی چیخیں سنتے......! ان کی سسکیاں سنتے...... تو ان کے دل تکلیف سے بھر جاتے...... لیکن وہ اللہ کے حکم کے منتظر رہتے۔ کیونکہ اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بغیر وہ کچھ مداخلت نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے وہ چپ رہتے لیکن ان کے دل خون کے آنسو رو رہے ہوتے تھے۔

پیارے بچو!...... یہ تھیں اللہ کے رسول ﷺ کی پیاری صحابیہ سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے ہر طرح کے مظالم برداشت کر لیے لیکن اللہ کریم کے علاوہ کبھی کسی کو نہ پکارا۔ کافروں نے مل کر ان کو اتنا مارا، اتنا مارا، اتنا لہولہان کیا...... شدید ضربیں لگائیں...... ہاتھوں کی انگلیاں، پاؤں...... اور باقی جسم پر خوب ڈنڈے برساتے رہے...... چہرے اور سر پر چوٹیں لگائیں...... حتیٰ کہ مار کھاتے، ظلم برداشت کرتے کرتے ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور آخر انہیں نظر آنا بند ہو گیا......

اب وہ اپنے سامنے واقع کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتی تھیں...... وہ لاٹھی ٹیکتی اور ہاتھوں کے سہارے ٹٹولتی ٹٹولتی باہر نکلتی تو کافر انہیں دیکھ کر قہقہہ لگاتے اور ان کا مذاق اڑاتے...... ان کو الٹے سیدھے توہین آمیز ناموں سے پکارتے...... اور کہتے:

زنیرہ رضی اللہ عنہا! اب بھی وقت ہے ہمارے خداؤں کو مان لو، ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ اور ان کے دربار پر نذر مانو، چڑھاوا چڑھاؤ، روؤ، گڑگڑاؤ، معافی مانگو، وہ تجھے معاف کر دیں گے اور تمہاری آنکھوں کی روشنی واپس لوٹا دیں گے اور تم پھر سے پہلے کی طرح دیکھنے لگو گی۔ وہ کہتیں: جان جا سکتی ہے لیکن میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو نہیں پکار سکتی۔

پیارے بچو......! ایک دن ان کو بہت بڑا ذہنی صدمہ پہنچا۔ پتا ہے ہوا کیا؟...... ہاں تو سنیں...... ہوا یوں کہ ایک دن راستے میں ابوجہل سے آمنا سامنا ہو گیا...... کافروں نے ان کو لاٹھی ٹیکتے ہوئے، ہاتھوں سے ٹٹولتے، ہٹتے بچتے، آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دیکھا تو چہک کر بولے:

''زنیرہ! جانتی ہو تم لات وعزیٰ کو نہ مان کر ان کی توہین کرتی تھی، لہٰذا تجھے سزا دینے کے لیے انہوں نے اندھا کر دیا ہے۔ دیکھو! اب لاٹھی ٹیکتی، سہارا ڈھونڈتی، ماری ماری چل پھر رہی ہو۔ اب بھی باز آ جاؤ۔ وہ تجھے آنکھوں کی روشنی دے دیں گے۔ انہوں نے بلا دھڑک دوٹوک اور پرجوش جواب دیتے ہوئے کہا:

اے کافرو! کان کھول کر سن لو، کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ یہ تمہارے لات وعزیٰ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ صرف پتھر کے بت ہیں۔ یہ تراشے ناک، منہ، ماتھا بنائے ہوئے پتھر کیا جانیں

کہ انہیں کون پوج رہا ہے اور کون نہیں پوج رہا۔ اگر میری بینائی جاتی رہی ہے تو یہ آزمائش میرے اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر وہ چاہے تو میری بینائی واپس بھی دے سکتا ہے۔ اس میں تمہارے پتھر کے خداؤں کا کوئی عمل دخل نہیں کہ جنہیں تم پوجتے ہو۔

اسی طرح اب اور کافر بھی انہیں راستے میں کہیں دیکھتے تو طعنہ دیتے: مائی! تجھے ہمارے خداؤں نے نہ ماننے کی وجہ سے اندھا کر دیا ہے۔ جب تک تم ان کو سجدہ نہ کرو گی یونہی اندھی چلتی پھرتی مرکھپ جاؤ گی۔ اگر تمہارا بھی کوئی خدا ہے کہ جس کی تم پرستش کرتی ہو تو اسے کہو تمہاری آنکھوں کی بینائی لوٹا دے۔ وہ کیوں نہیں کچھ کرتا' اسے کہو نا!!!؟

سیدہ زنیرہ ؓ کو کفار کے یہ طعنے سن کر بہت تکلیف پہنچی۔ وہ دل ہی دل میں زار و قطار رونے لگیں اور بلکتے ہوئے اپنے رب کو پکارتی ہوئی مخاطب ہوئیں:

اے مالک کائنات!...... باقی سب کچھ میں نے برداشت کر لیا لیکن یہ طعنہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ مجھے لات وعزیٰ (بتوں) نے اندھا کر دیا ہے اور ان کے مقابلے میں میرا پروردگار کچھ نہیں کر سکتا۔ اے پروردگار! اپنی ذات پر تمام مظالم میں نے برداشت کر لیے لیکن یہ میری برداشت سے باہر ہے کہ کوئی تیرا مذاق اڑائے اور مجھے کہے کہ اگر تیرا خدا کچھ کر سکتا ہے تو تیری آنکھیں روشن کر دے۔ تجھے یوں ذلیل و رسوا نہ کرے۔ وہ کچھ کر سکتا ہو تو کچھ کرے نا۔ اے میرے خالق! یہ طعنہ جو تیری توحید پر ضرب ہے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ لہٰذا تو ہی ان کے منہ بند کر دے۔ اپنی قدرت کاملہ سے کچھ ایسا نظارہ دکھا دے کہ یہ لاجواب ہو جائیں۔ ان کو پتہ چل جائے کہ میرا رب زندہ و جاوید ہے اور وہی سب کچھ کرتا ہے۔ یہ سب پتھر کے بت بے کار و بے بس ہیں۔ اے اللہ! یہ کہتے ہیں: مجھے بتوں نے اندھا کر دیا' ان پر ثابت کر دے کہ نہیں یہ سب اختیار میرے ہاتھ میں ہیں۔ اے اللہ! مجھ سے ان کے طعنے نہیں سنے جاتے۔

پیارے پیارے مجاہد بچو!...... پھر پتہ ہے کیا ہوا۔ اگلے دن بہت حیران کن منظر برپا ہو گیا۔ اسے دیکھ کر سب لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں...... کسی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ جو دیکھ رہا ہے ہوش و حواس کے عالم میں دیکھ رہا ہے یا خواب دیکھ رہا ہے...... سب آنکھوں اور ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے پوچھ رہے تھے: یہ کیا ہو گیا...... کیسے ہو گیا...... یقین نہیں آ رہا...... کب ایسے ہوا...... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں......؟؟

کافر خاموشی سے ایک دوسرے کو اشاروں میں جواب دے رہے تھے کہ ہمیں بھی کچھ علم نہیں' لیکن جو چمتکار ہوا ہے اس کو تم بھی دیکھ رہے ہو...... یہ منظر کیا تھا جس نے تمام کافروں کو پریشان کر رکھا تھا۔

پیارے بچو!...... سیدہ زنیرہ ؓ بغیر لاٹھی کے' بغیر کسی آسرے اور سہارے کے' تیزی سے' بازار کے اندر' آگے ہی آگے چلی جا رہی تھیں...... اور لا الٰہ الا اللہ...... لا الٰہ الا اللہ...... کا ترانہ گاتی جا رہی تھیں۔ انہیں کوئی رکاوٹ محسوس نہ ہو رہی تھی۔ وہ سو فیصد درست دیکھ رہی تھیں...... ان کی آنکھیں روشن تھیں...... وہ اپنے سامنے سب کچھ دیکھ رہی تھیں اور اللہ کریم کی وحدت و توحید کا نغمہ گاتے ہوئے چل رہی تھیں۔ کافر اور ابوجہل منہ میں انگلیاں ڈالے حیرانی کے عالم میں دیکھ رہے تھے اور ان سے کوئی بات نہ بن پا رہی تھی۔ سب حیرانی کے عالم میں زیر لب بڑبڑا رہے تھے کہ سیدہ زنیرہ ؓ سب کو دیکھنے لگی ہیں!!؟...... زنیرہ کو تو سب کچھ نظر آنے لگ گیا ہے...... دیکھو کس تیزی سے چلی جا رہی ہے...... ہمارے بت تو کچھ نہ کر سکے!!؟

پیارے بچو! پتا ہے اصل میں ہوا کیا؟...... جب سیدہ زنیرہ ؓ دل ہی دل میں اپنے رب کو رو رو کر کہتیں:

اے اللہ کریم! میں نے ہر طرح کی مار برداشت کی' تشدد برداشت کیا لیکن اب یہ بتوں کے اندھا کرنے والا طعنہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا...... تو اللہ کریم کو ان کی استقامت اور اپنے ساتھ محبت کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ دوسرے ہی دن جب وہ سو کر صبح اٹھیں' اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی روشنی بحال کر دی...... تو خوشی سے ان سے بات نہ ہو رہی تھی...... کیونکہ وہ اب دیکھ سکتی تھیں' انہیں سب کچھ نظر آنے لگ گیا تھا...... کافروں کے خدا جھوٹے ثابت ہو چکے تھے۔ وہ کچھ نہ کر سکے تھے' ناکام و نامراد ہو چکے تھے جبکہ اللہ وحدہ لاشریک کی توحید و حقانیت چڑھتے سورج کی طرح ثابت ہو چکی تھی۔

ان کو لونڈی ہونے کی بنا پر حقیر سمجھنے والے سردار ذلیل و رسوا ہو چکے تھے اور وہ بہت زیادہ خوش تھیں کہ اللہ کریم نے ساتوں آسمانوں کے اوپر اس کی التجاء سن لی تھی اور کافروں کے سر پر خاک ڈال کر ان کو ذلیل و رسوا کر دیا تھا۔ باطل خداؤں کو ذلیل کر کے اس کو سچا ثابت کر دیا تھا۔

پیارے بچو!...... آج بھی جب کوئی اللہ کریم سے خالص محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کبھی بھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا' نہ اسے ذلیل و رسوا ہونے دیتا ہے۔ بلکہ دنیا میں اس کو شان و مرتبہ سے نوازتا ہے اور آخرت میں دودھ شہد والی جنتیں عطا فرماتا ہے۔ آج ہی تہیہ کریں کہ ہم بھی صرف اسی سے مدد مانگ کر اس سے سچی محبت کا ثبوت دیں گے۔

اچھا اخلاق

قیامت کا دن ہوگا۔ اعمال کا وزن ہو رہا ہوگا۔ اخلاق کا وزن بھی ہوگا۔ اس کا وزن کتنا ہوگا (ابوداؤد' ترمذی میں ہے) حضور ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مومن کے ترازو میں حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی شے زیادہ وزنی نہ ہوگی۔''

قارئین کرام! خوش قسمت ہیں اچھے اخلاق والے جو وزن کروا کے کامیاب ہو گئے اور حضور ﷺ نے فرمایا:

''تم لوگوں میں سے جو لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں اور قیامت کے دن تم سب سے بڑھ کر مجلس میں جو میرے قریب ہوں گے وہ وہ لوگ ہوں گے جو تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر اخلاق میں اچھے ہوں گے۔''

قارئین کرام! آیئے......! اب جنت میں خاص قسم کے محلات کا نظارہ کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر ان محلات کی عظمت و درعنائی اور حسن و زیبائش کا تصور ناممکن ہے۔ ترمذی کتاب البر میں ہے۔

میرے حضور ﷺ نے فرمایا:

''بلاشبہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں کہ جنہیں اندر سے دیکھا جائے گا اور ان کے اندرونی حصے کو ان کے ظاہر سے دیکھا جا سکے گا۔ ایک دیہاتی اٹھا اور پوچھنے لگا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ محل کس کے لیے ہوگا؟ فرمایا:

''یہ اس کے لیے ہے جس کی گفتگو بہترین ہو۔ کھانا کھلاتا ہو۔ روزے رکھنے کا عادی ہو۔ رات کو اس وقت اللہ کی خاطر نماز پڑھتا ہو جب لوگ سو رہے ہوں۔''

بچو! حسن اخلاق کے سلسلہ میں پیارے حضور ﷺ کا ایک اور فرمان ہے۔

''میں ایک محل لے کر دینے کا ذمہ دار ہوں جو جنت کی ایک سائیڈ پر ہوگا اور یہ اس شخص کے لیے ہوگا جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔ جنت کے درمیان میں بھی ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں' اس شخص کے لیے جو جھوٹ چھوڑ دے۔ اگرچہ یہ جھوٹ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو...... جنت کے ایک اعلیٰ مقام میں بھی ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں اور یہ اس شخص کے لیے ہوگا جس نے اپنے اخلاق کو خوبصورت بنا لیا۔''

پیارے بچو! ہمیں بھی اپنے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔

(بحوالہ: روّیے میرے حضورؐ کے)

(محمد اعظم' محمد راشد الیاس۔ 294-HR)

اپنی اپنی خواہش

سیدنا امیر معاویہ ؓ کے دور خلافت میں ایک دن عبداللہ بن زبیر ؓ اور ان کے دو بھائی عروہ بن زبیر ؓ اور مصعب بن زبیر ؓ عبدالملک بن مروان کے ساتھ حرم کی میں اکٹھے ہوئے۔ گفتگو شروع ہوئی' ہر ایک نے دوسرے سے کہا: حرم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی اپنی خواہش اور تمنا پیش کریں۔ مصعب بن زبیر ؓ کہنے لگے: میری تمنا ہے کہ میں عراق اور شام پر حکومت کروں اور حضرت حسین ؓ کی بیٹی سکینہ اور حضرت طلحہ ؓ کی بیٹی عائشہ سے شادی کروں۔ ان دونوں کا تعلق قریشی گھرانے سے تھا۔

عبداللہ بن زبیر ؓ کہنے لگے: میری خواہش ہے کہ مجھے خلافت ملے اور حرمین شریفین پر میری حکومت ہو۔ عبدالملک بن مروان کہنے لگے:

میری خواہش اور تمنا ہے کہ میں امیر معاویہ ؓ کی گدی سنبھال لوں اور دنیا پر میری حکومت ہو۔

اب عروہ بن زبیر ؓ کی باری آئی۔ عرض کرنے لگے: جن چیزوں کی تم نے تمنا اور خواہش کی ہے۔ ان میں سے کسی کی بھی مجھے خواہش نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ مجھے دین کے علم سے مالا مال فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اس بات کو زیادہ دیر نہیں گزری تھی' تینوں نے جو جو خواہش اور تمنا حرم کی میں کی تھی پوری ہوئی۔

مصعب بن زبیر ؓ شام اور عراق کے والی بنے اور ان کی شادی سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ ؓ سے ہوگئی۔ عبداللہ بن زبیر ؓ بھی بادشاہ بنے۔ حجاز' عراق' مصر اور شام کے گردونواح تک ان کی حکومت قائم ہوئی۔ دمشق بھی فتح ہوا چاہتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا اور پھر بنو امیہ سے کشمکش ہوگئی اور آپ جام شہادت نوش کر گئے۔

پھر تاریخ نے وہ دن بھی دیکھا جب عبدالملک بن مروان حضرت امیر معاویہ ؓ کی گدی پر بیٹھے اور تمام اسلامی حکومت ان کے قبضے میں تھی۔ ایک دن انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر ؓ کو دیکھا حرم کا واقعہ یاد آیا اور لوگوں سے کہنے لگے کہ ''جسے کسی جنتی شخص کو دیکھنا ہو وہ عروہ کو دیکھ لے اور یقیناً ان کی خواہش اور تمنا ہم سب سے زیادہ بہتر اور افضل تھی۔

(قاریہ ام حبیبہ۔ چکوال)

چند موتی

''جب دعا کرو تو دوسروں کو بھی یاد رکھو ہو سکتا ہے کسی کے نصیب کی بہت سی خوشیاں آپ کے حرف دعا کی منتظر ہوں۔''

''زندگی کی اصل خوبصورتی یہ نہیں کہ آپ کتنے خوش ہیں بلکہ زندگی کی اصل خوبصورتی یہ ہے کہ دوسرے آپ سے کتنے خوش ہیں۔''

''جس طرح شبنم کے قطرے مرجھائے ہوئے پھول کو تازگی بخشتے ہیں' اسی طرح اچھے الفاظ مایوس دلوں کو روشنی بخشتے ہیں۔''

(حفصہ' حبیبہ عبدالمجید' عائشہ صدیقہ عبدالستار۔ گجروالا فیصل آباد)

پانی کیسے پیئں

☆...... پانی کو دیکھ پینا۔
☆...... پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔
☆...... پانی دائیں ہاتھ سے پینا۔
☆...... پانی بیٹھ کر پینا۔
☆...... پانی تین سانس میں پینا۔
☆...... آب زم زم کھڑے ہو کر پینا۔
☆...... آخر میں الحمدللہ کہنا۔

(محمد عمر فاروق کمی۔ میاں چنوں)

اقوال زریں

❁......غصہ ایسی آندھی ہے جو عقل کا چراغ بجھا دیتی ہے۔
❁......غرور سے آدمی کا دین ضائع ہو جاتا ہے۔
❁......دین ایک خزانہ ہے اور علم اس خزانے تک پہنچنے کا راستہ ہے۔
❁......کسی کی برائیاں تلاش کرنے میں اپنا وقت برباد نہ کرو بلکہ اس کی اچھائیاں اپنانے کی کوشش کرو۔
❁......خود خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں میں خوشیاں تقسیم کرو۔
❁......علم ایسا بادل ہے جس سے رحمت برستی ہے۔
❁......وقت خدا کی امانت ہے' اسے ضائع کرنا مجرمانہ خیانت ہے۔
❁......کم بولنا عقل مندی ہے۔
❁......بخیل ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔
❁......محنت نہ کرنا محتاجی کا باعث ہے۔
❁......انسان کی بہترین خصلت علم ہے۔
❁......علم ایسا خزانہ ہے جسے کوئی نہیں چرا سکتا۔
❁......جھگڑا بڑھنے سے پہلے تم اس سے الگ ہو جاؤ۔

(عابدہ صدیق۔ تارا گڑھ قصور)

کاش بڑے بھی بچے بن جائیں

☆......وہ رو کر مانگتے ہیں اور اپنی بات منوا لیتے ہیں۔
☆......وہ مٹی سے کھیلتے ہیں' یعنی غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔
☆......وہ لڑتے اور جھگڑتے ہیں پھر صلح کر لیتے ہیں۔ یعنی دل میں حسد' بغض اور کینہ نہیں رکھتے۔
☆......جو مل جائے وہ کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ ان میں جمع اور ذخیرہ کرنے کی حرص نہیں ہوتی۔
☆......مٹی کے گھر بناتے ہیں اور کھیل کر گرا دیتے ہیں۔ گویا اس طرح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ دنیا مقام بقا (ہمیشہ کی زندگی) نہیں مقام فنا ہے۔

(انتخاب: اقصیٰ راشد۔ منڈیانوالہ)

پیارے رسول ﷺ کا خاندان

بیویاں

نبی اکرم ﷺ کی سب سے پہلی بیوی سیدہ خدیجہ ؓ تھیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ ؓ اور زمعہ کی بیٹی حضرت سودہ ؓ سے نکاح کیا۔ اس کے بعد دوسری بیویاں نکاح میں آئیں جن کے نام یہ ہیں۔

سیدہ زینب ام المساکین ؓ' سیدہ ام سلمہ ؓ' سیدہ زینب بن جحش ؓ' سیدہ جویریہ ؓ' سیدہ ام حبیبہ ؓ بنت ابوسفیان' سیدہ حفصہ ؓ بنت عمر بن خطاب ؓ' سیدہ میمونہ ؓ بنت حارث اور سیدہ صفیہ ؓ۔

''ان میں سیدہ زینب ؓ ام المساکین کے علاوہ سب بیویاں آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور آپ ﷺ کے بعد اپنے دینی اور علمی فیض و برکت سے دنیا کو مالا مال کرتی رہیں۔''

''آپ ﷺ کی ایک بیوی اور تھیں جو کنیز تھیں اور مصر سے آئی تھیں اور ماریہ ؓ قبطیہ کہلاتی تھیں۔

یہ سب ساری امت کی مائیں تھیں' اس لیے امہات المومنین کہی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ان کے ساتھ ہو۔''

اولاد:

آپ ﷺ کی ساری اولاد صرف پہلی بیوی سیدہ خدیجہ ؓ سے ہوئیں۔ آخری بیوی سیدہ ماریہ ؓ سے ایک صاحبزادہ سیدنا ابراہیم ؓ پیدا ہوئے تھے جو بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ سیدہ خدیجہ ؓ سے تین صاحبزادے حضرت قاسم' حضرت طاہر اور حضرت طیب ؓ پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی بچپن ہی میں وفات پائی۔ باقی اور چار صاحبزادیاں ہوئیں اور سب نے اسلام کا زمانہ پایا۔

سب سے بڑی حضرت زینب ؓ جن کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا' انہوں نے ۸ھ میں امامہ ؓ نام کی ایک بچی چھوڑ کر وفات پائی۔ دوسری کا نام حضرت رقیہ ؓ تھا جو اسلام کے بعد حضرت عثمان ؓ کے نکاح میں آئیں اور مدینہ آ کر ۲ھ میں فوت ہوئیں۔

تیسری صاحبزادی کا نام ام کلثوم ؓ تھا۔ حضرت رقیہ ؓ کے انتقال کے بعد ان سے حضرت عثمان ؓ نے نکاح کیا اور ۹ھ میں وفات پائی۔

چھوٹی صاحبزادی جو حضرت محمد ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری تھی۔

حضرت فاطمۃ الزہرہ ؓ تھیں جن سے حضرت علی ؓ نے شادی کی اور ان سے دو صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین ؓ پیدا ہوئے۔

(آمنہ مدیحہ محمد یوسف کھوکھر۔ چک اگوقلعہ دیدار سنگھ)

آیت الکرسی کی فضیلت

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا' جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے' اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی' وہ مرتے ہی جنت میں چلا جائے گا اور جو کوئی رات کو سوتے وقت اسے پڑھے گا' وہ اس کا پڑوسی اور آس پاس کے دوسرے گھر والے شیطان اور چور سے محفوظ رہیں گے۔

(شعب الایمان۔ بیہقی)

یارب دل مسلم کو اسلام کی الفت دے

پھر جذب محبت دے پھر جوش اخوت دے
چھائی ہے گھٹا غم کی اسلام کے گلشن پر
خورشید کی کرنوں سے اس باغ کو طلعت دے
طوفانِ حوادث میں اسلام کا بیڑا ہے
مظلوم مسلماں کو پھر ہمت و قوت دے
ترسی ہوئی آنکھوں کو کچھ شانِ کرم دکھلا
بچھڑے ہوئے بندوں کو الفت کی حلاوت دے
مومن کا جگر تڑپا اسلام کی الفت میں
بے دین مسلماں کو پھر دین کی غیرت دے
ایثار کی ہمت دے محتاج و تونگر کو
پھر شوق دے خدمت کا پھر ذوق شہادت دے
کاشانۂ مسلم ہے گم جہل و ضلالت گر
ویرانۂ عالم کو اسلام سے زینت دے
دیکھی ہے مصیبت ہی ہم جب سے ہوئے پیدا
آرام دکھا اب تو کچھ لذت راحت دے
آ پہنچا ہے آخر ہنگام پریشانی
حیران مسلماں کو امید مسرت دے
ویرانی مسلم کا چرچا ہے زمانے میں
ایمان کے محافظ کو ایمان کی طاقت دے

(انتخاب: ایمن سحر۔ الدعوۃ سائنس کالج چونی)

ادنیٰ جنتی کے لیے انعام

ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یقیناً میں اس شخص کو جانتا ہوں' جو جہنمیوں میں سے سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور جنتیوں میں سے سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ یہ شخص پہلو کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا' تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائیں گے جا جنت میں داخل ہو جا' پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ وہ بھری ہوئی ہے۔ پس وہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا' اے میرے اللہ! میں نے تو اُسے بھرا ہوا پایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائیں گے جا جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ (پھر) جنت میں آئے گا' تو اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پس پھر وہ لوٹ کر آئے گا اور عرض کرے گا کہ اے میرے اللہ! میں نے تو اُسے بھرا ہوا پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے' جا جنت میں داخل ہو جا' تیرے لیے دنیا کے برابر اور اس سے مزید دس گنا جنت کا حصہ ہے یا (فرمائیں گے) تیرے لیے دنیا سے دس حصے زیادہ ہیں' پس وہ کہے گا' کیا آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ یا میرے ساتھ ہنسی کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ تو بادشاہ ہیں۔ (ہنسی مذاق آپ کے شایانِ شان نہیں) راوی نے بیان کیا ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اتنے ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔ پس آپ فرماتے تھے' یہ سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا۔ (بخاری)

(عثمان زبیر بن خالد مرجالوی)

مومن اور منافق میں فرق

مومن: ایک دوسرے کے خیر خواہ ہمدرد' جگری دوست اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

منافق: کی باہمی دوستی وقتی ہوتی ہے جس کی بنیاد محض اسلام دشمنی اور ذاتی مفاد پر ہوتی ہے۔

مومن: نیکی بھلائی اور خیر کی دعوت دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

منافق: برے اعمال پر بدی کے کام اور گندے کام کی دعوت دیتے ہیں۔

مومن: برے کاموں' بدی کے امور سے روکتے ہیں۔

منافق: بھلائی کے کاموں اور خیر کے اعمال سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔

مومن: محض اللہ کو خوش کرنے کے لیے نماز قائم کرتے ہیں' اول وقت میں باجماعت اور سنت رسول ﷺ کے مطابق مسجد میں پانچوں نمازیں ادا کرتے ہیں۔

منافق: لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتا ہے' نماز کے لیے جب آتا ہے تو مریل مریل' سست اور کاہل ہوتا ہے۔ نماز عصر کو بطور خاص لیٹ ادا کرتا ہے۔

مومن: اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے خوشی خوشی زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے دین کی سربلندی کے لیے جہاد میں فراخ دلی سے بے دریغ مال خرچ کرتا ہے۔

منافق: دینی ضرورتوں پر مال خرچ کرتے ہوئے مٹھی بند رکھتا ہے۔

مومن: تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر حکم خوشی کے ساتھ اور دلی رضا و رغبت سے قبول کرتا ہے اور عمل کرتا اور مانتا ہے...... اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہے۔

منافق: خندق کی کھدائی سے لاتعلق اور لوگوں کو بھی پکار پکار کر کہتے رہے کہ یہ وقت جنگ کے محاذوں پر ٹھہرے رہنے کا نہیں لہٰذا تم واپس پلٹ آؤ۔

مومن: جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت ہی نہیں مانگتے۔

منافق: ایسے غریب اور تنگدست لوگوں کے جہادی صدقات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں' مٹھی بھر جو سے روم فتح کرنا چاہتے ہیں۔

مومن: حکم ملتے ہی جہادی تیاری' سواری کا بندوبست اور اسلحہ کی فراہمی میں لگ جاتے ہیں۔

(سمعیہ بنت شریف۔ ہنجروال چک نمبر 31)

دولت ایمان سے محروم

محمد الیاس حامد



اس نے قاصد کو ایک اہم خط دیتے ہوئے خاص تاکید کی۔ خط بارے خصوصی خیال اور اہتمام کرنے کا حکم دیا۔ جواب کے متعلق مزید کہتے ہوئے کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے اس خط کا جواب آنا چاہیے۔ یاد رکھو کہ یہ تمہاری زندگی کا سب سے اہم اور ضروری کام ہے۔ اس کے متعلق ذرہ برابر سستی، بے توجگی اور کاہلی ہرگز برداشت نہ ہوگی۔

پیارے بچو! قاصد کو حکم دینے والا شخص ایک عظیم بادشاہ تھا۔ جس کی سلطنت کا نام ''غسان'' تھا۔ اسی غسان کی سلطنت کا خطرہ نبی کریم ﷺ اپنے زمانے کے آخری دور میں محسوس کرتے تھے۔ اس بادشاہ کا نام جبلہ ابن ایہم تھا۔ جبلہ ابن ایہم کا خطرہ اسلامی سلطنت پر منڈلا رہا تھا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، دائرہ اسلام میں لوگوں کے گروہ در گروہ داخلے اور اسلام کی خوبیوں کے پیش نظر جبلہ نے بھی اپنے آپ کو اسلام کی نعمت سے مالا مال کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اگرچہ یہ فیصلہ دورِ نبوت کے کافی عرصہ بعد کیا لیکن ''دیر آید درست آید'' پھر بھی اس کا ایک اچھا اور بہترین فیصلہ تھا جو کہ توحید کو سینے سے لگانے کے متعلق تھا۔

جب اس نے اسلام میں داخلے کا فیصلہ کیا اس وقت دوسرے خلیفہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق ؓ کا دور حکومت تھا۔ یہ وہ سنہری دور تھا جب اسلام کے جانثاروں اور سپاہیوں نے توحید و رسالت کے جھنڈے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک بڑی تیزی سے لہرانا شروع کر دیے تھے۔ جب ایک ایک دن میں ہزاروں میل اراضی اسلامی سلطنت کا حصہ بنتی تھی۔

قاصد کو روانہ کرنے کے بعد جبلہ ابن ایہم یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھنا چاہیے امیر المؤمنین اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنا خطرناک دشمن سمجھ کر کچھ اور جواب دیں۔ لیکن جب قاصد نے جبلہ کو جوابی خط لا کر تھما دیا تو اس نے جلدی جلدی کھولا جس میں امیر المؤمنین کی طرف سے لکھا تھا ''کہ فوراً ہم سے ملو، اسلام لانے کے بعد تم ہمارے اسلامی بھائی بن جاؤ گے۔ تمہاری تنگی، مصیبت، دکھ اور درد میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔''

یہ جواب ملنے کے بعد جبلہ نہ صرف خوش ہوا بلکہ حیران و ششدر رہ گیا۔ اسے حیرانی یہ ہوئی کہ سیدنا عمر ؓ نے کوئی شرط پیش نہیں کی۔ نہ دھمکی دی اور نہ کسی قسم کا الزام ہی لگایا۔ بلکہ محبت و مساوات کے الفاظ لکھ بھیجے۔ اس کا حوصلہ بڑھا اور امید کی ایک نئی کرن لیے وہ اپنے پانچ سو خاص جانثاروں کے ہمراہ پورے شاہانہ انداز اور ٹھاٹھ کے ساتھ مدینہ کی طرف چلا۔ مدینہ سے کچھ فاصلے پر جا کر رکا اور سیدنا عمر ؓ کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔

مدینہ کے لوگوں کو جبلہ ابن ایہم کے آنے کی خبر ہوئی تو سب بہت خوش ہوئے۔ انہیں خوشی یہ تھی کہ وہی جبلہ، غسان کا زبردست بادشاہ جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور اس کی طرف سے مدینہ پر حملے کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا، وہ آج مدینہ میں آ رہا ہے، حملہ آور کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسلام کا غلام بن کر، چھوٹے بڑے اسے دیکھنے کے لیے راستے کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ بہت سے لوگ چھتوں پر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔

جبلہ اور اس کے ساتھی بڑے شاہانہ انداز سے مدینہ میں داخل ہوئے، ان کے لباس بیش بہا قیمتی ہیرے موتیوں سے سجے تھے۔ سیدنا عمر ؓ نے اپنے مہمان کی بڑی خاطر تواضع کی۔ اس کے آنے سے مدینہ میں کئی روز تک بڑی چہل پہل رہی۔

جبلہ مدینہ میں ٹھہرا ہوا تھا کہ حج کا زمانہ آ گیا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ حج کو تشریف لے گئے تو اسے بھی ساتھ لے لیا لیکن حج ہی کے دنوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے جبلہ کی زندگی میں آنے والا انقلاب دوسرا رخ اختیار کر گیا۔ ہوا یوں کہ جبلہ حج میں بیت اللہ کا طواف کرنے میں مصروف تھا، طواف کرتے وقت جبلہ کے پیچھے پیچھے ایک نوجوان عرب بھی طواف کر رہا تھا۔ اتفاقاً اچانک اس کا پاؤں جبلہ کے تہ بند پر جا پڑا جس سے جبلہ کا تہ بند کھل گیا۔ اس فعل پر جبلہ کو شدید غصہ آیا اس نے بڑے زور سے اس نوجوان کے منہ پر طمانچہ مارا، طمانچے کی شدت اس قدر تھی کہ اس بے چارے کی ایک آنکھ ناکارہ ہو گئی۔

نوجوان طواف کی حالت میں تو کچھ نہ بولا لیکن جب اپنے قبیلے میں گیا اور سارا حال کہا تو اس کے قبیلے میں اس واقعہ سے آگ سی لگ گئی۔ کئی سو آدمی سیدنا عمر ؓ کی خدمت میں آئے اور جبلہ پر دعویٰ کر دیا۔ سیدنا عمر ؓ نے جبلہ کو طلب کیا اور پھر اس سے پوچھا:

''تم نے اس نوجوان کی آنکھ کیوں پھوڑ دی؟''

جبلہ: ''اس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی۔ بھرے مجمع میں مجھ کو رسوا کیا۔''

سیدنا عمر ؓ: ''نے کہا نوجوان نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا بلکہ غلطی سے اس کا پاؤں تمہارے تہ بند پر جا پڑا، چھوٹی سی غلطی پر اتنی بڑی سزا؟ جو کہ سراسر ظلم ہے۔''

جبلہ نے جواب دیا:

''تو خیر! کیا ہوا! ایک غریب آدمی کو خوش کرنے کے لیے اس واقعہ کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے؟''

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: اسلام امیر اور غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ اسلام میں اگر بڑائی اور عظمت ہو سکتی ہے تو صرف اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی بنا پر ہی ہو سکتی ہے۔ اسلام میں تقویٰ اور عمل صالح ہی عزت و شرف اور بلندی کا معیار ہے۔ مال و دولت، نسل و خاندان اور رنگ و روپ کی بنا پر کسی کو کسی پر برتری اور فوقیت نہیں۔''

جبلہ: نے پوچھا ''تو آپ کا مطلب کیا ہے؟''

سیدنا عمر ؓ: نے فرمایا ''تم اس نوجوان سے معافی مانگو اور اسے کچھ بدلے میں دے کر راضی کر لو ورنہ آنکھ کے بدلے آنکھ۔''

جبلہ بولا: ''تو کیا میں اس غریب نوجوان سے معافی مانگوں جس کی کوئی وقعت نہیں اور جس کی چادر میں پیوند لگے ہوئے ہیں؟ یہ تو میرے شایانِ شان نہیں۔''

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ''تو پھر آنکھ کے بدلے آنکھ کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

بچو! ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے زیادہ اعلیٰ بنایا اور آپ ﷺ کو انبیاء کا سردار بنایا۔ آپ ﷺ جس طرح سیرت کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں اسی طرح رب تعالیٰ نے آپ کو صورت کے لحاظ سے بھی سب انسانوں سے زیادہ خوبصورت بنایا۔

سیدہ حلیمہ نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو بیان کرتی ہیں کہ مجھے یوں لگا:

''جیسے آسمان سے چاند زمین پر اتر آیا ہے۔''

ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ ام معبد خزاعیہ کے خیمے سے گزرے تو اس نے آپ ﷺ کی روانگی کے بعد اپنے شوہر سے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا جو نقشہ کھینچا وہ یہ ہے:

''چمکتا رنگ، تابناک چہرہ، خوبصورت ساخت، جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید و سیاہ آنکھیں، سیاہ سرگیں پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے چمکدار کالے بال، خاموش ہوں تو باوقار، گفتگو کریں تو پرکشش، سب سے تابناک، پرجمال قریب سے دیکھیں تو سب سے خوبصورت اور شیریں گفتار، گفتگو میں چاشنی، بات واضح اور دوٹوک، نہ مختصر، نہ زائد، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ درمیانہ قد، نہ چھوٹا کہ نگاہ میں نہ جچے، نہ لمبا کہ ناگوار لگے، دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ و خوش منظر ہے، رفقاء آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں۔ کوئی حکم دیں تو بجا لاتے ہیں۔ نہ ترش رو، نہ سخت گو۔ (زاد المعاد: ۲/۵۴)

سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں، آپ ﷺ نہ لمبے تھے نہ چھوٹے قد والے، نرم طبیعت کے مالک تھے۔

(ابن ہشام/ترمذی)

سیدنا کعب بن مالک ؓ کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرہ دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ (صحیح بخاری: ۱/۵۰۲)

جب آپ ﷺ غصے میں ہوتے تو چہرہ سرخ ہو جاتا تو گویا دونوں رخساروں میں دانہ انار نچوڑ دیا گیا ہے۔

(مشکوۃ: ۱/۲۳)

سیدنا انس ؓ کا ارشاد ہے میں نے کوئی ریشم نہیں چھوا جو رسول ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔

(صحیح بخاری: ۱/۵۰۳)

سیدنا انس ؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا پسینہ گویا موتی ہوتا تھا اور حضرت ام سلیم ؓ کہتی ہیں کہ یہ پسینہ ہی سب سے عمدہ خوشبو ہوتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۲/۲۵۶)

آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ جو کبوتر کے انڈے جیسی اور جسم مبارک ہی کے مشابہ تھی۔ یہ بائیں کندھے کی کری (نرم ہڈی) کے پاس تھی۔ (مسلم: ۲/۲۵۹،۲۶۰)

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ نے نبی ﷺ کو دیکھ کر ایک مرتبہ یہ شعر پڑھا:

''جب ان کے چہرے کی دھاریاں دیکھو تو وہ چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک رہا ہو۔''

سیدنا عمر ؓ یہ شعر پڑھتے:

''اگر آپ ﷺ بشر کے سوا کسی اور چیز سے ہوتے تو آپ ﷺ ہی چودھویں کی رات کو روشن کرتے پھر فرماتے کہ رسول ﷺ ایسے ہی تھے۔

(ایضاً)

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ یہ شعر نبی ﷺ کو دیکھ کر پڑھتے تھے:

''آپ ﷺ امین ہیں، برگزیدہ ہیں، خیر کی دعوت دیتے ہیں، گویا ماہ کامل کی روشنی ہیں جس سے تاریکی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے)۔''

(خلاصۃ السیر، ص: ۲)

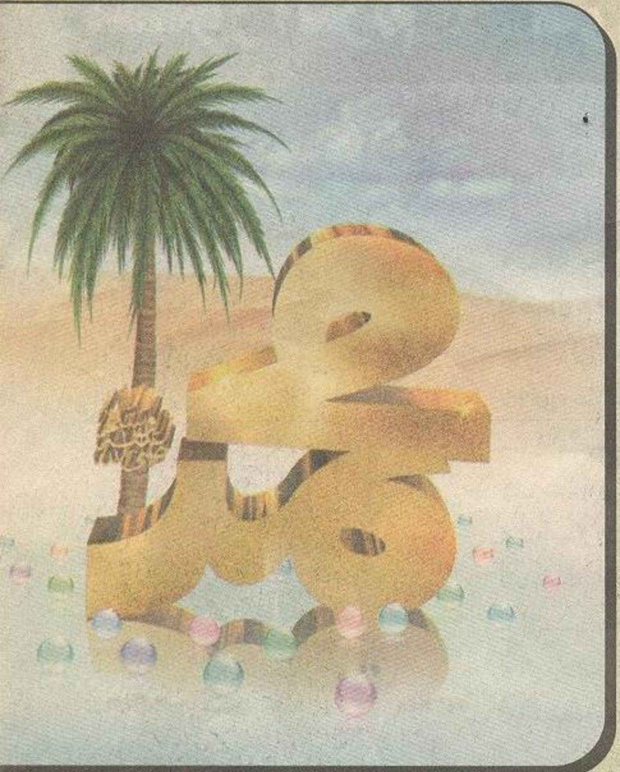
یہ تو سیدنا محمد ﷺ کے حسن کے بارے میں صرف چند ایک باتیں ہیں۔ ورنہ حضور نبی ﷺ کریم تو ساری انسانیت سے زیادہ اعلیٰ، برتر اور خوبصورت ہیں اور جن کی خوبصورتی کو قلم بند نہیں کیا جاسکتا۔

یہود یو اور عیسائیو! یہ ہیں میرے نبی ﷺ کا حسن ان کی با کردار اور پاک زندگی کا نمونہ۔ ایسے پیغمبر کو دیکھ کر تو تمہیں خاک کے بنانے پر شرم آنی چاہیے، الٹا تم ایسے گندے اور اخلاقیات سے گرے ہوئے، کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہو۔ اس نبی کے کارٹون بناتے ہو جس کے بارے میں شاعر رسول حسان بن ثابت ؓ نے کہا تھا:

و أحسن منک لم تر قط عینی
و اجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

''آقا میں تیرے حسن کے بارے میں کیا کہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو رب کے پاس کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا اللہ مجھے ایسا بناتا چلا جا، تو کہتا چلا گیا رب بناتا چلا گیا۔ وہ چہرہ!''

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں رسول رحمت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے کہ وہ حرمت رسول ﷺ کے محافظ کے طور پر اپنا کردار ادا کرسکیں۔ آمین!



اخت مزمل ثناء اللہ...... میاں چنوں

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے چند حالات



اس دور میں عرب لوگ جاہل اور بت پرست تھے ہر برائی ان میں موجود تھی شراب، جوا، ڈاکہ زنی، چوری، بدکاری، لوٹ کھسوٹ، دنیا کی ہر برائی ان میں موجود تھی، بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، لوگ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے، جاہلیت کے اندھیرے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے لوگ قوموں اور قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی آمد: حضور اکرم ﷺ پیر کے دن ربیع الاول میں پیدا ہوئے، آپ ﷺ کے والد کا نام حضرت عبداللہ تھا اور والدہ کا نام حضرت بی بی آمنہ تھا آپ ﷺ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے والد فوت ہو گئے، آپ کی عمر مبارک ۶ سال تھی جب بی بی آمنہ کی وفات ہوئی، آپ ﷺ یتیم اور مسکین ہو گئے آپ کا نام آپ کے دادا عبد المطلب نے محمد (بہت تعریف کیا ہوا) رکھا والدہ محترمہ حضرت آمنہ نے آپ کا نام احمد رکھا آپ کو سات روز تک ثویبہ جو ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی نے دودھ پلایا آٹھویں روز شرفائے عرب کے دستور کے موافق آپ ﷺ قوم ہوازن کے قبیلہ بن سعد کی ایک خاتون حلیمہ کے سپرد کیے گئے آپ ﷺ نے دو برس تک حلیمہ کا دودھ پیا ۴ برس تک حلیمہ سعدیہ کے پاس رہے جب آپ کی عمر ۶ برس ہوئی تو آپ ﷺ کو اپنی والدہ کے سپرد کر دیا گیا، آپ کی والدہ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب نے آپ ﷺ کی پرورش کی جب آپ کی عمر ۸ سال ہو گئی تو آپ ﷺ کے دادا بھی وفات پا گئے پھر آپ کی پرورش کی ذمہ داری ابو طالب نے اٹھائی آپ کے چچا آپ کو بہت پیار کرتے تھے، اپنے بچوں سے زیادہ آپ کو عزیز رکھتے اور محبت کرتے آپ کی جوانی، آپ کا بچپن اور جوانی مکہ میں گزری آپ ﷺ سات برس کے تھے کہ عربوں میں حجر اسود نصب کرنے کا مسئلہ بن گیا، لڑائی ہونے والی تھی کہ ایک عمر رسیدہ شخص سے مشورہ دیا کہ کل جو شخص بیت اللہ کے اندر سب سے پہلے داخل ہو وہ اس بات کا فیصلہ کرے گا اور اس کا فیصلہ ہمیں منظور ہوگا، چنانچہ تمام لوگ اس تجویز کو مان گئے دوسری صبح سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہوئے وہ رسول اکرم ﷺ تھے، لوگ پکار اٹھے۔ صادق وامین آ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حجر اسود ایک چادر میں ڈال دیا اور چادر کو قبیلے کے سرداروں نے پکڑا اور آپ ﷺ نے حجر اسود اٹھا کر اپنی جگہ پہ نصب کر دیا اس طرح ایک بڑا معاملہ آپ ﷺ کی عقل مندی سے بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے ختم ہو گیا مکہ کے لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے، صادق اس لیے کہ آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے، آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہ بولا۔ امین اس لیے کہ لوگ ہمیشہ آپ ﷺ امانت رکھتے تھے آپ کی امانت داری سے متاثر ہو کر مکہ کی معزز خاتون خدیجہ بنت خویلد نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا آپ نے جب حضرت خدیجہ سے شادی کی اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی جب آپ کی عمر ۴۰ سال ہونے والی تھی، آپ ﷺ اکثر غار حرا میں جاتے عبادت کرتے رہتے، ایک دن آپ ﷺ غار حرا میں عبادت میں معروف تھے کہ آپ ﷺ پہ پہلی وحی نازل ہوئی، پہلی وحی سورۃ اقراء کی پہلی ۵ آیات تھی، جب آپ ﷺ پہ وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ بہت پریشان ہو گئے، گھبرا کر گھر تشریف لے آتے اور سیدہ خدیجہ ؓ سے کہا مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔

سیدہ خدیجہ ؓ نے آپ ﷺ پر کمبل اوڑھا دیا تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ ؓ آپ ﷺ کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی ورقہ بن نوفل نے جب ساری بات سنی تو بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ تو رسول ہے، جس کا ذکر تورات میں موجود ہے اور کہا:

''کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو مکہ سے نکال دے گی۔''

آپ ﷺ اس بات پر بہت حیران ہوئے نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ نے خفیہ طور پر اسلام کی دعوت شروع کر دی جو لوگ مسلمان ہوتے وہ بھی خفیہ طور پر اللہ کی عبادت کرتے پھر آپ ﷺ کو اعلانیہ دعوت کا پیغام ملا، آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ گئے۔ (یا صباحاہ) اس طرح پکارنے سے تمام لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے، سب لوگ اکٹھے ہو گئے آپ نے فرمایا: اے لوگو! اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک جماعت تم پر حملہ آور ہونے والی ہے تو تم کیا کہو گے وہ پکار اٹھے آپ صادق ہیں ہم آپ کی بات کا یقین کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اس پر مشرکین آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے لگے اور

آپ ﷺ کو پتھر بھی مارے آپ ﷺ تیرہ سال مکہ میں گزارے مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو بہت اذیتیں اور دکھ دیتے غم پہنچاتے پتھر مارتے آپ ﷺ کو دیوانہ اور مجنون کہتے جہاں آپ ﷺ لوگوں کو دعوت دیتے آپ ﷺ کے پیچھے بچے لگا دیتے جو آپ ﷺ کو تنگ کرتے آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے آپ ﷺ شدید غمگین تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ملا، آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت کی۔

مدینہ آمد: آپ اپنی قوم کے ستائے ہوئے پریشان غمگین تھے، آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ملا اور آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت کی حضرت ابوبکر اور ان کے غلام آپ ﷺ کے ساتھ تھے مدینہ والوں نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا، آپ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے مدینہ میں کھلم کھلا اسلام کی دعوت دی لوگ جوق در جوق مسلمان ہوئے، اسلام کو بہت تقویت ملی صحابہ نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے آپ ﷺ نے مشرکین مکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ جنگیں کیں صحابہ کرام سے بیعت لی مسجد نبوی کی تعمیر کی۔

آپ کی ازواج مطہرات: پہلی بیوی سیدہ خدیجہ، سیدہ سودہ، سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، سیدہ زینب بنت خزیمہ، سیدہ ام سلمہ بن ابی امیہ، سیدہ جویریہ بنت حارث، سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ صفیہ بنت حیی، سیدہ ام حبیبہ، سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہن تھیں۔

آپ ﷺ کی اولاد: آپ ﷺ کی تمام اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی، سوائے ابراہیم کے وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ بیٹیاں۔ سیدہ زینب، سیدہ کلثوم، سیدہ رقیہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ بیٹے: قاسم، طیب وطاہر، ابراہیم رضی اللہ عنہم

گھریلو مصروفیات: نبی اکرم ﷺ اپنے گھر عام لوگوں کی طرح رہتے گھر والوں سے بہت پیار کرتے تھے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا:

''گھر میں رسول اکرم ﷺ کی مصروفیت کیسی ہوتی تھی جواب دیا؟'' آپ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے گھر میں اپنے ہاتھ کے ساتھ مختلف امور انجام دیتے بکری کا دودھ دوہ لیتے، جوتا سیتے، اپنے کپڑوں کو پیوند لگاتے، کپڑے صاف کر لیتے، بیویوں کیساتھ ان کا ہاتھ بٹاتے اپنے اپنے کپڑے صاف کر لیتے۔

وفات: آپ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی کو خیرباد کہہ گئے۔

غسل: سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے موت آجائے تو مجھے میرے کنویں غرس کے پانی کی سات مشکوں سے غسل دینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ ﷺ کو غسل دیا گیا تو آپ ﷺ کی قمیص نہیں اتاری گئی اوپر ہی سے پانی ڈال دیا گیا، قمیص کے کپڑے ہی کو جسم پر مل دیا جائے اور پانی انڈیل دیا جانا، یوں آپ ﷺ کو غسل دیا گیا، کسی فوت ہونے والے جسم پر جو اثرات ہوتے ہیں وہ بالکل نہ تھے، آپ ﷺ کا جسم اطہر جیسے زندگی میں عمدہ تھا ویسا وفات کے بعد بھی تروتازہ تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس کے بیٹے فضل اور حضور اکرم ﷺ کے غلام صالح نے غسل دیا۔

کفن: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کو تین چادروں میں لپیٹ کر کفن دیا گیا یہ چادریں یمن کی بنی ہوئی سفید روئی کی تھیں۔

جنازہ: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کیا اللہ کے رسول ﷺ کا جنازہ پڑھا جائے گا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، جی ہاں! لوگوں نے پوچھا کیسے پڑھا جائے، ابوبکر نے کہا۔ چند لوگ کمرے میں داخل ہو جائیں۔ اللہ اکبر کہیں، نماز پڑھیں مسنون دعائیں مانگیں اور وہ نکل آئیں پھر دوسرے لوگ داخل ہو جائیں، الغرض! اس طرح ہوا اور لوگ بغیر امام کے یوں کرتے چلے جائیں۔

دفن: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب اللہ کے رسول ﷺ فوت ہوئے آپ ﷺ کے صحابہ نے کہا، آپ کو کہاں دفن کیا جائے تو میرے والد محترم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جہاں آپ ﷺ نے وفات پائی ہے وہیں آپ کو دفن کیا جائے۔''

اللہ کے رسول سوموار کے دن فوت ہوئے منگل کا دن گزر گیا پھر اسی رات کو بدھ کے دن صبح ہونے سے قبل آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا، آپ ﷺ کی لحد بنائی گئی لحد کو کچی اینٹوں کے ساتھ بند کیا گیا، نبی محترم ﷺ نے اپنی قبر کو سجدہ گاہ بننے سے زبردستی سے روکا، آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! میری قبر کو کبھی سجدہ گاہ نہ بننے دینا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی، آخر میں آپ ﷺ کے دشمنوں کے نام پیش کیے جاتے ہیں، جن کو عبرت ناک موت ملی گستاخانہ خاکے بنانے والوں کو چاہتے کہ وہ باز آجائیں ورنہ ان کا انجام بھی بھیانک اور خوفناک ہوگا۔''

صفیہ منیر..... منچن آباد

بقیہ جاسوس کہانی

کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا ہے لیکن گوایب کا راز ایک سال نو ماہ بعد اس وقت بے نقاب ہوا جب کیپٹن ویلز کو بذریعہ ہیلی کاپٹر جرمنی سے ایکس میل دور اتارا گیا۔

کیپٹن ویلز نے کرنل ڈی لا سے درخواست کی تھی کہ اسے جرمنی میں جاسوسیت کے لیے بھیجا جائے کیونکہ اس بات پر شدید ندامت ہے کہ گوایب اتحادیوں کا سودا کرنے کے بعد بھی ان کے چنگل سے فرار ہو گیا، کرنل نے کیپٹن کو سات ماہ کی جاسوسی ٹریننگ کے بعد جرمن سرزمین پر اتار دیا، کیپٹن ویلز کی طرف سے پانچ روز بعد کرنل ڈی لا اور پولیس سپرنٹنڈنٹ کو دو خطوط وصول ہوئے، ان دونوں خطوط پر ایک سی تحریر تھی جس کا متن کچھ یوں تھا:

''مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ جسے کیپٹن ویلز سمجھتے رہے وہی درحقیقت گوایب کا دوسرا نام ہے۔ ایئرپورٹ پر آپ نے مجھے گرفتار کرنے کے بعد ''نقطے'' سے جو راز حاصل کرنے چاہے وہ آپ کی حماقت کی نذر ہو گئے۔ آپ نے ہوٹل مورنیبیا میں کیپٹن ویلز کو میری نگرانی پر متعین کیا، وہ بیرے کی حیثیت سے میری خدمات سرانجام دیتا رہا، مگر اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں اور ایسے کئی لوگوں کی تصویریں نازیوں کے پاس پہلے سے موجود ہیں، میرے فرار کی من گھڑت کہانی سے ایک روز پہلے میں نے اپنے چند ساتھیوں کو ہوٹل میں بلایا۔ اس وقت کیپٹن ویلز میرے کمرے کے باتھ روم میں بے ہوش پڑا تھا، میرے دوستوں نے فوراً میری پلاسٹک سرجری کی مجھے گوایب سے کیپٹن ویلز بنا دیا۔ اور وہ کیپٹن ویلز کی لاش کو ہوٹل سے باہر لے جانے میں کامیاب ثابت ہوئے، میرے کہنے پر میرے ساتھیوں نے میرا کمرہ مقفل کر دیا تھا جسے کھول کر جب آپ میرے کمرے میں داخل ہوئے تو میری ایکٹنگ کو آپ نے بے ہوشی کا نام دیا۔ اور میں نے آپ کو من گھڑت کہانی سنادی، جو لاش سترہ روز بعد آپ کو ملی تھی اور جس پر آپ نے کسی حد تک گوایب کا لیبل چسپاں کر دیا تھا وہ کیپٹن ویلز کی لاش تھی..... مسخ شدہ لاش ...... میں کیپٹن ویلز کی حیثیت سے آپ کے ہاں فرائض سر انجام دیتا رہا اور آپ لوگوں کے خفیہ فوجی احکام نقطوں کی شکل میں میرے ہیٹ پر منتقل ہوتے رہے...... کیا آپ کو یاد نہیں جب آپ لوگوں نے مجھے جرمن قوم کی جاسوسی کے لیے بھیجا تھا تو میں نے اپنے سر سے اپنا ہیٹ اٹھا کر آپ کو خدا حافظ کہا تھا۔ میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے کیپٹن ویلز سمجھتے ہوئے با آسانی جرمنی تک پہنچا دیا۔

مجھے امید ہے آئندہ آپ لوگ ''جاسوسیت'' کو مذاق سمجھتے ہوئے اپنا دوسرا نہیں سمجھیں گے۔

آپ کا گوایب

صحیح مسلم کتاب الطلاق، ابن ماجہ کتاب الزہد میں ہے، سیدنا فاروق اعظم ؓ شاہ مدینہ سے ملنے آتے ہیں۔

بوریا نشین حکمران

سیدنا بلال ؓ دروازے پر ہیں، فاروق اعظم ؓ سیدنا بلال ؓ سے کہتے ہیں کہ میرے لیے اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات کی اجازت حاصل کرو۔ اجازت ملتی ہے تو جناب فاروق اعظم ؓ شاہِ مدینہ کی خوابگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

لوگو! میرے حضور ﷺ جیسے جلوت میں تھے ویسے ہی خلوت میں تھے۔ جلوت میں مسجد ﷺ کا مصلیٰ کھجور کی چھالوں کا بنا ہوا تھا تو خلوت میں جو چٹائی تھی وہ بھی کھجور کی چھالوں کی بنی ہوئی تھی۔

سیدنا عمر ؓ بتلاتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اکرم ﷺ چٹائی پر تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے تہ بند باندھا تھا اور تہ بند کے علاوہ آپ ﷺ نے کوئی کپڑا نہیں پہن رکھا تھا۔ آپ ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ اٹھے اور اپنا تہ بند ذرا اونچا کر لیا۔ فاروق اعظم ؓ بتلاتے ہیں کہ میری نگاہ رسول اکرم ﷺ کے پہلو پر پڑی تو بدن پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے۔ کمرے میں میری نگاہ روشن دان کی طرف پڑی تو وہاں ایک صاع (اڑھائی کلو) کے قریب جو پڑے تھے، کمرے کے ایک کونے میں نگاہ پڑی تو وہاں ایک جھروکے میں کیکر کے پتے پڑے تھے (جو چڑے کی کھال کو سنوارنے کے لیے استعمال ہوتے تھے) اور ساتھ ایک کھال بھی لٹکی ہوئی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو پوچھا:

''ارے خطاب کے بیٹے! کیا ہوا روتے کیوں ہو؟''

میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آنسو کیوں نہ گریں۔ نگاہیں اس چٹائی کو دیکھ رہی ہیں جس نے جناب کے پہلو میں نشانات بنا دیے ہیں اور یہ رہا آپ کا توسہ دان اس میں جو ہے وہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ کسریٰ و قیصر کے شاہان تو (اپنے محلات میں) پھلوں اور نہروں کے درمیان عیش کریں جبکہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں اور چنے ہوئے لوگوں میں اعلیٰ ترین مقام کے حامل ہیں اور آپ ﷺ کی کیفیت یہ ہے؟ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہوتا کہ ہمارے لیے یہ نعمتیں اگلے جہاں میں ہیں اور ان کے لیے بس اسی دنیا میں ہیں...... میں نے کہا، جی یہ تو اسی طرح ہے اور میں خوش ہوں۔''

اے خاکے بنانے والے عیسائیو! تمھارا قیصر سونے کے تخت پر بیٹھتا تھا، ہیرے جواہرات سے مزین پہنتا تھا، سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا تھا، وہ عوام کے مال سے نمود و نمائش کے یوں اظہار کیا کرتے تھے اور میرے حضور ﷺ فرماتے تھے۔ بوریہ نشین تھے۔ اس دور میں عرب کا بوریا پٹ سن کے ریشے کا بھی نہ تھا۔ وہ کھجور کی چھالوں کا تھا۔ سونے چاندی کے برتنوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بارے میں میرے رسول ﷺ فرماتے تھے: ''جو شخص چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں غٹ غٹ دوزخ کی آگ انڈیلتا چلا جاتا ہے۔
(مسلم، کتاب اللباس)

ہاں ہاں! دکھلاؤ تو کوئی ہے میرے حضور ﷺ جیسا......؟ شاہِ مدینہ جیسا؟ طیبہ کے بوریا نشین حکمران جیسا......؟ نا سجادہ نشین، نا گدی نشین۔ بس کھجور کی چھالوں کی چٹائی کا جو بوریا بنا ہوا تھا، وہ بوریا نشین ...... ایسے بوریا نشین حضور ﷺ کے خاکے بناتے ہو؟ کچھ تو شرم کرو...... ارے کچھ تو شرم کرو۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

محمد راشد الیاس...... فورٹ عباس

بہادر خاتون

وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں۔ غزوۂ احد کے لیے مسلمان نکلے تو چند دیگر خواتین کے ساتھ یہ بہادر خاتون بھی میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ اس جنگ میں ان کے بھتیجے یعنی (رسول اللہ ﷺ) ان کے بھائی حمزہ بن عبد المطلب ؓ اور بیٹا زبیر بن عوام ؓ شریک تھے ایک عورت کے لیے یہ تینوں رشتے بڑے ہی اہم ہوتے ہیں ان کا نام صفیہ بنت عبد المطلب ؓ تھا ان کی والدہ ہالہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں۔ ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئیں ان سے دو صاحبزادے ہوئے جن میں سے حضرت زبیر بن عوام ؓ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور حواریٔ رسول کا لقب پایا غزوۂ احد میں جب مسلمان منتشر ہوئے تو محدود سے چند افراد ہی آپ ﷺ کے ارد گرد رہ گئے تب یہ بہادر خاتون انتہائی دلیری اور قوت و عزیمت کے ساتھ آگے بڑھیں اور ایک شخص سے نیزہ چھین کر صفوں کو چیرتے ہوئے بے دھڑک رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھیں اور شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے مسلمانوں کو مخاطب کیا:

''اللہ تمھارا بھلا کرے! تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کہاں دوڑے جا رہے ہو۔''

جب رسول اکرم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ ؓ کا ادھر آنے کا ارادہ ہے۔ تو آپ ﷺ کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر حوصلہ نہ ہار بیٹھیں کیونکہ مشرکین نے حضرت حمزہ ؓ کی لاش کا مثلہ کر کے اس کی بڑی بری طرح سے بے حرمتی کی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ صفیہ ؓ کے صاحبزادے حضرت زبیر ؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے زبیر! اپنی والدہ محترمہ کو روکو! ان کو سمجھاؤ اور واپس کر دو۔ حضرت زبیر ؓ فوراً اپنی والدہ محترمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

''امی جان! رک جائیں، امی جان! رک جائیں۔''

حضرت صفیہ ؓ نے بیٹے کے کلام کی کچھ پروا کیے بغیر باآواز بلند کہا: ''میرا راستہ چھوڑ دے تیری ماں نہ رہے۔''

حضرت زبیر ؓ نے عرض کیا: ''امی جان، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو واپس ہو جانے کا حکم دیا ہے۔''

حضرت صفیہ ؓ کہنے لگیں، مجھے خبر ملی ہے کہ میرے بھائی حمزہ کا مشرکین نے مثلہ کر دیا ہے کوئی بات نہیں یہ سب اللہ کی راہ میں ہوا ہے میں صبر کروں گی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت صفیہ ؓ کے بارے میں لاحق خدشہ دور ہو گیا اور آپ کو اطمینان ہو گیا کہ یہ بہادر خاتون اس حادثے پر خشیت الٰہی کو مقدم رکھیں گی تو زبیر بن عوام ؓ سے فرمایا:

''اے زبیر! صفیہ کا راستہ چھوڑ دو۔''

چنانچہ حضرت زبیر ؓ نے ان کی راہ چھوڑ دی۔

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ؓ نے اس جنگ میں زخمیوں کو پانی پلایا اور ان کی مرہم پٹی کرنے میں دیگر خواتین کی مدد کی۔ جنگ خندق میں ان کی بہادری کا قصہ بے مثال ہے جب انھوں نے نیزے کی چوب سے ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ سیدہ صفیہ ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

محمد بلال شاہین...... ہارون آباد، بہاولنگر

(بحوالہ: سنہری کرنیں)

ہی فون آ گیا ورنہ ادھر تو آپ لوگوں کی پوری کلاس مجھ سے چھٹی لے کر روانہ ہونے ہی والی تھی۔ اب میرے دوست تو اگلے ہی دن جامعہ چلے گئے مگر مجھے گھر رکنا پڑا کیونکہ جدھر جدھر رشتے داروں کو اطلاع ہوئی تھی وہ پہنچ رہے تھے۔ گھر میں صورتحال بہت عجیب بن گئی تھی۔ رشتے دار والد صاحب کی وفات کا ذہن بنائے پہنچ رہے تھے مگر جونہی کوئی افسردہ صورت بنائے آ کے دروازہ کھٹکھٹاتا تو والد صاحب زندہ سلامت باہر نکل کر اس کا استقبال کرتے تو آنے والا حیرت سے بت بنا کھڑا دیر تک انھیں دیکھتا رہ جاتا اور پھر پریشانی اچانک خوشی میں بدل جاتی۔ اب ذہن میں یہ سوال بار بار آتا تھا کہ آخر ایسا خوفناک مذاق کس نے کیا ہے؟ بہت سوچ بچار کرنے کے باوجود بھی کوئی ایسا شخص ذہن میں نہ آتا تھا۔ ہاں کبھی کبھی کچھ دور پار کے رشتہ داروں کے بارے ذہن میں آتا کہ کہیں انہوں نے ہی پریشان نہ کیا ہو۔

مگر یہ راز بھی زیادہ دیر راز نہ رہا۔ چونکہ جامعہ کے فون پر آنیوالا نمبر محفوظ رہ جاتا تھا، چنانچہ اگلے دن پرنسپل صاحب نے اپنے کمرے سے رات بار بار آنے والا نمبر دیکھا اور اس پر بیک کال کر دی۔ انہوں نے نہایت ذہانت کا ثبوت دیا اور سوچا کہ ایسا مذاق کوئی بڑا نہیں کر سکتا۔ یہ بات ان کے ذہن میں تھی، چنانچہ جب دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا تو انھوں نے فوراً ہی پوچھا کہ بچہ کدھر ہے؟ جواب ملا کہ وہ تو سو رہا ہے۔ پرنسپل صاحب نے سوچا کہ ضرور یہ اسی بچے کا کام ہوگا جو رات بھر جاگتا اور فون کرتا رہا ہے اور اب دن چڑھے تک پڑا سو رہا ہے۔ انہوں نے بارعب آواز میں کہا کہ اسے بلاؤ۔ جب وہ لائن پر آیا تو انہوں نے اسی رعب دار لہجے میں فوراً اسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ مان گیا کہ جی میں نے ہی فون کیا تھا۔ وہ اللہ کا بندہ ہمارا ایک کلاس فیلو نکلا، جو جامعہ کی پہلی جماعت میں ہمارے ساتھ پڑھتا تھا اور پھر کسی دوسرے مدرسے میں چلا گیا تھا۔ اس رات وہ اپنی ہمشیرہ کے گھر آیا تھا، جہاں فون بھی میسر تھا اور اسے نیند بھی نہیں آ رہی تھی، چنانچہ اس نے کوئی شرارت کرنے کا سوچا مگر شرارت ایسی کی کہ ایک پورے گھر اور اسکے سارے رشتہ داروں کو ہلا کے رکھ دیا۔ ادھر جامعہ میں کتنے ہی طلبا کو پریشان کیا۔ بعد میں اس نے انتہائی شرمندگی کا اظہار کیا اور کہا کہ اس کو اندازہ نہیں تھا کہ اس کے اس مذاق سے اتنا بڑا سنگین اور خوفناک مسئلہ بن جائے گا۔ آج کل وہ لاہور کے ایک بڑے اشاعتی ادارے میں ہوتے ہیں، پھر اس کے کوئی دو سال بعد والد صاحب بیمار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین۔

پیارے بچو! دیکھا آپ نے کہ بظاہر ایک معمولی سا لگنے والے مذاق نے کتنے لوگوں کو پریشانی اور اذیت میں ڈال دیا تھا حالانکہ ہمارے پیارے نبی نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا اور ہمیں بھی ہمیشہ سچ بولنے کا حکم دیا ہے، بلکہ انہوں نے تو مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جونہی اپریل کا مہینا آتا ہے تو اس کی پہلی تاریخ کو اپریل فول کے نام سے بے شمار لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ ایسے ہی خوفناک مذاق کر کے کئی لوگوں کی زندگی میں پریشانی کا زہر گھول دیتے ہیں، جونہی یہ دن آتا ہے، کئی ایسے واقعات بھی اخبارات میں آتے ہیں کہ کسی باپ کو یا بیٹے کو اس کے کسی دوست نے مذاق ہی مذاق میں اس کے بیٹے یا باپ کے مرنے کی خبر دی تو وہ اس خبر کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا، یعنی مذاق ہی مذاق میں مرنے کی بات بالآخر سچ ہو جاتی ہے۔

آیئے وعدہ کیجیے کہ آپ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولیں گے اور ایسا مذاق تو بالکل بھی نہیں کریں گے جس میں جھوٹ شامل ہو اور جس سے دوسرے مسلمان کو کسی بھی قسم کی پریشانی ہو۔

آپ جانتے ہی ہیں نا کہ سچا مسلمان وہ ہوتا ہے جس کی زبان سے یا اس کے شروع کر دی اہے۔ ہمیں ضرور بتایئے گا۔ اللہ آپ کو بہت ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ امید ہے آپ ضرور سچا مسلمان بننے کی کوشش کریں گے۔ کس کس بچے نے یہ کوششبہت خوش رکھے اور ہمیشہ آپ سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

پودینہ ایک مفید چیز

دوستو! آپ سب نے پودینہ ضرور دیکھا ہوگا۔ اکثر بچوں نے کھایا بھی ہوگا۔ بدہضمی میں اس پودینے کا قہوہ استعمال کرنے سے بدہضمی دور ہو جاتی ہے۔ 100 گرام پودینے میں تقریباً 14 ملی گرام سے زیادہ آئرن اور 2700 یونٹ وٹامن A اور بہت سے دوسرے وٹامنز ہوتے ہیں۔ جرمنی اور روس میں پودینے پر ریسرچ کی گئی تو یہ بات سامنے آئی کہ یہ السر اور پھیپھڑوں کے لیے بے حد مفید اور یہ بہترین ہے۔ اس وجہ سے کھانا جلد ہضم کر دیتا ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کا روغن ہے، جو ہیضہ کے مرض میں فائدہ دیتا ہے۔

پودینہ منتھول (Menthol کیمیائی مادہ عموماً خوراک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔) حاصل کرنے کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔ جو ہماری مختلف مصنوعات میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ٹوتھ پیسٹ، ماؤتھ واش، باتھ آئلز اور ٹافی وغیرہ۔ نیز دوائیں جو درد میں سکون دیتی ہیں، ان میں بھی منتھول کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ پودینہ جسم سے گیس اور فاسد مادوں کے اخراج کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔ جسم میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ سے اس کا استعمال کافی حد تک بچاتا ہے۔ اگر قہوہ بنانا ہو تو اس کا یہ طریقہ ہے۔ پودینہ، پانچ پتے، سبز الائچی چھ عدد، سونف ایک چائے کا چمچ، دیگچی میں دو کپ پانی لیں اور اس میں پودینہ اور الائچی ڈال کر پکائیں۔ جب ابالا آ جائے تو سونف بھی شامل کر دیں۔ یہ پانی چھان کر اپنے پاس رکھیں۔ وقفے وقفے سے مریض کو پلائیں۔ یہ قہوہ نہ صرف نظام انہظام کو بہتر کرے گا، بلکہ فاسد مادوں کا اخراج بھی کرے گا۔

(ارسلان احمد۔ میاں چنوں)

بقیہ صفحہ 9

منگوائیں اور کہا: "یہ تحفے اور یہ اشرفیاں میری طرف سے شاعر رسول ﷺ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دینا اور میرا سلام عرض کرنا۔" یہ کہہ کر جبلہ نے سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کیا۔

سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ روم سے واپس ہو کر جب مدینہ پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ساری روداد سنائی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جبلہ پھر مسلمان ہونے کے لیے بے چین ہے لیکن اس کی دو شرطیں ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "جثامہ! تمہیں اس کی دونوں شرطیں منظور کر لینی تھیں۔ دیکھو! وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ ہم اگر اسے نامزد بھی کر دیں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ موت کا کیا پتہ! نہ جانے کس وقت آ جائے؟ اللہ کا بندہ اس کے عذاب سے بچ جائے اور ہمیں اس سلسلے میں کچھ صلہ مل جائے، یہ ہمارے لیے بہت سعادت کی بات ہے۔"

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے پاس پھر ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے کہہ دیا کہ پہلے جبلہ سے ملنا اور وہ جو شرطیں پیش کرے، منظور کر لینا اور اسے مسلمان کر کے مدینہ لے آنا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قاصد جس وقت روم پہنچا تو اس نے دیکھا کہ شہر عظیم کے گیٹ سے ایک جنازہ بڑی دھوم سے نکل رہا تھا۔ بڑی تعداد میں امراء لوگ جنازے کے ساتھ تھے اور سرکاری پروٹوکول سے جنازے کو لے جایا جا رہا تھا۔ قاصد نے کسی سے پوچھا: "کس کا جنازہ ہے؟" جواب ملا: "جبلہ ابن ایہم غسان کے بادشاہ کا۔"

"انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر قاصد جبلہ کی بدنصیبی پر بڑے افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے رہ گیا۔

بدنصیب شاہ غسان کا قصہ ختم ہوا۔ اگرچہ وہ دوبارہ مسلمان نہ ہو سکا مگر اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری نعمتوں کے مہیا ہونے کے باوجود جس چیز کا نام "حقیقی چین" ہے وہ اسے حاصل نہ ہو سکا۔ مرتد ہونے کے بعد جس سکون کی اسے تلاش تھی، وہ پھر نہ پا سکا۔ وہ روم کے محلوں اور پریوں کے جھرمٹ میں اور ہر طرح کی نعمت ہونے کے باوجود بھی مدینہ کی سادہ زندگی کو یاد کر کے رویا کرتا تھا۔

موبائل فون
بنا ریموٹ کنٹرول

اب موبائل کا کام اب صرف روابط رکھنے تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ ان میں پیش کی گئی جدید ترین ٹیکنالوجیز کے ذریعے اب اور بھی بہت سی سہولیات سے مستفید ہوا جاسکتا ہے۔ حال ہی میں موبائل فون تیار کرنے والی ایک کمپنی نے اس میں نئی سہولت متعارف کروائی ہے جس کے ذریعے آپ اگر آرام دہ کرسی پر بیٹھے آرام کررہے ہیں تو اٹھ کر کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا۔ یعنی اب آپ اس موبائل کے ذریعے کھڑکیوں پر پڑے پردوں کو اکٹھا کرسکتے ہیں یا پھر زیادہ دھوپ آنے پر انہیں پھر سے برابر کرسکتے ہیں۔

موبائل کو ریموٹ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے چولہے کی آگ بند کرسکتے ہیں۔ اس موبائل کی سہولت کا اندازہ آپ یہاں سے لگاسکتے ہیں کہ ایک بٹن دبانے سے آپ مشروب بھی گلاس میں انڈیل سکتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی ایسا تصور کیا ہوگا کہ آرام سے کرسی پر بیٹھ کر آرام کریں اور موبائل کے ذریعے گھر کی ہر شے کو کنٹرول کریں۔ اس کے لیے آپ کو صرف ایک آئی فون کی ضرورت ہوگی جس میں یہ ایپلی کیشن متعارف کروائی جارہی ہے جس کے ذریعے آپ ٹچ سسٹم کے ساتھ کمرے کی روشنیاں بجھا سکتے ہیں یا پھر اپنے ایف ایم ریڈیو کو بند بھی کرسکتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس فون کے ذریعے بس ایک کلک کرنا ہوگی اور آپ کا فلیٹ ٹی وی وائرلیس ویب کیم سے منسلک ہوجائے گا۔ اب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ چولہے پر رکھا ہوا سالن تو نہیں جل رہا یا پھر ننھا بچہ اپنا ہوم ورک کررہا ہے یا نہیں۔ اب تک ایسا صرف نہایت مہنگے وائی فائی سسٹم کے ذریعے ہوتا تھا لیکن اب نہایت مناسب قیمت میں آپ اپنے موبائل کے ذریعے ہی یہ سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔ اس نئی ایپلی کیشن کا نام ایسشنٹ زون ہے جسے کسی بھی آئی فون میں استعمال کرکے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔
اس سہولت کو خاص طور پر معذور افراد کے لیے بہترین قرار دیا گیا ہے جن کے لیے ادھر ادھر حرکت کرنا مشکل ہوتا ہے اور وہ گھنٹوں کسی کے آنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں تاکہ ان کی مدد کی جاسکے۔ اس کے لیے آپ کو صرف ایک کنٹرول باکس اور نیٹ ورک ایمپلی فائر خریدنا ہوگا اور اس کی مدد سے آپ کا آئی فون اس قابل ہوجائے گا کہ دوسرے کمرے میں رونما ہونے والے واقعات کو دیکھا جاسکے یا چھوٹے چھوٹے کام اس موبائل کی ٹچ سکرین کے ذریعے انجام دیے جاسکیں۔ اس کے علاوہ جب آپ کے دروازے کی گھنٹی بجے گی تو آپ کے موبائل پر ویڈیو شروع ہوجائے گی جس کے ذریعے آپ جان لیں گے کہ کون آیا ہے پھر جسے آپ گھر لانا چاہیں گے اس کے لئے موبائل پر کلک کرنے سے ہی دروازہ کھل جائے گا۔



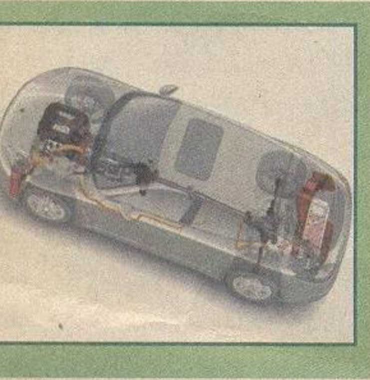




محافظ کار

گاڑی میں سفر سے اگرچہ بہت آسانیاں ملی ہیں' انسان دنوں کا سفر گھنٹوں اور مہینوں کا دنوں میں طے کرنے میں کامیاب ہوا۔ مگر اس تیز رفتاری میں حادثات کثرت سے ہونے لگے ہیں' سائنسدانوں نے ایسی ایمرجنسی کی صورت میں ایک پروگرام تیار کرلیا ہے۔

کسی بھی ایمرجنسی کے دوران محفوظ ڈرائیونگ کرکے کار میں موجود شخص یا ڈرائیور کو گھر تک پہنچائے گی۔ اس پروگرام میں صلاحیت ہوگی کہ یہ زیادہ ٹریفک یا ایمرجنسی حالات میں ڈرائیونگ کو خود کنٹرول کرے تاکہ حادثے کا خدشہ نہ رہے۔
اس ریسرچ کے معاون لیڈ روبز لے سنائیڈر کا کہنا ہے کہ اس میں ہم نے ایسا کمپیوٹر پروگرام فٹ کیا ہے جو وہی سمجھے



گا جو اسے ویڈیو کیمرہ دکھائے گا اور وہ اسی مناسبت سے گاڑی کو ڈرائیو کرتے ہوئے گھر تک پہنچائے گا۔ سنائیڈر کہتے ہیں کہ اس ریسرچ کے بہت اچھے اور بہترین فوائد سامنے آئے ہیں اور اسے مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعے نئے آٹو موبائل سیفٹی کی سہولیات بھی سامنے آئیں گی جس سے رش میں محفوظ ڈرائیونگ کرنا' کار کو لین میں رکھنا اور اس طرح کے کاموں کو آسانی سے انجام دیا جاسکے گا۔ سب سے زیادہ فائدہ مریضوں کو ہوگا کیونکہ اگر کسی کو ہارٹ اٹیک ہوجائے' ڈرائیور گاڑی چلاتے ہوئے سو جائے' حادثے میں بے ہوش ہوجائے یا پھر اسے ذیابیطس کا دورہ پڑجائے تو جس گاڑی میں یہ سسٹم ہوگا وہ ڈرائیور کو بحفاظت گھر تک پہنچائے گی۔ اس سسٹم کے لیے یوں تو خاص طرز کی گاڑیاں تیار ہوں گی۔ تاہم اسے کسی عام گاڑی میں بھی لگایا جاسکتا ہے اور حادثات سے بچاؤ کے اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان
94 2 جمادی الثانی 1432ھ 6 مئی 2011ء

لاج رکھ لی

هزار دینار کی تھیلی



قیمت 5 روپے

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

"اے پیغمبر ﷺ! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا' بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور جو (کتاب) آپ کو آپکے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کیے جانا۔ بے شک اللہ آپکے سب عملوں سے باخبر ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا اور اللہ کافی ہے کارساز۔" (سورۃ الاحزاب)

(مہرین ادریس۔ اوکاڑہ)

حدیثِ نبوی ﷺ

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے حق مسلمان پر چھ ہیں۔ جب تو اس سے ملے تو سلام کہہ' جب وہ تجھے بلائے تو اس کے پاس جا' جب تجھ سے خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کر' جب اسے چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اسے (یرحمک اللہ) کہہ' جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کر اور جب وہ فوت ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔" (صحیح مسلم)

(زبیر بن خالد مرجالوی)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو! گرمیوں کا موسم شدت اختیار کر رہا ہے۔ مکھی اور مچھر کی بہتات ہے۔ جب گرمی شدید ہو جائے گی تو مکھی اور مچھر مر جائیں گے۔ یہ تو مر جائیں گے۔ مگر گرمی کی شدت میں آپ کو احتیاط کرنا ہوگی۔ باہر نکلیں تو سر ڈھانپ کر نکلیں۔ گرمی سے بچیں اچھے اچھے شربت پئیں۔ اپنی امی کو کہیں کہ گھر میں شربت بنا لے۔ اس کی کیا ہی بات ہے۔ بازار کے شربتوں میں ذائقے کا اسینس یعنی کیمیکل ملا دیا جاتا ہے۔ جو صحت کے لیے تباہ کن ہے۔ کینسر بھی انہی کیمیکلز سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح چینی کی جگہ پرسکرین جیسا کیمیکل شامل کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی صحت کے لیے تباہ کن ہے۔

بازار میں ہر ذائقے کے اسینس مل جاتے ہیں۔ مالٹا' آم' بادام وغیرہ۔

مگر گھر جو شربت بنے گا وہ اصلی بادام کا بنے گا۔ صندل کا بنے گا تو اس میں صندل کی خوشبودار لکڑی کا برادہ شامل ہوگا۔ بزوری بنے گا تو اس میں تمام دوائیاں اور اجزاء شامل ہوں گے۔ یہ شربت معدے اور جگر کے لیے انتہائی مفید ہوتے ہیں۔

کیا ستم ہو گیا ہمارے معاشرے پر کہ یورپ کی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے سوڈا واٹر کے مشروب ایجاد کر دیئے۔ پیپسی کولا عام ہو گیا۔ بچے شوق سے پیتے ہیں۔ مہمانوں کے سامنے بھی یہی سوڈا واٹر کی بوتلیں۔

یاد رکھیے! معدے' جگر کی بیماریاں' یرقان اور السر وغیرہ سب انہی بوتلوں اور کیمیکلز کا نتیجہ ہے۔

پیارے بچو! لسّی بہت اچھا مشروب ہے۔ آہ! یہ دیسی مشروب ہم سے چھن گئے۔ ڈبہ پیک سسٹم شروع ہو گیا۔ ہر شے جو ڈبے میں پیک ہوتی ہے وہ دودھ ہو یا جوس سب کیمیکلز سے محفوظ کیے جاتے ہیں۔ ان سب سے جس قدر بچاؤ ممکن ہو وہ کرنا چاہیے۔ صحت ٹھیک رہے گی۔ ان شاء اللہ

گرمیوں کے آغاز میں مکھی اور مچھر بڑا ستاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان ستانے والے پتنگوں کا ذکر کر کے فرمایا: کہ اگر اللہ کے ہاں اگر اس دنیا کی حیثیت مکھی اور مچھر کے پر جتنی بھی ہوتی تو اللہ کسی کافر کو پانی کا گھونٹ بھی نہ دیتا۔ یہ دونوں مکھی اور مچھر گندی جگہوں پر پلتے اور بیٹھتے ہیں۔ انسانوں کو ستاتے ہیں۔ اللہ نے انہیں اس لیے ستانے کا کام سونپا ہے تاکہ بندہ جنت کی زندگی کو یاد رکھے اور سوچ لے کہ اس دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی' اپنے رسول ﷺ کی اور اپنے رضامندی کے مقام جنت حاصل کرنے کی محنت عطا فرمائے اور گرمیوں سے یہ سبق سیکھنے کی توفیق دے کہ جہنم کی گرمی کس قدر شدید ہوگی؟

آپکا خیر خواہ

امیر بابا

چیف ایڈیٹر روضۃ الاطفال

محمد الیاس حامد ایڈیٹر روضۃ الاطفال
ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857
خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-37150890

لاج رکھ لی

سمیرا شفقت بنت ڈاکٹر شفقت سلیم۔ کچہ پکہ قصور

ابن عساکر اپنی کتاب ''تاریخ دمشق'' میں ابومسلم اور ام مسلم کی داستان بیان کرتے ہیں:

ام مسلم نے اپنے خاوند ابومسلم سے کہا کہ سردی کا موسم آ گیا ہے' ہمارے پاس مناسب لباس' کھانا' سالن' جوتا اور ایندھن نہیں ہے۔

ابومسلم نے کہا: اے ام مسلم! تجھے کیا چاہیے؟

انہوں نے کہا آپ امیر معاویہ کے پاس جائیں' انہیں اپنی ضروریات سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کہا: مجھے غیر اللہ سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ بیوی نے اس معاملے میں جب اصرار کیا تو کہنے لگے افسوس یہ دن بھی دیکھنے تھے۔ اچھا میں کچھ کرتا ہوں۔ آپ مسجد میں گئے۔ دن بھر وہاں رہے' جب لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مسجد بالکل خالی ہوگئی تو دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے:

''الٰہی تو میرے حالات کو جانتا ہے۔ الٰہی تو نے ام مسلم کی بات کو سن لیا ہے' وہ مجھے امیر معاویہ کے پاس جانے کے لیے زور دے رہی ہے جبکہ دنیا کے تمام خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔ امیر معاویہ تیری ہی مخلوق کا ایک فرد ہے۔ الٰہی میں تیری بارگاہ میں خیر کثیر کا طالب ہوں۔ میری مدد فرما۔ میری جھولی بھر دے۔ الٰہی تیرے خزانے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ تیری خیر و برکت میں کبھی کمی نہیں آئے گی۔ یہ بات تیرے علم میں ہے کہ میں تجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اگر تو مجھے عطا کر دے تو میں تیری بہت حمد و ثنا بیان کروں گا اور اگر تو مجھے نہ دے پھر بھی تیری کثرت سے حمد و ثناء کروں گا۔''

امیر معاویہ کے خاندان کا ایک شخص ان کی یہ سرگوشیاں سن رہا تھا۔ اس نے امیر معاویہ کے پاس جا کر جو کچھ سنا وہ بتا دیا۔

امیر معاویہ نے اس کی باتیں سن کر کہا کیا تم جانتے ہو وہ شخص کون ہے؟ اس نے کہا یہ ابومسلم الخولانی ہیں۔ پوچھا: کیا تم نے وہ چیزیں شمار کر لی تھیں جو انہوں نے اپنی دعا میں طلب کیں۔ اس نے کہا: ہاں امیر المؤمنین! فرمایا! اس سے دگنی چیزیں اسی وقت اس کے گھر پہنچا دو۔

ام مسلم نے جب ڈھیر ساری چیزیں دیکھیں تو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں۔ کہنے لگیں: اپنے سرتاج کو بڑی دیر سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کو کہہ رہی تھی اور وہ مسلسل انکار کر رہے تھے۔ یہ دیکھیں! ان کا وہاں جانا کتنا فائدہ مند ثابت ہوا۔ صبح کی نماز کے بعد جب ابومسلم گھر تشریف لائے تو وہ بڑے پر اعتماد تھے کہ میرا اللہ میری ضرور لاج رکھے گا۔ انہوں نے دیکھا کہ گھر اشیاء سے بھرا پڑا ہے۔

ام مسلم نے شوہر کو دیکھتے ہی کہا:

یہ دیکھئے امیر المؤمنین نے آپ کے لیے کتنے تحائف بھیجے ہیں۔ تو آپ نے جواباً کہا:

''اللہ کی بندی تجھے کیا ہو گیا ہے تو نے اللہ رازق کا شکر ادا نہ کر کے اس کی نعمتوں کی ناقدری کی ہے۔ سنو! اللہ کی قسم! میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر گیا ہی نہیں اور نہ ہی میں نے اس کے دربان سے اپنی کسی ضرورت کا تذکرہ کیا ہے اور نہ ہی میں نے اس کی خدمت میں کوئی درخواست پیش کی ہے۔ یہ سب کچھ تو اللہ کی دین ہے اور سب تعریفیں اسی کی ہیں۔

اس موقع پر ام مسلم کو اندازہ ہوا کہ ابومسلم توکل کی تعلیم دینے کا کتنا شوق رکھتے ہیں۔

بس پھر اسی دن سے انہوں نے اپنے شوہر سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ ان کا اپنے اللہ پر توکل مزید بڑھ گیا۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ:

''انسان کو جب بھی کوئی ضرورت یا حاجت پیش آئے تو محض اپنے اللہ سے رجوع کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ ''جو اللہ سے ڈر جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔'' (سورۃ الطلاق۔2)

اس طرح اللہ نے اپنے نیک بندے کی لاج رکھ لی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اور ان کی زندگی میں آیا۔ جب ان کے اللہ نے انہیں اپنی بیوی کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیا۔

ایک مرتبہ ام مسلم نے اپنے شوہر کو آٹا خریدنے کے لیے ایک درہم دیا۔ جو انہوں نے سوت کات کر کمایا۔ تاکہ وہ بازار سے آٹا لے آئیں لیکن انہوں نے وہ درہم ایک سوالی کے حوالے کر دیا جو ان سے بار بار بڑی لجاجت کا مظاہرہ کر رہا تھا اور تھیلے میں لکڑی کا بورا اور مٹی ڈال کر گھر تشریف لے آئے۔ چپکے سے تھیلا دروازے کی اوٹ میں رکھ کر کام میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب گھر تشریف لائے تو بیوی نے ان کے سامنے دسترخوان پر روٹیاں رکھ دیں۔

حیران ہو کر پوچھا یہ روٹیاں کہاں سے آئیں؟ ام مسلم نے جواب دیا: میں نے یہ روٹیاں اسی آٹے سے تیار کی ہیں جو آپ دن کے وقت لے کر آئے تھے۔ یہ بات سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ روٹی بھی کھا رہے تھے اور ساتھ ساتھ رو بھی رہے تھے۔ واقعی اللہ نے ان کی لاج رکھ لی تھی۔

زیر نظر تصویر ننھے ساتھی علی احمد بن عبدالماجد (برانڈرتھ روڈ لاہور) کے غلے کی ہے جس میں اس ساتھی نے اپنا جیب خرچ جمع کر کے 830 روپے تک کی رقم غلبہ اسلام کی تحریک میں جمع کروائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ننھے بھائی کے علم و عمل میں اضافہ کر کے اپنے راستے کا عظیم سپاہی بنائے۔ آمین



رحم دل سردار

قاری عبدالودود عاصم

اگرچہ وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا' مگر وہ ایک غریب شخص تھا۔ اس کا قبیلہ ایک جنگل کے قریب ایک چھوٹی سی بستی میں رہتا تھا۔ یہ بستی چھوٹی ضرور تھی مگر قدرتی حسن سے مالا مال تھی۔ چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ جبکہ اونچے اور گھنے درخت اس بستی کو خوبصورتی کو چار چاند لگاتے تھے۔ کہیں کہیں رنگ برنگے پھول اس کی فضا میں یوں خوشبو بکھیر دیتے تھے جیسے کسی نے عطر چھڑک دیا ہو۔ مزید یہ کہ چشموں کا میٹھا پانی ان کے لیے اللہ کی طرف سے ایک ایسی نعمت تھی جس کے لیے وہ جتنا شکر ادا کریں کم تھا۔ اس بستی میں اگر کوئی کمی تھی تو وہ یہ کہ یہاں سوائے بھیڑ بکریاں پالنے کے اور کوئی ذریعہ روزگار نہیں تھا۔ قبیلے کے سبھی لوگ زیادہ تر قریبی جنگل سے ہی روزی کماتے تھے۔ کوئی لکڑیاں کاٹتا تو کوئی جانوروں کا شکار کرتا اور کوئی نادر و نایاب جڑی بوٹیاں تلاش کرتا۔ یوں یہ لوگ تنگ دستی کے باوجود ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے۔

قبیلے کے تقریباً ہر گھر میں سواری کے لیے کم از کم ایک گھوڑا بھی تھا لیکن قبیلے کے سردار کا گھوڑا نہ صرف بہت خوبصورت تھا بلکہ انتہائی سبک رفتار بھی تھا۔ وہ اکثر اس گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی سیر بھی کرتا تھا اور شکار بھی اور یوں اس کا گزارا چل رہا تھا۔

ایک دن جی ہاں ایک دن جب وہ شکار کو نکلا تو اس کا دل عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ جنگل وہی تھا۔ سبزہ وہی تھا' درخت وہی تھے یعنی باہر کا سارا منظر پہلے جیسا ہی تھا مگر اس کے اندر کا منظر کچھ اور ہی تھا۔ تاہم اس نے اس طرف زیادہ دھیان نہ دیا اور شکار کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ کافی دور نکل گیا کہ اچانک اس نے کیا دیکھا کہ ایک ہرنی اور اس کا ننھا منا سا خوبصورت بچہ دنیا و مافیہا سے بے خبر گھاس چر رہے ہیں۔ اس نے اپنے تیز رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چند ہی لمحوں میں ان کے قریب پہنچ گیا مگر جیسے ہی ہرنی اور اس کے بچے نے سردار کو اپنی طرف آتے دیکھا دونوں ماں بیٹا گھبرا کر اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ماں تو طاقتور' توانا اور پھرتیلی تھی' لمبی لمبی چھلانگیں لگاتی ہوئی تیزی کے ساتھ گھنی جھاڑیوں میں چھپ گئی مگر اس کا بچہ ابھی کم سن' کمزور اور ناتجربہ کار تھا۔ اسے اس قسم کی صورتحال پہلی دفعہ پیش آئی تھی۔ اس نے بھی اگرچہ ماں کی چھلانگ کے ساتھ چھلانگ ملانے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ ناکام رہا اور یوں سردار جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے گھوڑے کو روکا' نیچے اترا اور دو چار لمبے ڈگ بھرنے کے بعد ہرنی کے نرم و نازک بچے کو اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔

ہرنی اگرچہ جھاڑیوں میں جا چھپی تھی مگر جب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ اس کا بیٹا' اس کا لخت جگر اور اس کی آنکھوں کا تارا اس کے ہمراہ نہیں ہے تو خوفزدہ ہو کر رک گئی اور جب اس نے جھاڑیوں کی اوٹ سے سردار کو اپنا بیٹا اٹھاتے دیکھا تو اس کا رواں رواں کانپ اٹھا مگر اس لمحے وہ کیا کر سکتی تھی۔

سردار نے جیسے ہی ہرنی کے بچے کو بازوؤں میں لیا' اسے وہ انتہائی نرم و گداز محسوس ہوا۔ اگرچہ سردار کو اس بات کا غم تھا کہ اصل شکار اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ تاہم اس نے اس بچے کو بھی غنیمت سمجھا اور گھوڑے پر ڈال کر گھر کی راہ لی۔ کیونکہ ایک تو شام ہو چلی تھی' دوسرے وہ دن بھر شکار کی تلاش میں ادھر ادھر مارا مارا پھرنے کے بعد تھک بھی چکا تھا۔

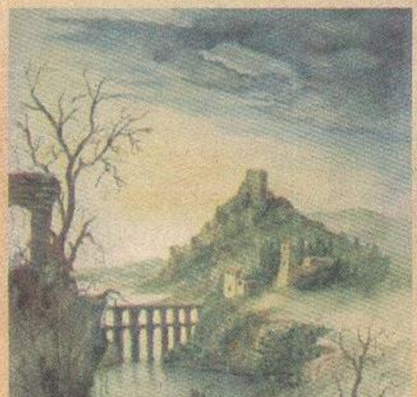
اب وہ ہرنی کا خوبصورت بچہ گھوڑے پر بٹھائے تھکاوٹ اور فکر مندی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ خراماں خراماں گھر کی جانب چل پڑا۔ اس کا گھوڑا اب چھوئے کی چال چل رہا تھا کہ اچانک اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ اس کا دل دہل سا گیا۔ اس نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ جان کر اس کی حیرانی کی حد نہ رہی کہ ہرنی کے اس چھوٹے سے نازک بچے کی غمزدہ ممتا کی ماری بدنصیب ماں بلاخوف وخطر آہستہ آہستہ پیچھے چلی آ رہی ہے۔ ہرنی کا سارا وجود غم و الم اور التجا و فریاد کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اس کے جسم کا انگ انگ رحم رحم پکار رہا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کی جدائی سے بے قرار اور بے چین تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ملتجی نگاہوں سے بار بار کہہ رہی ہو..... خدارا! میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ یہ میرا بچہ ہے۔ اسے میرے حوالے کر دو۔''

غریب قبیلے کا غریب سردار زیادہ دیر تک ہرنی کی اس کیفیت کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کا جی بھر آیا۔ زندگی میں پہلی بار اسے ایسا لگا جیسے اس نے کوئی بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ اس نے آج کوئی اچھا کام نہیں کیا اور پھر یکایک اسے کیا سوجھی کہ اس نے خلاف توقع ہرنی کے بچے کو آزاد کر دیا۔ بچہ خوش خوش نازک اور کمزور سی ٹانگوں کے ساتھ چھلانگیں لگاتا ہوا اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔ ماں نے اسے پیار کیا گلے لگایا۔ چاٹا اور بہت مطمئن' توانا اور مسرور دکھائی دینے لگی۔

اب وہ اپنے بچے کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑی۔ مگر قبیلے کا سردار سکون اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ وہاں کھڑا ہرنی اور اس کے بچے کو جنگل کی طرف جاتا دیکھتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ ہرنی بار بار پلٹ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ اس کی رحم دلی کا زبان حال سے شکریہ ادا کر رہی ہو۔ جب وہ گھنے جنگل کے گھنے پیڑوں میں چھپ گئی تو سردار نے ایک خاص قسم کا اطمینان قلب محسوس کیا۔ اسے ایسا لگا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے کندھوں سے اتر گیا ہے۔ اب اسے اپنا وجود انتہائی ہلکا اور لطیف لگا۔ دل ربا کیفیت کے اس عالم میں اس نے گھر کی راہ لی۔

دن بھر کا تھکا ہارا سردار گھر پہنچا تو اسے کسی قسم کا کوئی افسوس نہیں تھا۔ رات کو اسے گہری اور پرسکون نیند آئی۔ اس نے رات کے پچھلے پہر ایک خواب دیکھا۔ ایک سہانا خواب جو بے نظیر بھی تھا اور بے مثال بھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے ہادیٔ کون و مکاں سردار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے چہرۂ انور کے ساتھ موجود ہیں اور اس سے کہہ رہے ہیں:

''اے امیر سبکتگین! تم نے آج ہرنی اور اس کے بچے پر رحم کیا۔ تمہارا یہ عمل رب رحمٰن و رحیم کو از حد پسند آیا۔ تم عنقریب بادشاہ بنا دیے جاؤ گے لیکن بادشاہ بننے کے بعد مغرور مت



ہو جانا اور اپنی رعایا کے ساتھ رحم دلی اور مہربانی کا سلوک کرنا۔''

اس کے بعد قبیلے کے غریب سردار امیر سبکتگین کی آنکھ کھل گئی اور تاریخ گواہ ہے کہ بہت ہی جلد اس خواب کو تعبیر ملی اور ایک معمولی قبیلے کا غریب سردار ایک غیر معمولی سلطنت غزنی کا ایک غیر معمولی سلطان بنا۔

آئیں مسجد کے آداب سیکھیں

ابوبکر صدیق' گاؤں رنگلہ واھنڈو

مساجد اللہ کا گھر ہیں اور توحید کا گہوارہ ہیں۔ وہاں اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا جائز نہیں۔ مساجد کی عزت اور تعظیم کے لیے کچھ آداب کو پیش رکھنا ضروری ہے۔

1- مساجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھنا چاہیے اور یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

''یا اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' (مسلم)

2- مسجد میں فضول باتوں سے پرہیز کیا جائے' بدن اور لباس پاک صاف ہو' بہتر ہے کہ گھر سے مسجد میں باوضو ہو کر جائیں۔

3- مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا سنت ہے' اس کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ فرض نماز مسجد میں پڑھنا واجب ہے' بلاعذر گھر میں نماز نہیں ہوتی۔

4- جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے سامنے سے گزرنا منع ہے۔

5- مسجدوں کو پاک صاف رکھنا اور گرد و غبار جھاڑنا مسلمانوں کے ذمہ ہے۔

6- مسجد میں بدبودار چیزوں کا لے جانا منع ہے۔ اگر کوئی ناگوار بدبو والی چیز کھائی ہو مثلاً لہسن یا پیاز تو منہ کو مسواک یا ٹوتھ پیسٹ کے ذریعے صاف کر لینا چاہیے' مسجد میں خوشبو لگا کر جانا چاہیے۔

7- مسجد میں خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

8- مسجد میں تھوکنا یا ناک صاف کر کے فضلہ پھینکنا منع ہے۔

9- مسجد میں دیر سے آنے والوں کو اگلی صف میں جانے کے لیے لوگوں کے کندھے پھلانگ کر جانا ممنوع ہے کیونکہ اس سے پہلے آنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

10- جب دوسرے لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو بلند آواز سے ذکر کرنا حتیٰ کہ تلاوت قرآن بھی منع ہے کیونکہ اس سے دوسروں کی عبادت میں خلل پڑتا ہے۔

11- مسجدوں میں کوئی ایسی گفتگو نہ کی جائے جس سے دوسروں کی تحقیر ہوتی ہو' نہ ہی کوئی ایسی حرکت کی جائے جو دوسروں کی اذیت کا باعث ہو۔

12- مسجد کا امام تقویٰ' علم اور عمل کی بناء پر مقرر کیا جانا چاہیے جو علم و عمل' تقویٰ و دینداری میں سب سے برتر ہو۔

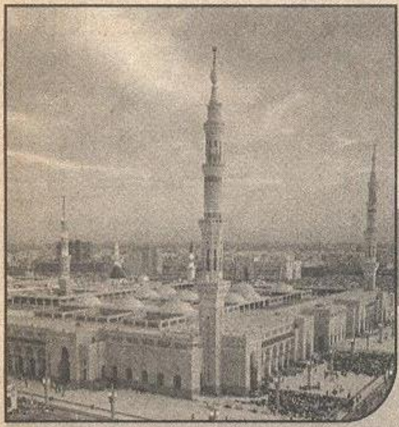
13- مسجد میں جاتے ہوئے وقار اور ادب کو مدنظر رکھا جائے' خاموشی سے داخل ہو جایئے' اگر کوئی بات کرنی پڑے تو آہستہ کی جائے' زیادہ وقت ذکر و تلاوتِ قرآن' نوافل اور نماز میں صرف کیا جائے۔

14- مسجد سے باہر نکلنے کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ

''اے اللہ! میں تیرے فضل اور رحمت کا طلب گار ہوں۔'' (مسلم)

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برقِ طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں' روح بلالیؓ نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے



مسجد نبویؐ کی تعمیر

(انتخاب: عمار شہزاد۔ 211 گ ب سمندری)

ہجرت مدینہ کے بعد نبی ﷺ کا پہلا قدم یہ تھا کہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور اس کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور بنفسِ نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک ہو گئے۔ آپ ﷺ اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے تھے:

''اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے' پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔''

یہ بھی فرماتے:

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے۔ یہ ہمارے پروردگار کی قسم زیادہ نیک اور پاکیزہ ہے۔''

آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوش و خروش اور سرگرمی میں بڑا اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے:

''اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی ﷺ کام کریں تو ہمارا یہ کام گمراہی کا کام ہوگا۔''

اس زمین میں مشرکین کی چند قبریں تھیں' کچھ ویرانہ بھی تھا۔ کھجور اور غرقد کے چند درخت بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبریں اکھڑوا دیں' ویرانہ برابر کرا دیا اور کھجوروں اور درختوں کو کاٹ کر قبلے کی جانب لگا دیا۔ اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا۔ دروازے کے بازو کے دونوں پائے پتھر کے بنائے گئے۔ دیواریں کچی اینٹ اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت پر کھجور کی شاخیں اور پتے ڈلوا دیئے گئے اور کھجور کے تنوں کے کھمبے بنا دیئے گئے۔ زمین پر ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں (چھریاں) بچھا دی گئیں۔ تین دروازے لگائے گئے۔ قبلے کی دیوار سے پچھلی دیوار تک ایک سو ہاتھ لمبائی تھی۔ چوڑائی بھی اتنی یا اس سے کچھ کم تھی۔ بنیاد تقریباً تین ہاتھ گہری تھی۔

آپ ﷺ نے مسجد کے بازو میں چند مکانات بھی تعمیر کیے جن کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کے تنوں کی کڑیاں دے کر کھجور کی شاخ اور پتوں سے بنائی گئی تھیں۔ یہی آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے حجرے تھے۔ ان حجروں کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد آپ ﷺ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے یہیں منتقل ہو گئے۔ (صحیح بخاری)

مسجد محض ادائے نماز ہی کے لیے نہ تھی' بلکہ یہ ایک یونیورسٹی تھی جس میں مسلمان اسلامی تعلیمات و ہدایت کا درس حاصل کرتے تھے اور ایک محفل تھی جس میں مدتوں جاہلی کشاکش و نفرت اور باہمی لڑائیوں سے دوچار رہنے والے قبائل کے افراد اب میل محبت سے مل جل رہے تھے۔ نیز یہ ایک مرکز تھا جہاں سے اس ننھی سی ریاست کا سارا نظام چلایا جاتا تھا اور مختلف قسم کی مہمیں بھیجی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں اس کی حیثیت ایک پارلیمنٹ کی بھی تھی جس میں مجلس شوریٰ اور مجلسِ انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوا کرتے تھے۔

ان سب کے ساتھ ساتھ یہ مسجد ہی ان فقراء مہاجرین کی ایک خاص بڑی تعداد کا مسکن تھی' جن کا وہاں پر نہ کوئی مکان تھا' نہ مال اور نہ اہل و عیال۔

پھر آغاز ہجرت ہی میں اذان بھی شروع ہوئی۔ یہ ایک لاہوتی نغمہ تھا جو روزانہ پانچ بار اُفق میں گونجتا تھا اور جس سے پورا عالم وجود لرز اٹھتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کے خواب کا واقعہ معروف ہے۔

دلچسپ و عجیب

1- اگر آپ 8 سال 7 ماہ 6 دن مسلسل شور مچاتے رہیں تو اس سے حاصل ہونے والی صوتی توانائی سے ایک کپ چائے بنائی جاسکتی ہے۔

2- انسانی دل خون کی دھار کو تیس فٹ دور تک پھینکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

3- انسانی جسم میں طاقتور ترین ہمارا پٹھہ ہماری زبان ہے۔

4- کھلی آنکھ سے چھینکنا ناممکن ہے۔

5- مگرمچھ اپنی زبان منہ سے باہر نہیں نکال سکتا۔

6- شترمرغ کی آنکھ جسامت میں اس کے دماغ سے بڑی ہوتی ہے۔

7- بلی کے ایک کان میں 32 پٹھے ہوتے ہیں۔

(محمد عثمان علی۔ کوٹ رادھا کشن)

روضہ کوئز پروگرام

روضہ کوئز پروگرام کے اس سلسلے میں وہ بچے بھی حصہ لے لیں جو کہ کم وقت کے باعث رہ گئے' اسی لیے ہم پہلے والے سوالات دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔

1- نبی کریم ﷺ نے کتنی مرتبہ حج اور کتنی بار عمرہ کیا؟

2- کون سے بدری صحابی آپ ﷺ سے زیادہ مشابہ تھے؟

3- اسلام کی پہلی شہیدہ کا نام بتائیں؟

4- رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا مسلم ملک کونسا ہے؟

5- پاکستان کی آبادی کے لحاظ سے مسلم دنیا میں کونسا نمبر ہے؟

جہاد ایک عظیم عمل

"بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کے راستے میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں، گویا وہ مضبوط دیوار ہے۔" (الصف:4)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کا مال خرید لیے ہیں (اس کے بدلے میں) کہ ان کے لیے جنت ہے۔ وہ



اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، سو دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔" (التوبۃ:111)

"اور دشمنوں کے خلاف جہاد کی بھرپور تیاری کرو۔" (الانفال:110)

"اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا اللہ کے لیے ہوجائے۔" (الانفال:39)

"اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے مقابلے میں شدت اختیار کرو۔" (التحریم۔9)

"حدیث میں ہے کہ ابوذر ؓ کہتے ہیں" میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کون سا عمل سب اعمال سے اچھا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا۔" اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔" ارشاد ہوا" جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔" (مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا:" دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں

(ابوبکر صدیق۔ رنگلہ ورہنڈو)

چھوئے گی' ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئے اور ایک وہ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہے۔" (ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا:" دو دعائیں کم ہی رد ہوتی ہیں' ایک اذان کے وقت کی دعا اور دوسری میدان جنگ کی دعا جب صفیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں۔" (ابوداؤد)

عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونا ہر چیز کا کفارہ ہو جاتا ہے' سوائے قرضے کے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:" اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے' مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔" (مسلم)

سورۃ اخلاص کی فضیلت

(ثناء مسعود۔ مدینہ فیصل آباد)

ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے روزانہ رات کو سونے سے پہلے سورہ اخلاص پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔

حضرت ابودرداء ؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" کیا تمہارے لیے ممکن نہیں کہ روزانہ رات کے وقت ایک تہائی قرآن پڑھ لیا کرو؟ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا:" ایک تہائی قرآن ہم کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" سورۃ الاخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔" (مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا کیا واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" جنت"۔ (ترمذی)

نماز فجر کی پہلی رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد" اور دوسری میں "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" پڑھنا مسنون ہے۔



ہزار دینار کی تھیلی اور شہادت

حافظ یوسف سراج

گویا تنعیم میں کوئی تماشا ہونے والا تھا۔ کیا چھوٹا اور کیا بڑا سبھی تنعیم ہی کی طرف رواں دواں تھے اور اب تو وہاں اچھا خاصا مجمع لگ گیا تھا۔ لوگ جوش، حیرت اور تجسس میں ڈوبے اس معاملے کے منتظر تھے جو کچھ ہی دیر میں یہاں ہونے والا تھا۔ وہ دھکم پیل کرتے ایک دوسرے کو ادھر ادھر دھکیلتے آگے ہی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ یہاں جو بھی واقعہ ہو، وہ اسے صاف دیکھ سکیں۔ اسی مجمع میں ایک صحت مند نوجوان بھی تھا۔ جس کے کندھے مضبوط اور سینہ چوڑا تھا۔ وہ بھی بڑی ہمت سے مجمع چیرتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور بالآخر وہ وہاں تک پہنچ گیا جہاں اگلی صفوں میں اس معاشرے کی بڑی بڑی شخصیات اور سردار بیٹھے تھے۔ ان سرداروں کے پیچھے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا میلا سا لگا ہوا تھا۔ دور تک لوگ ہی لوگ تھے۔ نوجوان نے آگے دیکھا تو وہاں اسے ایک خوبرو قیدی نظر آیا۔ کئی کڑیل جوانوں نے اسے دبوچ رکھا تھا اور اب وہ اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جس طرح تمام لوگوں کو یہ بات معلوم تھی کہ ابھی اس نوجوان کو قتل کر دیا جائے گا، بالکل اسی طرح خود نوجوان کو بھی اپنے قتل ہونے کا اچھی طرح علم تھا، مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ اپنی موت کے اتنا قریب ہو کر بھی نوجوان ذرا سا بھی پریشان یا افسردہ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ جب سامنے موت ہو تو انسان ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اور بڑوں بڑوں کا پتا پانی ہونے لگتا ہے، مگر اس نوجوان کے ہونٹوں پر ایک عجیب اطمینان بخش مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی۔ موت کے دروازے پر کھڑا مسکراتا یہ نوجوان...... حضرت خبیب ؓ تھے اور جس مجمع نے انہیں گھیر رکھا تھا وہ قریشی لوگ تھے جو اللہ کے آخری نبی ﷺ پر ایمان نہ لائے تھے اور اب اس نوجوان کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے جرم میں شہید کرنے والے تھے۔ مسلمانوں اور ان قریشیوں کے درمیان بدر کی جنگ ہوئے ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے اور اس جنگ میں اگرچہ ان قریشیوں کے پاس سپاہیوں اور اسلحہ کی کمی نہ تھی اور مقابلے میں مسلمان بہت کمزور اور کم تھے مگر قریشی پھر بھی ہار گئے تھے اور ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے۔ اب ایک تنہا نوجوان ان کے ہتھے چڑھ گیا تھا تو وہ بدر کے سارے بدلے اسی بے یار و مددگار انسان سے چکانے کا سوچ رہے تھے۔

مجمع سے عورتوں، بچوں کا شور اور کچھ لوگوں کی دبی دبی آوازیں اٹھ رہی تھیں کہ یکایک اس نوجوان کے ہونٹ ہلنے لگے۔ مجمع پر خاموشی طاری ہو گیا۔ سب نے سوچا اب ضرور یہ نوجوان منتیں کرے گا اور اپنی جان بچانے کے لیے جو بھی اسے کہا جائے گا، یہ مانتا چلا جائے گا۔ لہٰذا اس کی آہ و زاریاں اور منتیں سننے کے لیے سب ہمہ تن گوش ہو گئے مگر جب ہر طرف پھیلے شور وغوغا میں نوجوان کی باوقار آواز گونجی تو سب حیرت زدہ ہو گئے۔ جان بچانے کی کوئی بھی التجا یا درخواست کرنے کے بجائے وہ نوجوان تو بس اتنا کہہ رہا تھا:

"اگر ممکن ہو تو مرنے سے پہلے مجھے بس اتنی سی مہلت دے دو کہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں۔"

سبحان اللہ! کیا موقع تھا اور کیا مطالبہ تھا، مجمع پر سناٹا طاری ہو گیا۔ لوگ سوچنے لگے، واہ! کیا دلیر شخص ہے اور کیا اس کا اپنے عقیدے پر پختہ ایمان ہے۔ جان دے رہا ہے مگر اتنے وقار اور ایسے سکون کے ساتھ کہ اس پر ایک نہیں ہزار زندگیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ انہیں مہلت دے دی گئی اور اب وہ بہت ہی انہماک اور محبت سے نماز ادا کر رہے تھے۔ اتنی حسین نماز کہ بس کیا کہنے۔ انہوں نے نماز مکمل کی، سلام پھیرا اور پھر مجمع کی طرف رخ کر کے کہنے لگے:

"مجھے نماز تو کچھ اور زیادہ لمبی پڑھنا تھی مگر میں نے اس لیے مختصر نماز پر اکتفا کیا ہے کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سوچنے لگو کہ خبیب موت کے خوف سے لمبی لمبی نمازیں پڑھنے لگ گیا ہے۔"

ان کی اس بات سے بھی لوگوں کی حیرت بڑھ گئی ہو گئی۔ لوگ بھرے ہوئے تو پہلے ہی تھے، اب تو بالکل ہی آپے سے باہر ہو گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یکایک سارا مجمع ان پر ٹوٹ پڑا۔ انہیں فوراً جان سے نہیں مارا گیا بلکہ انھوں نے اس زندہ انسان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے شروع کر دیئے۔ کسی نے تلوار کا وار کیا اور بازو کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ کسی نے ناک پہ وار کیا اور وہ کاٹ ڈالی اور کوئی ٹانگوں پہ پل پڑا، غرض دیکھتے ہی دیکھتے ان کا ایک ایک عضو کٹ کے گرنے لگا۔ اتنا خوفناک اور اذیتناک منظر تھا اور یہ نوجوان اتنا درد سہہ رہا تھا کہ سہنا تو دور کی بات ہے کسی کو سہتے ہوئے دیکھنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ پھر اسی حال میں مجمع میں سے کسی نے پوچھا: خبیب! آج تو تم ضرور سوچ رہے ہو گے کہ کاش تمہاری جگہ تمہارا نبی محمد (ﷺ) ہوتا اور تم بچ جاتے؟"

یہ سننا تھا کہ خبیب ؓ کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔ وہ درد اور محبت سے لبریز لہجے میں بولے اور یوں لگ رہا تھا، انہیں جسم کی ایک ایک بوٹی ہونے کی اتنی تکلیف نہیں ہوئی، جتنی اس بات کی ہوئی کہ ان کی جگہ ان کا نبی یہاں شہید ہو رہا ہوتا۔ وہ تڑپ کر بولے اور اس وقت ان کے جسم سے خون کے دھارے پھوٹ رہے تھے۔ کہنے لگے:

"تم نے تو یہ بات کی ہے، اللہ کی قسم! مجھے تو اتنا بھی پسند نہیں کہ میں اپنے گھر خیر و سلامتی سے رہوں اور میرے پیارے محمد ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔"

سبحان اللہ! کیا محبت و عقیدت تھی اور کیا جذبۂ شہادت تھا۔ سیدنا خبیب ؓ کا جواب سن کر قریشی کافر اور غصے میں آ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے سیدنا خبیب ؓ کو شہید کر دیا۔ جب ان کا مبارک و مقدس لاشہ گرا تو جسم پر زخموں کے نشان اتنے زیادہ تھے کہ شمار نہ ہو سکتے تھے۔ واہ! کیا شخص تھے۔ جب لاشہ گرا تو لوگ گھروں کو لوٹ گئے اور پھر قریش کو کئی دوسرے واقعات میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا ہوا اور وہ اس شکست میں اس نوجوان کی شہادت کو بھول گئے۔ قریشی تو بھول گئے مگر وہ نوجوان جو مجمع چیرتا آگے بڑھا تھا اور اس نے اپنی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھا تھا وہ زندگی بھر یہ دلدوز واقعہ نہ بھلا سکا۔ یہ واقعہ زندگی بھر اس شخص کا پیچھا کرتا رہا۔ دن ہو یا رات، وہ سو رہے ہوں یا جاگتے ہوں، ہر وقت یہ منظر ان کی نگاہوں میں آ جایا کرتا۔ تصور ہی تصور میں وہ پرجوش اور خونخوار مجمع دیکھتے اور پھر دیکھتے کہ اس مجمع میں ایک نوجوان کمال اطمینان سے نماز ادا کر رہا ہے۔ جتنا جتنا وہ سوچتے جاتے اتنا ہی دہلتے جاتے اور بالآخر یہی واقعہ مضبوط کندھوں اور چوڑے سینے والے اس نوجوان سعید بن عامر کے قبول اسلام کا سبب بن گیا۔

سعید بن عامر!!

جی ہاں! یہ سعید بن عامر ؓ تھے اور یہی واقعہ تھا جو ساری عمر وقفوں وقفوں سے ان پر غشی طاری ہونے کا باعث بنا رہا۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ جو حمص کے گورنر تھے مگر جن کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا۔ جن سے زیادہ غریب اس علاقے میں

اور کوئی نہ تھا۔ جو بہت تندرست اور توانا تھے مگر بیوی پر رعب جمانے کی بجائے گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹادیا کرتے تھے اور جب بیوی بیمار تھیں تو آٹا تک گوندھ دیتے تھے، وہی سعید بن عامر ؓ جن کی غربت، ناداری اور مفلسی کا حال سن کر خلیفہ سیدنا عمر ؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اور ان کی داڑھی مبارک بھیگ گئی تھی۔ جو حمص کے علاقے کے گورنر اور حکمران تھے مگر جن کے گھر کئی کئی دن آگ نہ جلتی تھی۔ آگ نہ جلتی تھی تو کھانا بھی نہ پکتا تھا۔ جب ان حالات کا علم حضرت عمر ؓ کو ہوا تھا تو ان کی یہی بات انہیں رلا گئی تھی۔ سیدنا عمر ؓ خلیفہ تھے، ایسے حکمران نہ تھے جو ناداروں کی کہانیاں سن کر محض تسلی دیتے ہیں اور اٹھ کر کہیں اور چلے جاتے ہیں اور قہقہے لگاتے ہیں۔ نہیں بلکہ سیدنا عمر ؓ نے ایک تھیلی لی، اس میں پورے ایک ہزار دینار بھرے اور قاصد سے کہا:

"یہ تھیلی سعید بن عامر ؓ کو پہنچادینا۔ میرا سلام کہنا اور بتانا کہ یہ خلیفہ نے تمہارے لیے بھیجی ہے۔"

خلیفہ نے بھیجی ہے سو اب اس سے اپنے لیے کھانا خریدلو۔ گھر کو بہتر کرلو یا خادم رکھ لو بہر حال دولت موجود ہے، اب جہاں چاہو اور جیسے چاہو خرچ کرو۔ کتنے اچھے حکمران تھے اپنا گھر نہیں بھرتے تھے بلکہ ساتھیوں کا اور ناداروں کا خیال رکھتے تھے۔ پیارے ساتھیو! تھیلی مدینہ سے چلی اور حمص کے گورنر سعید بن عامر کے دروازے پہ پہنچ گئی۔

دیناروں سے بھری تھیلی گورنر... مگر مجبور اور مفلس سعید بن عامر ؓ کے ہاتھوں میں آئی۔ انہوں نے بہت خوشی سے تھامی کہ خلفیہ کی طرف سے آئی ہے اور بہت حیرت سے کھولی کہ جانے اندر کیا ہے؟ تھیلی کھلی تو اندر سونے کے سنہری چمکتے ہوئے دینار تھے اور کم نہ تھے پورے ایک ہزار تھے!!!

مگر ہزار دینار دیکھ کر جو پہلے الفاظ سعید بن عامر ؓ کے منہ سے نکلے وہ یہ تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اور جو پہلا ردعمل انہوں نے دکھایا وہ یہ تھا کہ فوراً تھیلی اپنے سے دور ہٹادی۔ ادھر بیوی کے کانوں تک ان کی پریشانی میں ڈوبی، گھبرائی ہوئی اور خوفزدہ سی آواز پہنچی تو بیوی گھبرا اٹھی کہ جانے کیا خوفناک سانحہ ہوگیا ہے، وہ تیزی سے خاوند تک آئیں اور بے ساختہ پوچھنے لگیں:

سرتاج! خیریت تو ہے؟ کیا سانحہ پیش آگیا ہے؟ اور پھر خاوند کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر خود ہی اندازہ لگانے کی کوشش کی، پوچھا سرتاج بتایئے تو..... کہیں خلیفہ تو وفات نہیں پاگئے؟ سعید بن عامر ؓ بولے، نہیں بلکہ معاملہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ بیوی کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ ان کے ذہن نے بہت تیزی سے سوچنا شروع کیا اور انہوں نے دوبارہ پوچھا: کیا کسی جہاد کے میدان میں مسلمانوں کو نقصان ہوگیا ہے؟ خاوند نے کہا: نہیں! بات اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اب بیوی نے ہار مان لی اور کوئی اندازہ لگانے کے بجائے سیدھا سیدھا پوچھ لیا، سرتاج! پھر آپ خود ہی بتادیجیے بھلا اس سے بڑی پریشانی کیا ہوسکتی ہے؟

واہ! کیا بیویاں تھیں اور کیا ان کی سوچیں تھیں۔ جن کی پریشانیوں کا آغاز خلیفہ سے شروع ہوتا تھا اور جن کے نزدیک سب سے بڑی پریشانی مسلمانوں کا میدان جہاد میں نقصان اٹھانا ہوتی تھی۔ گھر سے سودے سلف کا ختم ہونا اور کئی دن سے چولہے کا نہ جلنا ان کے نزدیک پریشانی کی بات نہ تھی۔ ہاں مگر خلیفہ اور جہاد!! اگر یہ سلامت ہیں تو بھلا اس سے بڑی پریشانی کیا ہوسکتی ہے؟

سعید بن عامر ؓ کہنے لگے اس سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ میرے گھر دنیا آگئی ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ دنیا میری آخرت کو بگاڑ نہ دے۔ کہنے لگے، اے بھلی بیگم! میرے گھر میں فتنہ آگیا ہے۔ بیوی کو دیناروں کے بارے کچھ علم نہ تھا وہ کہنے لگیں: تو آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ فتنے سے چھٹکارا حاصل کرلیجیے۔ یہ سننا تھا کہ سعید بن عامر ؓ کی آنکھوں میں چمک آگئی اور انہوں نے فوراً بیوی سے کہا پھر آپ وعدہ کریں کہ آپ اس معاملے میں میرے ساتھ تعاون اور مدد کروگی۔" بیوی نے فوراً ہامی بھرلی کہ جی میں ضرور کروں گی۔

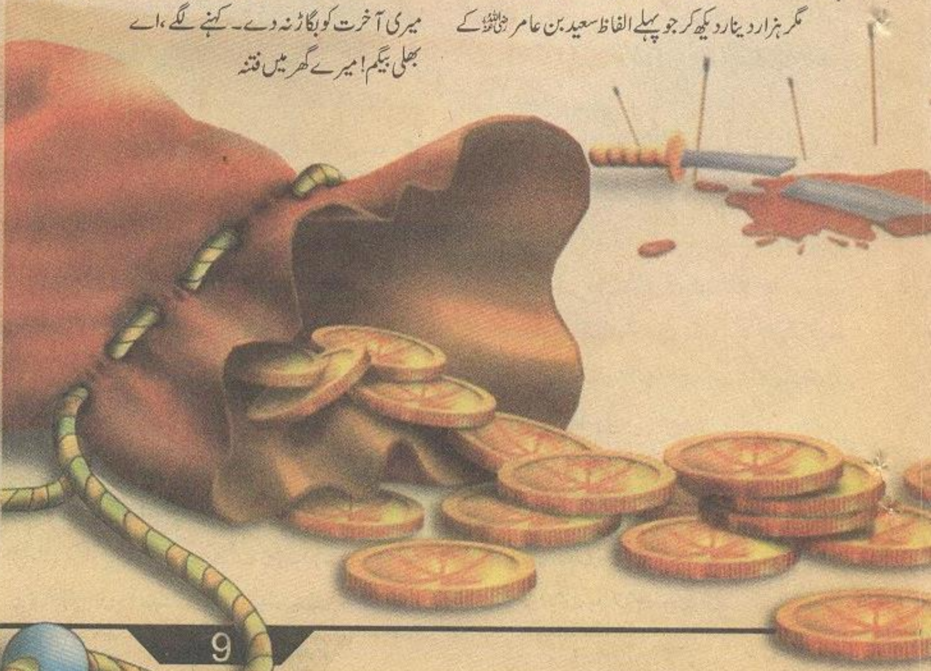
.اور پھر اس کے بعد سعید بن عامر ؓ نے 'اس سعید بن عامر نے جو خود مجبور تھے اور جو رات کو اکثر بھوکے سوجاتے تھے اور جن کے پاس کوئی خادم نہ تھا اور جن کے پاس صرف ایک ہی لباس تھا...... جی ہاں! اسی سعید بن عامر ؓ نے ہزار دینار کی تھیلی کو کھولا، دیناروں کو دوبارہ چھوٹی چھوٹی کئی تھیلیوں میں رکھا اور پھر ان ساری تھیلیوں کو محلے کے غریبوں، مسکینوں اور ناداروں میں بانٹ دیا۔ اور پھر جب اس دن کی شام ہوئی تو سعید بن عامر ؓ... گورنر سعید بن عامر کے گھر میں پھر فاقہ تھا۔ کوئی ایک بھی تھیلی اور کوئی ایک بھی دینار باقی نہ بچا تھا۔ جی ہاں، پیارے بچو! وہ ایسے ہی لوگ تھے۔ آؤ ہم بھی کچھ ایسا بننے کی کوشش کریں۔ اللہ ہماری مدد کرے۔ آمین

کشمیریوں کو سلام

میرا ان ماؤں کو سلام جنہوں نے اپنے لخت جگر اس مقصد کے لیے قربان کردیے...... ان کشمیری ماؤں بہنوں کی عزتوں کو کافروں کے چنگل سے بچانے کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑے بھیجے ہیں...... جن بہنوں کے بھائی اس مقصد کے لیے جانا چاہتے ہیں انہیں حوصلہ اور صبر سے کام لینا چاہیے۔ وہ بھی تو ہماری اپنی بہنیں اور مائیں ہیں، جن کی عزت پامال کرکے فوجی درندے مار ڈالتے ہیں۔ ان کے مردوں کو قیدی بناڈالتے ہیں۔

اخت محمد شہزاد۔ چونیاں

ہم مسلمان سکون و آرام کی زندگی آزادی سے جی رہے ہیں مگر وہاں بارود کا بازار گرم ہے۔ گولیوں کی آوازیں رات کے سناٹے میں کسی کی بھی جان لے ڈالتی ہیں۔ ڈھیروں گھر آج تک جلا کر راکھ کردیے ہیں۔ ان کافروں کے دلوں کو بچوں کی معصوم سی باتیں بھی نرم نہیں کرپاتیں۔ ان کے معصوم ہاتھ پاؤں اور چہرے بھی نظر نہیں آتے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر ایسی مہر لگادی ہے کہ وہ بہرے، گونگے اور اندھے بن چکے ہیں۔ انہیں کسی پر ترس نہیں آتا۔ ایسے میں ان ظالموں سے بدلہ لینے اور اپنے پیارے سے ساتھیوں اور ان معصوموں کو آزادی دلوانے کے لیے ہمیں اپنی سی کوششیں جاری رکھنی چاہیے۔



جب جھوٹا نبی اپنے انجام کو پہنچا

قاریہ ام حبیبہ۔ ڈیرہ راجگان چکوال

ابودسمہ وحشی بن حرب ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں قریش کے ایک سردار حبیب بن مطعم کا غلام تھا۔ غزوۂ بدر میں اس کے چچا طعیمہ کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ؓ نے قتل کیا جس سے میرے مالک کو بہت غم لاحق ہوا اور اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھائی کہ میں اپنے چچا کے قاتل سے ضرور بدلہ لوں گا۔ اس کے بعد وہ حضرت حمزہ ؓ کو قتل کرنے کے لیے گھات میں لگا رہا۔ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ قریش رسول مقدس حضرت محمد ﷺ کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور بدر کے مقتولین کا بدلہ چکانے کے لیے نئے جوش و ولولہ سے غزوہ احد کے لیے تیاری کرنے لگے۔ لشکر کو ترتیب دیا، معاونین کو جمع کیا، تیاری مکمل کی، لشکر کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے سپرد کی اور اس مہم کے لیے روانہ ہوگئے۔ ابوسفیان نے اس موقع پر قریش کی ان بیگمات کو بھی ہمراہ لے لیا جن کے خاوند، باپ یا بھائی قتل ہو چکے تھے۔ تاکہ یہ میدان جنگ میں لڑائی کرنے والوں کے حوصلے بلند کریں۔ میدان سے بھاگنے کی صورت میں یہ بیگمات راستے میں کھڑی ہو کر انہیں عار دلائیں۔

ان بیگمات میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ پیش پیش تھی۔ اس کا باپ، چچا اور بھائی غزوہ بدر میں قتل کر دیے گئے تھے۔ ابودسمہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ لشکر روانہ ہوا تو حبیب بن مطعم نے میری طرف دیکھا اور کہا: ابودسمہ کیا تو غلامی سے چھٹکارا چاہتا ہے؟ میں نے کہا مجھے کون غلامی کی زنجیر سے آزاد کرائے گا؟ اس نے کہا: میں۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا اگر تو حضرت محمد ﷺ کے چچا حمزہ ؓ بن عبدالمطلب کو قتل کر دے تو تو آزاد ہے۔ میں نے پوچھا اس عہد کو پورا کرنے کی ضمانت کون دے گا؟ اس نے کہا جس کو تو چاہے میں تمام لوگوں کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ میں اس عہد کو نبھاؤں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔۔۔۔ میں ایک حبشی انسان تھا، نیزہ بازی، تیراندازی اور خنجر و کلہاڑی چلانے کا بہت بڑا ماہر تھا۔ میرا نشانہ کبھی خطا نہ جاتا تھا۔ میں نے اپنی کلہاڑی پکڑی اور لشکر کے ساتھ ہو لیا۔ لشکر کے پیچھے پیچھے بیگمات قریش کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ مجھے جنگ سے کوئی زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ جب بھی میرا ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے پاس سے گزر ہوتا تو وہ میرے پاس سے گزرتی اور دھوپ میں میری کلہاڑی کا لشکارا دیکھتی تو بے ساختہ پکار اٹھتی۔ ابودسمہ آج مقتولین بدر کا بدلہ چکا کر کلیجے کو ٹھنڈا کر دے۔ جب ہم احد کے مقام پر پہنچے، دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا، تو میں حمزہ ؓ بن عبدالمطلب کی تلاش میں نکلا۔ میں انہیں پہلے سے پہچانتا تھا اور وہ کسی سے مخفی بھی نہ تھے۔ کیونکہ وہ ہر دم اپنی پگڑی میں شتر مرغ کا پر پیوست کیے رکھتے اور یہ اس دور میں عرب کے جنگجو بہادروں کی علامت ہوا کرتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ امیر حمزہ ؓ شمشیر زنی کرتے ہوئے اور مدمقابل کو تہہ تیغ کرتے ہوئے نیچے اتر رہے ہیں۔ کوئی ان کے سامنے ٹھہرنے اور ثابت قدم رہنے کی سکت نہیں رکھتا، وہ کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ میں انہیں دیکھ کر ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گیا اور شست باندھ لی کہ جونہی میرے قریب آئیں تو ان پر یکدم حملہ کر دوں، اتنے میں قریش کا شہسوار سباع بن عبدالعزیٰ میدان میں اترا اور پکارنے لگا، اے حمزہ! میرے مقابلے میں آ۔ امیر حمزہ ؓ نے یہ چیلنج سن کر اس کے مقابلے میں اترتے ہوئے کہنے لگے مشرک کے بیٹے ادھر آ، اور بڑی برق رفتاری سے تلوار کا ایک ایسا زوردار وار کیا کہ وہ چشم زدن میں ان کے قدموں میں ڈھیر ہو گیا اور میں نے موقع پاتے ہی اچانک اپنی کلہاڑی سے ان پر زوردار وار کیا اور میری کلہاڑی نے ان کے پیٹ کے نچلے حصے کو کاٹتے ہوئے دونوں ٹانگوں کو چیر دیا۔ میری طرف وہ دو قدم جوش سے چلے لیکن ٹانگوں نے ساتھ نہ دیا اور وہیں گر پڑے۔ کلہاڑی ان کے جسم میں ہی پیوست تھی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں تو میں ان کی لاش کے پاس آیا۔ کلہاڑی نکالی اور خیموں میں جا کر بیٹھ گیا۔ مجھے اس سے زیادہ لڑائی میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں نے تو انہیں صرف اس لالچ میں شہید کیا کہ مجھے آزاد کر دیا جائے۔۔۔۔ پھر اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا۔ لڑائی کا تنور گرم ہو گیا۔ چیخ و پکار آسمان کو چھونے لگی۔ اصحاب محمد ﷺ لڑائی کی لپیٹ میں آ گئے، ان میں سے کافی تعداد میں شہید ہو گئے۔ اس نازک موقع پر ہندہ بنت عتبہ دیگر بیگمات قریش کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کی بکھری ہوئی لاشوں کے پاس گئی۔ انہوں نے ان کے پیٹ چاک کر دیئے۔ آنکھیں نکال دیں، ناک کاٹ دیے، پھر ان کے ہار اور بالیاں بنا کر زیورات کی جگہ پہن لیے۔ ہندہ نے اپنے سونے کا ہار اور بالیاں مجھے دیتے ہوئے کہا:

ابودسمہ یہ تیرا انعام ہے۔ اسے سنبھال کر رکھنا۔ یہ بڑا قیمتی زیور ہے۔ جب لڑائی ختم ہو گئی تو میں لشکر کے ساتھ مل کر مکہ واپس لوٹ آیا تو حبیب بن مطعم نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے مجھے آزاد کر دیا۔ میں آزاد تو ہو گیا لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ کی دعوت تیزی سے پھیل رہی ہے اور مسلمانوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ جوں جوں آپ ﷺ کا پیغام چہار سو پھیلنے لگا توں توں مجھ پر خوف و ہراس کے بادل منڈلانے لگے۔ مجھے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گا۔ میں مسلسل اسی حالت میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ فاتحانہ انداز میں ایک لشکر جرار لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ یہ منظر دیکھ کر میں امن کی تلاش میں طائف کی طرف بھاگ نکلا لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد باشندگان طائف بھی اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ انہوں نے رسول اقدس ﷺ سے ملاقات کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرنے کے لیے ایک وفد تشکیل دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ زمین باوجود کشادگی کے میرے اوپر تنگ ہو گئی۔ میری بچت کے تمام راستے بند ہوتے دکھائی دینے لگے۔ میں سوچنے لگا کہ اب شام میں یا کسی اور ملک کی طرف بھاگ جاؤں۔ بخدا میں اسی غم و فکر میں مبتلا تھا کہ میری حالت زار دیکھ کر ایک خیرخواہ کو مجھ پر ترس آ گیا اور اس نے کہا:

اے وحشی بن حرب اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں سوئے یثرب روانہ ہو گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ میں آنکھ بچاتے ہوئے بڑی احتیاط سے مسجد میں داخل ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر پکار اٹھا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ

جب آپ ﷺ نے میری زبان سے کلمۂ شہادت سنا تو اپنی نگاہیں میری طرف اٹھائیں۔ جب مجھے دیکھا تو نظریں

دوسری طرف پھیرلیں اور فرمایا: تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ امیر حمزہ ؓ کو تو نے کیسے قتل کیا تھا؟ میں نے وہاں بیٹھ کر پورا واقعہ بیان کیا۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آگئے۔ میرا بیان ختم ہونے پر آپ ﷺ نے غصے سے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا:

وحشی تم پر افسوس ہے کہ میرے شیر کے ٹکڑے کرنے والا تو ہے۔ وحشی! تیرا اسلام قبول ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا آج کے بعد میری آنکھوں کے سامنے نہ آنا۔ میں تیرا چہرہ دیکھوں گا تو مجھے پیارا چچا یاد آئے گا۔ وحشی بن حرب ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ جاتے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ جاتا کہ کہیں آپ ﷺ کی نظر مبارک مجھ بدنصیب پر نہ پڑجائے اور اس طرح مجھے دیکھ کر آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ میں مسلسل اسی المناک حالت میں مبتلا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ پھر اپنی داستان غم بیان کرتے ہوئے وحشی بن حرب ؓ نے کہا:

باوجود یہ کہ میں جانتا تھا کہ اسلام پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے پھر بھی وہ گھناؤنا جرم جس کا میں نے ارتکاب کیا تھا اور وہ بڑی مصیبت جس میں مسلمانوں کو میں نے مبتلا کیا تھا، وہ میرے دل کے خانے سے کبھی مٹ نہ سکی۔ اب میں شدت سے اس موقع کی تلاش میں رہنے لگا کہ اس جرم کا کفارہ ادا کرسکوں۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وفات پاگئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ امیرالمومنین بن گئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی بنوحنیفہ مرتد ہوگئے۔ خلیفہ اول نے مسیلمہ سے نبرد آزما ہونے اور اس کی قوم بنوحنیفہ کو دین الٰہی کی طرف واپس لانے کے لیے لشکر تیار کیا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اب موقع آیا ہے کہ میں اپنے ارمان پورے کروں۔ پھر میں لشکر اسلام کے ساتھ ہولیا۔ اپنی وہی کلہاڑی ہاتھ میں لی جس کے ساتھ سید الشہداء امیر حمزہ ؓ کو شہید کیا تھا اور میں نے قسم کھائی یا مسیلمہ کو قتل کروں گا یا جام شہادت نوش کروں گا۔ جب مسلمانوں نے مسیلمہ اور اس کے لشکر پر گلستان موت میں زوردار حملہ کیا۔ دشمنان خدا کے گوشت کے ٹکڑے فضا میں اڑنے لگے۔ میں مسیلمہ کے انتظار میں تھا، اسے ایک جگہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑے دیکھا اور ایک انصاری کو دیکھا کہ وہ بھی میری طرح گھات لگائے کھڑا ہے۔ ہم دونوں اس کو قتل کردینا چاہتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر بڑے زور سے کلہاڑی چلائی جو اس کے بدن میں پیوست ہوگئی۔ اتنے میں انصاری نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کس کے وار سے وہ واصل جہنم ہوا۔ اگر میرے وار سے قتل ہوا تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ میں نے اپنی زندگی میں امت محمدیہ ﷺ کی ایک پروقار شخصیت کو قتل کیا اور ایک بدترین خلائق شخص کو بھی تہ تیغ کیا۔

(بحوالہ: حیات صحابہ کے درخشاں پہلو)

اللہ کی پکڑ

اقراء ناظر۔ منڈا پنڈ فیصل آباد

''اسی طرح ہوتی تھی تیرے رب کی پکڑ جب اس نے گرفت میں لیا ظلم کرنے والی بستیوں کو بلاشبہ اس کی پکڑ المناک اور شدید ہے۔'' (102:11)

آدمی کی بدنصیبی، لغزش اور پسماندگی ہے کہ وہ اللہ کے بندوں پر ظلم کرے، ان کے حقوق مارے، ان کے کمزور کو پیس ڈالے، ایک دانا کا بڑا اچھا قول ہے کہ:

''اس شخص سے ڈرو جس کا تمہارے مقابلہ میں اللہ کے علاوہ کوئی اور مددگار نہ ہو۔''

قوموں کی تاریخ میں اس قسم کے ظالموں کی بہت سی عبرتناک مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً عامر بن طفیل رسول اکرم ﷺ کی جان کا دشمن ہے۔ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرڈالنا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ اسے بددعا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حلق میں گلٹی نکال دیتے ہیں جس سے وہ درد والم سے چیختا ہوا فوراً مرجاتا ہے۔

اربد بن قیس رسول اکرم ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔ آپ ﷺ اُسے بددعا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کے اونٹ پر بجلی گرادیتا ہے۔

حجاج جب سعید بن جبیر ؓ کو قتل کرتا ہے تو شہادت سے چند منٹ پہلے سعید ؓ اسے بددعا دیتے ہیں اور کہتے ہیں بارالٰہ! اس کو میرے بعد کسی پر مسلط نہ کرنا۔ چنانچہ حجاج کے ہاتھ میں پھوڑا نکلا جو پورے بدن پر پھیل گیا۔ اس کے منہ سے بیل کی سی آواز نکلنے لگی۔ پھر افسوس ناک حالت میں مرگیا۔

سفیان ثوری ابوجعفر منصور کے خوف سے چھپ گئے۔ وہ حرم مکی میں داخل ہونے کے ارادے سے چلا۔ جس میں حضرت سفیان ؓ چھپے ہوئے تھے۔ حضرت سفیان ؓ نے گڑگڑا کر کعبہ کے پردے پکڑے اور دعا کی کہ اللہ منصور کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دے۔ چنانچہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی بئر میمون کے نزدیک منصور وفات پاگیا۔

معتزلی قاضی احمد بن ابی داؤد نے امام احمد بن حنبل کو تکلیفیں دینے میں حصہ لیا۔ امام کی بددعا سے اس پر فالج گرا وہ کہا کرتا تھا کہ میرے نصف بدن پر مکھی بھی گرجائے تو قیامت معلوم ہوتی ہے لیکن آدھے جسم کو قینچیوں سے بھی کاٹ دیا جائے تو پتہ نہیں چلتا۔ احمد بن حنبلؒ نے وزیر ابن زیاد کو بھی بددعا کی تھی۔ چنانچہ اللہ نے اس پر ایسا آدمی مسلط کردیا کہ جس نے اسے پکڑ کر آگ کے تنور میں ڈال دیا اور اس کے سر میں کیلیں گاڑ دیں۔

جمال عبدالناصر نے صالح مسلمانوں کو جیل میں ڈال دیا جہاں موذی حمزہ البسیونی انہیں طرح طرح کے عذاب دیتا اور گستاخی سے کہتا ''تمہارا خدا کہاں ہے؟ میں اسے بھی زنجیر میں جکڑ دوں گا (نعوذ باللہ)۔ وہ قاہرہ سے اسکندریہ جارہا تھا کہ اس کی کار ٹرک سے ٹکرا گئی۔ ٹرک میں لوہا بھرا ہوا تھا۔ اس کے جسم میں سر سے پاؤں تک لوہا گھس گیا۔ جسے بڑی مشقت سے اس کے جسم سے نکالا گیا۔ نکالنے میں پورا جسم ادھڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

''کہنے لگے ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے' کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے پیدا کیا وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے۔'' (15:41)

صلاح نصر بھی جمال عبدالناصر کے جرنیلوں میں سے اور زمین میں ظلم وفساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اسے بھی دسیوں مزمن امراض لاحق ہوگئے۔ اسے اپنی عمر کے کئی سال بدبختی میں گزارنے پڑے۔ وہ لاعلاج ہوگیا۔ انہیں آقاؤں کے جیلوں میں سڑتا ہوا مرگیا جن کی زندگی بھر خدمت کی تھی۔

''وہ جنہوں نے ملکوں میں سرکشی کی' ان میں خوب فساد پھیلایا' تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔'' (13,11:89)

اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے' حتیٰ کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔

''مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔'' (بحوالہ: غم نہ کریں)

غلام سے سلطان تک

نبیلہ خلیق۔ مرضی پورہ فیصل آباد



دمشق کی غلاموں کی منڈی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور تاجر ایک چبوترے پر بیٹھا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کی لمبی قطار چبوترے کے اطراف میں لگی ہوئی تھی۔ ان غلاموں اور لونڈیوں کو دیکھنے کے اشتیاق میں مالدار افراد' امراء اور وزراء ان کے اردگرد جمع تھے۔ سہ پہر تک تمام غلام فروخت ہو چکے تھے۔ صرف ایک لڑکا باقی بچا تھا۔ جس کے چہرے پر معصومیت اور دھیمی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

تاجر اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے یقین نہیں کہ یہ لڑکا اچھے داموں بک سکے گا کیونکہ اس کی آنکھ میں سقم (یعنی کچھ نقص) ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ تم بے فکر رہو۔ ہم نے کون سا انہیں بتانا ہے کہ اس کی آنکھ میں سقم ہے۔ لوگ دیکھ کر ہی بولی لگا رہے ہیں۔ کچھ ہی لمحوں بعد اس لڑکے کی بھی بولی لگی۔ وہ آٹھ سو درہم میں بک گیا۔ وہ شخص جس نے اس کی بولی لگائی تھی وہ رقم کی ادائیگی کے لیے چبوترے پر چڑھا تو وہ لڑکا اس کے پہلو میں کھڑا کر دیا گیا۔ جب اس شخص نے اس لڑکے کی طرف غور سے دیکھا تو چونکا اور اس نے خریدنے سے انکار کر دیا۔ اس کا مالک کہنے لگا اگر شام تک یہ لڑکا نہ بکا تو واپسی پر اسے گہری کھائی میں دھکیل دے گا۔ پھر اچانک ایک شخص نے بیس دینار سے اس کو خرید لیا اور منڈی سے نکل گیا۔

جس شخص نے اس سقم زدہ آنکھ والے لڑکے کو خریدا تھا۔ وہ حماۃ کا رہنے والا تھا اور تجارت کرتا تھا۔ وہ بہت صاف گو تھا اور سیدھی بات کرنے والا۔ اس کو اس بچے پر ترس آ گیا تو اس نے اسے سستے داموں خرید لیا۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ نہ بکنے والے غلام کے ساتھ بردہ فروش کیا سلوک کرتے ہیں۔ جس شخص نے اس غلام کو خریدا تھا اس کا نام علاء الدین بندقداری تھا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آج اس سقم زدہ آنکھ والے لڑکے کو دیکھ کر اس کو شدت سے اولاد کی کمی محسوس ہونے لگی پھر اس نے لڑکے سے پوچھا:

تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ محمود۔

اس شخص نے کہا: اوہ تم مسلمان ہو۔

کہاں کے رہنے والے ہو؟

تو اس نے جواب دیا: وادی قپچاق کا۔

پھر اس شخص نے کہا کیا تم عربی سمجھے ہو اور بول بھی لیتے ہو؟

تو اس بچے نے کہا تھوڑی بہت۔

وقت گزرتا رہا۔ دن مہینوں میں' مہینے سالوں میں بدلنے لگے۔ محمود نے وقت کے ساتھ ساتھ عمدہ انداز میں عربی بولنا سیکھ لی تھی۔ بندقداری نے اس کو تعلیم دلوائی۔ اب محمود کا آقا محمود کو اپنے ساتھ تجارت کی غرض سے دور دراز علاقوں میں لے جانے لگا۔ محمود کو مختلف زبانیں سیکھنے کا شوق تھا۔ جلد ہی اس نے عربی' مصری' حبشی اور ترکی زبانیں سیکھ لیں۔ محمود اپنے آقا کے تاجروں سے مقامی زبانوں میں باتیں کیا کرتا۔ اس طرح بندقداری کو اپنی تجارت میں نمایاں کامیابی حاصل ہونے لگی۔ ایک دفعہ بندقداری ایک تجارتی قافلہ لے کر مصیاف نامی قلعے کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک فدائیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور قافلے والوں کو لوٹ کر تمام سامان لے گئے۔ بندقداری بھی اس حملے میں شدید زخمی ہوا۔ محمود نے اس کو گھوڑے پر بٹھایا اور نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ محمود نے اس کی تیمارداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور دو ماہ مسلسل علاج کے بعد بندقداری مکمل صحت یاب ہو گیا مگر گھر میں موجود تمام سرمایہ ختم ہو گیا اور مزید تجارت کے لیے اس کے پاس کچھ نہ بچا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے۔ ایک دن اس کا ایک دوست علی الصبح اس کے پاس آیا اور بولا اب تو تم ماشاءاللہ مکمل صحت یاب ہو گئے ہو اور میرا خیال

ہے کہ تم کو اب کوئی کاروبار کرنا چاہیے۔ ویسے تو میں کسی کے کام نہیں آتا نجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ تم کو اس کڑے وقت سے نکال لوں۔

تم ایسا کرو کچھ قرض لے لو۔ بندقداری کے انکار کے باوجود اس نے اس کو تھیلی پکڑائی اور خود چلا گیا۔ بندقداری نے پھر اس رقم سے کاروبار شروع کر لیا۔ آج اس کا قافلہ مصر سے لوٹ رہا تھا۔ بندقداری کو خلاف توقع زیادہ نفع پہنچا تھا۔ اس لیے وہ بے حد خوش تھا کہ اچانک صلیبیوں نے اس قافلے پر حملہ کر دیا۔ صلیبی قافلے کے کسی شخص کو زندہ بچ نکلنے کا موقع نہ دیتے تھے۔ مگر محمود کی ہوشمندی اس کے کام آئی اور وہ بندقداری کو صلیبیوں کے چنگل سے نکال لایا۔ یہ خبر جب اس کے دوست کو پہنچی تو وہ اس سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگا۔ بندقداری بولا میرے پاس تو اس وقت کھوٹی پائی بھی نہیں اور تم مجھ سے پانچ سو دینار کا مطالبہ کر رہے ہو اور وہ بھی سود کے ساتھ۔ تم کیسے دوست ہو؟ تم کیسے مہربان ہو؟

مگر اس کے دوست نے قرض کے بدلہ میں بندقداری سے اس کے غلام محمود کو مانگ لیا۔ جس کو اس نے غلام کی بجائے بیٹا بنا کر رکھا تھا۔ اب محمود بندقداری کی ملکیت سے نکل کر اس کے دوست کا غلام بن گیا۔ پھر محمود کو اس کی بہن فاطمہ لے گئی 'بہن کا بیٹا بیبرس جو محمود کا ہم شکل تھا اور بچپن میں وفات پا گیا تھا' اس نے اس کے نام پر اس کو بیبرس کہنا شروع کر دیا (اس نام کی خوبی دیکھیے کہ محمود تاریخ میں بھی بیبرس کے نام سے پہچانا جاتا ہے)۔

فاطمہ کا ایک بھائی مصر کے حکمران الملک الصالح کے دربار میں کام کرتا تھا' اس نے بیبرس کو اس کی خوبیوں کی وجہ سے الملک الصالح کی خدمت میں پیش کر دیا۔ الملک الصالح کے پاس اس نے فنون حرب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور دستور کے مطابق فوج میں شامل ہو گیا۔ بیبرس نے مصری افواج کا سالار مقرر ہوتے ہی تارتاریوں سے اعلان جہاد کر دیا۔ وہ جنگی تیاریوں میں مصروف تھا کہ اس کو خبر ملی کہ ہلاکو خان کو کسی سیاسی وجوہات کی بنا پر وطن واپس جانا پڑا ہے۔ اس لیے وہ اپنے لشکر جرار کا سالار قطبو غا کو مقرر کر کے جا رہا ہے۔ یہ خبر ملتے ہی بیبرس نے وہ فیصلہ کیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر تاتاریوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ وہاں سے قطبو غا کو کوئی کمک نہ مل سکے۔

بروز جمعۃ المبارک کو اس نے عین جالوت کے مقام پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کا یہ حملہ اتنا غیر متوقع تھا کہ چند گھنٹوں میں تاتاریوں کے سوار لاشوں میں بدل گئے۔ قطبو غا نے سنبھلنے کی بڑی کوشش کی مگر اس کی تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں۔ یہ شقی القلب انسان جو عیسائی تھا' جس کی تلوار ہزاروں مسلمانوں کا خون پی چکی تھی' وہ کسی رعایت کا متحمل نہ تھا۔ چنانچہ بیبرس نے اس کو قتل کروا کر اس کا سر نمائش کے لیے قاہرہ بھجوا دیا۔ اس جنگ نے بیبرس کو پورے عالم اسلام کا ہیرو بنا دیا۔

اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب مصر کا حاکم ایک بغاوت میں مارا گیا تو امراء نے اتفاق رائے سے بیبرس کو حکمران منتخب کر لیا۔ یوں یہ غریب الوطن غلام جس کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہ تھی' وہ مصر کے تاج و تخت کا وارث بن گیا۔ اس کو اپنے علاوہ کسی پر اعتماد نہ تھا' اس لیے وہ بھیس بدل کر گشت لگاتا تھا۔ وہ اکثر اپنے ساتھیوں کو دسترخوان پر چھوڑ کر چلا جاتا تھا اور اگلے روز فلسطین سے نمودار ہوتا اور 4 یوم بعد دمشت عرب میں نظر آتا۔ اس میں خانہ بدوشوں کی سی تیزی تھی۔ اس کی صلاحیتوں کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کرتے تھے اور کسی حد تک خائف بھی تھے کیونکہ معلوم نہیں بیبرس اس وقت کہاں ہو' کہیں وہ دراز قد فصیل کے برج سے ان کو دیکھ رہا ہے۔ بیبرس تو نہیں۔ وہ لمبا سوار جو بارہ سنگھا کا شکار کر رہا ہے کہیں بیبرس تو نہیں۔ معرکہ جالوت کے بعد جب ہلاکو خان مصر پر حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا' اس وقت سلطان بیبرسؒ نے تاتاری لباس پہنا اور بھیس بدل کر شمال کی طرف غائب ہو گیا۔ چونکہ بیبرس کا بچپن غلاموں کی منڈی میں بکتے ہوئے گزرا تھا' اس لیے وہ مختلف زبانوں میں ماہر تھا۔ وہ تمام قسم کے لوگوں سے آسانی سے باتیں کر لیتا تھا۔ اس لیے کسی کو شبہ تک نہ ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے تاتاری علاقے میں کسی نانبائی کی دکان سے کھانا کھایا اور برتن میں اپنی انگوٹھی اتار کر رکھ دی اور واپس آ گیا۔ وہاں سے اس نے ہلاکو خان کو خط لکھا کہ میں تمہاری مملکت کا معائنہ کرنے کے لیے فلاں فلاں علاقے میں گیا تھا' ایک دکان میں شاہی انگوٹھی چھوڑ آیا ہوں۔ برائے مہربانی تلاش کر کے مجھے واپس بھجوا دو۔ وہ مجھے بہت پسند ہے۔ تاتاری حکمران سلطان کی اس جرأت پر بہت حیران ہوا۔ ایک مرتبہ سلطان نے قاصد کا بھیس بدلا اور ہرن کا شکار لے کر سیدھا بوہمنڈ کے حاکم کے دربار میں داخل ہوا اور عرض کی عالی جاہ! میرے بادشاہ سلطان بیبرس کو بہت افسوس ہے کہ آپ کو محصور ہونے کی وجہ سے اپنا شکار کا شوق پورا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے یہ تازہ شکار آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اسے قبول فرمایے۔ بادشاہ آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ جب سلطان قلعے سے باہر چلا گیا تو کسی نے بتایا کہ یہ سلطان بیبرس خود تھا تو وہ یہ سن کر لرزنے لگا:

1285ء میں سوڈان کے عیسائی بادشاہ ڈیوڈ نے سلطان بیبرس سے سرکشی اختیار کر کے فوج سے چھیڑ چھاڑ کی تو خبر ملنے پر بیبرس طوفان کی طرح سوڈان پہنچا اور اس کو گرفتار کر لیا اور ان کو ایسی عبرتناک شکست سے دوچار کیا کہ ان کو دوبارہ مصر کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ فلسطین کی جنگ میں سلطان کو شدید زخم لگا جس کی وجہ سے سلطان کو شدید بخار ہو گیا۔ علاج کے باوجود یہ بیماری دن بدن بڑھتی رہی۔ آخر 27 محرم 670ھ کو سلطان بیبرس نے ستاون سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ دیا اور آپ کو دمشق میں دفن کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

(بحوالہ: قاہرہ کا قرار اللہ کے سپاہی)

ہمدرد سپہ سالار

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی عیسائی عورت کا بچہ گم ہو گیا۔ بچے کی ماں غم سے نڈھال ہو گئی۔ اس نے انگریز حکمران سے شکایت کی اس نے کہا: مسلمانوں کا حکمران سلطان صلاح الدین ایوبیؒ بہت رحم دل ہے اُس کے ہاں شکایت کرو۔ میری طرف سے آپ کو وہاں جانے کی اجازت ہے۔ وہ عورت سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس گئی اور رو رو کر اپنی داستان سنانے لگی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا دل یہ منظر دیکھ کر بڑا نرم ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ اس عورت کے بچے کو تلاش کر کے میرے پاس لایا جائے۔

عثمان بن خالد مرجالوی

تلاش کرنے کے بعد پتہ چلا کہ اس بچے کو فلاں شخص کے پاس بیچ دیا گیا ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے کہا جتنی قیمت اس نے ادا کی ہے' ابھی اس کو دے دو اور بچہ میرے پاس لایا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ چنانچہ بچہ اس عورت کے سپرد کر دیا گیا۔ ماں نے بچے کو دیکھتے ہی اپنے سینے سے چمٹا لیا اور انتہائی خوشی کے جذبات میں آ کر رونے لگی۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس عورت کو عزت و اکرام کے ساتھ اس کے گھر تک پہنچا دیں۔

اللہ رب العزت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی قبر پر رحمت کی برکھا برسائے۔ آمین

کچھ تیونس کے بارے

تیونس ایک مسلم ملک ہے جو کہ براعظم افریقہ میں واقع ہے اسے صحابی رسولؐ سپہ سالار سیدنا عقبہ بن نافع ؓ نے فتح کیا۔ یہی وہی سپہ سالار اسلام ہیں جنہوں نے افریقہ کو فتح کرلیا اور بحراوقیانوس میں اپنے گھوڑے ڈال دیے اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے میرے پروردگار! اگر سمندر ہماری

عبداللہ بن اسحاق، کوٹلی آزاد کشمیر

راہ میں حائل نہ ہوتا تو زمین کے آخری کونے تک آپ کا نام بلند کرتے۔

علامہ اقبال نے اس کی منظرکشی اپنے شعر میں بھی کی ہے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

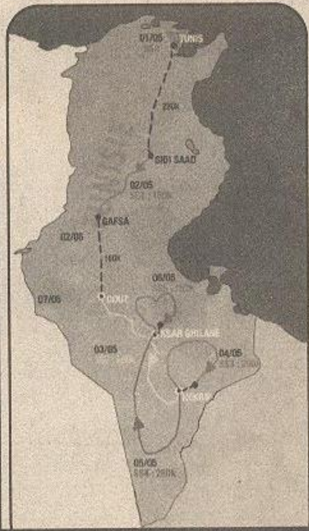
تیونس ایک ایسا ملک ہے جو کہ شمالی افریقہ میں بحیرہ روم کے کنارے واقع ہے۔ اس کی سرحدیں مغرب میں الجزائر سے ملتی ہیں جبکہ اس کے جنوب مشرق میں لیبیا واقع ہے۔ باوجود ایک چھوٹا ملک ہونے کے تیونس جغرافیائی اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے عقب میں پہاڑوں کا سلسلہ کوہ اطلس تک پھیلا ہوا ہے جنوب مشرق میں تیونس کی سرحدیں الجزائری سرحدوں سے ملتے ہوئے جزیرہ کیپ بون تک چلی جاتی ہیں

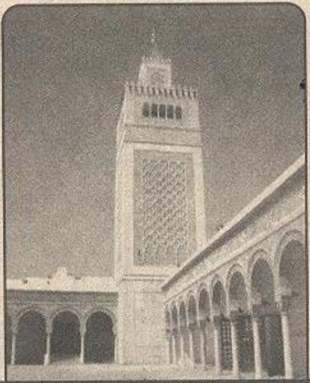
صوبائی یا انتظامی لحاظ سے تیونس کو 24 حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تیونس میں صوبے کو ولایت کہتے ہیں۔

تیونس کی معیشت کا انحصار مختلف اشیاء پر ہے، جس میں زراعت، کان کنی، توانائی، سیاحت، تیل اور پیداواری کے شعبے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ 1990ء میں ترقی کی رفتار 5 فیصد تھی جبکہ مہنگائی اس کے مقابلے میں کم تھی۔ بڑھتی ہوئی تجارت اور سیاحت میں معاشی ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔

کیم مارچ 1998ء کو تیونس اور یورپی اتحاد کے درمیان اپنی طرز کا پہلا مشترکہ معاہدہ تجارت عمل میں آیا۔ یہ بحیرہ روم کے کسی ملک اور یورپی اتحاد کا پہلا معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کے تحت تیونس آئندہ دہائی میں یورپی اتحاد سے تجارت میں حائل تمام رکاوٹیں بتدریج ختم کردے گا۔ تاہم بڑے پیمانے پر نج کاری، بیرونی سرمایہ کاری کی راہ ہموار کرنے کے لئے معتدل مزاجی اور کارکردگی کو بڑھانے کے لئے حکومتی استعداد کی کمی اب بھی تیونس کے مستقبل کے لئے وہ مشکلات ہیں جن سے نبرد آزما ہونا ابھی باقی ہے۔ برطانوی جامعہ کے جاری کردہ ضمیمہ 2000ء کے مطابق تیونس میں بڑی مقدار میں معدنی نمک کے ذخائر بھی موجود ہیں۔ عالمی تجارتی ادارے کے کے مطابق 2007ء میں تیونس کی معاشی ترقی نے اسے افریقہ کی سب سے تیز ترقی کرنے والی معیشت بنا دیا ہے۔ عرب دنیا میں معاشی ترقی کے لحاظ سے تیونس اول نمبر پر جبکہ پوری دنیا میں انتیسویں نمبر پر ہے۔

تیونس کی آبادی کی اکثریت 98 فیصد عرب ہے اور تونسی عربی بولتے ہیں۔ تاہم یہاں کی سب سے چھوٹی اقلیت (تقریباً 1 فیصد بربر قبائل کے لوگوں کی آبادی بھی ہے جو کہ جنوب مشرقی پہاڑی سلسلے اور جربہ کے جزیروں پر آباد ہیں۔ بربر قبائل کے لوگ بنیادی زبان بربر زبانیں بولتے ہیں جنہیں اکثر شیلہا کہا جاتا ہے۔ تیونس کے 98 فی صد لوگ مسلمان ہیں جبکہ تیونس کی دوسری قدیم ترین آبادی یہودیوں کی ہے جو کہ آج کل زیادہ تر دارالحکومت





تیونس اور جزیرہ جربہ تک محدود ہوگئے ہیں۔ ان کی تعداد فرانس سے تیونس کی آزادی کے بعد مسلسل کم ہوتی جارہی ہے۔

جدید معیاری عربی تیونس کی سرکاری زبان ہے۔ تاہم عام بول چال کے لئے عرب دنیا کی طرح یہاں بھی عام عربی زبان بولی جاتی ہے۔ تیونس میں مقامی زبان تیونسی عربی ہے جو کہ مالٹائی زبان سے گہری مماثلت رکھتی ہے جبکہ بہت ہی کم تعداد میں یہاں لوگ شیلہا اور بربر زبانیں بھی بولتے ہیں۔ فرانسیسی زبان کا کردار بھی ملک میں نہایت اہم رہا ہے گوکہ اس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں ہے۔ بالخصوص تعلیم کے شعبے میں فرانسیسی زبان کا استعمال (مثال کے طور پر اسکولوں میں سائنس کے مضامین پڑھانے میں یا تدریسی زبان کے طور پر) بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ صحافت میں، تجارت میں جبکہ تیونس کے زیادہ تر تعلیم یافتہ لوگ فرانسیسی بول سکتے ہیں۔ شہری علاقوں میں رہنے والے زیادہ تر تیونسی، فرانسیسی اور عربی کا اختلاط بھی کرتے ہیں۔

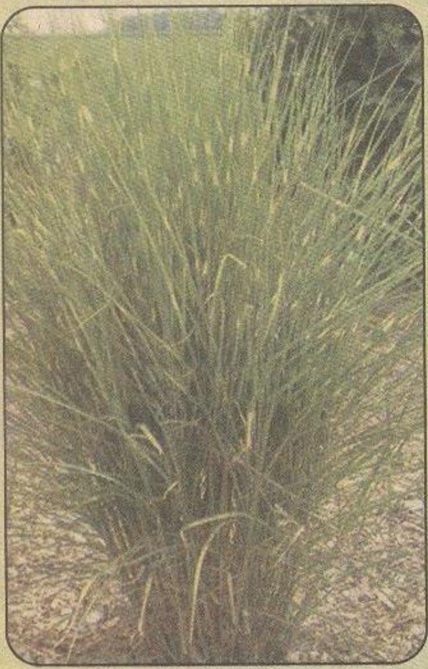
1958ء سے پہلے تیونس میں تعلیم صرف متمول لوگوں کا مقدر تھی جو کہ کل آبادی کا 14 فی صد تھے۔ تاہم اب ترجیحی بنیاد پر تعلیم کے لئے کل قومی پیداواری وسائل کا 6 فیصد حصہ مختص کردیا گیا ہے۔ 1991ء میں 6 سے 16 سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے بنیادی تعلیم کو لازمی قرار دے دیا گیا۔

6 سال کی عمر تک بچوں کو گھر پر ہی تونسی عربی سکھائی جاتی ہے۔ 6 سال کی عمر میں جب بچے کو اسکول میں داخل کرایا جاتا ہے تو اُس کو معیاری عربی میں لکھنا اور پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ 8 سال کی عمر میں اُن کو فرانسیسی سکھائی جاتی ہے جبکہ 10 سال کی عمر میں انگریزی سے متعارف کرایا جاتا ہے۔

کئی سالوں سے تیونس میں اسلام پسندوں پر بہت سختیاں رہیں تیونس کے حکمران علی بن زین العابدین جو کہ اسلام بیزار اور مغرب نواز حکمران تھا اس نے اہل حق کو دبانے کی بہت کوشش کی اور طرح طرح کی دینی پابندیاں عاید کررکھی تھیں۔ حالیہ انقلاب سے اس کی حکومت کا تختہ الٹ گیا جس کے بعد دنیا میں اسلامی انقلاب نے ایک نئی کروٹ لی۔

سائنس اور صحت

ابو حارث



پودوں سے پلاسٹک اور ایندھن کا کام

پیارے بچو! ماہرین نے حال ہی میں ایسا معجزاتی پودا متعارف کروایا ہے جو نہ صرف پلاسٹک کا بہترین متبادل بن سکتا ہے بلکہ اس میں تعمیراتی مادے کے طور پر استعمال ہونے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ اس کی مدد سے ہائیڈروجن گیس تیار کرتے ہوئے اسے ایندھن کے طور پر بھی استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ چائنیز گراس نامی اس پودے پر تحقیق کرنے والے سائنسدان کے مطابق ان کا ہدف ایسے پودوں کی پیداوار ہے جو توانائی کے معدنی ذخائر مثلاً تیل، کوئلے یا پھر زمینی گیس کا متبادل ثابت ہوسکتے ہیں۔ چائنیز گراس ان پودوں میں سرفہرست ہے جس میں بے شمار خصوصیات موجود ہیں۔ چائنیز گراس یا چینی گھاس کا شمار قدرتی طور پر ہی تیزی کے ساتھ اگنے والے پودوں میں ہوتا ہے۔

اگرچہ اس پودے سے ابھی بائیوڈیزل تو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے اسے آگ جلانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ایک خاص طریقہ استعمال کرتے ہوئے اس پودے سے ہائیڈروجن بھی تیار کی جاسکتی ہے۔ جسے کاروں میں ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ توانائی تو سرسوں سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اسے اگانے کے لیے خرچ کی جانے والی اور پھر اس سے حاصل ہونے والی توانائی کا تناسب محض ایک سے دو ہے جبکہ چائنیز گراس نامی پودے میں یہ تناسب ایک سے پندرہ ہے۔ کاشتکار ایک ہیکٹر (10ہزار مربع فٹ) چائنہ گراس سے تقریباً آٹھ ہزار لیٹر فیول آئل کے برابر ایندھن حاصل کرسکتا ہے۔ یہ پودا کاشتکاروں میں اس لیے بھی مقبول ہورہا ہے کہ یہ بہت تیزی سے بڑھتا ہے۔ یہ پودا سال کے اوائل میں روزانہ پانچ سینٹی میٹر تک بڑھ جاتا ہے، گویا آپ ہر صبح اور ہر شام جا کر اس کی پیمائش کرسکتے ہیں۔ مجموعی طور پر اس پودے کا قد دو سے لے کر تین میٹر تک ہوتا ہے۔ چائنیز گراس کے اور بھی کئی استعمال ہیں۔ اس سے ہلکا پھلکا کنکریٹ بھی تیار کیا گیا ہے، اس کو درجہ حرارت کو آگے پہنچنے سے روکنے والے مادے کے طور پر چھتوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے حتیٰ کہ اسے بہت زیادہ گرم کرکے اس سے ایک طرح کا پلاسٹک بھی تیار کیا گیا ہے۔



شہد کھائیں جسم اور ذہن مضبوط بنائیں

شہد کو اللہ تعالیٰ نے باعث شفاء قرار دیا ہے، طبی لحاظ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ شہد میں بیش بہا بیماریوں کا علاج ہے ایک مسلمان کا تو اس پر ایمان ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے کہہ دی اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہوسکتا۔

سائنسی تحقیق نے بھی اس کی بہت سی خوبیاں تسلیم کی ہیں، ایک جدید تحقیق جو ابھی سامنے آئی ہے اور اس کو طب نبویؐ صدیوں قبل بتا چکی ہے پیش خدمت ہے۔

شہد انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک بیش بہا نعمت ہے۔ روزانہ ایک چمچ شہد کھانے سے نہ صرف بیماریوں کو دور رکھا جاسکتا ہے بلکہ اس سے توانائی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ قدرت نے انسان کو جتنی غذائی نعمتیں بخشی ہیں، ان میں شہد کو سب سے ممتاز درجہ حاصل ہے۔ اس کے فوائد اتنے ہیں کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔

تحقیق کے مطابق روزانہ ایک چمچ شہد کھانے سے دماغی صلاحیتوں اور قوت مدافعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ شہد جگر کی کارکردگی بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ جراثیموں سے تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔ شہد معدے اور انتڑیوں کی جھلی میں خراش پیدا نہیں ہونے دیتا۔ زود ہضم ہے اور گردوں پر اس کے کوئی مضر اثرات نہیں ہوتے۔ شہد توانائی کا انمول خزانہ ہے اور اسے باقاعدگی سے استعمال کرنے والا جلدی نہیں تھکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو قوت مدافعت کے لیے بہترین خیال کیا گیا ہے۔